PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اِنَّمَا شِفَآءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ ۝

احسن الفتاوی

بحذف مکررات وتخریجات فرائض ومسائل غیر مہمہ

جلد ۶

(۱۸)

فقیہ العصر مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

(واحد تقسیم کنندگان)

ایچ ایم سعید کمپنی

ادب منزل پاکستان چوک، کراچی

کتبہ محمد فاروق سعید ایچ ایم

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

نام کتاب ——— احسن الفتاوی

جلد ——— ششم

زیر اہتمام ——— ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

ضخامت ——— ۵۵۰ صفحات

کتابت ——— منشی محمد فاروق مسعود آباد

تعداد ——— ایک ہزار

پریس ——— ایجوکیشنل پریس کراچی

طبع اول ——— سنہ ۱۴۱۵ھ

طبع ہفتہ ——— سنہ ۱۴۲۵ھ

ملنے کا پتہ

ایچ ایم سعید کمپنی

ادب منزل پاکستان چوک کراچی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

فہرست مضامین "احسن الفتاوی" جلد ششم

عنوان	صفحہ
کتاب الجہاد	۹
دارالحرب سے ہجرت کا حکم	۱۱
دارالحرب سے آمنگل کرنا	۱۲
دارالحرب کے مسلمانوں کو حکومت مسلمہ کا مقابلہ کرنا جائز نہیں	″
خلافت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳
شرائط جہاد	۱۵
بضرورت جہاد ڈاڑھی منڈانا جائز نہیں	۱۷
دارالاسلام میں غیر مسلمین کو تبلیغی اجتماع کی اجازت نہیں	۱۸
دارالاسلام میں غیر مسلمین کو نئی عبادتگاہ بنانے کی اجازت نہیں	۱۹
غیر مسلمین کے حلیہ اور لباس وغیرہ پر پابندی	۲۰
اسلامی ملک کی تعریف	۲۱
دارالامن کی تعریف	″
دشمن کے خطرہ سے خودکشی حرام ہے	۲۲
سیاست شریعت سے جدا نہیں	″
اسلام میں مغربی جمہوریت کی کوئی گنجائش نہیں	۲۴
دارالحرب کی تعریف	۲۷
مسلم اقلیت کا حکومت کافرہ سے جہاد کرنا	″
جہاد اصطلاح شریعت میں	۲۷
نومسلمہ کو ہندو والدین کے سپرد کرنا جائز نہیں	۲۹
جاسوس کی سزا	″
کیا لوگوں کو جبراً اسلام میں داخل کیا گیا؟	۳۱
ان اراضی کا حکم جو انگریزوں نے مخالفین سے چھین کر اپنے وفاداروں کو دیں	۳۲
ایام جنگ میں نقل مکانی	۳۴
رسائل	
سیاست اسلامیہ	۳۵
رفع النقاب عن وجہ الانتخاب	۱۴۱
غلبۂ اسلام	۱۹۳
ذب المجہول عن سبط الرسول	۱۹۹
مسلح پہرہ	۲۳۷
باب المرتد والبغاۃ	۳۵۷
مرتد کے مال کا حکم	″
مرتد کے ہبہ، وصیت اور وراثت کا حکم	۳۵۸
قادیانیوں کے ساتھ تعلقات	۳۵۹
سوال مثل بالا	۳۶۰
ارتداد زوج سے نکاح فوراً ٹوٹ گیا	″

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

عنوان	صفحہ
ارتداد زوجہ کا حکم	۳۶۱
قتل بغاۃ	۳۶۴
حکم اموال بغاۃ	۳۶۶
فاسق کی بغاوت	〃
رسالہ	
القتل المشتد بقتل المرتد	۳۶۷
کتاب اللقطۃ	۳۸۹
کافر کا لقطہ	〃
گھڑی ساز کو گھڑی دیکر واپس نہیں آیا	〃
مالک مکان لاپتہ ہوگیا تو کرایہ کس کو ادا کرے؟	۳۹۰
قلم پڑا ملا	۳۹۱
ماہانہ رسالہ کا خریداروں تک پہنچانا مشکل ہوگیا	〃
کتاب الشرکۃ	۳۹۳
باپ اور بیٹوں کی مشترک کمائی باپ کی ملک ہے	〃
مشترک کمائی میں سب کا برابر حصہ ہے	〃
ایک شریک کے لئے زائد منافع کی شرط	۳۹۴
مشترک مال میں بلا اجازت تصرف کرنا	۳۹۶
سامان میں شرکت عنان صحیح نہیں	۳۹۷
مشترک کاروبار میں نقصان ہوگیا	〃
ہر شریک کو شرکت ختم کرنے کا اختیار ہے	۳۹۸

عنوان	صفحہ
بلا اذن شریک تصرف جائز نہیں	۳۹۹
مشترک زمین میں بلا اذن شریک پودے لگا دیئے	〃
شرکت میں تعیین نفع کا اصول	۴۰۱
مشترک مکان کی بلا اجازت مرمت	〃
نابالغ کے ساتھ مشترک مصارف	۴۰۲
شرکت مع مضاربت جائز ہے	۴۰۳
بیٹے اور باپ کی مشترک جائیداد کا حکم	۴۰۴
مشترک مکان میں بلا اذن تعمیر کا حکم	۴۰۵
مشترک زمین میں بلا اجازت مسجد بنانا	۴۰۶
شریک کو ملازم رکھنا	〃
کتاب الوقف	۴۰۷
مسجد یا مدرسہ سے قرآن یا کتاب دوسری جگہ منتقل کرنا	〃
ایک مدرسہ کی اشیاء دوسرے میں منتقل کرنا سوال مثل بالا	۴۰۸
ایک قرآن مجید کی جلد یا غلاف کو دوسرے پر چڑھانا	〃
پرانے قبرستان پر مسجد بنانا جائز ہے	۴۰۹
وقف معلق بالموت صحیح ہے	۴۱۰
وقف میں ناجائز تصرف کرنے والا متولی واجب العزل ہے	〃
وقف پر شہادت بالتسامع جائز ہے	〃
وقف علی المسجد میں قبر بنانا جائز نہیں	۴۱۱
تفصیل تقسیم الوقف بین المتولیین	〃

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

عنوان	صفحہ
وقف میں تاحیات آمدن خود لینے کی شرط	۴۱۲
وقف قبرستان میں ذاتی تعمیر	۴۱۳
وقف میں ذاتی تصرف حرام ہے	۴۱۴
وقف کتب خانہ سے کتب کا اخراج	۴۱۵
اوقاف کی ملازمت جائز ہے	۴۱۶
دراہم ودنانیر کا وقف	〃
مدرسہ میں دی ہوئی رقم واپس لینا	〃
مدرسہ کی رقم قرض دینا	۴۱۷
وقف مشاع جائز نہیں	〃
قبرستان کے درختوں کے پھل کا حکم	〃
قبرستان کے درخت کاٹنا	۴۱۸
قبرستان کے درخت سے مسواک کاٹنا	۴۱۹
وقف میں تاحیات خود منتفع ہونے کی شرط	〃
سوال مثل بالا	〃
وقف کی زمین بدلنا جائز نہیں	۴۲۰
حکم الوقف علی الاقارب	〃
مسجد کیلئے وصیت کا مدرسہ پر صرف جائز نہیں	۴۲۱
واقف خود متولی بن سکتا ہے	〃
مدرسہ دینیہ کے لئے وقف زمین میں اسکول بنانا جائز نہیں	۴۲۲
ورثہ محتاج ہوں تو وقف کرنا جائز نہیں	〃
بدون قبض وقف صحیح ہے	۴۲۳
باب المساجد	۴۲۴
عیدگاہ میں اسکول بنانا جائز نہیں	〃

عنوان	صفحہ
مسجد کے پرانے گارڈر اور دروازے	۴۲۴
مسجد کی پرانی دریاں فروخت کرنا	۴۲۵
وقف علی المسجد میں قبر بنانا	〃
سرکاری زمین میں بلا اجازت مسجد کا بڑھانا جائز نہیں	۴۲۶
ایک مسجد کا سامان دوسری میں منتقل کرنا	〃
ایک مسجد سے قرآن دوسری میں منتقل کرنا	۴۲۷
پرانے قبرستان پر مسجد بنانا	〃
عیدگاہ بحکم مسجد ہے یا نہیں	〃
عیدگاہ میں کھیلنا کودنا جائز نہیں	۴۲۸
بنار مسجد کی نذر	۴۲۹
مسجد میں وضو کیلئے ٹنکی بنانا جائز نہیں	〃
مشترک زمین میں بلا اجازت مسجد بنانا	۴۳۰
حرام مال سے تعمیر کردہ مسجد کا حکم	۴۳۱
عیدگاہ کی فاضل زمین پر مدرسہ بنانا جائز نہیں	۴۳۳
مسجد کی زمین میں امام کا مکان بنانا	۴۳۶
نزد مسجد بیت الخلا وغسل خانہ ساختن	〃
کافر کی متروک جائداد پر مسجد بنانا	۴۳۷
سوال مثل بالا	۴۳۸
سوال مثل بالا	〃
کافر کا مسجد بنانا	۴۳۹
مسجد میں خرید وفروخت کرنا جائز نہیں	۴۴۰
مسجد پر مدرسہ بنانا	۴۴۳
مسجد پر امام کا مکان بنانا	۴۴۴

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

عنوان	صفحہ
رفاہی پلاٹ پر مسجد بنانا	۴۴۴
مسجد میں کپڑے سکھانا	۴۴۵
مسجد میں چندہ کرنا	〃
مسجد کی بجلی کا بے جا استعمال	۴۴۶
سوال مثل بالا	〃
مسجد کے نل سے نہانا	۴۴۷
امام کو پیشگی تنخواہ دینا	〃
مسجد میں سونا	〃
سوال مثل بالا	۴۴۸
دوسرے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا	۴۴۹
مسجد کے چندہ کا مبادلہ	〃
مسجد کی کتاب کو باہر نکالنا جائز نہیں	۴۵۰
اذان کے بعد انفراداً نماز پڑھ کر مسجد سے نکلنا	〃
مسجد کی چیز ذاتی استعمال میں لانا	〃
مسجد میں لالٹین جلانا	۴۵۱
مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا	〃
سوال مثل بالا	۴۵۲
مسجد میں چارپائی بچھانا	〃
مسجد میں اگالدان رکھنا	۴۵۳
مسجد کی آمدن سے مسجد کی اشیاء خریدنا	۴۵۴
کافر کی زمین میں بلا اجازت مسجد بنانا	〃
مسجد میں آتے جاتے سلام کہنا	〃
مسجد میں وضو کرنا	۴۵۵
مسجد کے قرآن مجید طلبہ کو دینا	〃
پرانی مسجد کو مکتب بنانا	۴۵۶

عنوان	صفحہ
مسجد میں دنیوی باتیں کرنا	۴۵۶
مسجد میں افطار کرنا	۴۵۷
مسجد میں جگہ روکنا	〃
مسجد میں بلند آواز سے تلاوت کرنا	〃
تنخواہ دار مدرس کا مسجد میں پڑھانا	۴۵۸
مسجد کے حجرہ میں انگریزی پڑھنا	۴۵۹
مسجد کی دیوار پر نقش و نگار کرنا	〃
مسجد کے لئے قادیانی سے چندہ لینا	۴۶۰
مسجد کی زمین پر ذاتی مکان بنانا	〃
مسجد میں سوال کرنا	〃
پرانی عیدگاہ میں مدرسہ بنانا	۴۶۱
خراب وسط مسجد میں نہ ہو تو صفیں کیسے بنائیں؟	〃
معتکف کا مسجد میں حجامت بنوانا	۴۶۲
مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا	〃
مسجد کے پنکھے امام کے مکان میں لگانا	۴۶۳
مسجد کی رقم تجارت میں لگانا	〃
مسجد میں چوری کا کارڈ لگا دیا	〃
تعمیر مسجد نما چندہ غسل خانہ وغیرہ پر خرچ کرنا	۴۶۴
نااہل کو انتظامیہ کا صدر بنانا جائز نہیں	〃
عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے	۴۶۵
متولی کو چندہ قبول نہ کرنیکا اختیار ہے	۴۶۶
مسجدیت کے لئے افراز طریق شرط نہیں	〃
چندہ لانے والے کی اجرت اسی چندہ سے	۴۶۷
مسجد کو تالا لگانا	۴۶۸
مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان	۴۶۹

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

عنوان	صفحہ
کتاب البیوع	۴۷۵
زمین اس طرح فروخت کی کہ مشتری بائع کو اس کے عوض سرکاری زمین خرید کر دے	۴۷۶
احتکار کی تحقیق	۴۷۸
اس شرط پر زمین بیچی کہ مشتری کے نام انتقال تک پیداوار بائع لیگا	″
ٹھیکہ پر دی ہوئی زمین کی بیع موقوف ہے	″
مکیلات وموزونات کی بیع بالجنس	″
آزاد عورت کا فروخت کرنا حرام ہے	″
قبل الدباغ مردار کی کھال کی بیع باطل ہے	۴۷۹
کنٹرولی نرخ سے زیادہ پر خرید وفروخت	۴۸۰
حرام مال سے خریدا ہوا سامان بھی حرام ہے	″
تالاب میں مچھلی کی بیع جائز نہیں	″
مسلم فیہ دینے سے عجز کا حکم	۴۸۱
بیع سلم کی بعض شرائط	۴۸۲
مردار کی بدبودار ہڈی کی بیع جائز ہے	″
باغ پر پھل کی بیع بشرط وزن	″
باغ پر پھل کی بیع کی مختلف صورتیں	۴۸۵
بیع الثمر قبل الظہور	۴۸۷
مثل سوال بالا	۴۹۰
بیع بشرط البراءۃ من کل عیب	۴۹۲
مبیع میں ظہور عیب	″
مبیع کا عیب چھپانا حرام ہے	۴۹۳
ظہور عیب پر مشتری کو خیار فسخ ہے	۴۹۴
افیون کی کاشت وبیع جائز ہے	″

عنوان	صفحہ
سگرٹ کی تجارت جائز ہے	۴۹۵
بھینس کے نومولود بچہ کی بیع	″
جھینگے کی بیع جائز ہے	۴۹۶
بعض الحیوان کی بیع جائز ہے	″
جانور کے مثانہ کی بیع	″
زندہ مرغی کی بیع وزناً جائز ہے	۴۹۷
مروجہ بیوع میں مشتری پر اعادۂ وزن کی تحقیق	″
متعین وزن کے ڈبوں کی بیع	۴۹۸
برف کی بیع تخمینہ سے	۴۹۹
عدوی چیزوں کا ان کی جنس سے مبادلہ	۵۰۰
مشتری نے مبیع لینے سے انکار کر دیا تو بیعانہ واپس کرنا ضروری ہے	″
بیع بلا اذن شریک	۵۰۱
بضرورت ارزاں بیچنا	۵۰۲
دودھ خریدنے میں کھوپا کی متعین مقدار کی شرط	″
بیع مؤجل میں تعیین اجل ضروری ہے	۵۰۳
مثل سوال بالا	۵۰۴
بیع شرب جائز نہیں	۵۰۵
ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر کی خرید وفروخت	″
بدون رضائے متبایعین فسخ بیع کا اعتبار نہیں	″
مشتری ثمن ادا نہ کرے تو بائع کو حق فسخ ہے	۵۰۶

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

عنوان	صفحہ
بیع بالوفار	۵۰۷
لفظ "دیگا" وعدۂ بیع ہے	〃
چاندی کی قیمت بڑھنے سے روپے کی مالیت میں کوئی فرق نہیں آتا	۵۰۸
مثل سوال بالا	۵۱۲
والد کا صغیر کی زمین بیچنا	۵۱۳
اراضی و بیوت مکہ کی بیع واجارہ	۵۱۴
نوٹ سے سونے اور چاندی کی بیع	۵۱۸
قیمت میں رعایت بذریعہ قرعہ	〃
باب البیع الفاسد والباطل	۵۱۹
بیع فاسد میں مبیع ہلاک ہوگئی	〃
قسطوں پر خرید و فروخت	〃
بیع بالشرط	〃
بونس واؤچر کی بیع جائز نہیں	۵۲۰
گوبر اور پاخانہ کی بیع	۵۲۱
پنشن بیچنا جائز نہیں	〃
دم مسفوح کی بیع وشرار حرام ہے	۵۲۲
حکم ثمن خمر	〃
عقد سلم میں قبل القبض رأس المال یا مبیع میں تصرف کرنا۔	〃
ماہی گیر کا پیشگی رقم لینا	۵۲۳
زیادہ قیمت پر مبیع واپس کرنے کی شرط	۵۲۴
بیع سلم میں کل ثمن مجلس عقد میں دینا شرط ہے	〃
بیرون ملک سے بذریعہ بنک خریدنا	〃

عنوان	صفحہ
مال پہنچنے سے قبل اس کی بیع	۵۲۵
تجارتی اجازت نامہ کی بیع	۵۲۶
جہالت ثمن مفسد بیع ہے	۵۲۷
حکومت کا ضبط کردہ مال خریدنا جائز نہیں	〃
رنڈی کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرنا	۵۲۸
پگڑی لینا دینا جائز نہیں	〃
حق سکنی و تصنیف وغیرہ کی بیع جائز نہیں	〃
مباح الاصل لکڑی کی بیع	۵۳۱
مذاہب باطلہ کی کتب بیچنا جائز نہیں	〃
بیع بشرط اقالہ فاسد ہے	〃
بیع میں یہ شرط لگائی کہ "ثمن نہیں دے گا تو بیع نہیں ہوگی"	۵۳۲
حکومت کی طرف سے الاٹ شدہ زمین کا حکم	۵۳۳
شیعہ، قادیانی وغیرہ زنادقہ سے بیع وشرار و دیگر معاملات جائز نہیں	۵۳۴
رسالہ	
القول المبرهن فی کراهة بیع الراديو والتلوزن	۵۳۵
متفرقات البیوع	۵۴۷
اولاد کو زمین دیکر اسمیں تصرف کرنا	〃
مبیع کو دیکھتے وقت مشتری کے ہاتھ سے ضائع ہوگئی	〃
ڈپو ہولڈر مقررہ قیمت کا پابند ہے	۵۴۹
ایک شریک نے ادار ثمن سے انکار کردیا	〃
بیع سے انحراف پر جرمانہ	۵۵۰

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کتاب الجہاد

ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون وعدا علیہ حقا فی التورٰۃ والانجیل والقراٰن ومن اوفی بعہدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلک ہو الفوز العظیم ○ (۹ : ۱۱۱)

قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموہا وتجارۃ تخشون کسادہا ومساکن ترضونہا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یہدی القوم الفسقین ○ (۹ : ۲۴)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

یا یھا الذین امنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا
فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم
بالحیوۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاع الحیوۃ
الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل ○ الا تنفروا یعذبکم
عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ
شیئا واللہ علی کل شیء قدیر ○ الا تنصروہ فقد
نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین
اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن
ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ و
ایدہ بجنود لم تروھا وجعل کلمۃ الذین
کفروا السفلی وکلمۃ اللہ ھی العلیا واللہ
عزیز حکیم ○ انفروا خفافا وثقالا و
جاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ
ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ○ لو کان
عرضا قریبا وسفرا قاصدا لاتبعوک ولکن
بعدت علیھم الشقۃ وسیحلفون باللہ لو
استطعنا لخرجنا معکم یھلکون انفسھم واللہ
یعلم انھم لکذبون ○ (۹ : ۳۸ تا ۴۲)

کتاب الجہاد

دار الحرب سے ہجرت کا حکم:

سوال: مسلمانانِ برما پر جو جور وستم ہو رہا ہے واضح ہے، منجملہ اینکہ اسلام کے رکنِ اعظم حج پر پابندی ہے، اس صورت میں مسلمانوں کو یہاں سے ہجرت ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا،

الجواب باسم ملهم الصواب

جہاں دین یا جان یا عزت یا مال محفوظ نہ ہو وہاں سے ہجرت کرنا فرض ہے، مطلق دار الحرب ہونا موجبِ ہجرت نہیں، اگر برما میں مسلمانوں کی جان یا مال محفوظ نہیں، یا نماز، روزہ یا قربانی وغیرہ شعائرِ اسلام پر پابندی ہو تو ہجرت فرض ہے، صرف حج پر پابندی کی وجہ سے ہجرت فرض نہیں، اس لئے کہ حج کا ارادہ ظاہر کئے بغیر بھی حج ادا کیا جا سکتا ہے، اگر کوئی صورت ممکن نہ ہو تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حج فرض نہیں، صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوسرے سے حج کرانا فرض ہے، اس کے بعد عذر ختم ہو جائے تو خود حج کرنا فرض ہے، تصحیح میں اختلاف ہے، اکثر مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے قولِ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کو اختیار فرمایا ہے، علاوہ ازیں احوط بھی یہی ہے، یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ حکومت کی طرف سے پابندی کے بعد حج فرض ہوا ہو، اگر پابندی سے پہلے حج فرض تھا تو بالاتفاق دوسرے سے حج کرانا فرض ہے، قال فی العلائیة غیر محبوس وخائف من سلطان یمنع منه، وفی الشامیة فلا یجب علی مقعد ومفلوج وشیخ کبیر لا یثبت علی الراحلة بنفسه واعلی ان وجد قائداً او محبوس وخائف من سلطان لا بانفسهم ولا بالنیابة فی ظاهر المذهب وهو روایة عنهما وظاهر الروایة عنهما وجوب الاحجاج علیهم ویجزیهم ان دام العجز وان زال

اعاد وا با نفسهم، والحاصل انه من شرائط الوجوب عنده ومن شرائط وجوب الاداء عندهما وثمرة الخلاف تظهر فی وجوب الاحجاج والایصاء کما ذکرنا وهو مقید بما اذا المریقدر علی الحج وهو صحیح فان قدر ثم عجز قبل الخروج الی الحج تقرر دینا فی ذمته فیلزمه الاحجاج (الی قوله) وظاهر التحفة اختیار قولهما وکذا الاسبیجابی وقواه فی الفتح ومشی علی ان الصحة من شرائط وجوب الاداء اهمن البحر والنهر وحکی فی اللباب اختلاف التصحیح وفی شرحه انه مشی علی الاول فی النهایة وقال فی البحر العمیق انه المذهب الصحیح وان الثانی صححه قاضی خان فی شرح الجامع واختاره کثیر من المشایخ ومنهم ابن الهمام (رد المحتار ص۱۵۴ ج۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم، ۱۸ رمضان ۸۸ھ

دارالحرب سے اسمگل کرنا:

سوال: برما جو کافروں کی حکومت ہے اس کی سرحد کے متصل مسلمانوں کی حکومت ہے جس میں برما کے مسلمان اسمگل کرتے ہیں، جب اُن سے یہ کہا جاتا ہے کہ اسمگل کرنا ناجائز ہے تو وہاں کے بعض علماء جواب میں یہ فرماتے ہیں کہ برما دارالحرب ہے، دارالحرب سے دارالاسلام میں اسمگل جائز ہے، ان کا یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا،

الجواب باسم ملهم الصواب

اگر برما کے مسلمانوں اور حکومت کے درمیان علانیہ محاربہ نہیں تو وہاں سے مال اسمگل کرنا جائز نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۱۱ جمادی الاولیٰ ۹۳ھ

دارالحرب کے مسلمانوں کو حکومتِ مسلمہ کا مقابلہ کرنا جائز نہیں:

سوال: کافروں کی فوج میں مسلمان فوج بھی ہو اور یہ مسلمان فوج دورانِ جنگ کسی مسلم ملک پر حملہ کرے، یہ مسلم فوج جو کفار کی طرف سے لڑ رہی ہے اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے ماری جائے تو کیا یہ شہید ہوں گے؟ کیونکہ یہ مجبور ہیں، گورنمنٹ کافر کے ملازم ہیں، حکم کی تعمیل کرنی پڑتی ہے، یا یہ مسلم فوجی آیت کریمہ ومن یقتل مؤمنا متعمدا الآیۃ کے تحت جہنمی ہونگے؟ یعنی مارے جائیں جب بھی اور مرجائیں جب بھی، شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا،

الجواب باسم ملهم الصواب

کفار کی فوج میں اگر مسلم حمایۃً آئے تو وہ انہی میں سے ہے، اس کے ہاتھ سے حکومتِ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مسلم کا کوئی مسلم فوجی مرجائے تو وہ شہید ہے، اور اسے حکومتِ مسلمہ کا فوجی قتل کردے تو یہ شہید نہیں، یہ مجبور نہیں، اسے اختیار تھا کہ حکومتِ کافرہ کی فوجی ملازمت نہ کرے، اگر کافر حکومت کی طرف سے جبر ہو تو بھی مسلمانوں کے مقابلہ میں نکلنا حرام ہے، اگر حکومت کی طرف سے سزائے موت کی تہدید ہو تو بھی قتلِ مسلم جائز نہیں، حکومت نے اسے قتل کر دیا تو شہید ہوگا، قال فی شرح التنویر ورخص له اتلاف مال مسلم اوذمی اختیار بقتل اوقطع ویؤجر لوصبرا ابن ملك (الی قوله) لایرخص قتله اوسبه اوقطع عضوه ومالایستباح بحال اختیار، وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ (قوله اوسبه) مخالف لما فی القهستانی عن المضمرات من انه بالملجئ یرخص شتم المسلم وانه لو اکره علی الافتراء علی مسلم یرجی ان یسعه کما فی الظهیریة اه وقال فی التاترخانیة الاتری انه لواکره بمتلف ان یفتری علی الله تعالیٰ کان فی سعة فهنا اولیٰ الا انه علق الاباحة بالرجاء وفی الافتراء علی الله لم یعلق لانها هناك ثابتة بالنص وهنا ثبت دلالة قال محمد رحمه الله تعالیٰ عقیب هذه المسألة الاتری انه لواکره بوعید تلف علی شتم محمد صلی الله علیه وسلم کان فی سعة ان شاء الله تعالیٰ وطریقه ما قلنا ولوصبر حتی قتل کان مأجورا وکان افضل اه (قوله اوقطع عضوه) ای ولواذن له المقطوع غیر مکره فان قطع فهو اثم ولاضمان علی القاطع ولاعلی المکره ولواکره علی القتل فاذن له فقتله اثم والدیة فی مال الآمر تاترخانیة لکن فی الخانیة قال له السلطان اقطع ید فلان والا لاقتلنك وسعه ان یقطع وعلی الآمر قصاص عندهما ولاروایة عن ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ اه ثم رأیت الطوری وفق بانه ان اکره علی القطع باغلظ منه وسعه وان بقطع اوبدونه فلا تأمل واتی بضمیر الغیبة العائد علی غیره لما فی الهندیة اکره بالقتل علی قطع ید نفسه وسعه ذلك وعلی المکره القود ولوعلی قتل نفسه فقتل فلا شیء علی المکره اه (رد المحتار ص ۵۷۹۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۱ رجب ۹۳ھ

خلافتِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

سوال: جماعتِ اسلامی کے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حقیقی

خلیفہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، مگر معاویہ نے جبراً قبضہ کرلیا، اور اپنی حکومت کے زمانہ میں طرح طرح کے مظالم کرتے رہے، اس کا جواب تحریر فرماکر ممنون فرمائیں، بینوا توجروا،

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ عقیدہ دراصل شیعہ کا ہے، جماعتِ اسلامی کے بانی مودودی صاحب بھی ماڈرن شیعہ تھے، تفصیل کے لئے میرا رسالہ "مودودی صاحب اور تخریبِ اسلام" ملاحظہ ہو،

کاش کہ شیعہ لوگ خود اپنی ہی کتابوں کے آئینہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام دیکھ لیں، ذیل میں چند حوالے درج کئے جاتے ہیں:

(۱) حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی، فرأیت ان اسالم معاویۃ واضع الحرب بینی وبینہ وبایعتہ (کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ مطبوع ایران ص ۱۷۰) لما صالح الحسن بن علی بن ابی طالب معاویۃ بن ابی سفیان دخل علیہ الناس فلامہ بعضہم علی بیعتہ فقال ویحکم لاتدرون ما عملت واللہ للذی عملت خیر لشیعتی (احتجاج طبرسی ص ۱۶۲)

(۲) حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی، سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یقول ان معاویۃ کتب الی الحسن بن علی صلوات اللہ علیہما ان اقدم انت والحسین (الی قولہ) فقال (معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یاحسن قم فبایع فقام فبایع ثم قال للحسین علیہ السلام قم فبایع فقام فبایع (رجال کشی مطبوع کربلا ص ۱۰۲، بحار الانوار مطبوع ایران ص ۱۲۴ ج ۱۰) بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت کا بھی عزم ظاہر فرماکر یزید کی خلافت کو تسلیم کرچکے تھے، مگر آپ کو مہلت نہ دی گئی، اما ان اضع یدی فی ید یزید (طبری ص ۳۱۳ ج ۴، البدایۃ والنہایۃ ص ۸۷ ج ۷) کتبِ شیعہ میں سے الشافی مطبوع ایران ص ۴۷۱ میں بھی یہ روایت منقول ہے، علاوہ ازیں یزید کی حکومت کے تحت جہاد کے لئے جانے کی درخواست پیش کرنے کی روایت سے کسی کو انکار کی مجال نہیں، اور یہ خلافتِ یزید کو تسلیم کرنے کی واضح دلیل ہے،

(۳) حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم کھاکر فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے لئے تمام شیعوں سے بہتر ہیں، عن زید بن وہب الجہنی قال لما طعن الحسن

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بالمدائن اتیته وهو متوجع فقلت ماترى يا ابن رسول الله فان الناس متحيرون فقال ارى والله ان معاوية خير لى من هؤلاء يزعمون انهم لى شيعة (احتجاج طبرسی ص۱۶۳)

(۴) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بار پندرہ لاکھ درہم دیئے = ۵٫۱۰۳ ٹن چاندی، اور ایک بار چار لاکھ درہم دیئے = ۳۶۰۸٫ ۱ ٹن چاندی، اور ایک لاکھ درہم = ۳۴۰٫۲ کلو چاندی مستقل سالانہ وظیفہ دیتے تھے (تاریخ ابن عساکر ج۱۳ ص۲۰۱و۳۰۲) شیعہ مجتہد محمد حسین عرف ڈھکو نے اس کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ شرائطِ صلح میں سے ایک شرط کے تحت گذارہ الاؤنس تھا (تجلیاتِ صداقت ص۴۹۲)

مذہبِ شیعہ میں امام معصوم ہوتا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ اللہ ظالم، فاسق اور غاصب تھے، سوال یہ ہے کہ امامِ معصوم کے لئے ظالم و غاصب خلیفہ کے بیت المال سے یہ رقوم وصول کرنا کیسے حلال تھا؟ کئی ٹن چاندی کی مقدار میں دراہم اور سالانہ ایک لاکھ درہم مستقل طور پر وصول کرتے رہنے کی شرط منوا کر خلافت جیسی خدائی امانت ظالم و فاسق کے حوالہ کر کے خود راحت و آرام کی زندگی بسر کرنا اور گذارہ الاؤنس کے عوض امت پر ظالم حکمران کا تسلط قبول کر لینا عصمتِ امام کے خلاف نہیں؟ غرضیکہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت سے انکار درحقیقت حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خیانت کا الزام قائم کرنا ہے،

واللہ العاصم من جمیع الفتن

۲۶ جمادی الاولیٰ ۹۶ھ

شرائطِ جہاد:

سوال؛ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے آپ کی عمر میں برکت عطاء فرمائے، آمین، آپ سے مندرجہ ذیل مسائل دریافت کئے جا رہے ہیں، امید ہے دلائل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں گے، اس وقت ارکان صوبۂ برما میں مسلمانوں کی زبوں حالی قابلِ رحم ہے، ۱۹۴۲ء سے بدھسٹوں نے قتل و غارتگری، پردہ نشین خواتین کی عصمت دری، املاک اور جائداد چھین کر مسلمانوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے، علماءِ کرام کے ذریعہ خنزیر ذبح کروایا گیا، ان کو قتل کرایا گیا، ڈاڑھیوں میں آگ لگائی گئی، مساجد کو بطورِ حصن یا مورچہ استعمال کیا گیا، اور بیشمار مسلم آبادیوں کو نذرِ آتش کیا گیا، ۱۹۶۱ء سے حج اور زیارتِ مقاماتِ مقدسہ پر مکمل پابندی ہے، بڑی مشکل سے ایک سو درخواستوں میں سے دس کی اجازت دی جاتی ہے، مسلمانوں کے قومی اخبارات

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اور پریسیوں کو مقفل کر دیا، جن میں قرآن مجید اور اسلامی کتابیں چھپتی تھیں، ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف آمد و رفت مسلمانوں کے لئے قانوناً ممنوع ہے، علی الاعلان بدھسٹ حکومت اور سلک کہہ رہی ہے کہ ڈاڑھی اور ٹوپی والوں کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے، بدھسٹ بن جاؤ یا یہاں سے چلے جاؤ، علماء کو کرتہ پہنوا کر ان کے سامنے بدھسٹ عورتوں کو نچوایا گیا، اس طریقہ سے علماء اسلام اور اسلام کی ہتک کی گئی، اس وقت مسلسل خطوط بنگلہ دیش سے آرہے ہیں کہ ہماری جان و مال محفوظ نہیں ہے" ناگالی آپریشن" نامی ایک انکوائری آئی ہے، جس میں ہر بستی کے نوجوانوں کو گرفتار کر کے کہاں پہنچایا گیا؟ کوئی خبر نہیں، بوڑھے مردوں کو ایک کیمپ میں نوجوان عورتوں کو دوسرے کیمپ میں الگ الگ جمع کیا جاتا ہے، اور برمی آدمی اور ایمیگریشن کا عملہ کیمپوں میں جا کر عورتوں سے بدسلوکی اور آبروریزی کرتا ہے، کوئی اعتراض کرتا ہے تو گولی کا نشانہ بنایا جاتا ہے، اس وقت شمالی ارکان کا بوتھیڈنگ نامی ٹاؤن شپ تقریباً مسلمانوں سے خالی ہو چکا ہے، بیس پچیس بستیوں میں ایک آدھ گھرانہ رہ گیا ہے، باقی سب ہجرت کر کے بنگلہ دیش کی سرحد میں آگئے، لیکن بنگلہ دیش والے ان کو جگہ نہیں دے رہے ہیں، واپس بھیج رہے ہیں، جو لوگ گھروں سے نکل آئے ان کے گھر بار کافروں نے لوٹ لئے، غرض اس وقت شمالی ارکان میں قیامت کا سماں ہے، "روہینگیا فدائین محاذ" نامی ایک تنظیم ۱۹۶۴ء سے برمی حکومت سے مسلح جدوجہد کرنے اور اپنے مذہبی اور سیاسی حقوق منوانے کے لئے فوجی تیاری کر رہی ہے جو زیادہ تر برمی حکومت کے مسلمانوں، سرکاری اور ذیلی کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ پر مشتمل ہے، کچھ لوگ تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والے اور علماء کرام بھی ہیں، یہ تنظیم "الفتح" تنظیم آزادیِ فلسطین، "مورو نیشنل لبریشن فرنٹ" تنظیم آزادیِ فلپائن، ایریٹیریا کی تنظیم آزادی، صنائی کے مسلمانوں اور تنساد افریقہ کے مسلمانوں کی تنظیموں کی نوعیت کی سی ہے، جو اس نازک وقت میں برمی حکومت سے مکمل تیاری کے بغیر ناقابلِ برداشت مظالم کے پیش نظر مسلح جدوجہد کرنے کا آغاز کر رہی ہے، مسلمانوں کی دعاء اور تعاون کی خواستگار ہے، اس میں کچھ علماء کرام کو تأمل ہے، لہٰذا آپ کو زحمت دی جارہی ہے کہ خدارا ان سوالوں کے مدلل جوابات مرحمت فرمائیں:

(۱) اس تنظیم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۲) اس تنظیم کی مسلح جدوجہد پر جہاد کا اطلاق ہوگا یا نہیں؟

(۳) اس تنظیم کا سربراہ انگریزی تعلیم یافتہ ہے، مگر نماز، روزہ کا پابند ہے، اور دینی مسائل

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سے بھی کچھ واقفیت رکھتا ہے، کیونکہ ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ کم وبیش اردو سے واقف ہوتا ہے، اور دینی کتابیں پڑھتا ہے، اس کو امامِ جہاد کہا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

④ اس مسلح جدوجہد میں کسی کی موت ہوجائے تو شہید کہلائے گا یا نہیں ؟

⑤ اس تنظیم کے ساتھ جانی اور مالی تعاون کرنا کیسا ہے اور اخلاقاً کیسا ہے ؟

⑥ من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون اهله فهو شهيد، ومن قتل دون عرضه فهو شهيد، کیا یہ تینوں جملے حدیث ہیں ؟ اگر حدیث ہیں تو کس کتاب میں ہیں ؟

⑦ جن تنظیموں کا اوپر ذکر ہوا اُن سب کا ایک ہی حکم ہے یا مختلف ؟ بینوا توجروا،

الجواب باسم ملهم الصواب

①تا⑤ مجھے اس تنظیم سے متعلق کوئی علم نہیں، کسی تنظیم کے ساتھ تعاون کے لئے دو شرطیں ہیں:

① اس کا طریقِ کار خلافِ شرع نہ ہو،

② کامیابی متوقع ہو،

⑥ (سعید بن زید) رفعه من قتل دون ماله فهو شهيد ومن قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل دون دينه فهو شهيد ومن قتل دون اهله فهو شهيد، لاصحاب السنن (مجمع الفوائد ص ۲۷:۱۶)،

⑦ دوسرے ممالک کی تنظیموں کے بارے میں اجمالاً اتنا علم ہے کہ ان کا طریقِ کار شریعت کے مطابق نہیں،

مقامی علماء پر فرض ہے کہ عوام کو ترکِ منکرات کی زیادہ سے زیادہ تبلیغ کریں،

قال الله تعالیٰ: وكذلك نولي بعض الظٰلمين بعضا بما كانوا يكسبون ٥

وقال تعالیٰ: ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس ليذيقهم بعض الذي عملوا لعلهم يرجعون ٥

وقال: ما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم ويعفوا عن كثير ٥ فقط والله تعالیٰ اعلم،

۹ جمادی الاولیٰ ۹۸ھ

بضرورتِ جہاد ڈاڑھی مُنڈانا جائز نہیں :

سوال: جب کوئی شخص جہاد پر جائے تو اس کے لئے ڈاڑھی مُنڈوانا جائز ہے یا نہیں؟

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جہاد کے لئے جو راستہ ہے وہاں کفار ہیں، بغیر ڈاڑھی والے کو اندر چھوڑتے ہیں اور ڈاڑھی والے کو قتل کرتے ہیں، بینوا توجروا،

الجواب باسم ملہم الصواب

ڈاڑھی مُنڈانا حرام ہے، جہاد کی ضرورت سے فعلِ حرام کا ارتکاب جائز نہیں، بلکہ ایسے موقع میں تو گناہوں سے بچنے اور استغفار کی زیادہ تاکید ہے، قال اللہ تعالیٰ وان تصبروا وتتقوا لایضرکم کیدھم شیئاً، وقال حکایۃً عن الربیین الذین کانوا یقاتلون مع نبیھم، ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین، اس آیت کے مضمون کی ترتیب میں اس پر دلالت ہے کہ جس طرح نصرت ثباتِ اقدام پر موقوف ہے اسی طرح ثباتِ اقدام گناہوں سے توبہ و استغفار پر موقوف ہے، وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ لایبرک ما عند اللہ الا بطاعتہ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

۸/ ذی قعدہ ۹۹ھ

دارالاسلام میں غیر مسلمین کو تبلیغی اجتماع کی اجازت نہیں :

سوال : اسلامی ریاست میں کفر و شرک کی تبلیغ کی اجازت دی جا سکتی ہے ؟ کیا بطور حسنِ سلوک یا رواداری اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو اُن کے باطل دین کی تبلیغ کی اجازت دی جا سکتی ہے ؟ بینوا توجروا،

الجواب باسم مُلہم الصّواب

دارالاسلام میں غیر مُسلمین اپنے گھروں یا عبادت گاہوں میں مذہبی تبلیغ کر سکتے ہیں، کھلے مقامات پر اُنھیں تبلیغی اجتماع کی اجازت نہیں دی جا سکتی، حتّٰی کہ وہ اپنی مذہبی کتاب بھی بلند آواز سے نہیں پڑھ سکتے، قال العلامۃ العثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ قلت ولا ینبغی للامام ان یھادنھم علی ما یخالف شروط عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ من غیر ضرورۃ فانہ ھو القدوۃ فی ھذا الباب، قال الموفق وینبغی للامام عند عقد الھدنۃ ان یشترط علیھم شروطا نحوما شرطہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقد روینا عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی ذلک اخبارا منھا ما رواہ الخلال باسنادہ فذکرھا ذکرنا ہ فی المتن اھ (ص۶۰۶ ج۷) وقد حکی ابن تیمیۃ اجماع الفقھاء وسائر الائمۃ رحمھم اللہ تعالیٰ علی مراعاۃ تلک الشروط

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

قال ولولا شهرتها عند الفقهاء لذكرنا الفاظ كل طائفة فيها (الى قوله) ومن جملة الشروط ما يعود باخفاء منكرات دينهم وترك اظهارها كمنعهم من اظهار الخمر والناقوس والنيران والاعياد ونحو ذلك ومنها ما يعود باخفاء شعائر دينهم كاصواتهم بكتابهم (اعلاء السنن ص۳۷۳ ج۱۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

۴ صفر سنہ ۱۴۰۰ھ

دارالاسلام میں غیر مسلمین کو نئی عبادتگاہ بنانے کی اجازت نہیں:

سوال: کیا اسلامی ریاست میں غیر مسلم اپنی عبادت گاہیں تعمیر کر سکتے ہیں؟ واضح رہے کہ نئی عمارت کی تعمیر مقصود ہے، بیّنوا توجروا،

الجواب باسم ملهم الصواب

غیر مسلمین کو دارالاسلام میں نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی اجازت نہیں، پرانی عبادت گاہیں باقی رکھ سکتے ہیں، اُن کی مرمت بھی کر سکتے ہیں، مگر قدیم عمارت پر اضافہ نہیں کر سکتے، اسی طرح ان کا کوئی شہر فتح ہونے کے وقت اس میں اگر کوئی عبادت گاہ ویران تھی تو اسے از سرِ نو آباد کرنے کی اجازت نہیں۔ قال العلامة العثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ معزیا لاصحاب الحدیث حدثنا عبد اللہ بن صالح عن اللیث بن سعد حدثنی توبة بن النمر الحضرمی قاضی مصر عمن اخبرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاخصاء فی الاسلام ولا کنیسة رواہ ابوعبید فی الاموال وتوبة بن النمر قال الدارقطنی کان فاضلا عابدا (تعجیل المنفعة) فالحدیث حسن الاسناد مرسل وجهالة الصحابی لا تضر واخرجه البیهقی فی سننه عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما مرفوعا وضعفه واخرجه ابن عدی فی الکامل عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه مرفوعا باسناد ضعیف (زیلعی) وتعدد الطرق یفید الحدیث قوة،

حدثنی ابوالاسود عن ابن لهیعة عن یزید بن ابی حبیب عن ابی الخیر قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه لا کنیسة فی الاسلام ولا خصاء، رواہ ابوعبید ایضا وسندہ حسن وابوالخیر هو مرثد بن عبد اللہ الیزنی المصری ثقة فقیه من الثالثة (تقریب) ورواہ ابن عدی عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه مرفوعا بلفظ لا یبنی کنیسة فی الاسلام ولا یجدد ما خرب منها (التلخیص الحبیر) وسکت الحافظ عنه۔

وفی الحاشیة وتجدید ما کان خرابا عند الفتح احداث ایضا فیمنع منه

وھو محمل ما رواہ ابن عدی بلفظ ولا یجدد ما خرب منھا واما ما کان عامرا عند الفتح وخرب بعدہ فتجدیدہ بناء لما استھدم فاشبہ بناء بعضھا اذا انھدم ورم شعثھا فلا یرد علینا ما اوردہ الموفق فی المغنی ص۶۱۱ ج۱۰ (اعلاء السنن ص۳۶۸ ج۱۲)

وقال فی التنویر ولا یجوز ان یجدث بیعۃ ولا کنیسۃ ولا صومعۃ ولا بیت نار ولا مقبرۃ فی دار الاسلام ویعاد المنھدم من غیر زیادۃ علی البناء الاول (ردّ المحتار ص۲۷۹ ج۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۴ صفر سنہ ۱۴۰۰ھ

غیر مسلمین کے حلیہ اور لباس وغیرہ پر پابندی:

سوال: کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں کفار کے نام تبدیل کرائے گئے تھے، یا اُن کے حلیہ ولباس پر پابندی عائد کی گئی تھی؟ براہِ کرم اس کا حوالہ تحریر فرمایا جائے، بیّنوا توجروا،

الجواب باسم ملھم الصّواب

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں غیر مسلمین کے نام تبدیل کرنے سے متعلق کوئی روایت نظر سے نہیں گزری، البتہ حلیہ، لباس اور سواری وغیرہ سے متعلق پابندیاں تھیں، قال العلامۃ العثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ انّ امیر المؤمنین عمر فی الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم ثمّ عامۃ الائمۃ بعدہ وسائر الفقھاء جعلوا فی الشروط المشروطۃ علی اھل الذمۃ من النصاری وغیرھم فیما شرطوہ علی انفسھم ان نوقر المسلمین ونقوم لھم من مجالسنا ان ارادوا الجلوس ولا نتشبہ بھم فی شیء من ملابسھم قلنسوۃ او عمامۃ او نعلین او فرق شعر ولا نتکلم بکلامھم ولا نتکنی بکناھم ولا نرکب السّروج ولا ننقلد السیوف ولا نتخذ شیئا من السّلاح ولا نحملہ ولا ننقش خواتیمنا بالعربیۃ ولا نبیع الخمور وان نجز مقادم رؤسنا وان نلزم زیّنا حیثما کنا وان نشد الزنانیر علی اوساطنا وان لا نظھر الصلیب علی کنائسنا ولا نظھر صلیبنا ولا کتبنا فی شیء من طریق المسلمین ولا اسواقھم ولا نضرب بنواقیسنا فی کنائسنا الا ضربا خفیفا ولا نرفع اصواتنا مع موتانا ولا نظھر النیران معھم فی شیء من طرق المسلمین، رواہ حرب باسناد جید کذا فی اقتضاء الصّراط المستقیم للعلامۃ ابن تیمیۃ رحمہ اللہ تعالیٰ (اعلاء السّنن ص۳۷۱ ج۱۲) وقال فی

التنویر ویمیز الذمی عنا فی زیہ ومرکبہ وسرجہ وسلاحہ فلا یرکب خیلا ویرکب سرجا کالاکف ولا یعمل بسلاح ویظہر الکتج ویمنع من لبس العمامۃ وزنار الابریسم والثیاب الفاخرۃ المختصۃ باھل العلم والشرف (رد المحتار ص۲۸۲ ج ۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۴ صفر سنہ ۱۴۰۰ھ

اسلامی مُلک کی تعریف :

سوال : اسلامی ملک کی تعریف کے لئے قرآن وسنت پر عملدرآمد ضروری ہے یا صرف مسلمانوں کی آبادی کا ہونا کافی ہے؟ یعنی جس ملک میں قرآن وسنت کے عملی نظام کا نفاذ نہ ہو تو ایسی صورت میں یہ ملک اسلامی ملک ہے یا غیر اسلامی؟ بیّنوا توجروا،

الجواب باسم ملہم الصّواب

جس مُلک میں اگرچہ عملاً احکامِ اسلام کا نفاذ نہ ہو مگر تنفیذِ احکام پر قدرت ہو وہ دارالاسلام ہے، اس معنی سے اسے اسلامی ملک بھی کہا جا سکتا ہے مگر ایسے ملک کی حکومت کو اس وقت تک حکومتِ اسلامیّہ نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ وہ احکامِ اسلام کی تنفیذ نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳ صفر سنہ ۱۴۰۰ھ

دارالامن کی تعریف :

سوال : دارالحرب کی کیا تعریف ہے؟ کیا کسی ملک کے نظام میں مسلمانوں کو صرف عبادات (نماز۔ روزہ) کی آزادانہ ادائیگی اس ملک کے دارالامن ہونے کے لئے کافی ہوگی جبکہ مُلک کے عائلی قوانین مثلاً نکاح، طلاق میں مسلمان ان کے غیر اسلامی قوانین کے پابندی پر مجبور ہوں۔ بیّنوا توجروا،

الجواب باسم مُلہم الصّواب

جہاں احکامِ اسلام کی تنفیذ پر قدرت نہ ہو وہ دارالحرب ہے، دارالحرب میں اگر مسلمانوں کی جان، مال اور عزت محفوظ ہو اور عبادات محضہ پر کوئی پابندی نہ ہو تو یہ دارالامن ہے،

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸ رجب سنہ ۱۴۰۱ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

دشمن کے خطرہ سے خودکشی حرام ہے :

سوال : حالتِ جنگ میں جب اپنے شہید ہوجانے کا یقین ہو اور یہ بھی یقین ہو کہ ہمارے مرنے کے بعد ہمارے بچّوں اور عورتوں کو بھی شہید کردیں گے اور اُن کی آبرو بھی لُوٹیں گے تو کیا اپنی عزّت بچانے کی خاطر ہم خود اُن کو قتل کرسکتے ہیں؟ یا ایسے حالات میں عورت خودکشی کرلے تو جائز ہے یا نہیں؟ ۱۹۴۷ء میں ایسا ہوا ہے کہ کفار نے مسلمان عورتوں کو بے آبرو کرکے شہید کردیا یا اُن کو اپنے قبضہ میں رکھ لیا اور وہ عورتیں آج تک کفار کے قبضہ میں ہیں، اس وقت افغانستان کے حالات بھی سامنے ہیں، بیّنوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصّواب

بچّوں اور عورتوں کو خود قتل کرنا جائز نہیں، عورتوں پر خودکشی بھی حرام ہے، منجانب اللہ پیش آنے والے ہر قسم کے حالات پر صبر کرنا اور دین پر قائم رہنا اُن کے لئے بہت بڑا جہاد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

۲۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۴۰۰ھ

سیاست شریعت سے جدا نہیں :

سیاست دین میں داخل ہے یا اس سے الگ نئی چیز؟ آج کل یہ نعرہ عام ہے کہ سیاست وحکومت کا دین سے کوئی تعلق نہیں، شریعت کی روشنی میں مسئلہ کا حل ارشاد فرمائیں، بیّنوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

سیاست کے لغوی معنی تدبیر واصلاح کے ہیں شرعًا اور عقلاً اسکے تین شعبے ہیں :

(۱) اپنی ذات سے متعلق تدبیر۔

(۲) بیوی، اولاد اور اقارب ومتعلقین سے متعلق تدبیر۔

(۳) پورے علاقہ یا ملک کی اصلاح وفلاح کی تدبیر۔

پھر اس اصلاح وتدبیر کے مختلف مدارج اور مختلف صورتیں ہوتی ہیں مگر ایک مسلمان کے لئے صرف وہی تدبیر مفید وکارآمد ہے جو اس کی آخرت کے لئے نافع ہو کہ اصل زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے۔ لہٰذا اپنی ذات، اپنے اہلِ خانہ یا اپنے ملک

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کے حق میں ایسی سیاست اختیار کرنا جو کسی حکم شریعت سے متصادم ہونا جائز اور حرام ہے۔ ہاں! اگر شریعت کے دائرہ میں رہ کر سیاست و تدبیر کی جائے تو یہ اعلیٰ درجہ کی نیکی اور ہر شخص پر حسبِ استطاعت فرض ہے ایسی ہی سیاست میں اپنی ذات اور عوام کی صلاح و فلاح اور ہمدردی مضمر ہے۔

مروّجہ سیاست اور اس کے تمام تر طور طریقے چونکہ یورپ سے درآمد ہوئے ہیں لہٰذا مغرب گزیدہ لوگوں نے یہ سوچ کر کہ ایسی سیاست کا دین اسلام سے کوئی جوڑ نہیں بیٹھتا، اور دونوں ایک قدم بھی ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے، یہ نعرہ لگایا:

"دین و سیاست دو الگ الگ چیزیں ہیں"

جس کا مقصد ظاہر ہے کہ میدانِ سیاست میں کھلی چھوٹ ہے اس میں جتنا جھوٹ بولو، فریب دو، دغا کرو، سیاست میں سب روا ہے، اس کی بجائے اگر یہ لوگ صاف صاف یہ نعرہ لگا دیتے:

"سیاست دان اور دیندار مسلمان دو الگ الگ مخلوق ہیں ایک کا دوسرے سے کوئی جوڑ نہیں"

تو بہتر ہوتا، یورپ والوں کو تو یہ نعرہ زیب دیتا ہے کہ ان کے دین میں سیاست کی کوئی گنجائش نہیں، حکومت و سلطنت کے لئے کوئی ہدایات نہیں، مگر ایک مسلمان کی طرف سے اس قسم کا نعرہ درحقیقت اس الحاد و بے دینی کا اظہار ہے کہ ہمارے دین میں بھی سیاست و حکومت کے لئے کوئی رہنما اصول نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیوٰۃ طیبہ میں اس پہلو پر کوئی روشنی نہیں پائی جاتی، اس لئے ہم سیاست کو دین سے الگ رکھنے پر مجبور ہیں۔

اس کا کفر و الحاد ہونا محتاجِ دلیل نہیں۔

خلاصہ یہ کہ سیاست دین سے جدا نہیں بلکہ دین ہی کا ایک اہم شعبہ ہے، مروجہ نعرہ مغرب پرست آخرت بیزار قسم کے لوگوں کا پھیلایا ہوا ہے ع

جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ رجب ۱۳۹۳ ہجری

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اسلام میں مغربی جمہوریت کی کوئی گنجائش نہیں :

سوال : موجودہ جمہوری نظام جو دنیا کے اکثر ممالک میں نافذ ہے جسمیں بیک وقت کئی جماعتوں کا وجود شرط ہے۔ کیا اسلام میں اس کی گنجائش ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

اسلام میں مغربی جمہوریت کا کوئی تصور نہیں، اس میں متعدد گروہوں کا وجود (حزب اقتدار وحزب اختلاف) ضروری ہے، جبکہ قرآن اس تصور کی نفی کرتا ہے :

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولاتفرقوا۔ الآیۃ (۳ : ۱۰۳)

اس میں تمام فیصلے کثرت رائے سے ہوتے ہیں جب کہ قرآن اس انداز فکر کی بیخ کنی کرتا ہے :

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوك عن سبیل اللہ الآیۃ (۶ : ۱۱۶)

یہ غیر فطری نظام یورپ سے درآمد ہوا ہے جس میں سروں کو گنا جاتا ہے تولا نہیں جاتا۔ اس میں مرد وعورت، پیر وجواں، عامی وعالم بلکہ دانا و نادان سب ایک ہی بھاؤ تلتے ہیں۔

جس اُمیدوار کے پلّے ووٹ زیادہ پڑجائیں وہ کامیاب قرار پاتا ہے اور دوسرا سراسر ناکام۔ مثلاً کسی آبادی کے پچاس علماء، عقلاء اور دانشوروں نے بالاتفاق ایک شخص کو ووٹ دیئے، مگر ان کے بالمقابل علاقہ کے بھنگیوں، چرسیوں اور بے دین اوباش لوگوں نے اس کے مخالف اُمیدوار کو ووٹ دیدیئے جن کی تعداد اکاون ہوگئی تو یہ اُمیدوار کامیاب اور پورے علاقے کے سیاہ وسفید کا مالک بن گیا۔ یہ مفروضہ نہیں حقیقت واقعہ ہے، دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست (پاکستان) میں ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں اس کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوا کہ بڑے بڑے علماء مشائخ کے مقابلہ میں بے دین، بے نماز، بے ریش وبروت عیاش وفحاش قسم کے لوگ کھڑے ہوئے اور بھاری اکثریت سے جیت گئے۔ ۱۹۸۸ء کے الیکشن میں اس سے بھی تلخ تجربہ ہوا کہ پورے ملک میں جگہ جگہ مغرب زدہ فاحشہ عورتیں کھڑی ہوئیں اور اپنے مقابل بشمول علماء ومشائخ بڑے بڑے مشہور سیاستدان مردوں کو شکست دیکر ایوان اقتدار میں پہنچ گئیں۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

پھر ووٹ لینے کے لئے ہر جائز و ناجائز حربہ کا استعمال لازمۂ جمہوریت ہے، لیلائے اقتدار کی خاطر تمام انسانی اقدار بلکہ خونی رشتے تک فراموش کر دیئے جاتے ہیں، ایک ہی علاقہ میں سگے بھائی، باپ، بیٹا بلکہ میاں بیوی تک مدِ مقابل ہوتے ہیں، ہر فریق اپنے مقابل کو چت کرنے کے لئے پیسہ پانی کی طرح بہاتا ہے، چنانچہ ہر الیکشن میں اربوں روپے برباد ہوتے ہیں۔ مزید برآں دھونس، دھاندلی، دھوکا، فریب، رشوت، غرض تمام ہتھکنڈے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور کوئی ہتھکنڈا کارگر نہ ہو تو مخالف ووٹروں کو ڈرایا دھمکایا بلکہ قتل تک کر دیا جاتا ہے ؎

فرنگ آئین جمہوری نہاد است
رسن از گردن دیوے کشاد است

اس کا تجزیہ پاکستان کے ایک معروف صحافی نے یوں کیا:

"الیکشن کے چند دن پورے ملک میں گناہوں کا سیزن ہوتے ہیں، چنانچہ ملک کے چپے چپے پر جس قدر جھوٹ، چغلی، غیبت، فریب و دغا، بد دیانتی، ضمیر فروشی، بے حیائی اور ڈھٹائی کا ارتکاب ان چند دنوں میں ہوتا ہے پورے سال میں نہیں ہوتا۔"

جب الیکشن کا دن آتا ہے تو پورے ملک پر خوف و ہراس کے بادل چھا جاتے ہیں، اس میں پولیس رینجرز بلکہ فوج کی نگرانی کے باوجود ہنگامہ آرائی، مار دھاڑ اور قتل و غارتگری کا بازار گرم ہوتا ہے۔ اب تک جو ملک میں چند الیکشن ہوئے ہیں انہیں سیکڑوں افراد مارے جا چکے ہیں۔

پھر جس گھڑی نتائج کا اعلان ہوتا ہے وہ قیامت کی گھڑی ہوتی ہے، ہارنے والوں میں بہت سے لوگ دماغی توازن کھو بیٹھتے ہیں، چنانچہ ۱۹۸۸ء کے الیکشن ہونے پر اخباروں میں آیا کہ نفسیاتی ہسپتال اس قسم کے پاگلوں سے بھر گئے ہیں جو رات کو ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھتے ہیں اور نعرہ بازی سے ہسپتال سر پر اُٹھا لیتے ہیں۔

اور جو کامیاب ہوتے ہیں ان کی چاندی ہو جاتی ہے ایوان اسمبلی میں پہنچکر ان کی بولی لگتی ہے، فیکٹریوں کے پرمٹ، پلاٹس، وزارتیں، غرضیکہ طرح طرح کے لالچ اور چکمے دیکر انھیں خریدا جاتا ہے، کچھ عرصہ پیشتر صدر مملکت کا بیان

اخباروں میں شائع ہوا تھا کہ ہماری قومی اسمبلی بکرا منڈی بن چکی ہے۔

پھر قوم کے یہ منتخب نمائندے اسمبلی ہال میں بیٹھ کر کیا گُل کھلاتے ہیں؟ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں آئے دن اخباروں میں چھپتا ہے کہ فلاں وزیر نے سود کے جواز پر دلائل پیش کئے، فلاں نے مُلّا ازم کہہ کر اسلامی نظام کا مذاق اُڑایا، فلاں عورت نے ڈاڑھی سے تمسخر کیا اور ان مہذب لوگوں کے مابین گالم گلوچ دشنام طرازی اور توتکار تو عام سی بات ہے، بات بڑھ جائے تو ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو جاتے ہیں، پھر گھونسہ بازی بلکہ کرسی بازی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

سابق مشرقی پاکستان کی اسمبلی میں اس زور کی کرسی بازی ہوئی کہ پارلیمانی اسپیکر بیچ بچاؤ کرتے ہوئے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، بالآخر اسمبلی کی عمارت میں زمین سے پیوست کرسیاں بچھانا پڑیں کہ لڑائی میں استعمال نہ ہو سکیں۔

یہ تمام برگ و بار مغربی جمہوریت کے شجرۂ خبیثہ کی پیداوار ہیں۔ اسلام میں اس کافرانہ نظام کی کوئی گنجائش نہیں، نہ ہی اس طریقے سے قیامت تک اسلامی نظام آسکتا ہے بفحوائے "الجنس یمیل الی الجنس" عوام (جن میں اکثریت بے دین لوگوں کی ہے) اپنی ہی جنس کے نمائندے منتخب کر کے اسمبلیوں میں بھیجتے ہیں۔

اسلام میں شورائی نظام ہے جس میں اہل الحل والعقد غور و فکر کر کے ایک امیر کا انتخاب کرتے ہیں، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ نے وفات کے وقت چھ اہل الحل والعقد کی شوریٰ بنائی جنہوں نے اتفاق رائے سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا۔

اس پاکیزہ نظام میں انسانی سروں کو گننے کی بجائے انسانیت کا عنصر تولا جاتا ہے، اس میں کسی ایک ذی صلاح مدبّر انسان کی رائے لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانو کی رائے پر بھاری ہو سکتی ہے ؎

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ در مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی سے استشارہ کے بغیر صرف اپنی ہی صوابدید سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا، آپ کا یہ انتخاب کس قدر موزوں مناسب

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اور جچا تُلا تھا ؟

اس کا جواب الفاظ میں دینا ممکن نہیں ، اس حقیقت کا مشاہدہ پوری دنیا کھلی آنکھوں سے کر چکی ہے ، والعیان یغنی عن البیان - واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۳ھ

دار الحرب کی تعریف :

دار الحرب کی جامع اور مختصر تعریف کیا ہے ؟ بیّنوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

دار الحرب وہ علاقہ ہے جہاں زندگی کے تمام شعبوں میں احکام اسلام اور اسلامی نظام کو نافذ کرنے کی قدرت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱ر ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

مسلم اقلیت کا حکومت کافرہ سے جہاد کرنا :

سوال : حکومت برما اپنے مسلم باشندوں پر ظلم کر رہی ہے ، حتّٰی کہ انکے مذہبی احکام پر پابندی لگا رہی ہے ، فرائض شرعیہ کی ادائیگی میں مانع ہو رہی ہے ، دریں حالات مسلم باشندوں پر ایسی حکومت سے جہاد کرنا فرض ہے یا نہیں ؟ نیز اموال زکوٰۃ کے ذریعہ ایسے مجاہدین کی مدد کی جا سکتی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا -

الجواب باسم ملہم الصواب

ان حالات میں ایسی حکومتِ کافرہ سے جہاد کرنا فرض ہے ، اس مقصد کے لئے ایسی تنظیم ضروری ہے جو علماء ماہرین ، متقین و اہلِ بصیرت کی نگرانی میں حدود شریعت کے اندر کام کرے ، دوسرے ممالک کے مسلمانوں پر بھی بترتیب "الاقرب فالاقرب" تعاون کرنا فرض ہے - اگر جہاد کی استطاعت نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کرنا فرض ہے -

ادائِ زکوٰۃ کے لئے تملیک فقیر شرط ہے ، جہاں یہ شرط پائی جائے گی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی اور جہاں مفقود ہو گی زکوٰۃ ادا نہ ہو گی - واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱ر رمضان ۹۴ھ

جہاد اصطلاحِ شریعت میں :

سوال : اصطلاحِ شریعت میں "جہاد" کسے کہتے ہیں ؟ عموماً تبلیغی جماعت کے احباب

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تبلیغ میں نکلنے کی ترغیب دیتے ہوئے آیات واحادیث اور واقعاتِ جہاد کو تبلیغ کے لیے نکلنے والی جماعتوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا درست ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم مُلهِمِ الصّواب

جہاد کا حقیقی مصداق اور اصطلاحی معنیٰ "قتال فی سبیل اللہ" ہے، البتہ مجازاً دین کی خاطر کی جانے والی ہر محنت و مشقت اور جد وجہد کو جہاد کہہ دیا جاتا ہے

لغت میں جہاد "جَہد" بالفتح "بمعنی مشقت یا "جُہد" بالضم طاقت سے مشتق ہے اس اعتبار سے جہاد کے معنی ہیں: طاقت خرچ کرنا، مشقت اٹھانا۔ مگر شریعت نے لفظِ "جہاد" کو اس لغوی معنی سے ایک دوسرے معنی یعنی "قتال مع العدو" کی طرف منتقل کر دیا جیسے لفظ "صلوٰۃ" لغت میں دعاء کے معنی میں آتا ہے، مگر شریعت میں اس کے اصطلاحی معنی ایک مخصوص عمل کے ہیں جو تکبیر سے شروع اور سلام پر ختم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ مذاہبِ اربعہ کی کتب میں جہاد کے اصطلاحی معنی "قتال" ہی کے لکھے ہیں یہاں فقہ حنفی سے صرف ایک حوالہ نقل کیا جاتا ہے۔

قال الامام الکاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ: اما الجہاد فی اللغۃ فعبارۃ عن بذل الجہد بالضم وھو الوسع والطاقۃ او عن المبالغۃ فی العمل من الجہد بالفتح وفی عرف الشرع یستعمل فی بذل الوسع والطاقۃ بالقتال فی سبیل اللہ بالنفس والمال واللسان اوغیر ذلک اوالمبالغۃ فی ذلک۔

(بدائع الصنائع ص۹۷ ج۷)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر لفظ "جہاد" قتال کے سوا کسی دوسرے عمل صالح (مثل برالوالدین) کے کبھی استعمال ہوا ہے تو وہ مشاکلۃً (یعنی چونکہ صحابی نے "اجاھد" کے الفاظ استعمال کئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی خدمت کے لئے اسی کے مثل "ففیھما فجاھد" فرمایا، جیسا کہ وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا میں عذاب کے لئے مشاکلۃً سیئۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے) یا مجازاً استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا قتال کے سوا کسی دوسرے عمل کے لئے لفظ جہاد کا استعمال مجازاً تو صحیح ہے، لیکن اسے اس میں اس طرح استعمال کرنا کہ اصل معنی بالکل متروک ہو جائیں اور مجازی معنی کو جہاد کا حقیقی مصداق قرار دیا جانے لگے، اصطلاحِ شریعت کی تحریف ہے، اس لئے آیات واحادیثِ جہاد کو اصل اور حقیقی مصداق "قتال فی سبیل اللہ"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سے اس طرح ہٹا کر کسی دوسرے شعبۂ دین پر چسپاں کرنا جائز نہیں، جیسا کہ لفظ "صلوٰۃ" کو اس کے اصطلاحی معنی "نماز" سے ہٹا کر "دعاء" کے معنی میں لینا اور نماز کی بجائے دعاء ہی پر اکتفاء کرنا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۱۵ر صفر ۱۴۲۳ھ

نومسلمہ کو اس کے ہندو والدین کے سپرد کرنا جائز نہیں:

سوال: ایک مسلمان نے ہندو لڑکی کو اغوا کیا، پھر اس کو مسلمان کر کے اس سے نکاح کر لیا، اب بعض مسلمان چاہتے ہیں کہ اس لڑکی کو اسکے ہندو والدین کے پاس واپس بھیجدیں، کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسمہ ملہم الصواب

جس نے کافرہ لڑکی کو اغوا کیا اس نے بہت بُرا کیا، مگر اس کے قبولِ اسلام کے بعد جب اس سے نکاح کیا تو نکاح درست ہو گیا، اب اس مسلمان لڑکی کو کفار کے حوالہ کرنا قطعاً جائز نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: فان علمتموھن مؤمنات فلا ترجعوھن الی الکفار الآیۃ (۶۰: ۱۰)

بلکہ یہ نومسلمہ از خود کفار کے پاس جانا چاہے تب بھی اسے نہ جانے دیا جائے، ہاں! وقتی طور پر والدین یا محرم رشتہ داروں سے ملنے میں مضایقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۰ر رمضان ۹۶ھ

جاسوس کی سزا:

سوال: جو مسلمان کافر حکومت کا جاسوس بن کر مسلمانوں کے خفیہ راز اس تک پہنچائے یا حکومت کافرہ کے تعاون سے وہاں کے مسلمانوں کو ستائے اور ان کی فوج کو ظلم پر آمادہ کرے، ایسے مسلمان کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس کا قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسمہ ملہم الصواب

اگر بدون قتل کوئی تدبیر اسکی فہمائش کے لئے کارگر نہ ہو تو اسے قتل کرنا جائز ہے۔

قال الامام القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ:

فان کان الجاسوس کافرا فقال الاوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ یکون نقضا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

لعہدہ وقال اصبغ الجاسوس الحربی یقتل والجاسوس الکافر والذمی یعاقبان الاان تظاہر اعلی الاسلام فیقتلان (الجامع لاحکام القرآن ص۵۳ ج ۱۸)

وکذا قال الامام ابن العربی رحمہ اللہ تعالی (احکام القرآن ص۷۷۲ ج ۴)

وقال المحافظ العینی رحمہ اللہ تعالی :

وقال الداودی الجاسوس یقتل وانما نفی القتل عن حاطب لما علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہ ولکن مذہب الشافعی رحمہ اللہ تعالی وطائفۃ ان الجاسوس المسلم یعزر ولا یجوز قتلہ وان کان ذا ہیئۃ عفی عنہ لہذا الحدیث۔

وعن ابی حنیفۃ والاوزاعی رحمہما اللہ تعالی یوجع عقوبۃ ویطال حبسہ وقال ابن وہب من المالکیۃ یقتل الاان یتوب وعن بعضہم انہ یقتل اذا کانت عادتہ ذلک وبہ قال ابن الماجشون۔ وقال ابن القاسم یضرب عنقہ لانہ لا تعرف توبتہ وبہ قال سحنون۔

ومن قال بقتلہ فقد خالف الحدیث واقوال المتقدمین وقال الاوزاعی فان کان کافرا یکون ناقضا للعہد وقال اصبغ الجاسوس الحربی یقتل والمسلم والذمی یعاقبان الاان یظاہرا علی الاسلام فیقتلان (عمدۃ القاری ص۲۵۶ ج ۱۴)

وقال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ تعالی :

وفی المجتبی الاصل ان کل شخص رای مسلما یزنی ان یحل لہ قتلہ وانما یمتنع خوفا من ان لا یصدق انہ زنی وعلی ہذا القیاس المکابر بالظلم وقطاع الطریق وصاحب المکس وجمیع الظلمۃ بادنی شیء لہ قیمۃ وجمیع الکبائر والاعونۃ والسعاۃ یباح قتل الکل ویثاب قاتلہم انتہی وافتی الناصحی بوجوب قتل کل مئونۃ۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالی :

(قولہ وقطاع الطریق) ای اذا کان مسافرا ورأی قاطع طریق لہ قتلہ وان لم یقطع علیہ بل علی غیرہ لما فیہ من تخلیص الناس من شرہ واذاہ کما یفیدہ ما بعدہ، (قولہ وجمیع الکبائر) ای اہلہا والظاہر ان المراد بہا المتعدی ضررہا الی الغیر فیکون قولہ والاعونۃ والسعاۃ عطف تفسیر او عطف

خاص علی عام فیشمل کل من کان من اهل الفساد کالساحر وقاطع الطریق واللص واللوطی والخناق ونحوهم ممن عم ضررہ ولاینزجر بغیر القتل (قولہ والاعونۃ) کأنہ جمع معین او عوان بمعناہ والمراد بہ الساعی الی الحکام بالافساد فعطف السعاۃ علیہ عطف تفسیر وفی رسالۃ احکام السیاسۃ عن جمع النسفی سئل شیخ الاسلام عن قتل الاعونۃ والظلمۃ والسعاۃ فی ایام الفترۃ قال یباح قتلهم لانهم ساعون فی الارض بالفساد فقیل انهم یمتنعون عن ذلک فی ایام الفترۃ ویختفون قال ذلک امتناع ضرورۃ ولو ردوا لعادوا والما نهوا عنہ کما نشاهد قال وسألنا الشیخ ابا شجاع عنہ فقال یباح قتله ویثاب قاتله اھ

(قولہ افتی الناصحی) لعل الوجوب بالنظر للامام ونوابہ والاباحۃ بالنظر لغیرهم (ردالمحتار ص۱۸۶ ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ جمادی الآخرہ ۹۸ھ

کیا لوگوں کو جبراً اسلام میں داخل کیا گیا؟

سوال: کافروں کو زبردستی اسلام میں داخل کرنے کے لئے جہاد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مستشرقین کے اس پروپیگنڈا کی کہ "زبردستی لوگوں کو اسلام میں داخل کیا گیا" کیا حقیقت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

جبراً کسی کو مسلمان بنانے کیلئے عمل جہاد یا کسی قسم کا کوئی حربہ استعمال کرنا جائز نہیں

قال اللہ تعالیٰ: لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی الآیۃ (۲ : ۲۵۶)

فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر الآیۃ (۱۸ : ۲۹)

اعدائے اسلام کا یہ واویلا کہ پیغمبر اسلام نے تلوار کے زور سے لوگوں کو داخلِ اسلام کیا، ایک ایسا واضح اور بدیہی جھوٹ ہے جو محتاجِ تردید نہیں، اگر ان لوگوں میں شمہ برابر عقل وشعور اور رائی برابر انصاف و دیانت ہو تو سوچیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دنیا کے سامنے دعوت اسلام پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یکا و تنہا تھے، کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یار و مددگار نہ تھا، اپنے پرائے سب دشمن تھے، کئی سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طریقہ سے لوگوں کو دعوت دیتے رہے اور اس طویل عرصہ میں چند گنتی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کے افراد مسلمان ہوئے، تیرہ سالہ مکی دَور میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اُٹھائی ہی نہیں، ان حالات میں یہ پروپیگنڈا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبراً لوگوں کو مسلمان بنایا کوئی علمی دلیل ہے یا علم و اخلاق کا دیوالا پن؟ اگر کہا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار دوستوں نے یہ کام کیا تو سوال یہ ہے کہ ان جابرین پر کس نے جبر کیا تھا؟ انھیں کس طاقت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جاں نثار بنایا؟

ان تمام باتوں سے قطع نظر اگر انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو جبراً کسی کو مسلمان بنانا ممکن ہی نہیں، اس لئے کہ جبر و جور سے تو زیادہ سے زیادہ کسی کو زبانی کلمہ ہی پڑھایا جاسکتا ہے، اس کے دل و دماغ میں تو اسلام کی حقیقت نہیں اُتاری جاسکتی۔ اگر کوئی شخص ظاہراً کلمہ پڑھ لے مگر باطن میں کفریہ عقائد چھپائے بیٹھا ہو تو یہ مسلمان نہیں، بلکہ عام کفار سے بھی بدتر کافر "منافق" ہے، تو ان مخالفین کے بقول گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام کفار کو جبراً منافق بنایا جو دشمنی میں عام کفار سے بھی دو گام آگے تھے۔

الغرض مستشرقین کا یہ پروپیگنڈا کوئی حقیقت نہیں رکھتا، غور کیا جائے تو یہ آپ اپنی تردید کے مترادف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۶ ربیع الاوّل ۱۳۹۹ ہجری

ان اراضی کا حکم جو انگریز نے مخالفین سے چھین کر اپنے وفاداروں کو دیں:

سوال: انگریز جب اس ملک سے جانے لگا تو اسوقت مسلمانوں کے دو گروہ تھے، ایک انگریز کا مخالف دوسرا انگریز کا وفادار، انگریز نے جب اقتدار سنبھالا اس وقت زمینوں کے مالک اور قابضین انگریز کے مخالف تھے، انگریز جب اس ملک سے جانے لگا تو اس سے قبل انگریز نے اپنے وفاداروں کو خوش کرنے کے لئے اور اپنے مخالفین سے آخری انتقام لینے کے لئے اپنے مخالفین کی تمام زمینیں اپنے وفاداروں میں تقسیم کر دیں اور چلا گیا۔

چنانچہ زمینیں انگریز کے وفاداروں کے نام الاٹ ہو گئیں اور ۱۸۷۲ء کے بندوبست کے دوران اصل مالکان کو محکمہ مال کے کاغذات میں جبراً مزارعین لکھ دیا اور انگریز کے وفاداروں کو زمینوں کا مالک ٹھہرا دیا گیا۔

اس کے بعد انگریز کے وفاداروں نے انگریز کے مخالفین پر وہ ظلم ڈھائے کہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تاریخ میں اسکی مثال مشکل ہے، محنت ومشقت کرنے والے انگریز کے مخالف تھے اور وفادار مخالفین ان سے پیداوار کا اچھا خاصہ حصّہ جبراً وصول کرتے رہے، تاریخ شاہد ہے کہ سالہا سال سے زمین کے اصل مالکان انگریز کے مخالف تھے اور یہ قبضہ اب تک بدستور چلا آرہا ہے، جبکہ انگریز کے وفادار باہر سے آکر آباد ہوئے ہیں ۱۹۵۰ء میں سرحد اسمبلی نے اصل مالکان سے زمینوں کا معاوضہ وصول کرکے انھیں مالکانہ حقوق دلائے اس طرح زمینیں پھر اصل مالکان کو مل گئیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے:

(۱) کیا سرحد اسمبلی کا فیصلہ "معاوضہ لے کر زمینیں اصل مالکان وقابضین کو واپس کرنا" درست ہے یا نہیں؟

(۲) کیا انگریز اپنے مخالفین سے جبراً زمینیں وصول کرکے اپنے وفاداروں کو دے سکتا ہے؟

(۳) انگریز کے مخالفین کی آبادی انگریز کے وفاداروں سے اکثریت میں ہے جبکہ انگریز کے وفادار قلیل تعداد میں ہیں۔

(۴) آیا شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ قلیل آبادی کی وجہ سے کثیر آبادی کا نقصان ہو اور کثیر آبادی کو تکلیف ومشقت میں مبتلا کیا جائے اور انھیں بے گھر کردے۔

(۵) کیا ملک میں اسلامی نظام کے جاری ہونے سے ماقبل تمام مقبوضہ زمینوں کی تحقیق کرکے دوبارہ نئے سرے سے تقسیم کی جاسکتی ہیں؟ یا ماقبل قبضوں کو باقی رکھا جائے جیسا کہ فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کی وہ زمینیں اور مکانات جن پر کفار نے قبضہ کر رکھا تھا واپس کرکے دوبارہ تقسیم کی تھیں۔

(۶) آیا جب انگریز کی تقسیم درست ہو جائے اور سرحد اسمبلی کا قانون غلط ہو جائے اور کثیر آبادی کو مشقت میں مبتلا کیا جاسکتا ہو اس کے بعد بھی زمینیں انگریز کے وفاداروں کے پاس چلی جائیں اور کثیر آبادی مزارعت بھی قبول نہیں کرسکتی، اس کے بعد بھی انگریز کے وفادار مخالفین سے قبضہ لینا چاہیں اور مخالفین قبضہ نہ دیں تو آخری بات جنگ وجدل کے علاوہ کوئی اور دوسری صورت بھی نہیں کہ جس پر عمل کیا جاسکے۔ کیا ایک مسلمان قوم دوسری مسلمان قوم کے ساتھ آپس میں صرف زمین کی وجہ سے لڑیں؟

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کیا شریعت میں اس معاملہ پر جنگ وقتال کی اجازت ہے؟ نیز جو لوگ سرحد اسمبلی کے فیصلہ کو غلط قرار دیں اور کثیر آبادی کو مشقت میں مبتلا کریں اس وجہ سے عند اللہ وعند الناس ان کا مؤاخذہ ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حکومت کافرہ کا اصل مالکین سے اراضی لینا ظلم تھا، معہذا استیلاء کی وجہ سے حکومت ان اراضی کی مالک ہوگئی، لیکن حکومت نے یہ اراضی اپنے وفاداروں کو بطور رشوت دی تھیں، اور مرتشی رشوت کا مالک نہیں بنتا، اس لئے وہ اراضی بدستور حکومت کی ملک میں رہیں، تقسیم ہندوستان کے وقت یہ اراضی حکومت پاکستان کی ملک میں منتقل ہوگئیں، لہٰذا حکومت کا سابق مالکین کو معاوضہ لے کر زمین دینا صحیح ہوا اور اس بیع کی وجہ سے سابق مالکین پھر سے مالک بن گئے، انگریز کے وفاداروں کا قبضہ کرنا ناجائز، حرام اور ظلم ہے، مالک کو اختیار ہے کہ وہ غاصب اور ظالم کا دفاع کریں، اگر اس میں وہ مارا گیا تو شہید ہے، لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من قتل دون مالہ فھو شھید، اور اگر غاصب کا دفاع بدون قتل ممکن نہ ہو تو اسے قتل کرنا جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴ رجب ۱۴۱۰ ہجری

ایام جنگ میں نقلِ مکانی:

سوال: جنگ کے دوران سرحد کے قریب رہنے والوں کے لئے اپنے مقامات چھوڑ کر مقام امن کی جگہ منتقل ہونا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بعض حضرات فرار عن الوبا پر قیاس کر کے ناجائز کہتے ہیں، کیا ان کا خیال صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حاکم کی رائے پر عمل کرنا واجب ہے، اگر حکومت کی طرف سے ممانعت نہ ہو تو منتقل ہونا جائز ہے، وبا پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳ رجب ۱۴۱۲ ہجری

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا
۲۴ — ۵۵

سیاستِ اسلامیہ

- سیاساتِ حاضرہ پر سیر حاصل بحث
- ان کے عالمگیر مفاسد و قبائح اور تباہ کن نتائج پر نہایت زوردار سنجیدہ تنقید
- مغربی مفکرین میں سے اہلِ خرد کے اعترافات
- سیاستِ اسلامیہ کی تنقیح، اس کا طریقِ کار اور اس میں نظر آنے والی مشکلات کا حل
- قرآن، حدیث اور عقلِ سلیم کی روشنی میں منفرد تحقیق

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سیاستِ اسلامیہ

- ⊘ مصالحِ سیاسیہ کی خاطر منکراتِ شرعیہ کا ارتکاب جائز نہیں
- ○ نصوصِ قرآنیہ
- ○ ارشاداتِ نبویہ
- ○ عقلِ سلیم
- ⊘ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے سیاسی افکار
- ○ اسلام میں سیاست کا مقام
- ○ اسلام کا نظامِ حکومت
  - ● شخصی حکومت
  - ● حکمرانی ایک ذمہ داری ہے نہ کہ حق
  - ● حکومت کے فرائض
- ○ اقامتِ دین کے لئے سیاسی جدّوجہد کا شرعی مقام اور اس کی حدود
  - ● سیاسی جدوجہد اور تزکیۂ اخلاق
  - ● بائیکاٹ اور ہڑتال کا شرعی حکم
  - ● بھوک ہڑتال
  - ● پبلسٹی کے مروّجہ ذرائع
  - ● حکومت کے ساتھ طرزِ عمل
  - ● حکومت کے غیر شرعی قوانین اور اقدامات کے خلاف چارۂ کار
  - ● حکومت کے خلاف خروج

کتب فاروق

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حکومتِ اسلامیہ قائم کرنے کے لئے اسلام کے کسی حکم کی خلاف ورزی جائز نہیں

سوال : جو سیاسی جماعتیں حکومت اسلامیہ قائم کرنے کی جدوجہد کے دعوے کر رہی ہیں انکے سربراہ اور ارکان شریعت کے خلاف طرح طرح کی ترکیبیں اور سیاسی چالیں ایجاد کر رہے ہیں۔ ان کو حکمت عملی، مصلحت اور سیاست کے نام سے حلال اور جائز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اپنی اس تحریف پر تعمیر کعبہ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد لولا ان قومك حدیث عهد بكفر الحدیث سے استدلال کرتے ہیں، کیا ان کا یہ خیال اور استدلال درست ہے؟ اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈال کر امت کی رہنمائی فرمائیں، بینوا توجروا،

الجواب باسم ملهم الصواب

یہ حقیقت تو ہر شخص جانتا ہے کہ دنیوی مصلحت و نفع کے لئے گناہ کرنا یا کسی فرض و واجب کو چھوڑنا جائز نہیں، مثلاً کوئی شخص دنیوی نفع کے لئے جھوٹ بولے، دھوکہ دے، نماز نہ پڑھے یا جماعت ترک کر دے تو ظاہر ہے کہ ایسا کرنا فسق و حرام ہے اسی طرح کسی دینی مصلحت کے لئے بھی کسی معصیت کا ارتکاب حرام ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت تمام مصالح پر مقدم ہے اور ام المصالح ہے۔ اس پر سب مصالح کو قربان کیا جائے گا۔ مثلاً کوئی شخص سینما یا سود کے ذریعہ اس لئے رقم کماتا ہے کہ اس سے دینی مدارس چلا سکے۔ یا اس نیت سے رقص کراتا ہے کہ لوگ جمع ہو جائیں پھر ان کو وعظ کیا جائے۔ ایسا کرنا بہت سخت گناہ اور نہایت خطرناک گمراہی ہے۔

البتہ اگر کوئی کام شرعاً نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ صرف مباح یا مستحب ہے اس کو کسی دینی مصلحت مثلاً عوام کو فتنہ یا معصیت یا تکلیف سے بچانے کے لئے چھوڑ دینا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر تراویح

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

میں لوگوں کو ملال ہوتا ہو تو ان کی رعایت سے نماز کے آخر میں درود شریف کو مختصر کرنا اور دُعا کو چھوڑ دینا جائز ہے۔

قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ ویزید الامام علی التشہد الاان یملّ القوم فیأتی بالصلوات ویکتفی باللّٰھم صل علی محمدٍ لانہ الفرض عند الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ویترک الدعوات (ردالمحتار ص ۶۶۳ ج ۱)

مصلحۃً ترک مستحب یا مباح میں بھی یہ شرط ہے کہ اس سے قانون شرع میں تحریف اور مداخلت فی الدین نہ ہوتی ہو، مثلاً اس مستحب یا مباح کام کو اعتقاداً یا عملاً حرام سمجھنے لگے یا کسی مباح شرعی کی ممانعت کا قانون بنا دیا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی مصلحت کی بنا پر نکاح ثانی یا نکاح صغیر پر پابندی کا قانون بنانا جائز نہیں۔ حالانکہ نکاح ثانی اور صغر سنی میں نکاح کرنا فرض یا واجب نہیں صرف مباح ہے نکاح امر شرعی ہے اس لئے اس پر پابندی لگانا مداخلت فی الدین ہے، کیونکہ ایک مباح شرعی کے ساتھ عملاً حرام جیسا معاملہ کیا جائے گا جو کہ جائز نہیں۔

ہاں اگر امور انتظامیہ سے متعلق کوئی ایسا قانون بنا دیا جائے تو یہ مداخلت فی الدین نہیں، اس لئے جائز ہے، مثلاً دائیں طرف چلنے یا بائیں طرف چلنے کا قانون یا صرف ایک طرف کے راستہ کی تعیین کرنا اور ٹریفک سے متعلق دوسرے ضوابط۔

اسی طرح اگر کوئی محکمہ انتظامی مصلحت سے اپنے عملہ کے لئے شلوار یا پاجامہ پہننے کا قانون بنا دے اور تہبند سے روکدے تو یہ اس لئے جائز ہے کہ یہ اُمور شرعیہ میں سے نہیں، اس لئے ایسی پابندی لگانا مداخلت فی الدین نہیں۔

کعبۃ اللہ کی از سر نو تعمیر جسکا سوال میں ذکر کیا گیا ہے یہ بھی اُمور انتظامیہ کے قبیل سے ہے، شرعاً یہ ترمیم نہ فرض تھی نہ واجب، حتیٰ کہ اسکو مستحب قرار دینا بھی مشکل ہے، اس لئے کہ حطیم کو کعبہ میں داخل کرنا اور دروازے کو نیچے لے آنا اور دو دروازے بنانا، یہ اُمور ایسے ہیں کہ ان میں استحباب کی کوئی وجہ نہیں، صرف راحت و آرام کی مصلحت تھی جو اُمور انتظامیہ سے ہے۔ ہاں عبادت میں سہولت کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے اس کو مستحب لغیرہ کہا جاسکتا ہے۔ علیٰ سبیل التنزل مستحب لعینہ ہونا بھی سلیم کرلیا جائے جیسا کہ امور مذکورہ ہیں

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سے امر اوّل میں ظاہر ہے تو زیادہ سے زیادہ اتنی بات ثابت ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فتنہ سے بچانے اور انکے اسلام کی حفاظت کے لئے ایک مستحب کام کو چھوڑ دیا، یہ کہاں ثابت ہوا کہ کسی مصلحت کے لئے ترک فرائض و واجبات اور ارتکاب سیئات بھی جائز ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ فرماتے ہیں۔

وانّ الامام یسوس رعیتہ بما فیہ اصلاحہ ولو کان مفضولاً مالم یکن محرما (فتح الباری ص ۱۹۹ ج ۱۳)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس حدیث پر یہ باب قائم فرمایا ہے :

باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فہم بعض الناس فیقعوا فی اشد منہ۔

یعنی افضل و مختار کام اس اندیشہ سے چھوڑ دیا کہ لوگ کم فہمی کی وجہ سے کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

حاصل یہ کہ کسی مصلحت کی خاطر مستحب کام کو تو چھوڑا جا سکتا ہے مگر حدود اللہ سے تجاوز اور قانون شریعت کی خلاف ورزی ہرگز جائز نہیں۔

اس سلسلہ میں چند واقعات ذکر کئے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے احکام شرعیہ کے مقابلہ میں نام نہاد مصالح کو کبھی بھی قابل اعتبار نہیں سمجھا۔

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کا ارادہ فرمایا جو بلاشبہہ مباح اور جائز تھا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ عوام متبنّٰی کی بیوی کو حرام سمجھتے ہیں اس لئے اس نکاح سے شورش اور فتنہ ہوگا، جدید الاسلام لوگ طعن و تشنیع کر کے اپنا ایمان برباد کریں گے۔ اور دین اسلام سے لوگوں کو تنفر ہوگا۔

اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی۔

وتخشی الناس واللہ احق ان تخشٰہ (۳۳ - ۳۷)

بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سے کر دیا، فتنہ وشورش کی کوئی پروا نہیں کی گئی، اس لئے کہ اس مباح کو چھوڑنے سے اس ضروری مسئلہ کا عملی اظہار نہ ہوتا کہ متبنّٰی کی بیوی حقیقۃً بہو نہیں بنتی اور اس سے نکاح حلال ہے۔

اس مباح کے ترک میں التباس فی الدین بلکہ تحریف فی الدین کا خطرہ تھا، اس لئے اس کے ترک کی اجازت نہیں دی گئی۔

(۲) تحویل قبلہ میں یہود کی طرف سے سخت مخالفت اور فتنہ کا اندیشہ تھا، علاوہ ازیں چونکہ یہ اسلام میں پہلا نسخ تھا اس لئے لوگوں کے ارتداد کا بہت خطرہ تھا، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوتی ہے۔

ولئن اتبعت اھوائھم من بعد ما جاءك من العلم انك اذاً لمن الظّٰلمین (۲-۱۴۵)

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مصلحت کی پروا کئے بغیر حکم الٰہی پر قائم ودائم رہے۔

(۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فوراً ہی ہر طرف ارتداد وغیرہ بہت سے فتنوں کا بہت بڑے پیمانہ پر سلسلہ شروع ہوگیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو استحکام خلافت سے قبل ہی ان سب فتنوں سے برسرِ پیکار ہونا پڑا، بیک وقت جہاد کے کئی محاذ کھل گئے، ان فتنوں میں ایک فتنہ ایسے اعراب کا بھی تھا جو یہ کہتے تھے کہ اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، آپ کے بعد کسی خلیفہ کو یہ حق نہیں پہنچتا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے بھی جہاد کا فیصلہ فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ ابھی آپ کی خلافت کی ابتداء ہے، استحکام حاصل نہیں ہوا، ادھر چاروں طرف شورش برپا ہے کئی محاذ کھلے ہوئے ہیں، مصلحت یہ ہے کہ آپ اسوقت ان سے جہاد کا نیا محاذ نہ کھولیں، انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں، اُمید ہے کہ کچھ مدت کے بعد یہ لوگ زکوٰۃ بیت المال میں جمع کرنے لگیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان شدید خطرات کی چارسو سے اٹھنے والی گھٹاؤں کی کوئی پروانہ کی، مصلحت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اعلانِ جہاد پر قائم

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

رہے۔ بالآخر حضرت عمر اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اقرار کیا کہ ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعلانِ جہاد پر شرح صدر ہو گیا ہے۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں غسان کا بادشاہ جبلۃ بن ایہم مسلمان ہوا، اس نے طواف کرتے ہوئے معمولی سی بات پر ایک اعرابی کے تھپڑ مار دیا جس سے اسکا دانت ٹوٹ گیا، اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں مقدمہ دائر کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصاص میں اس بادشاہ کا دانت توڑنے کا فیصلہ فرمایا، حالانکہ مصلحت یہ تھی کہ اس سے قصاص نہ لیا جاتا کیونکہ اس کی وجہ سے اسلام اور اہل اسلام کو بہت شوکت حاصل تھی، یہ بھی ممکن تھا کہ صاحب حق سے کہہ سُن کر معاف کرا دیا جاتا، مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہیں گزرا، آپ نے اسلام کا فیصلہ صاف سُنا دیا کہ صاحبِ حق کو راضی کر لو ورنہ قصاص لیا جائے گا، اس نے سوچنے کی مہلت مانگی، مل گئی اور وہ راتوں رات مرتد ہو کر بھاگ گیا۔

غرضیکہ کسی مصلحت کی خاطر معصیت کا ارتکاب ہرگز جائز نہیں۔ البتہ شریعت میں بڑے محظور سے بچنے کے لئے چھوٹے محظور کو گوارا کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو، ادھر کوئی نابینا کنوئیں میں گرنے لگا تو نماز توڑ کر اسکو بچانا فرض ہے۔ حالانکہ عام حالات میں نماز توڑنا گناہ ہے مگر ایک بڑی مصیبت سے بچنے کے لئے اس کو اختیار کر لیا گیا، ایسی صورت میں اھون البلیتین یعنی ضرر عظیم کو دفع کرنے کے لئے کم درجہ کے ضرر کو اختیار کر لیا گیا۔

اس کا فیصلہ کرنا کہ بلیتین میں سے اھون کونسی ہے ہر شخص کا کام نہیں، کیونکہ بسا اوقات انسان اتباع ہوٰی، عصبیت یا حُبِّ مال وجاہ کی بنا پر غیر اھون کو اھون سمجھ لیتا ہے، اس لئے یہ فیصلہ صرف وہی کر سکتا ہے جو علوم اسلامیہ میں پوری مہارت کے علاوہ تدین و تقوٰی میں بھی اعلیٰ مقام رکھتا ہو، بلکہ اہم امور میں ایسے علماء کی جماعت کا فیصلہ ضروری ہے۔

اھون البلیتین کے کلیات شریعت نے بیان فرما دیئے ہیں، ان کلیات کا پورا احاطہ، ان کے مفہوم کو صحیح طور پر سمجھنا، پھر پیش آمدہ جزئیہ کے بارے میں یہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

فیصلہ کرنا کہ یہ کسی کلیہ میں داخل ہے یا نہیں ؟ اگر داخل ہے تو کس کلیہ میں ؟ ان اُمور کے لئے علوم دینیہ میں مہارتِ تامہ، بہت اونچے درجہ کے تدبر و تفقہ اور تدین و تصلب کی ضرورت ہے۔

اگر کسی ناجائز کام کے بارے میں خوب غور و خوض کے بعد یہ محقق ہو جائے کہ اسے اھون البلیتین قرار دیکر اختیار کیا جا سکتا ہے تو یہ وضاحت بلکہ عمومی حالات میں اس کا بار بار اعلان ضروری ہے کہ یہ کام ناجائز ہے مگر شرعی ضرورت کے تحت اسے اختیار کیا گیا ہے، اگر یہ وضاحت نہ کی جائے گی تو عامۃ المسلمین اس گناہ کو گناہ نہ سمجھیں گے اور جہاں شرعی مجبوری نہ ہوگی وہاں بھی اس کا ارتکاب کرنے لگیں گے۔

اس کی واضح مثال تصویر کھنچوانا ہے، جسکا حرام ہونا متفق علیہ ہے، مگر حکومت نے حج اور شناختی کارڈ کے لئے تصویر کو لازم قرار دیدیا ہے، اس ضرورت شدیدہ کے تحت علماء نے اسکی اجازت دی ہے، مگر اس خاص موقع میں اجازت کے باوجود جس شدت کے ساتھ اسکی حرمت تحریرًا و تقریرًا بیان کرنا چاہیئے تھی، اسقدر نہیں ہوئی، بلکہ بعض علماء کے طرزِ عمل سے مسلمانوں نے اس گناہ کبیرہ کو جائز سمجھ لیا ہے، کیونکہ ان علماء کی تصاویر لی جاتی ہیں تو وہ روکتے نہیں، اخبارات وغیرہ میں انکی تصاویر شائع ہوتی رہتی ہیں مگر انھوں نے اس معصیت پر نکیر کا کبھی ایک حرف بھی نہیں کہا، اس سے عوام یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ کوئی گناہ نہیں۔

یہی حال ٹیلی ویژن کا ہے، صرف یہی نہیں کہ علماء اس پر نکیر نہیں کرتے بلکہ بہت سے علماء خود اسمیں مبتلا ہیں جس کی وجہ سے عوام کے قلوب سے اس کی قباحت نکل چکی ہے اور وہ اسے جائز سمجھنے لگے ہیں۔

حاصل یہ کہ کسی دینی یا دنیوی مصلحت سے کسی معصیت کا ارتکاب جائز نہیں۔ آجکل سیاسی لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سیاسی کام کرتے ہوئے جائز و ناجائز دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

یہ سراسر غلط ہے، مسلمان تو وہی ہے جو ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو ملحوظ رکھے اور اسکی قائم کردہ حدود سے ذرا بھی تجاوز نہ کرے، جو لوگ سیاست کا کام محض

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تحصیل اقتدار کے لئے کرتے ہیں اور ان کو ملک کی دینی و دنیوی فلاح سے کچھ غرض نہیں، وہ سیاسی کام میں احکام اسلام کو ملحوظ نہیں رکھتے تو کوئی تعجب کی بات نہیں، حیرت تو ان حضرات پر ہے جو یہ دعوٰی کرتے ہیں۔

"موجودہ سیاست میں حصّہ لینے سے ہمارا مقصود ملک میں صحیح اسلامی نظام قائم کرنا ہے۔"

مگر پھر بھی وہ سیاسی کاموں میں احکام اسلام کی پروا نہیں کرتے، غیر مشروع تدابیر اختیار کرتے ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے:

"آپ تو اسلامی نظام قائم کرنے کے مدعی ہیں مگر آپ خود اسلام نافذ کرنے کے لئے جو طریقے اختیار کر رہے ہیں وہ غیر اسلامی اور ناجائز ہیں"

تو جواب دیتے ہیں:

"اگرچہ یہ طریقے ناجائز ہیں مگر ان کے بغیر اسلام لانا ممکن نہیں، اس لئے اب تو جائز ناجائز کی پروا کئے بغیر اقتدار حاصل کرنے کی جدوجہد لازم ہے، اقتدار حاصل ہو جانے کے بعد پورے طور پر اسلام نافذ کر دیں گے۔"

یہ محض دھوکہ ہے، ہمیں ان کی نیت پر شبہہ نہیں، مگر انکا طریق کار ایسا ہے کہ اس سے نفاذ اسلام کی توقع ہرگز نہیں کی جا سکتی، کیونکہ غیر اسلامی طریقوں سے بے دینوں کی کامیابی تو ممکن ہے مگر دینداروں کو اوّلاً تو کامیابی ہوگی نہیں، اور اگر صورۃً کامیابی ہو بھی گئی تو اسکے نتیجہ میں اسلام نہیں آئے گا بلکہ اسلام کے نام کی کوئی اور چیز ہوگی، اور صورۃً جو کامیابی ہوگی وہ بھی چند روز سے آگے نہ بڑھے گی، جب اس کی بنیاد ہی کمزور تھی تو اس پر عمارت کیسے قائم رہ سکتی ہے؟

عقل، نقل اور مشاہدہ سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے مسلمانوں کو ہرگز ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی۔

اگر کبھی غیر مشروع و ناجائز طریقوں سے کفار و فساق کو کامیابی ہوئی ہو تو اس پر مسلمانوں کو قیاس کرنا غلط ہے کیونکہ مسلم اور کافر کی طبعی اُفتاد اور مزاج میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ ایک نسخہ ایک مزاج کو مفید اور دوسرے مزاج کو مضر ہوتا ہے جیسا کہ ایک قصّہ مشہور ہے:

"بھنگی عطر کی دوکان کے پاس گزرا، اس کا دماغ جو پاخانہ کی بدبو سے مانوس

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تھا خوشبو کو برداشت نہ کرسکا اس لئے بیہوش ہوگیا، بہت علاج کئے گئے مگر سب ناکام رہے، اس کے بھائی کو علم ہوا تو وہ ایک شیشی میں پاخانہ بھر کر لایا اور اس کی ناک کے ساتھ لگادی، وہ فوراً ہوش میں آگیا۔"

ٹھیک اسی طرح کفار و فساق کا دماغ معصیت کے تعفن سے سڑا ہوا ہے اس لئے ان کو حرام اور ناجائز کاموں کی بدبو نافع ہے، بخلاف مسلمان کے کہ یہ شہزادہ ہے اس کا دماغ نہایت صاف اور پاکیزہ ہے، اسکو تو صرف احکام شرعیہ کی خوشبو ہی نفع دیگی، کوئی احمق شہزادہ کو بھنگی پر قیاس کرکے اسے پاخانہ سنگھادے تو شہزادہ کا دماغ پھٹ جائے گا۔

مسلمان کو کفار و فساق پر قیاس کرنا غلط ہے کہ جو چیز ان کو نافع ہوگی وہی ان کے لئے بھی نافع ہوگی، یہ قیاس اس بوجھ بجھکڑ کی منطق جیسا ہے جو اسکے دماغ میں کسی کو درخت سے اتارنے کے لئے آئی تھی، قصہ یہ پیش آیا:

"ایک شخص درخت پر چڑھ گیا اترنے کی ہمت نہ ہوئی، لوگوں کو پکارا، وہ جمع ہوگئے اور مختلف تدبیریں سوچیں مگر اطمینان نہ ہوا، بالآخر طے پایا کہ یہ عقدہ بوجھ بجھکڑ سے حل کرایا جائے، کیونکہ وہ بستی میں سب سے زیادہ عقلمند ہے، اس سے درخواست کی گئی تو وہ موقع پر پہنچا اور کہا کہ تم سب بے عقل ہو، میرے بغیر ایک معمولی سی بات کا حل نہیں نکال پائے، اسکی تو بہت آسان تدبیر ہے، ایک لمبا رسہ اس شخص کیطرف پھینکو وہ اپنی کمر سے خوب مضبوط باندھ لے، پھر نیچے کے لوگ خوب زور سے جھٹکا لگاکر اپنی طرف کھینچیں، بڑی آسانی سے نیچے پہنچ جائے گا۔

چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، وہ شخص اس زور سے گرا کہ ہڈی پسلی ٹوٹ گئی اور مرگیا، لوگوں نے بوجھ بجھکڑ سے کہا کہ یہ کیا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اس شخص کی قسمت خراب تھی ورنہ تو میں نے کتنوں کو اس طریقہ سے کنویں سے نکالتے دیکھا ہے۔"

جیسے اس بوجھ بجھکڑ کا درخت پر چڑھنے والے کو کنویں میں گرنے والے پر قیاس کرنا صحیح نہیں، اسی طرح مسلمانوں کو کفار پر قیاس کرنا غلط اور مہلک ہے، کفار پستی میں ہیں اور مسلمان بلندی پر، کفار جن تدابیر کے ذریعہ پستی سے بلندی کیطرف آنے میں کامیاب ہورہے ہیں اگر وہی تدابیر مسلمان اختیار کریں گے تو بلندی سے پستی میں جاگریں گے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جوتے میں نجاست لگ جائے تو اس کو پھینکا نہیں جاتا مگر ٹوپی میں کسی چیز کا ذرا سا بھی دھبہ لگ جائے تو فوراً اُتار دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں مسلمان ٹوپی کی طرح معزز ہیں اور کفار جوتے کی طرح ذلیل۔

مسلمانوں کو معصیت سے کامیابی ہرگز نہیں ہوسکتی، جنگ احد کا واقعہ ہی دیکھ لیجئے کہ مسلمان کفّار پر غالب آچکے تھے مگر ایک اجتہادی خطأ سے اُن کی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حتّٰی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما اراکم ما تحبّون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاٰخرۃ۔ الاٰیۃ (۳-۱۵۲)

اس آیت میں شکست کا سبب معصیت کو قرار دیا گیا ہے باقی چیزیں یا اس کے افراد ہیں یا اُس کا اثر۔

اس کو معصیت کہنا ظاہری صورت کے اعتبار سے ہے، حقیقت میں یہ خطأ اجتہادی کے قبیل سے ہے، واقعہ یہ ہوا تھا:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً پچاس صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک مورچہ پر مقرر فرما کر یہ تاکید فرمائی تھی کہ ہمیں فتح ہو یا شکست اس جگہ کو نہ چھوڑنا، مگر جب انھوں نے مسلمانوں کو فتح ہوتی دیکھی تو مالِ غنیمت جمع کرنے کے لئے اس مورچہ کو چھوڑ دیا، کفّار نے اس جانب سے حملہ کر دیا اور مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔"

حالانکہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مقصود بالذات دنیا نہ تھی بلکہ مقصود تمام مسلمانوں کو دنیوی نفع پہنچانا تھا جو ایک اعتبار سے دین ہے، ورنہ اگر صرف اپنے لئے دنیا جمع کرنا مقصود ہوتا تو اسکے لئے مورچہ کو چھوڑنے کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ شرعی قانون یہ ہے کہ مالِ غنیمت میں وہ شخص بھی شریک ہے جس نے مالِ غنیمت جمع نہیں کیا مگر جنگ کے کاموں میں سے کسی کام میں مشغول رہا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ان کو دُنیا من حیث الدّنیا مقصود نہ تھی بلکہ اس سے بھی آخرت ہی مقصود تھی، اس لئے منکم من یرید الدّنیا کے معنی ہیں من یرید الدّنیا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

للاٰخرۃ اور من یرید الاٰخرۃ کے معنی ہیں من یرید الاٰخرۃ الصرفۃ۔

علاوہ ازیں یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ مورچہ کی حفاظت بھی عمل آخرت تھا اور مال غنیمت جمع کرنا بھی، مگر ان حضرات کے لئے مورچہ کی حفاظت کا عمل زیادہ اہم تھا، اور دین کا اہم کام چھوڑ کر غیر اہم میں مشغول ہونا جائز نہیں، ان حضرات کی اجتہادی غلطی سے یہ ناجائز کام ہوگیا، جس کو "دنیا" سے تعبیر فرمایا، "دنیا" کے مختلف معانی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر ناجائز کام "دُنیا" ہے۔

اس کی نظیر حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ ہے:

"آپ نے جہاد کی نیت سے بہترین نسل کے گھوڑے پالے، ایک بار انکے معاینہ میں ایسا انہماک ہوا کہ اسوقت کا کوئی اہم معمول رہ گیا اس کے بارے میں فرمایا:

انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی (۳۸-۳۱)"

اس کی تقریر بھی یہی ہے کہ گھوڑوں کا معاینہ بھی اگرچہ عمل آخرت تھا مگر دوسرا معمول جو رہ گیا وہ زیادہ اہم تھا، "حب الخیر" کا یہ فرد فی نفسہ محمود و مقصود تھا مگر دوسرے زیادہ اہم معمول کے ترک کا باعث بن جانیکی وجہ سے قبیح و مذموم ہوگیا، حضرت سلیمان علیہ السلام کے ارشاد کا یہی مطلب ہے کہ یہ حب الخیر جو اصالۃً وابتداءً محمود و مقصود تھی وہ انتہاءً بوجہ عارض مذموم ہوگئی، معمول متروک اگر فرض تھا تو بھی چونکہ ذہول و نسیان کی وجہ سے ترک ہوا اس لئے منافی عصمت نہیں۔

غرضیکہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ اجتہادی فروگذاشت بھی فتح سے مانع بن گئی، حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت بھی حاصل تھی اور جو غلطی ان سے صادر ہوئی اس میں ان کی نیت بھی معاذ اللہ بُری نہ تھی بلکہ عمل آخرت کی نیت تھی۔

اسی طرح غزوۂ حنین میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں اپنی کثرت کا ذرا سا دھیان آگیا، محض اتنی سی بات پر اولاً شکست ہوگئی۔

جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اجتہادی لغزش فتح سے مانع بن گئی تو آج کے مسلمانوں کی غلطیاں ان کی کامیابی میں رکاوٹ کیونکر نہیں بنیں گی؟

پھر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور آج کے مسلمانوں میں ایک فرق یہ بھی ہے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کہ یہ لوگ معصیت کو ذریعہ کامیابی سمجھتے ہیں، اس لئے ان کا طریق کار ہی غلط ہے۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریق کار صحیح تھا، اتفاق سے اس میں اجتہادی خطأ شامل ہو گئی تھی۔

جہاد اور دوسرے دینی و سیاسی کاموں میں کامیابی و ثابت قدمی حاصل کرنے کا طریقہ ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچا جائے، اس کی اطاعت کی جائے، اس بارے میں اللہ تعالیٰ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چند صریح ارشادات اور واضح فیصلے ملاحظہ ہوں:

(۱) اوفوا بعهدی اوف بعهدکم وایای فارهبون ○ (۲ : ۴۰)

"تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور صرف مجھ ہی سے ڈرو"۔

(۲) یٰایها الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰة ط ان اللہ مع الصٰبرین ○ (۲ : ۱۵۳)

"اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو، بلاشبہہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں"۔

صبر کی حقیقت دین پر استقامت اور حدود اللہ کی حفاظت ہے۔

(۳) لیس البر ان تولوا وجوهکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکة والکتٰب والنبیین واٰتی المال علیٰ حبه ذوی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰة واٰتی الزکوٰة والموفون بعهدهم اذا عٰهدوا والصٰبرین فی البأساء والضرّاء وحین البأس ط اولٰئک الذین صدقوا ط واولٰئک هم المتقون ○ (۲ : ۱۷۷)

"سارا کمال اسی میں نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کو کر لو یا مغرب کو، لیکن کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور انبیاء پر، اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں، اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہو، اور جو لوگ اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب عہد کر لیں، اور وہ لوگ مستقل رہنے والے ہوں تنگ دستی میں اور بیماری میں اور قتال میں، یہ لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں"۔

(۴) ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظهورها ولکن البر من اتقیٰ واتوا البیوت من ابوابها واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ○ (۲ : ۱۸۹)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"اور اس میں کوئی فضیلت نہیں کہ گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آیا کرو ہاں لیکن فضیلت یہ ہے کہ کوئی شخص حرام سے بچے، اور گھروں میں انکے دروازوں سے آؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اُمید ہے کہ تم کامیاب ہو"

اس میں حکم تقویٰ کے علاوہ طریق اتیان بیوت کی تعلیم سے بھی ثابت ہوا کہ ہر کام اس کے طریق شرعی کے مطابق کرنا لازم ہے، اس سے خروج جائز نہیں۔

⑤ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ط ان اللہ لا یحب المعتدین ○ (۲ : ۱۹۰)

"اور تم لڑو اللہ کی راہ میں اُن لوگوں کے ساتھ جو تمہارے ساتھ لڑنے لگیں اور حد سے مت نکلو، واقعی اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے"

⑥ وقاتلوا فی سبیل اللہ واعلموا ان اللہ سمیع علیم (۲ : ۲۴۴)

"اور اللہ کی راہ میں قتال کرو، اور یقین رکھو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں"

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال و اعمال و نیات سے باخبر ہے، اس لئے حالت جہاد میں کسی مصلحت سے اس کی رضا کے خلاف کوئی کام نہ ہونے پائے۔

⑦ فلما فصل طالوت بالجنود قال ان اللہ مبتلیکم بنھر فمن شرب منہ فلیس منی ومن لم یطعمہ فانہ منی الا من اغترف غرفۃ بیدہ فشربوا منہ الا قلیلا منھم ط فلما جاوزہ ھو والذین اٰمنوا معہ قالوا لا طاقۃ لنا الیوم بجالوت وجنودہ ط قال الذین یظنون انھم ملٰقوا اللہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ م باذن اللہ ط واللہ مع الصٰبرین ○ (۲ : ۲۴۹)

"پھر جب طالوت فوجوں کو لیکر چلے تو انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان کریں گے ایک نہر سے سو جو شخص اس سے پانی پیئے گا وہ تو میرے ساتھیوں میں نہیں اور جو اُس کو زبان پر بھی نہ رکھے وہ میرے ساتھیوں میں ہے، لیکن جو شخص اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے، سو ان میں سے چند لوگوں کے سوا سب نے اس سے پینا شروع کر دیا، سو جب طالوت اور جو مؤمنین انکے ہمراہ تھے نہر سے پار اُتر گئے، کہنے لگے کہ آج تو ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں معلوم ہوتی، ایسے لوگ جن کو یہ خیال تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونے والے ہیں کہنے لگے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کہ کثرت سے بہت سی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آگئی ہیں اور اللہ تعالیٰ استقلال والوں کا ساتھ دیتے ہیں۔"

(۸) ولما برزوا لجالوت وجنودہ قالوا ربنا افرغ علینا صبرًا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکفرین ○ (۲ : ۲۵۰)

"اور جب وہ لوگ جالوت اور اسکی فوجوں کے سامنے میدان میں آئے تو کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم پر استقلال نازل فرمائیے اور ہمارے قدم جمائے رکھئے اور ہم کو اس کافر قوم پر غالب کیجئے۔"

اس دعا کی ترتیب سے ثابت ہوا کہ دین پر استقامت سے ثبات اقدام حاصل ہوتا ہے اور پھر کفار پر نصرت، جیساکہ آیت نمبر ۱۳ میں اسکی تصریح آرہی ہے کہ ثباتِ قدم اور فتح ونصرت کا مدار ترک معاصی پر ہے۔

(۹) وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئًا ان اللہ بما یعملون محیط (۳ : ۱۲۰)

"اور اگر تم استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو اُن لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی ضرر نہ پہنچا سکے گی، بلاشبہہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر احاطہ رکھتے ہیں۔"

(۱۰) بلیٰ ان تصبروا وتتقوا ویأتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ آلف من الملٰئکۃ مسومین ○ (۳ : ۱۲۵)

"ہاں کیوں نہیں اگر مستقل رہو گے اور متقی رہو گے اور وہ لوگ تم پر ایک دم سے آپہنچیں گے تو تمہارا رب تمہاری امداد فرمائے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جو ایک خاص وضع بنائے ہونگے۔"

(۱۱) ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ○ (۳ : ۱۳۹)

"اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مؤمن ہو۔"

(۱۲) ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصٰبرین ○ (۳ : ۱۴۲)

"ہاں! کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں جا داخل ہو گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا ہو اور نہ ان کو دیکھا جو ثابت قدم رہنے والے ہوں۔"

(۱۳) وما کان قولھم الا ان قالوا ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اقدامنا وانصرنا علی القوم الکٰفرین ۝ فاٰتٰھم اللہ ثواب الدنیا وحسن ثواب الاٰخرۃ ۝ واللہ یحب المحسنین ۝ (۳ : ۱۴۷، ۱۴۸)

"اور اُن کی زبان سے بھی تو اس کے سوا اور کچھ نہیں نکلا کہ اُنھوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو اور ہمارے کاموں میں ہمارے حد سے نکل جانے کو بخشد یجئے اور ہمکو ثابت قدم رکھئے اور ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے، سو ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بھی بدلا دیا اور آخرت کا بھی عمدہ بدلا، اور اللہ تعالیٰ کو ایسے نیکوکاروں سے محبت ہے"

اس میں اللہ والوں کا معمول یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ثبات قدم و نصرتِ الٰہیہ کی دعا مانگنے سے پہلے اپنے گناہوں اور خطاؤں کی معافی مانگتے تھے، اس سے ثابت ہوا کہ معاصی ثبات قدم و نصرت الٰہیہ سے مانع بن جاتے ہیں۔ ان کے اس عمل کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا و آخرت دونوں میں فلاح و کامیابی سے نوازا، اور اس سے بھی بڑھ کر اپنی محبوبیت کا تمغہ عطا فرمایا۔

(۱۴) ولقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحسونھم باذنہ حتی اذا فشلتم وتنازعتم فی الامر وعصیتم من بعد ما اٰرٰکم ما تحبون منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاٰخرۃ ثم صرفکم عنھم لیبتلیکم ولقد عفا عنکم واللہ ذو فضل علی المؤمنین ۝ (۳ : ۱۵۲)

"اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا تھا جب تم ان کفار کو اللہ کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہانتک کہ جب تم خود کمزور ہو گئے اور حکم میں باہم اختلاف کرنے لگے اور اس کے بعد کہ تمھیں تمہاری خواہش دکھادی گئی تھی، تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض آخرت کے طلبگار تھے، پھر تمھیں ان کفار سے ہٹا دیا تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرے اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بڑے فضل والے ہیں"

اس آیت کی تفسیر پہلے لکھی جا چکی ہے۔

(۱۵) ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون ۝ (۳ : ۱۶۰)

"اگر اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ دیں تب تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا اور اگر تمہارا ساتھ نہ دیں تو اس کے بعد ایسا کون ہے جو تمہارا ساتھ دے، اور صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہیئے"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۱۶) الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم ○ (۳ : ۱۷۲)

"جن لوگوں نے اللہ و رسول کے کہنے کو قبول کر لیا بعد اس کے کہ اُن کو زخم لگا تھا ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں ان کے لئے ثواب عظیم ہے"

(۱۷) انما ذٰلکم الشیطٰن یخوف اولیاءہ فلا تخافوھم وخافون ان کنتم مؤمنین ○ (۳ : ۱۷۵)

"اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ یہ شیطان ہے کہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم اُن سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرنا اگر تم ایمان والے ہو"

معلوم ہوا کہ دشمن سے سخت خطرہ کی حالت میں بھی حفاظت کی مصلحت سے کسی ممنوع کام کا ارتکاب جائز نہیں۔

(۱۸) یٰایھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ○ (۳ : ۲۰۰)

"اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو"

(۱۹) ولقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منھم اثنی عشر نقیبا ط وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللہ قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیاٰتکم ولادخلنکم جنٰت تجری من تحتھا الانھار فمن کفر بعد ذلک منکم فقد ضل سواء السبیل ○ (۵ : ۱۲)

"اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا اور ہم نے اُن میں سے بارہ سردار مقرر کئے اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرمادیا کہ میں تمہارے پاس ہوں اگر تم نماز کی پابندی رکھو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے اور میرے سب رسولوں پر ایمان لاتے رہو گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ کو اچھے طور پر قرض دیتے رہو گے تو میں ضرور تمہارے گناہ تم سے دُور کر دونگا اور ضرور تم کو ایسے باغوں میں داخل کر دوں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص اس کے بعد بھی کفر کریگا تو وہ بیشک راہ راست سے دُور جا پڑا"

(۲۰) ومن یتول اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا فان حزب اللہ ھم الغلبون ○ (۵ : ۵۶)

"اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایمان والوں سے سو اللہ کا گروہ بلاشک غالب ہے"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۲۱) ولو انّھم اقاموا التورٰیۃ والانجیل وما اُنزل الیھم من ربّھم لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم ط (۵ : ۶۶)

"اور اگر یہ لوگ تورات کی اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی اسکی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے۔"

(۲۲) ولو انّ اھل القرٰی اٰمنوا واتّقوا لفتحنا علیھم برکٰتٍ من السّماء والارض ولکن کذّبوا فاخذنٰھم بما کانوا یکسبون ° (۷ : ۹۶)

"اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے، لیکن انھوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔"

(۲۳) قال موسٰی لقومہ استعینوا باللہ واصبروا انّ الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہٖ ط والعاقبۃ للمتّقین ° (۷ : ۱۲۸)

"موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو اور مستقل رہو یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں مالک بنا دیں اور اخیر کامیابی انہی کو ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔"

(۲۴) واورثنا القوم الّذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربھا الّتی بٰرکنا فیھا ط وتمّت کلمت ربّک الحسنٰی علٰی بنی اسرائیل بما صبروا ط ودمّرنا ما کان یصنع فرعون وقومہٗ وما کانوا یعرشون ° (۷ : ۱۳۷)

"اور ہم نے اُن لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کیے جاتے تھے اُس سرزمین کے مشارق و مغارب کا مالک بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں اُن کے صبر کی وجہ سے پورا ہوگیا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے تھے سب کو درہم برہم کر دیا۔"

(۲۵) یٰٓاَیّھا الّذین اٰمنوا اذا لقیتم فئۃً فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلّکم تفلحون ° واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ط انّ اللہ مع الصّٰبرین ° (۸ : ۴۵، ۴۶)

"اے ایمان والو! جب تم کو کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے تو ثابت قدم

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ہو اور اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو اُمید ہے کہ تم کامیاب ہو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور صبر کرو بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔"

دشمن کے مقابلہ میں ثبات قدم کا نسخہ ارشاد فرمایا "کثرت ذکر" اور ذکر اللہ کی روح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہو، اور تعلق مع اللہ معصیت سے مانع ہے۔ پھر آگے مزید تاکید کے لئے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تصریح بھی فرمادی علاوہ ازیں آپس میں تنازع سے منع فرمایا، اور دوسری جگہ رفع تنازع کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا:

فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول (۴ : ۵۹)

یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو۔

(۲۶) وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین ۝ (۸ : ۶۲)

"اور اگر وہ لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہیں، وہ وہی ہے جس نے آپ کو اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے قوت دی۔"

(۲۷) یٰایھا النبی حرض المؤمنین علی القتال ط ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفا من الذین کفروا بانھم قوم لا یفقھون ۝ (۸ : ۶۵)

"اے نبی! آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے۔ اگر تم میں کے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہونگے تو دو سو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں کے سو آدمی ہونگے تو ایک ہزار کفار پر غالب آجائیں گے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔"

(۲۸) الئن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا ط فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ ط واللہ مع الصٰبرین ۝ (۸ : ۶۶)

"اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے سو اگر تم میں کے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہونگے تو دو سو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں ایسے ہونگے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آجائیں گے اور اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہیں۔"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۲۹) وان یریدوا خیانتك فقد خانوا اللہ من قبل فامکن منھم واللہ علیم حکیم ۰ (۸ : ۷۱)

"اور اگر یہ لوگ آپ کے ساتھ خیانت کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو اس سے پہلے انھوں نے اللہ کے ساتھ خیانت کی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو گرفتار کرا دیا، اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔"

(۳۰) فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم ان اللہ یحب المتقین ۰ (۹ : ۷)

"سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں تم بھی اُن سے سیدھی طرح رہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔"

(۳۱) لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ۰ (۹ : ۲۵)

"تم کو اللہ تعالیٰ نے بہت مواقع میں غلبہ دیا اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت پر غرہ ہو گیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کارآمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی پھر تم پیٹھ دیکر بھاگ کھڑے ہوئے۔"

(۳۲) وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ واعلموا ان اللہ مع المتقین ۰ (۹ : ۳۶)

"اور ان مشرکین سے سب لڑنا جیسا کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔ اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقین کا ساتھی ہے۔"

(۳۳) التائبون العٰبدون الحٰمدون السائحون الرٰکعون السٰجدون الآمرون بالمعروف والنٰاھون عن المنکر والحٰفظون لحدود اللہ وبشر المؤمنین ۰ (۹ : ۱۱۲)

"وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع اور سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بُری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدود کا خیال رکھنے والے اور ایسے مؤمنین کو آپ خوشخبری سُنا دیجئے۔"

(۳۴) یٰایھا الذین اٰمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

واعلموا انّ اللّٰہ مع المتّقین ٥ (۹ : ۱۲۳)

"اے ایمان والو! ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہیئے، اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے"

اس میں بھی حالتِ جہاد میں تقویٰ یعنی حدود اللہ سے تجاوز سے بچنے کا حکم فرمایا ہے۔

(۳۵) الا انّ اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون ٥ الّذین اٰمنوا وکانوا یتّقون ٥ لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدّنیا وفی الاٰخرۃ ط لا تبدیل لکلمٰت اللّٰہ ط ذٰلک ھو الفوز العظیم ٥ (۱۰ : ۶۲ تا ۶۴)

"یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں، وہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز رکھتے ہیں، اُن کے لئے دُنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے اللہ کی باتوں میں کچھ فرق ہوا نہیں کرتا یہ بڑی کامیابی ہے"

(۳۶) فاصبر انّ العاقبۃ للمتّقین ٥ (۱۱ : ۴۹)

"سو صبر کیجئے یقیناً نیک انجامی متقین ہی کے لئے ہے"

(۳۷) ویٰقوم استغفروا ربّکم ثمّ توبوا الیہ یرسل السّماء علیکم مدرارا ویزدکم قوّۃ الیٰ قوّتکم ولا تتولّوا مجرمین ٥ (۱۱ : ۵۲)

"اور اے میری قوم تم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ ہو وہ تم پر خوب بارشیں برسا دیگا اور تم کو اور قوت دیکر تمہاری قوت میں ترقی کر دیگا، اور مجرم رہ کر اعراض مت کرو"

(۳۸) انّہ من یتّقّ ویصبر فان اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین ٥ (۱۲ : ۹۰)

"واقعی جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنیوالوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتا"

(۳۹) ثمّ انّ ربّک للّذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثمّ جٰھدوا وصبروا انّ ربّک من بعدھا لغفورٌ رّحیم ٥ (۱۶ : ۱۱۰)

"پھر بیشک آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے کہ جنہوں نے مبتلائے کفر ہونے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور قائم رہے تو آپ کا رب ان کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۴۰) ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصٰلحون ۵ (۲۱ : ۱۰۵)

"اور ہم کتابوں میں لوح محفوظ کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین کے مالک میرے نیک بندے ہونگے"

(۴۱) ان اللہ یدافع عن الذین اٰمنوا ط ان اللہ لا یحب کل خوان کفور ۵ (۲۲ : ۳۸)

"بلاشبہہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے ہٹا دے گا بے شک اللہ تعالیٰ کسی دغاباز کفر کرنے والے کو نہیں چاہتا"

(۴۲) الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ط ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومسٰجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ط ولینصرن اللہ من ینصرہ ط ان اللہ لقوی عزیز ۵ (۲۲ : ۴۰)

"جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا ایک کا دوسرے سے زور نہ گھٹاتا رہتا تو نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے، اور بیشک اللہ تعالیٰ اُس کی مدد کرے گا جو کہ اللہ کی مدد کریگا، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے"

(۴۳) انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا ط واولئک ھم المفلحون ۵ (۲۴ : ۵۱)

"مسلمانوں کا قول تو جبکہ ان کو اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف بُلایا جاتا ہے صرف یہ ہے کہ وہ کہدیتے ہیں کہ ہم نے سُن لیا اور مان لیا، اور ایسے لوگ ہی فلاح پائیں گے"

(۴۴) ومن یطع اللہ ورسولہ ویخش اللہ ویتقہ فاولئک ھم الفائزون ۵ (۲۴ : ۵۲)

"اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اُس کی مخالفت سے بچے بس ایسے ہی لوگ بامراد ہوں گے"

(۴۵) وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا ط یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ط ومن کفر بعد ذٰلک فاولئک ھم الفٰسقون ۵ (۲۴ : ۵۵)

"تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطاء فرمائے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اُن کے لئے پسند کیا ہے اُس کو ان کے لئے قوت دیگا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل بامن کر دیگا، بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں، اور جو شخص اس کے بعد ناشکری کریگا تو یہ لوگ فاسق ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں ایمان واعمال صالحہ پر فتح ونصرت کا وعدہ ہے اور عمل صالح کی بنیاد ترکِ معصیت ہے، معصیت کی وجہ سے فتح اور نصرت ناکامی اور نامرادی سے بدل جاتی ہے، جسکا بیان اوپر گزر چکا ہے

(۴۶) یٰبنیّ اقم الصلوٰۃ وأمر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علیٰ ما اصابک ط ان ذٰلک من عزم الامور ○ (۳۱ : ۱۷)

"بیٹا! نماز پڑھا کرو اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کرو اور بُرے کاموں سے منع کیا کرو اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اُس پر صبر کیا کر، یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔"

نہی عن المنکر جہاد اکبر ہے، اس میں مصائب شدیدہ کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے، اسلئے صبر اور استقامت کا حکم فرمایا۔

(۴۷) ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ○ انّھم لھم المنصورون ○ وانّ جندنا لھم الغٰلبون ○ (۳۷ : ۱۷۱ تا ۱۷۳)

"اور ہمارے خاص بندوں یعنی رسولوں کے لئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے کہ بیشک وہی غالب کئے جائیں گے اور ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے۔"

(۴۸) قل یٰعباد الذین اٰمنوا اتقوا ربکم ط للذین احسنوا فی ھٰذہ الدنیا حسنۃ ط وارض اللہ واسعۃ ط انما یوفی الصٰبرون اجرھم بغیر حساب ○ (۳۹ : ۱۰)

"آپ کہیئے کہ اے میرے ایمان والے بندو! تم اپنے رب سے ڈرتے رہو، جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک صلہ ہے اور اللہ کی زمین فراخ ہے، مستقل رہنے والوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا۔"

(۴۹) انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد ○ (۴۰ : ۵۱)

"ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگانی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس روز میں بھی جس میں کہ گواہی دینے والے کھڑے ہونگے۔"

(۵۰) ونجّینا الذین اٰمنوا وکانوا یتقون ○ (۴۱ : ۱۸)

"اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور ڈرتے تھے۔"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۵۱) انّ الّذین قالوا ربّنا اللّٰہ ثمّ استقاموا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۝ (۴۶ : ۱۳)
"جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے سو ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے"

(۵۲) یٰاَیّھا الّذین اٰمنوا ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم ویثبّت اقدامکم (۴۷ : ۷)
"اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کریگا اور تمہارے قدم جمادے گا"

(۵۳) ذٰلک بانّ اللّٰہ مولی الّذین اٰمنوا وانّ الکٰفرین لا مولی لھم ۝ (۴۷ : ۱۱)
"یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں"

(۵۴) کتب اللّٰہ لاغلبنّ انا ورسلی ط انّ اللّٰہ قوی عزیز ۝ (۵۸ : ۲۱)
"اللہ تعالیٰ نے یہ بات لکھدی ہے کہ میں اور میرے رسول غالب رہیں گے، بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے"

(۵۵) لا تجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخر یوادّون من حاد اللّٰہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم ط اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایّدھم بروح منہ ط ویدخلھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھر خٰلدین فیھا ط رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ ط اولٰئک حزب اللّٰہ ط الا انّ حزب اللّٰہ ھم المفلحون ۝ (۵۸ - ۲۲)
"جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو، ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کردیا ہے اور انکو اپنے فیض سے قوت دی ہے اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہونگی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہونگے، یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے۔ خوب سُن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے"

(۵۶) ومن یتّق اللّٰہ یجعل لہٗ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ط ومن یتوکّل علی اللّٰہ فھو حسبہ ط انّ اللّٰہ بالغ امرہٗ قد جعل اللّٰہ لکلّ شیء قدرا ۝ (۶۵، ۳)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکالدیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا، اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے، اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔"

(۵۷) ومن یتق اللہ یجعل لہٗ من امرہ یسرا ۵ (۶۵ : ۴)

"اور جو شخص اللہ سے ڈریگا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی کر دیگا۔"

(۵۸) فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا ۵ یرسل السماء علیکم مدرارا ۵ ف یمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنّٰت ویجعل لکم انہارا ۵ (۷۱ : ۱۰ تا ۱۲)

"اور میں نے کہا کہ تم اپنے رب سے گناہ بخشواؤ بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے، کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اولاد میں ترقی دیگا اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بہا دیگا۔"

(۵۹) رب المشرق والمغرب لا الہ الا ھو فاتخذہ وکیلا ۵ (۷۳ : ۹)

"وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں تو اُسی کو اپنا کارساز بنالے۔"

(۶۰) وکذٰلک نولی بعض الظّٰلمین بعضًا بما کانوا یکسبون ۵ (۶ : ۱۲۹)

"اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلّط کرتے ہیں انکی بداعمالیوں کی وجہ سے۔"

(۶۱) قال ابن عباس رضی اللہ عنہما تفسیرھا ان اللہ اذا اراد بقوم شرا ولی علیھم شرارھم او خیرا ولی علیھم خیارھم وفی بعض الکتب المنزلۃ انی اعدائی باعدائی ثم انتقم باولیائی (البحر المحیط ص ۲۲۲ ج ۴)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے لئے برائی مقدر فرماتے ہیں تو ان پر بُرے حکام مسلط فرما دیتے ہیں اور کسی قوم کی بھلائی چاہتے ہیں تو ان پر اچھے لوگوں کو حاکم بنا دیتے ہیں، اور بعض آسمانی کتابوں میں ہے میں اپنے دشمنوں کو اپنے دشمنوں کے ذریعہ تباہ کرتا ہوں، پھر ان کو اپنے دوستوں کے ہاتھوں۔"

(۶۲) قال مالک بن دینار قرأت فی الزبور انی انتقم المنافقین بالمنافقین ثم انتقم من المنافقین

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جمیعاً وذلك فی کتاب اللہ قولہ تعالیٰ وکذلك نولی بعض الظالمین بعضاً۔

وقد روی الحافظ ابن عساکر فی ترجمۃ عبد الباقی بن احمد من طریق سعید بن عبد الجبار الکرابیسی عن حماد بن سلمۃ عن عاصم عن ذر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً من اعان ظالماً سلطہ اللہ علیہ وھذا حدیث غریب وقال بعض الشعراء:

وما من ید الا ید اللہ فوقھا

ولا ظالم الا سیبلی بظالم

ومعنی الآیۃ الکریمۃ کما ولینا ھؤلاء الخاسرین من الانس تلك الطائفۃ التی اغوتھم من الجن کذلك نفعل بالظالمین نسلط بعضھم علی بعض جزاء علی ظلمھم وبغیھم (تفسیر ابن کثیر ص ۱۷۶ ج ۲)

"مالک بن دینار رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں نے زبور میں پڑھا ہے: میں منافقوں سے منافقوں کے ذریعہ انتقام لیتا ہوں پھر سب منافقوں سے انتقام لیتا ہوں، اور یہ کتاب اللہ میں بھی ہے وکذلك نولی بعض الظالمین بعضاً،

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو کسی ظالم کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس ظالم کو اس پر مسلط فرما دیتے ہیں۔

اور اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کر دیتے ہیں ان کے ظلم اور سرکشی کی سزا دینے کے لئے۔"

(۶۳) واخرج ابو الشیخ عن منصور بن ابی الاسود قال سألت الاعمش عن قولہ وکذلك نولی بعض الظالمین بعضاً ما سمعتھم یقولون فیہ قال سمعتھم یقولون اذا فسد الناس امر علیھم شرارھم (الدر المنثور ص ۳۶ ج ۳)

"اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے اکابر سے اس آیت کی تفسیر یہ سنی ہے کہ جب لوگ خراب ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ ان پر شریر لوگوں کو حاکم بنا دیتے ہیں۔"

(۶۴) واخرج ابن ابی حاتم وابو الشیخ عن مالك بن دینار مثل ما اخرج عنہ ابن کثیر وقد مرّ نصہ (حوالۂ بالا)

(۶۵) واخرج الحاکم فی التاریخ والبیھقی فی شعب الایمان من طریق یحیی بن ھاشم ثنا یونس بن ابی اسحٰق عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما تکونون

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کذلك یؤمرعلیکم قال البیهقی هذا منقطع ویحیٰی ضعیف (حوالۂ بالا)

"جیسے تم ہوگے ویسے ہی تم پر حاکم مسلط کئے جائیں گے۔"

(۶۶) ابوبکرۃ : کما تکونوا یولی علیکم او یؤمر علیکم (مسند الفردوس للدیلمی ص۳۵۲ ج۳)

"جیسے تم ہوگے ویسے ہی تم پر حاکم مسلط کئے جائیں گے۔"

(۶۷) عن ابی اسحٰق السبیعی کما تکونوا کذلك یولّی علیکم (شعب الایمان للبیهقی ج۶ ص۲۳)

"جیسے تم ہوگے ویسے ہی تم پر حاکم مسلط کئے جائیں گے۔"

(۶۸) قال الامام السخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ : حدیث : کما تکونون یولی علیکم او یومر علیکم، الحاکم ومن طریقه الدیلمی من حدیث یحیٰی بن هاشم حدثنا یونس بن ابی اسحاق عن ابیه اظنه عن ابی بکرة مرفوعًا بهذا، ومن هٰذا الوجه اخرجه البیهقی فی السابع والاربعین بلفظ : یؤمر علیکم، بدون شك وبحذف ابی بکرة، وقال : انه منقطع وراویه یحیٰی فی عداد من یضع (المقاصد الحسنة ص۳۲۶)

(۶۹) وله طریق اخرٰی فاخرجه ابن جمیع فی معجمه والقضاعی فی مسنده من جهة الکرمانی بن عمرو حدثنا مبارك بن فضالة عن الحسن عن ابی بکرة بلفظ : یولی علیکم، بدون شك، وفی سنده الی مبارك مجاهیل۔

(۷۰) عند الطبرانی معناه من طریق عمر وکعب الاحبار والحسن فانه سمع رجلًا یدعو علی الحجاج فقال له : لا تفعل انکم من انفسکم اتیتم انا نخاف ان عزل الحجاج او مات ان یستولی علیکم القردة والخنازیر فقد روی ان اعمالکم عمالکم وکما تکونون یولی علیکم وانشد بعضهم : بذنوبنا دامت بلیتنا، والله یکشفها اذا تبنا، وفی المأثور من الدعوات : اللّٰهمّ لا تسلط علینا بذنوبنا من لا یرحمنا، (المقاصد الحسنة ص۳۲۶)

"حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو حجاج پر بددعا کرتے سنا، آپ نے فرمایا: ایسا مت کرو، تم خود اپنی بداعمالیوں سے اس کو لائے ہو، ہمیں خوف ہے کہ اگر حجاج معزول ہوجائے یا مرجائے تو تم پر بندر اور خنزیر حاکم بنا دیئے جائیں، روایت ہے :

"بے شک تمہارے اعمال تم پر حاکم بنائے جاتے ہیں، اور جیسے تم ہوگے ویسے ہی تم پر حاکم مسلط کئے جائیں گے، ہمارے گناہوں سے ہم پر مصیبتیں مسلط رہتی ہیں، ہم توبہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ان مصائب سے نجات دیں گے، اور دُعاء ماثور میں ہے: یا اللہ! ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہم پر ایسا حاکم مسلط نہ فرما جو ہم پر رحم نہ کرے۔"

(۷۱) واخرج البیهقی عن کعب الاحبار قال ان لکل زمان ملکًا یبعثه الله علی نحو قلوب اهله فاذا اراد صلاحهم بعث علیهم مصلحا واذا اراد هلکتهم بعث علیهم مترفهم (الدر المنثور ص ۳۷۴ ج ۶)

"ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ لوگوں کے قلوب کے حالات کے مطابق بادشاہ مسلط فرماتے ہیں جب ان کی بھلائی چاہتے ہیں تو اچھا حاکم مقدر فرماتے ہیں اور ان کی ہلاکت چاہتے ہیں تو بُرا حاکم مسلط فرماتے ہیں۔"

(۷۲) واخرج البیهقی عن الحسن ان بنی اسرائیل سألوا موسی علیه السلام فقالوا سل لنا ربك یبین لنا علم رضاه عنا وعلم سخطه فسأله فقال یا موسی انبئهم ان رضای عنهم ان استعمل علیهم خیارهم وان سخطی علیهم ان استعمل علیهم شرارهم (حوالۂ بالا)

"اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: لوگوں کو بتادیں کہ ان سے میری رضا کی علامت یہ ہے کہ ان کے لئے اچھا حاکم مقدر کرتا ہوں اور میرے غضب کی علامت یہ ہے کہ ان پر بُرا حاکم مسلط کرتا ہوں۔"

(۷۳) واخرج البیهقی عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه قال حدثت ان موسی اوعیسی قال یا رب ما علامة رضاك عن خلقك قال ان انزل علیهم الغیث ابان زرعهم واحبسه ابان حصادهم واجعل امورهم الی حلمائهم وفیئهم فی ایدی سمحائهم قال یا رب فما علامة السخط قال ان انزل علیهم الغیث ابان حصادهم واحبسه ابان زرعهم واجعل امورهم الی سفهائهم وفیئهم فی ایدی بخلائهم (حوالۂ بالا)

"اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام سے فرمایا: مخلوق سے میری رضا کی علامت یہ ہے کہ میں کھیتی بونے کے وقت بارش برساتا ہوں اور کاٹنے کے وقت روک لیتا ہوں اور ان پر بردبار لوگوں کو حاکم بناتا ہوں، اور ان کی حاجات مالیہ سخی لوگوں کے سپرد کرتا ہوں، اور میرے غضب کی علامت یہ ہے کہ کھیتی کاٹنے کے وقت بارش برساتا ہوں اور بونے کے وقت روک لیتا ہوں اور ان پر احمق لوگوں کو حاکم بناتا ہوں اور ان کی حاجات مالیہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بخیل لوگوں کے سپرد کرتا ہوں "۔

(۷۴) قال العلامۃ الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ : واستدل بہ علی ان الرعیۃ اذا کانوا ظالمین فاللہ تعالیٰ یسلط علیھم ظالما مثلھم و فی الحدیث کما تکونوا یولی علیکم (روح المعانی ص۳۴ ج ۸)

" حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں پر انہی جیسا ظالم حاکم مسلط فرماتے ہیں، اور حدیث میں ہے کہ جیسے تم ہوگے تم پر ویسا ہی حاکم مسلط کیا جائیگا "۔

(۷۵) عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یقول انا اللہ لا الہ الا انا مالک الملوک و ملک الملوک قلوب الملوک بیدی وان العباد اذا اطاعونی حولت قلوب ملوکھم علیھم بالرحمۃ والرأفۃ وان العباد اذا عصونی حولت قلوبھم بالسخطۃ والنقمۃ فساموھم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسکم بالدعاء علی الملوک ولکن اشغلوا انفسکم بالذکر والتضرع کی اکفیکم ملوککم (حلیۃ ص ۳۸۸ ج ۲، مشکوٰۃ ص ۴۲۳)

" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہوں کا مالک ہوں اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں، میرے بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں میں ان کے بادشاہوں کے دل ان کی طرف رحمت اور شفقت سے متوجہ کر دیتا ہوں، اور بندے جب میری نافرمانی کرتے ہیں میں ان کی طرف بادشاہوں کے دل غصہ اور انتقام سے متوجہ کر دیتا ہوں، سو وہ ان کو سخت عذاب چکھاتے ہیں، اس لئے خود کو بادشاہوں پر بددعاء میں مشغول نہ کرو بلکہ خود کو ذکر اللہ اور تضرع میں مشغول کرو تاکہ میں تمہیں تمہارے بادشاہوں کے مظالم سے محفوظ رکھوں "۔

(۷۶) وکذا فی مجمع الزوائد بروایۃ الطبرانی (الاعتدال ص ۸۴)

(۷۷) اذا اراد اللہ بقوم خیرا ولی علیھم حلماءھم وقضی بینھم علماؤھم وجعل المال فی سمحائھم واذا اراد بقوم شرا ولی علیھم سفھاءھم وقضی بینھم جھالھم وجعل المال فی بخلائھم (فر) عن مھران (ض) (الجامع الصغیر ص ۱۷ ج ۱)

" جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی نیکی کی وجہ سے اس کی بھلائی چاہتے ہیں تو ان پر بردبار لوگوں کو حاکم بناتے ہیں، اور ان کے فیصلے علماء کرتے ہیں، اور مال سخی لوگوں کو دیتے ہیں، اور جب کسی قوم کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے لئے برائی مقدر فرماتے ہیں تو احمقوں کو ان پر حاکم بناتے ہیں

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اوران کے فیصلے جاہل لوگ کرتے ہیں، اور مال بخیل لوگوں کو دیتے ہیں۔"

(۷۸) ان اللہ تعالیٰ اذا غضب علی امۃ لم ینزل بھا عذاب خسف ولا مسخ غلت اسعارھا وحبس عنھا امطارھا ویلی علیھا اشرارھا، ابن عساکر عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (الجامع الصغیر ص۶۶ ج۱)

"بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر ناراض ہوتے ہیں اور ان پر زمین میں دھنسانے اور صورتیں مسخ کرنے کا عذاب نازل نہیں فرماتے تو ضرورت کی چیزوں کے نرخ گراں کر دیتے ہیں، اور بارشیں روک لیتے ہیں اور ان پر برے حکام کو مسلط فرما دیتے ہیں۔"

(۷۹) وفی مجمع الزوائد عن جابر رضی اللہ عنہ رفعہ ان اللہ عزوجل یقول انتقم ممن اغضب بمن اغضب ثم اصیر کلا الی النار، رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ احمد بن بکر الباسی ضعیف (الاعتدال ص۸۶)

"بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جن لوگوں پر میرا غضب ہے میں ان سے انہی جیسے مغضوب لوگوں کے ذریعہ انتقام لیتا ہوں پھر سب کو جہنم میں پھینک دیتا ہوں۔"

(۸۰) لا تسبوا الائمۃ وادعوا اللہ لہم بالصلاح فان صلاحہم لکم صلاح (طب) عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ (الجامع الصغیر ص۱۹۹ ج۲) "حکام کو گالیاں نہ دو، ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے صلاحیت کی دعا کیا کرو، کیونکہ ان کی صلاحیت سے تمہاری صلاحیت وابستہ ہے۔"

(۸۱) لا تشغلوا قلوبکم بسب الملوک ولکن تقربوا الی اللہ تعالیٰ بالدعاء لہم یعطف اللہ قلوبھم علیکم، ابن النجار عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (الجامع الصغیر ص۲ ج۲)

"اپنے دلوں کو بادشاہوں کو گالیاں دینے میں مشغول نہ کرو، بلکہ ان کے لئے دعا کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو تم پر مہربان فرما دیں گے۔"

(۸۲) واخرج ابن ابی شیبۃ عن مالک بن مغول قال فی زبور داؤد علیہ السلام مکتوب انی انا اللہ لا الہ الا انا ملک الملوک قلوب الملوک بیدی فایما قوم کانوا علی طاعۃ جعلت الملوک علیھم رحمۃ وایما قوم کانوا علی معصیۃ جعلت الملوک علیھم نقمۃ لا تشغلوا انفسکم بسب الملوک ولا تتوبوا الیھم توبوا الی اعطف قلوبھم علیکم (الدر المنثور ص۱۸۹ ج۴)

"حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور میں لکھا ہے: بیشک میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں ہیں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں، سو جو قوم میری فرمانبردار ہوتی ہے میں بادشاہوں کو ان پر رحمت بنا دیتا ہوں اور جو قوم نافرمان ہوتی ہے میں بادشاہوں کو ان پر عذاب بنا دیتا ہوں، خود کو بادشاہوں کو گالیاں دینے میں مشغول نہ کرو اور انکی طرف توجہ نہ کرو، میری طرف توجہ کرو میں انکے قلوب کو تم پر مہربان کر دونگا۔"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۸۳) عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ابغض المسلمون علماءھم واظھروا عمارۃ اسواقھم وتناکحوا علیٰ جمع الدراھم رماھم اللہ عز وجل باربع خصال بالقحط من الزمان والجور من السلطان والخیانۃ من ولاۃ الاحکام والصولۃ من العدو (مستدرک حاکم ص ۳۲۵ ج ۴)

"جب مسلمان اپنے علماء سے بغض رکھیں گے اور اپنے بازاروں کی عمارت کو ظاہر کریں گے اور مال جمع کرنے پر نکاح کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو چار قسم کے عذاب میں مبتلا کریں گے، قحط، بادشاہ کا ظلم، حکام کی خیانت، دشمنوں کے حملے"

(۸۴) اخرج عبد بن حمید عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر اولیسلطن اللہ علیکم شرارکم ثم لیدعون خیارکم فلا یستجاب لھم (الدر المنثور ص ۳۰۰ ج ۲)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم نیک کاموں کا ضرور حکم کرتے رہو اور برے کاموں سے لازماً روکتے رہو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر بدترین لوگوں کو مسلط فرمادیں گے، پھر تمہارے نیک لوگ دعائیں کریں گے تو ان کی دعائیں قبول نہ ہونگی"

درمنثور اور جامع صغیر میں اس مضمون کی اور بھی بہت سی روایات ہیں۔

(۸۵) عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل لایحملنکم استبطاء الرزق ان تطلبوہ بمعاصی اللہ فانہ لایدرک ما عند اللہ الا بطاعتہ رواہ البغوی فی شرح السنہ والبیھقی فی شعب الایمان۔

"تمہیں رزق میں تأخیر ناجائز ذرائع سے کمانے پر ہرگز برانگیختہ نہ کرے، کیونکہ اللہ کے خزانہ سے اس کو راضی کئے بغیر کچھ نہیں لیا جاسکتا"

(۸۶) عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت الآخرۃ ھمہ جعل اللہ غناہ فی قلبہ وجمع لہ شملہ واتتہ الدنیا وھی راغمۃ ومن کانت الدنیا ھمہ جعل اللہ فقرہ بین عینیہ وفرق علیہ شملہ ولم یأتہ من الدنیا الا ما قدر لہ۔ رواہ الترمذی۔

"جس کے قلب میں آخرت کی اہمیت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو غنا سے بھر دیتے ہیں

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اور اس کی حاجات پوری فرماتے ہیں اور دنیا اس کے پاس ناک رگڑتی آتی ہے، اور جس کے دل میں دنیا کی اہمیت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو فقر و فاقہ سے خوفزدہ رکھتے ہیں اور اسکی حاجات پوری نہیں ہونے دیتے اور دنیا بھی اتنی ہی ملتی ہے جتنی مقدر ہے"۔

(۸۷) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کنت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما فقال یا غلام احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک واذا سألت فاسأل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیء لم ینفعوک الا بشیء قد کتبہ اللہ لک ولو اجتمعوا علی ان یضروک بشیء لم یضروک الا بشیء قد کتبہ اللہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف رواہ احمد والترمذی۔

"اللہ کے احکام کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت کریگا، اللہ کے احکام کی حفاظت کر تو اللہ کو ہر حاجت میں سامنے پائے گا، اور سوال کر تو صرف اللہ سے اور مدد طلب کر تو صرف اللہ سے اور یقین رکھ کہ پوری دنیا ملکر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہے تو اس سے زیادہ نفع ہرگز نہیں پہنچا سکے گی جو اللہ نے تیری قسمت میں لکھا ہے، اور اگر پوری دنیا جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو اس سے زیادہ نقصان ہرگز نہیں پہنچا سکے گی جو اللہ نے تیری تقدیر میں لکھا ہے، تقدیر کے قلم چل چکے اور نوشتہ دفتر خشک ہو چکے"۔

(۸۸) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال ربکم عز وجل لو ان عبیدی اطاعونی لاسقیتھم المطر باللیل واطلعت علیھم الشمس بالنھار ولما اسمعھم صوت الرعد۔ رواہ احمد۔

"اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں ان کو رات میں بارش سے سیراب کروں اور دن کو دھوپ نکال دوں اور ان کو بجلی کی آواز نہ سناؤں"۔

(۸۹) عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی لاعلم آیۃ لو اخذ الناس بھا لکفتھم ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب۔ رواہ احمد وابن ماجۃ۔

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اس پر عمل کریں تو وہ ان کو کافی ہو جائے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ،

"جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ پیدا فرما دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا"

(۹۰) قال حنظلۃ الاسلمی بعث ابوبکر خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما الی اھل الردۃ وامرہ ان یقاتلھم علی خمس خصال فمن ترک واحدۃ من الخمس قاتلہ شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ واقام الصلاۃ وایتاء الزکاۃ وصیام شھر رمضان وحج البیت (خمیس ص۲۰۵ ج۲)

"حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرتدین کے ساتھ جہاد کے لئے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تو ان کو وصیت فرمائی :

"ان سے پانچ چیزوں پر قتال کریں ، کلمۂ شہادت ، نماز ، زکوٰۃ ، روزہ ، حج"

یعنی جو شخص ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے اس سے قتال کریں ۔

(۹۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں "اجنادین" میں رومیوں سے بہت زبردست جنگ ہوئی ، اس میں قصۂ ذیل پیش آیا :

عن ابن اسحق لما تراءای العسکران بعث القلنقار رجلا عربیا فقال لہ ادخل فی ھؤلاء القوم فاقم فیھم یوما ولیلۃ ثم ائتنی بخبرھم فدخل فی الناس رجل عربی لا ینکر علیہ فاقام فیھم یوما ولیلۃ ثم اتاہ فقال لہ ما وراءک فقال لہ باللیل رھبان وبالنھار فرسان ولو سرق ابن ملکھم لقطعوا یدہ ولو زنی لرجم لاقامۃ الحق فیھم فقال لہ القلنقار لئن کنت صدقتنی لبطن الارض خیر من لقاء ھؤلاء علی ظھرھا ولوددت ان اللہ یخلی بینی وبینھم فلا ینصرنی علیھم ولا ینصرھم علیّ (خمیس ص۲۳۵ ج ۲)

"رومیوں کے سپہ سالار نے ایک عربی شخص کو مسلمانوں کے حالات کی تحقیق کرنے کیلئے جاسوس بنا کر بھیجا اور اس سے کہا کہ ایک دن رات مسلمانوں کے لشکر میں رہ کر ان کے حالات کی خبر دے ، چونکہ وہ عربی تھا اس لئے ان میں ایک دن رات بے تکلف رہا ، اس نے واپس جا کر بتایا :

"یہ لوگ رات کو راہب ہیں اور دن میں شہسوار ، یعنی رات بھر اللہ کے سامنے ناک رگڑتے ہیں اور دن بھر گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کرتے ہیں ، اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرے تو حمایت حق کے لئے اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیں اور زنا کرے تو اس کو بھی سنگسار کر دیں"

سپہ سالار نے کہا :

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"اگر تو نے سچ کہا ہے تو ایسے لوگوں کے مقابلہ سے موت بہتر ہے۔"

(۹۲) فکتب الامراء الی ابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یعلمونہما بما وقع من الامر العظیم فکتب الیہما ان اجتمعوا وکونوا جندا واحدا والقوا جنود المشرکین فانتم انصار اللہ واللہ ناصر من نصرہ وخاذل من کفرہ ولن یؤتی مثلکم عن قلۃ ولکن من تلقاء الذنوب فاحترسوا منہا (البدایۃ والنہایۃ ص ۵ ج ۷)

"حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے امراء نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں ہرقل کی فوج کی زبردست کثرت وقوت کی خبر لکھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا:

"تم سب مل کر ایک لشکر بن جاؤ اور مشرکین کا مقابلہ کرو، تم اللہ تعالیٰ کے انصار ہو، اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبرداروں کی مدد فرماتے ہیں اور نافرمانوں کو ذلیل کرتے ہیں، تم قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوسکتے، لیکن معاصی میں مبتلا ہونے سے کثرت عدد کے باوجود مغلوب ہوگے، اس لئے معاصی سے بچو۔"

(۹۳) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ یرموک میں حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی کامیابیوں پر مبارک باد لکھی جس کے ساتھ یہ نصیحت بھی تحریر فرمائی:

ولا یدخلنک عجب فتخسر وتخذل وایاک ان تدل بعمل فان اللہ تعالیٰ لہ المن وہو ولی الجزاء (خمیس ص ۲۲۹ ج ۲)

"تمہارے اندر عجب وغرور ہرگز نہ آنے پائے، اس سے نقصان اٹھاؤ گے اور ذلیل ہوگے، اپنے کسی عمل پر ناز ہرگز نہ کرنا، بلاشبہہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا احسان ہے اور وہی جزاء دینے والا ہے۔"

(۹۴) قال عمر لعتبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما .... فانی ارید اوجہک الی ارض الہند ..... فسر علی برکۃ اللہ واتق اللہ ما استطعت واحکم بالعدل وصل الصلوٰۃ لوقتہا واکثر ذکر اللہ (طبری ص ۹۰ ج ۳)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنا کر یہ وصیت فرمائی:

"حتی الامکان تقویٰ اختیار کرنا اور انصاف سے فیصلہ کرنا اور نماز کو وقت پر ادا کرنا اور ذکر اللہ کثرت سے جاری رکھنا۔"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۹۵) فارسل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقدم علیہ فامرہ علی حرب العراق واوصاہ فقال :

یا سعد بن وھیب لایغرنک من اللہ ان قیل خال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصاحب رسول اللہ فان اللہ عز وجل لایمحوالسیئ بالسیئ لکنہ یمحوالسیئ بالحسن فان اللہ لیس بینہ وبین احد نسب الاطاعتہ فالناس شریفہم ووضیعہم فی ذات اللہ سواء، اللہ ربھم وھم عبادہ یتفاضلون بالعافیۃ ویدرکون ماعندہ بالطاعۃ فانظر الامر الذی رأیت النبی صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم علیہ منذ بعث الی ان فارقنا فالزمہ فانہ الامر ھذہ عظتی ایاک ان ترکتھا ورغبت عنھا حبط عملک وکنت من الخاسرین ولما اراد ان یسرحہ دعاہ فقال انی قد ولیتک حرب العراق فاحفظ وصیتی فانک تقدم علی امر شدید کریہ لایخلص منہ الا الحق فعود نفسک ومن معک الخیر واستفتح بہ، واعلم ان لکل عادۃ عتادا فعتاد الخیر الصبر فالصبر الصبر علی ما اصابک اونابک یجتمع لک وخشیۃ اللہ واعلم ان خشیۃ اللہ تجتمع فی امرین فی طاعتہ واجتناب معصیتہ وانما اطاعہ من اطاعہ ببغض الدنیا وحب الاخرۃ وعصاہ من عصاہ بحب الدنیا وبغض الاخرۃ وللقلوب حقائق ینشئھا اللہ انشاء منھا السر ومنھا العلانیۃ فاما العلانیۃ فان یکون حامدہ وذامہ فی الحق سواء واما السر فیعرف بظھور الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ وبمحبۃ الناس فلاتزھد فی التحبب فان النبیین قد سألوا محبتھم وان اللہ اذا احب عبدا حببہ واذا ابغض عبدا بغضہ فاعتبر منزلتک عند اللہ تعالیٰ بمنزلتک عند الناس ممن یشرع معک فی امرک (طبری ص ۴ ج ۳، البدایۃ والنہایۃ ص ۳۵ ج ۷)

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عراق کی جنگ میں امیر لشکر بنا کر بھیجا تو ان کو یوں نصیحت فرمائی :

"اے سعد! اس پر غرور نہ کرنا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماموں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتے بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتے ہیں، اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کوئی رشتہ نہیں، اس سے صرف بندگی کا معاملہ ہے، اس کے ہاں شریف و ذلیل سب برابر ہیں، باہم تفاوت مراتب ہے تو عافیت نفس اور گناہوں سے بچنے میں ہے، اس کے انعامات اس کی اطاعت سے حاصل ہوتے ہیں، حضور

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی نبوت کے بعد سے وصال تک جو تم نے دیکھی ہے اس کو پیش نظر رکھنا اور اس کو مضبوط پکڑنا، یہ میری خاص نصیحت ہے اگر اس کو تم نے نہ مانا تو عمل ضائع ہوگا اور نقصان اُٹھاؤ گے۔

تم ایک بہت سخت اور دشوار کام کے لئے بھیجے جارہے ہو جس کی ذمہ داریوں سے خلاصی اتباع حق کے سوا اور کسی صورت میں نہیں ہوسکتی، اس لئے اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو بھلائی کا عادی بنانا۔

اللہ کا خوف کرنا اور اللہ کا خوف دو چیزوں میں مجتمع ہے، اس کی اطاعت میں اور اسکی معصیت سے اجتناب میں، اور اللہ کی اطاعت جس کو بھی نصیب ہوئی وہ دنیا سے بغض اور آخرت کی محبت سے نصیب ہوئی، اور جس نے بھی اللہ کی معصیت کی اس نے دنیا کی محبت اور آخرت سے بغض کی وجہ سے کی۔"

(۹۶) وحدث عن خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ من سمعہ یقول شھدت عشرین زحفا فلم ار قوما اصبر لوقع السیوف ولا اضرب بھا ولا اثبت اقداما من بنی حنیفۃ یوم الیمامۃ انا لما فرغنا من طلیحۃ الکذاب ولم تکن لہ شوکۃ قلت کلمۃ والبلاء موکل بالقول وما بنو حنیفۃ ما ھی الا کمن لقینا فلقینا قوما لیسوا یشبھون احدا ولقد صبروا لنا من حین طلعت الشمس الی صلاۃ العصر حتی قتل عدو اللہ (خمیس ص ۲۱۶ ج ۲)

"حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب ہم طلیحہ کذاب سے نبٹ کر فارغ ہوئے اور اس کی شوکت کچھ زیادہ نہ تھی اس کے بعد بنی حنیفہ کی طرف متوجہ ہوئے تو میری زبان سے ایک کلمۂ عجب نکل گیا، اور مصیبت گویائی کے ساتھ وابستہ ہے میں نے کہدیا:

بنی حنیفہ ہیں ہی کیا چیز؟ یہ بھی طلیحہ کی جماعت جیسے ہی ہیں جن سے ہم نبٹ چکے ہیں، مگر جب ہم بنی حنیفہ سے بھڑے تو ہم نے دیکھا کہ ان جیسی کوئی جماعت نہیں، طلوع آفتاب سے لے کر نماز عصر تک وہ برابر مقابلے میں ڈٹے رہے اس کے بعد ان کو شکست ہوئی۔"

منہ سے ایسا ایک کلمہ نکل جانے کا یہ اثر ہوا تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ نصرت کیسے آسکتی ہے؟

(۹۷) قال سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ لینصرن اللہ ولیہ، ولیظھرن اللہ دینہ،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ولیهزمن الله عدوه ان لم یکن فی الجیش بغی او ذنوب تغلب الحسنات

(البدایة والنهایة ص ۶۵ ج ۲)

"حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"اللہ کی قسم! اللہ اپنے دوستوں کی ضرور مدد کریگا اور اپنے دین کو ضرور غالب کرے گا اور اپنے دشمنوں کو ضرور مغلوب کریگا جب تک لشکر میں ظلم نہ ہو اور نیکیوں پر گناہ غالب نہ ہوجائیں"۔

یہ پورا قصہ آگے فتح مدائن کے بیان میں آرہا ہے۔

(۹۸) ونزل سعد رضی الله عنه القادسیة واقام بها شهرا لم یأته من الفرس احد فارسل سعد رضی الله تعالیٰ عنه عاصم بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنه الی میسان فطلب غنما او بقرا فلم یقدر علیها وتحصن منه من هناك فاصاب عاصم رضی الله تعالیٰ عنه رجلا بجانب اجمة فسأله عن البقر والغنم فقال ما اعلم فصاح ثور من الاجمة کذب عدو الله ها نحن! فدخل فاستاق البقر فاتی بها العسکر، قسمه سعد رضی الله تعالیٰ عنه علی الناس فاخصبوا اياما، فبلغ ذلك الحجاج فی زمانه فارسل الی جماعة فسألهم فشهدوا انهم سمعوا ذلك وشاهدوه، فقال کذبتم، قالوا ذلك ان کنت شهدتها وغبنا عنها، قال صدقتم فما کان الناس یقولون فی ذلك، قالوا انه یستدل بها علی رضی الله وفتح عدونا، فقال مایکون هذا والجمع ابرار اتقیاء قالوا ما ندری ما اجنت قلوبهم فاما ما رأینا فما رأینا قط ازهد فی دنیا منهم ولا اشد بغضا لها، لبس فیهم جبان ولا عار ولا غدار، وذلك یوم الاباقر (الکامل لابن الاثیر ص ۴۵۴ ج ۲)

"حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادسیہ میں ایک ماہ قیام فرمایا لشکر کے پاس خورونوش کا سامان نہ رہا تو آپ نے حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میسان کی طرف بھیجا، انھوں نے لشکر کے خورونوش کے لئے کوئی گائے بکری تلاش کی مگر دستیاب نہ ہوئی، اہل فارس کا ایک چرواہا ایک بن کے پاس ملا، اس سے دریافت کیا کہ کوئی گائے بکری مل سکتی ہے؟ اس نے جھوٹ کہدیا کہ مجھے خبر نہیں۔ بن کے اندر سے ایک بیل نے آواز دی:

"کذب عدو الله ها نحن"

"اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا، ہم یہاں موجود ہیں"

عاصم بن میں جاکر اس کو پکڑ لائے، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو لشکر پر

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تقسیم کیا، لوگوں نے کئی دن خوب کھایا۔

حجاج بن یوسف کے زمانہ میں اس کے سامنے اس قصہ کا تذکرہ آیا، اس نے لوگوں کو بلاکر اس کی تصدیق کی، حجاج نے کہا:

"لوگ اس واقعہ سے متعلق کیا خیال کرتے تھے"

انھوں نے کہا:

"لوگ اس واقعہ سے اس پر استدلال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہیں اور فتوحات ان کے ہم رکاب ہیں"

حجاج نے کہا:

"یہ جب ہوسکتا ہے کہ پورا لشکر صالح و متقی ہو"

لوگوں نے کہا:

"لشکر کے دلوں کی بات تو ہمیں معلوم نہیں، لیکن ظاہر میں ہم نے جو کچھ دیکھا وہ یہ ہے کہ دنیا کے بارے میں ان سے زیادہ زاہد اور دنیا کے ساتھ ان سے زیادہ بغض رکھنے والا ہم نے کوئی نہیں دیکھا، ان میں کوئی بزدل اور کوئی شریر اور کوئی غدار نہ تھا"

(۹۹) وقد سأل (هرقل) رجلا ممن اتبعه كان قد اسرع المسلمين، فقال اخبرني عن هؤلاء القوم، فقال اخبرك كأنك تنظر اليهم هم فرسان بالنهار رهبان بالليل، لا يأكلون في ذمتهم الا بثمن، ولا يدخلون الا بسلام، يقفون على من حاربوه حتى يأتوا عليه، فقال لئن كنت صدقتني ليملكن موضع قدمي هاتين

(البدایۃ والنہایۃ ص۵۳ ج۷، طبری ص۹۹ ج۳)

ایک شخص مسلمانوں کی قید سے نکل کر ہرقل کے پاس پہنچا تو ہرقل نے اس سے مسلمانوں کے حالات دریافت کئے، اس نے کہا:

"یہ لوگ دن میں شہسوار ہیں رات میں راہب، ذمیوں سے بھی کوئی چیز بلا قیمت نہیں لیتے، ایک دوسرے سے جب بھی ملتے ہیں تو سلام کرتے ہیں، جنگ میں جب تک دشمن پر غالب نہیں آجاتے میدان نہیں چھوڑتے"

ہرقل نے کہا:

"اگر تو نے سچ بتایا ہے تو وہ اس جگہ کے مالک بن کر رہیں گے"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

یہاں صرف وہ آیات و احادیث و آثار نقل کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے جو بلا قصد استقصاء صرف سرسری توجہ سے ذہن میں آگئیں، ورنہ اس مضمون کی سب آیات و احادیث کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل ضخیم جلد بن جائے۔

ان میں سے بعض میں فوز و فلاح کے لئے صراحۃً شرطِ تقویٰ مذکور ہے اور بعض میں مقتضیات تقویٰ، یعنی ایمان باللہ، تعلق مع اللہ، توکل علی اللہ، صبر و استقامت وغیرہا۔

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دوسرے جن حضرات نے ہر فیصلہ اور ہر اقدام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو پیش نظر رکھا اور قادر مطلق کے قانون اور اس کی رضا جوئی کو ہر سیاست و مصلحت پر مقدم رکھا، اللہ تعالیٰ نے ہر مرحلہ اور ہر قدم پر ان کو فتح و نصرت سے ہمکنار و کامران فرمایا اور تمام تر اسباب ظاہرہ کے سراسر خلاف ایسے ذرائع سے مدد فرمائی جن کو اہل دنیا کی عقل ناممکن سمجھتی ہے، بطور مثال اس قسم کے چند واقعات نقل کئے جاتے ہیں:

(۱) عن ابن المنکدر انّ سفینۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخطأ الجیش بارض الروم او اسر فانطلق هاربا یلتمس الجیش فاذا هو بالاسد فقال یاابا الحرث انا مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان من امری کیت وکیت فاقبل الاسد له بصبصة حتّٰی قام الی جنبه کلّما سمع صوتا اهوی الیه ثمّ اقبل یمشی الی جنبه حتّٰی بلغ الجیش ثم رجع الاسد، رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ ص۵۴۵)

"حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روم میں لشکر سے بچھڑ گئے، یا قید سے چھوٹ کر بھاگے، اچانک ایک شیر سامنے آگیا، انھوں نے اس سے فرمایا:

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں، لشکر سے بچھڑ گیا ہوں"

وہ شیر دُم ہلاتا ہوا ان کے ساتھ ہولیا، جہاں کہیں کوئی خطرہ کی آواز سنتا وہ اس طرف جھپٹتا، اس سے نمٹ کر پھر ان کے ساتھ چلنے لگتا، حتّٰی کہ ان کو لشکر تک پہنچا کر واپس چلا گیا"

(۲) خلافت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں حضرت عقبۃ بن نافع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح افریقہ کے بعد مصالح جہاد کے پیش نظر وہاں ایک نیا شہر "قیروان" بسایا، اس شہر کی بنیاد کا قصہ یہ ہے:

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

فجمع عقبة حينئذ اصحابه وقال : ان اهل هذه البلاد قوم لاخلاق لهم، اذا عضهم السيف اسلموا واذا رجع المسلمون عنهم عادوا الى عادتهم ودينهم، ولست ارى نزول المسلمين بين اظهرهم رأيا، وقد رأيت ان ابنى ههنا مدينة يسكنها المسلمون، فاستصوبوا رأيه فجاؤوا الى موضع القيروان وهى فى طرف البرّ وهى اجمة عظيمة وغيضة لا يشقها الحيات من تشابك اشجارها، وقال انما اخترت هذا الموضع ليبعده من البحر لئلا تطرقها مراكب الروم فتهلكها وهى فى وسط البلاد، ثم امر اصحابه بالبناء فقالوا :

هذه غياض كثيرة السباع والهوام فنخاف على انفسنا هنا، وكان عقبة مستجاب الدعوة فجمع من كان فى عسكره من الصحابة رضى الله تعالى عنهم وكانوا ثمانية عشر ونادى : اينها الحشرات والسباع نحن اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فارحلوا عنّا فانّا نازلون فمن وجدناه بعد قتلناه، فنظر الناس يومئذ الى امر هائل، كان السبع يحمل اشباله والذئب يحمل اجراءه والحية تحمل اولادها وهم خارجون اسرابا اسرابا فحمل ذلك كثيرا من البربر على الاسلام ثم اختطّ دار الامارة واختط الناس حوله واقاموا بعد ذلك اربعين عاما لا يرون فيها حيّة ولا عقربا، (معجم البلدان ص ۴۲۰ ج ۴)

"حضرت عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فوجیوں نے کہا :

"یہاں درندے اور سانپ بچھو وغیرہ موذی جانور بہت ہیں، اس لئے ہمیں یہاں ٹھہرنے میں خطرہ ہے"

حضرت عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لشکر سے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع کیا جو اٹھارہ تھے، پھر اعلان کیا :

"اے زمین کے اندر رہنے والے موذی جانورو اور درندو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، یہاں رہنا چاہتے ہیں، اس لئے تم یہاں سے چلے جاؤ، اس کے بعد تم میں سے جس کو بھی ہم پائیں گے قتل کر دیں گے"

سو لوگوں نے خوفناک منظر دیکھا کہ شیر، بھیڑیئے اور سانپ اپنے بچوں کو اٹھائے غول در غول بھاگے جا رہے ہیں، یہ دیکھ کر دشمن کی قوم "بربر" کے بہت سے لوگ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مسلمان ہو گئے۔

اس کے بعد یہ حضرات وہاں چالیس سال رہے، اس عرصہ میں انھوں نے وہاں نہ کوئی سانپ دیکھا نہ بچھو۔"

(۳) ذکر فتح المدائن وملک کسریٰ :

لما فتح سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نهر شیر واستقر بها، وذلك فی صفة لم یجد فیها احدًا ولا شیئًا مما یغنم، بل قد تحولوا بکما هم الی المدائن وركبوا السفن وضموا السفن الیهم، ولم یجد سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیئًا من السفن وتعذر علیه تحصیل شیء منها بالکلیة، وقد زادت دجلة زیادة عظیمة واسودّ ماؤها، ورمت بالزبد من کثرة الماء بها، واخبر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بان کسریٰ یزدجرد عازم علی اخذ الاموال والامتعة من المدائن الی حلوان، وانه ان لم تدرکه قبل ثلاث فات علیك وتفارط الامر، فخطب سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ المسلمین علی شاطئ دجلة، فحمد اللہ واثنی علیه وقال ان عدوکم قد اعتصم منکم بهذا البحر فلا تخلصون الیهم معه، وهم یخلصون الیکم اذا شاؤا فینا وشونکم فی سفنهم، ولیس وراءکم شیء تخافون ان تؤتوا منه، وقد رأیت ان تبادروا جهاد العدو وبنیاتکم قبل ان تحصرکم الدنیا، الا انی قد عزمت علی قطع هذا البحر الیهم، فقالوا جمیعًا: عزم اللہ لنا ولك علی الرشد فافعل، فعند ذلك ندب سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ الناس الی العبور ویقول: من یبدأ فیحمی لنا الفراض - یعنی ثغرة المخاضة من الناحیة الاخری - لیجوز الناس الیهم آمنین، فانتدب عاصم بن عمرو وذو البأس من الناس قریب من ستمائة، فأمّر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیهم عاصم بن عمرو فوقفوا علی حافة دجلة فقال عاصم: من ینتدب معی لنکون قبل الناس دخولا فی هذا البحر فنحمی الفراض من الجانب الآخر؟ فانتدب له ستون من الشجعان المذکورین - والاعاجم وقوف صفوفًا من الجانب الآخر - فتقدم رجل من المسلمین وقد احجم الناس عن الخوض فی دجلة، فقال: اتخافون من هذه النطفة؟ ثم تلا قوله تعالیٰ:

"وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابًا مؤجلا"

ثم اقتحم فرسه فیها واقتحم الناس، وقد افترق الستون فرقتین اصحاب

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الخیل للذکور : واصحاب الخیل الاناث ، فلما رأهم الفرس یطفون علی وجه الماء قالوا: دیوانا دیوانا ، یقولون مجانین مجانین ، ثم قالوا : واللہ ما تقاتلون انسًا بل تقاتلون جنًا ، ثم ارسلوا فرسانا منهم فی الماء یلتقون اوّل المسلمین لیمنعوهم من الخروج من الماء ، فامر عاصم بن عمرو اصحابه ان لیشرعوا لهم الرماح و ینوخوا الاعین ، ففعلوا ذلك بالفرس فقلعوا عیون خیولهم ، فرجعوا امام المسلمین لا یملکون کف خیولهم حتی خرجوا من الماء واتبعهم عاصم واصحابه فساقوا وراءهم حتی طردوهم عن الجانب الأخر ، ووقفوا علی حافة الدجلة من الجانب الأخر ونزل بقیة اصحاب عاصم من الستمائة فی دجلة فخاضوها حتی وصلوا الی اصحابهم من الجانب الأخر فقاتلوا مع اصحابهم حتی نفوا الفرس عن ذلك الجانب وکانوا یسمون الکتیبة الاولی کتیبة الاهوال ، وامیرها عاصم بن عمرو ، والکتیبة الثانیة الکتیبة الخرساء وامیرها القعقاع بن عمرو ، وهذا کله وسعد والمسلمون ینظرون الی ما یصنع هؤلاء الفرسان بالفرس ، وسعد رضی اللہ تعالی عنه واقف علی شاطئ دجلة ، ثم نزل سعد بقیة الجیش ، وذلك حین نظروا الی الجانب الأخر قد تحصن بمن حصل فیه من الفرسان المسلمین ، وقد امر سعد رضی اللہ تعالی عنه المسلمین عند دخول الماء ان یقولوا :

"نستعین باللہ ونتوکل علیه ، حسبنا اللہ ونعم الوکیل ، ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم"

ثم اقتحم بفرسه دجلة واقتحم الناس لم یتخلف عنه احد ، فسار وافیها کأنما یسیرون علی وجه الارض حتی ملؤا ما بین الجانبین ، فلا یری وجه الماء من الفرسان والرجالة ، وجعل الناس یتحدثون علی وجه الماء کما یتحدثون علی وجه الارض ، وذلك لما حصل لهم من الطمانینة والامن ، والوثوق بامر اللہ ووعده ونصره وتأییده ، ولان امیرهم سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنه احد العشرة المشهود لهم بالجنة ، وقد توفی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وهو عنه راض ، ودعا له ، فقال :

"اللهم اجب دعوته ، وسدد رمیته"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

والمقطوع به ان سعدًا دعا لجیشه هذا فی هذا الیوم بالسلامة والنصر، وقد رمی بهم فی هذا الیم فسد دهم الله وسلمهم، فلم یفقد من المسلمین رجل واحد غیر ان رجلًا واحدًا یقال له غرقدة البارقی، زل عن فرس له شقراء، فاخذ القعقاع بن عمرو بلجامها، واخذ بید الرجل حتی عدله علی فرسه، وکان من الشجعان، فقال:

"عجز النساء ان یلدن مثل القعقاع بن عمرو"

ولم یعدم للمسلمین شیء من امتعتهم غیر قدح من خشب لرجل یقال له مالک بن عامر، کانت علاقته رشاة فاخذه الموج فدعا صاحبه الله عزّ وجلّ، وقال:

"اللّٰهمّ لا تجعلنی من بینهم یذهب متاعی"۔

فرده الموج الی الجانب الذی یقصدونه فاخذه الناس ثم ردوه علی صاحبه بعینه، وکان الفرس اذا اعیا وهو فی الماء یقیض الله له مثل النشز المرتفع فیقف علیه فیستریح، وحتی ان بعض الخیل لیسیر ومایصل الماء الی حزامها، وکان یومًا عظیما وامرًا هائلا، وخطبًا جلیلا، وخارقًا باهرًا، ومعجزة لرسول الله صلی الله علیه وسلم خلقها الله لاصحابه لم یر مثلها فی تلک البلاد، ولا فی بقعة من البقاع، سوی قضیة العلاء بن الحضرمی المتقدمة، بل هذا اجل واعظم، فان هذا الجیش کان اضعاف ذلک، قالوا: وکان الذی یساییر سعد بن ابی وقاص فی الماء سلمان الفارسی، فجعل سعد رضی الله تعالی عنه یقول:

"حسبنا الله ونعم الوکیل، والله لینصرن الله ولیه ولیظهرن الله دینه، ولیهزمن الله عدوه، ان لم یکن فی الجیش بغی او ذنوب تغلب الحسنات"

فقال له سلمان:

"ان الاسلام جدید، ذلّت لهم والله البحور کما ذلل لهم البر، اما والذی نفس سلمان بیده لیخرجن منها افواجًا کما دخلوا افواجا"

فخرجوا منه کما قال سلمان لم یغرق منهم احد، ولم یفقدوا شیئا۔

ولما استقل المسلمون علی وجه الارض خرجت الخیول تنفض اعرافها صاهلة، فساقوا وراء الاعاجم حتی دخلوا المدائن، فلم یجدوا بها احدًا، بل قد اخذ کسری اهله وما قدروا علیه من الاموال والامتعة والحواصل وترکوا ما عجزوا عنه من

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الانعام والثیاب والمتاع، والأنیة والالطاف والادهان مالایدری قیمته، وکان فی خزانة کسری ثلاثة آلاف الف الف دینار ثلاث مرات فاخذوا من ذلک ما قدروا علیه وترکوا ما عجزوا عنه وهو مقدار النصف من ذلک او ما یقاربه، فکان اوّل من دخل المدائن کتیبة الاهوال ثم الکتیبة الخرساء، فاخذوا فی سککها لایلقون احدًا ولا یخشونه غیر القصر الابیض ففیه مقاتلة وهو محصن -

فلمّا جاء سعد رضی الله تعالیٰ عنه بالجیش دعا اهل القصر الابیض ثلاثة ایام علی لسان سلمان الفارسی، فلما کان الیوم الثالث نزلوا منه وسکنه سعد واتخذ الایوان مصلّی، وحین دخله تلا قوله تعالیٰ :

" کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم، ونعمة کانوا فیها فاکهین کذلک واورثناها قومًا آخرین"

ثم تقدم الی صدره فصلی ثمان رکعات صلاة الفتح، وذکر سیف فی روایته انه صلاها بتسلیمة واحدة وانه جمع بالایوان فی صفر من هذه السنة فکانت اوّل جمعة جمعت بالعراق، وذلک لان سعدًا رضی الله تعالیٰ عنه نوی الاقامة بها، وبعث الی العیالات فانزلهم دورا لمدائن واستوطنوها، حتی فتحوا جلولاء وتکریت والموصل، ثم تحولوا الی الکوفة بعد ذلک کما سنذکره، ثم ارسل السرایا فی اثر کسری یزدجرد فلحق بهم طائفة فقتلوهم وشردوهم واستلبوا منهم اموالا عظیمة، واکثر ما استرجعوا من ملابس کسری وتاجه وحلیه، وشرع سعد رضی الله تعالیٰ عنه فی تحصیل ما هنالک من الاموال والحواصل والتحف مما لایقوم ولایحد ولایوصف کثرة وعظمة، وقد روینا انه کان هنالک تماثیل من جص فنظر سعد رضی الله تعالیٰ عنه الی احدها واذا هو یشیر باصبعه الی مکان، فقال سعد : ان هذا لمیوضع هکذا اسدی فاخذوا ما یسامت اصبعه فوجدوا تحتها کنزًا عظیما من کنوز الاکاسرة الاوائل، فاخرجوا منه اموالا عظیمة جزیلة، وحواصل باهرة وتحفًا فاخرة واستحوذ المسلمون علی ما هنالک اجمع مما لم یر احد فی الدنیا اعجب منه، وکان فی جملة ذلک تاج کسری وهو مکلل بالجواهر النفیسة التی تحیر الابصار، ومنطقته کذلک وسیفه وسواره وقباؤه وبساط ایوانه، وکان مربعًا ستون ذراعا فی مثلها من کل جانب، والبساط

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مثلہ سواء، وھو منسوج بالذھب واللآلئ والجواھر الثمینۃ، وفیہ مصور جمیع ممالک کسریٰ، بلادہ بانھارھا وقلاعھا، واقالیمھا، وکنوزھا، وصفۃ الزروع والاشجار التی فی بلادہ، فکان اذا جلس علی کرسی مملکتہ ودخل تحت تاجہ، وتاجہ معلق بسلاسل الذھب، لانہ کان لایستطیع ان یقلہ علی رأسہ لثقلہ، بل کان یجیء فیجلس تحتہ ثم یدخل رأسہ تحت التاج وسلاسل الذھب تحملہ عنہ، وھو یسترہ حال لبسہ، فاذا رفع الحجاب عنہ خرت لہ الامراء سجودا۔ وعلیہ المنطقۃ والسوار ان والسیف والقباء المرصع بالجواھر فینظر فی البلدان واحدۃ واحدۃ، فیسأل عنھا ومن فیھا من النواب، وھل حدث فیھا شیء من الحوادث؟ فیخبرہ بذلک ولاۃ الامور بین یدیہ۔ ثم ینتقل الی الاخریٰ، وھکذا حتی یسأل عن احوال بلادہ فی کل وقت لایمھل امر المملکۃ، وقد وضعوا ھٰذا البساط بین یدیہ تذکارا لہ بشأن الممالک وھو اصلاح جید منھم فی امر السیاسۃ فلما جاء قدر اللہ زالت تلک الایدی عن تلک الممالک والاراضی وتسلمھا المسلمون من ایدیھم قسرا، وکسروا شوکتھم عنھا واخذوھا بامر اللہ صافیۃ ضافیۃ، وللہ الحمد والمنۃ

(البدایۃ والنھایۃ ص۶۴ ج ۷، طبری ص۱۱۹ ج ۳)

"کسریٰ تک پہنچنے میں دریائے دجلہ حائل تھا، امیر لشکر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انتہائی کوشش کے باوجود کوئی کشتی نہ مل سکی، ادھر دجلہ میں بہت زبردست طوفان بپا تھا، بہت ہولناک موجوں کے تصادم سے دریا جھاگ پھینک رہا تھا، پانی بالکل سیاہ نظر آرہا تھا، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دجلہ کے کنارے پر اپنے لشکر سے خطاب فرمایا، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا:

"دشمن تک پہنچنے کے لئے اس دریا کو عبور کئے بغیر کوئی راستہ نہیں، میں نے اس سمندر کو قطع کرکے دشمن تک پہنچنے کا فیصلہ کرلیا ہے"

پورے لشکر نے اس فیصلہ کا پرجوش خیر مقدم کیا، آپ نے حکم دیا:

"دریا میں گھوڑے ڈالدو"

دشمن نے یہ منظر دیکھا تو چلانے لگے: "دیوانے دیوانے"

پھر آپس میں کہنے لگے:

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"تم انسانوں سے قتال نہیں کر رہے، تمہارے مقابلہ میں جنات ہیں"

دریا میں گھوڑے اُتارتے وقت حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر کو یہ کلمات کہنے کا حکم دیا:

"نستعین باللہ ونتوکل علیہ، حسبنا اللہ ونعم الوکیل، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم"

پھر آپ نے دریا میں گھوڑا ڈال دیا، ساتھ ہی پورے لشکر نے بھی بے دھڑک دریا میں اپنے گھوڑے ڈال دیئے، ایک شخص نے دریا میں گھوڑا ڈالتے وقت کہا:

"اس نطفہ سے ڈرتے ہو؟"

پھر اس نے یہ آیت پڑھی:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا (۳ - ۱۴۵)

"اور اللہ کے حکم کے بغیر کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں، اسکی معین میعاد لکھی رہتی ہے"

دریا میں ایسے اطمینان سے باہم باتیں کرتے جا رہے تھے جیسے زمین پر چل رہے ہوں، اگر کوئی گھوڑا تھک جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے دریا میں ٹیلہ بلند فرما دیتے، وہ اس پر رُک کر تازہ دم ہو کر پھر دریا میں چلنے لگتا، دریا کے سفر میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے تھے:

"حسبنا اللہ ونعم الوکیل، واللہ لینصرنّ اللہ ولیّہ، ولیظهرن اللہ دینہ ولیهزمن اللہ عدوہ، ان لم یکن فی الجیش بغی او ذنوب تغلب الحسنات"

"اللہ کی قسم! اللہ اپنے دوستوں کی ضرور مدد کرے گا اور اپنے دین کو ضرور غالب کریگا اور اپنے دشمنوں کو ضرور مغلوب کرے گا جب تک لشکر میں ظلم نہ ہو اور نیکیوں پر گناہ غالب نہ ہو جائیں"

اللہ تعالیٰ کی مدد سے پورا لشکر صحیح سلامت دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا، گھوڑے دریا سے نکلے تو پُھریریاں لیکر اپنی گردنوں کے بال جھاڑ رہے تھے اور مستی سے ہنہنا رہے تھے۔

لشکر مدائن میں داخل ہوا تو اس کو بالکل خالی پایا، کسریٰ اپنی فوج سمیت وہاں سے بھاگ گیا تھا، مسلمانوں نے بے حد و حساب بے بہا خزانے پائے"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وبعث ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ العلاء الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی البحرین الی اھل الردّۃ ، وفی حیاۃ الحیوان بعث العلاء الحضرمی الی البحرین فسلکوا مفازۃ وعطشوا عطشا شدیدا حتی خافوا الھلاک فنزل وصلی رکعتین ثم قال یاحلیم یا علیم یا علی یاعظیم اسقنا فجاءت سحابۃ کأنھا جناح طائر فقعقعت علیھم وامطرت حتّی ملؤا الأنیۃ وسقوا الرکاب قال ثم انطلقنا حتی اتینا دارین والبحر بیننا وبینھم وفی روایۃ اتینا علی خلیج من البحر ماخیض فیہ قبل ذلک الیوم ولاخیض بعد فلم نجد سفنا وکان المرتدون قد احرقوا السفن فصلی رکعتین ثم قال یاحلیم یا علیم یاعلیّ یا عظیم اجزنا ثم اخذ بعنان فرسہ ثم قال جوزوا بسم اللہ ، قال ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فمشینا علی الماء فواللہ ما ابتل لنا قدم ولاخف ولاحافر وکان الجیش اربعۃ آلاف ، وفی روایۃ وکان البحر مسیرۃ یوم وسخرھجر ، وفی الاکتفاء سار العلاء الحضرمی الی الخط حتی نزل علی الساحل فجاءہ نصرانی فقال لہ ما الی ان دللتک علی مخاضۃ تخوض منھا الخیل الی دارین قال وما تسألنی قال اھل بیت بدارین قال ھم لک فخاض بہ وبالخیل الیھم فظھر علیھم عنوۃ وسبی اھلھا ثم رجع الی عسکرہ ، وقال ابراھیم بن ابی حبیبۃ حبس لھم البحر حتی خاضوا الیھم وجاوزہ العلاء واصحابہ مشیا علی ارجلھم وکانت تجری فیہ السفن قبل ثم جرت فیہ بعد فقاتلھم فاظفرہ اللہ بھم وسلموا لہ ما کانوا منعوا من الجزیۃ التی صالحھم علیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویروی انہ کان للعلاء بن الحضرمی ومن کان معہ جؤار الی اللہ تعالیٰ فی خوض ھذا البحر فاجاب اللہ دعاءھم وفی ذلک یقول عفیف بن المنذر وکان شاھدا معھم ،

الم تر ان اللہ ذلل بحرہ ... وانزل بالکفار احدی الجلائل

دعانا الذی شق البحار فجاءنا ... باعظم من فلق البحار الاوائل

(خمیس ص ۲۲۱ ج ۲)

"حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین سے جہاد کے لئے حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بناکر بحرین کی طرف بھیجا ، ایک خشک میدان پر گزر ہوا ، لوگ پیاس کی شدت کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچ گئے ، حضرت علاء رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اُترے دو رکعتیں پڑھیں ، پھر یہ دُعا کی :

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"یاحلیم یاعلیم یاعلیّ یاعظیم اسقنا"

ایک نہایت معمولی سا بادل اُٹھا اور فوراً اس زور سے برسا کہ سب نے پیا، برتنوں کو بھر لیا رسواریوں کو پلایا، یہاں سے نبٹ کر دشمن کے تعاقب کے لئے دارین کا قصد کیا، وہاں پہنچنے کے لئے سمندر کو عبور کرنا پڑتا تھا، سمندر ایسا زبردست تھا کہ اس میں کبھی بھی کوئی نہ اس سے پہلے داخل ہوسکا نہ بعد، مرتدین نے کشتیاں بھی جلا ڈالی تھیں تاکہ مسلمان ان کا تعاقب نہ کرسکیں حضرت علاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو رکعتیں پڑھ کر دعاء کی :

"یاحلیم یا علیم یاعلیّ یاعظیم اجزنا"

پھر گھوڑے کی باگ پکڑ کر سمندر میں کود پڑے اور لشکر سے فرمایا :

"اللہ کا نام لے کر کود جاؤ"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

"ہم پانی پر چل رہے تھے، اللہ کی قسم! نہ ہمارا قدم بھیگا نہ موزہ بھیگا نہ گھوڑوں کے سُم بھیگے اور چار ہزار کا لشکر تھا"

بعض روایات میں ہے کہ یہ سمندر ایک دن کی مسافت تھا۔

عفیف بن منذر اس جہاد میں شریک تھے انھوں نے اس بارے میں دو شعر کہے جن کا ترجمہ یہ ہے :

"کیا تو دیکھتا نہیں کہ اللہ نے سمندر کو مطیع کردیا، اور کفار پر کتنی سخت مصیبت نازل کی۔

ہم نے اس پاک ذات کو پکارا جس نے بنی اسرائیل کے لئے سمندر کو ساکن کردیا تھا، اس نے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل سے بھی زیادہ اعانت کا معاملہ فرمایا"

⑤ اوپر نمبر ۳۸ میں بیل کا قصہ

اللہ تعالیٰ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واضح ارشادات اور مذکورہ واقعات سے ثابت ہوا کہ کامیابی کا صحیح طریقہ صرف یہی ہے کہ سیاست میں صرف مشروع وجائز طریقے اختیار کئے جائیں، پھر اگر صورۃً کامیابی نہ بھی ہوئی تو حقیقی کامیابی یعنی رضائے الٰہی تو بہرحال حاصل ہے، اور انسان مکلف بھی اسی کا ہے کہ جائز اسباب اختیار کرے اور نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے۔ پھر خواہ غالب ہو یا مغلوب، ظاہراً کامیاب ہو یا ناکام بہرصورت عند اللہ کامیاب ہے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی کافر نے اچانک نیزہ مارا خون کا فوارہ پھوٹ پڑا، آپ نے ہاتھ میں خون لیکر چہرے پر ملا اور فرمایا : فزت ورب الکعبۃ، "رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا"

دیکھئے بظاہر ناکام ہونے کے باوجود خود کو کامیاب سمجھ رہے ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے :

ومن یقاتل فی سبیل اللہ فیقتل او یغلب فسوف نؤتیہ اجرا عظیما (۴-۷۴)

قل ھل تربصون بنا الا احدی الحسنیین ط (۹-۵۲)

ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التورٰۃ والانجیل والقراٰن ط (۹-۱۱۱)

ان نصوص میں ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے جہاد کرتے ہیں ظاہراً کامیاب ہوں یا ناکام دونوں صورتوں میں بشارتیں ہیں اس لئے کہ اصل مقصد یعنی رضائے الٰہی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اور حدود کی پابندی اور ان کے قوانین پر استقامت کی صورت میں زندہ رہیں یا مرجائیں بہرصورت کامیابی ہی کامیابی ہے ؎

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو ❊ دل شدہ مبتلائے تو ہرچہ کنی رضائے تو

قرآن مجید میں جگہ جگہ فلاح و فوز کی بشارتیں اور کامیابی کے تمغے صرف ان لوگوں کو عطا کئے گئے ہیں جو ہر حال میں اپنے مالک کی بیان فرمودہ حدود پر قائم رہتے ہیں۔ اولئک ھم المفلحون — اولئک ھم الفائزون — قد افلح المؤمنون۔ الآیات — ان الانسان لفی خسر الا الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت الآیۃ

اس قسم کی متعدد آیات میں ہر حالت میں فرمانبردار بندوں کو کامیاب بتایا گیا ہے، خواہ بظاہر وہ ناکام ہی کیوں نہ ہوں۔ اصل کامیابی رضائے مالک کی تحصیل ہے جو صرف اسکی اطاعت اور ترک معصیت ہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اگر ظاہری کامیابی کو مقصود سمجھ لیا جائے تو اس پر لازم آئیگا کہ معاذ اللہ! بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کامیاب نہیں ہوئے اسلئے کہ ان کو حکومت نہیں ملی، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بعض نبی ایسے بھی گزرے ہیں کہ ان پر صرف ایک شخص ایمان لایا اور بعض پر ایک شخص بھی ایمان نہیں لایا، اور قرآن کریم میں کئی مقامات میں تصریح ہے کہ بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کر دیا گیا، تو کیا معاذ اللہ! یہ سب ناکام رہے؟ ہرگز نہیں، بس کامیابی کے معنی یہ ہیں کہ تحصیل رضائے مولیٰ کی خاطر اس کے بتائے ہوئے قواعد وضوابط پر ثابت قدم رہے وفقنا اللہ الجمیع لما یحب ویرضیٰ، وھو العاصم من جمیع الفتن، وله الحمد اوّلا وآخرا۔

۲۴ رمضان ۹۷ ہجری

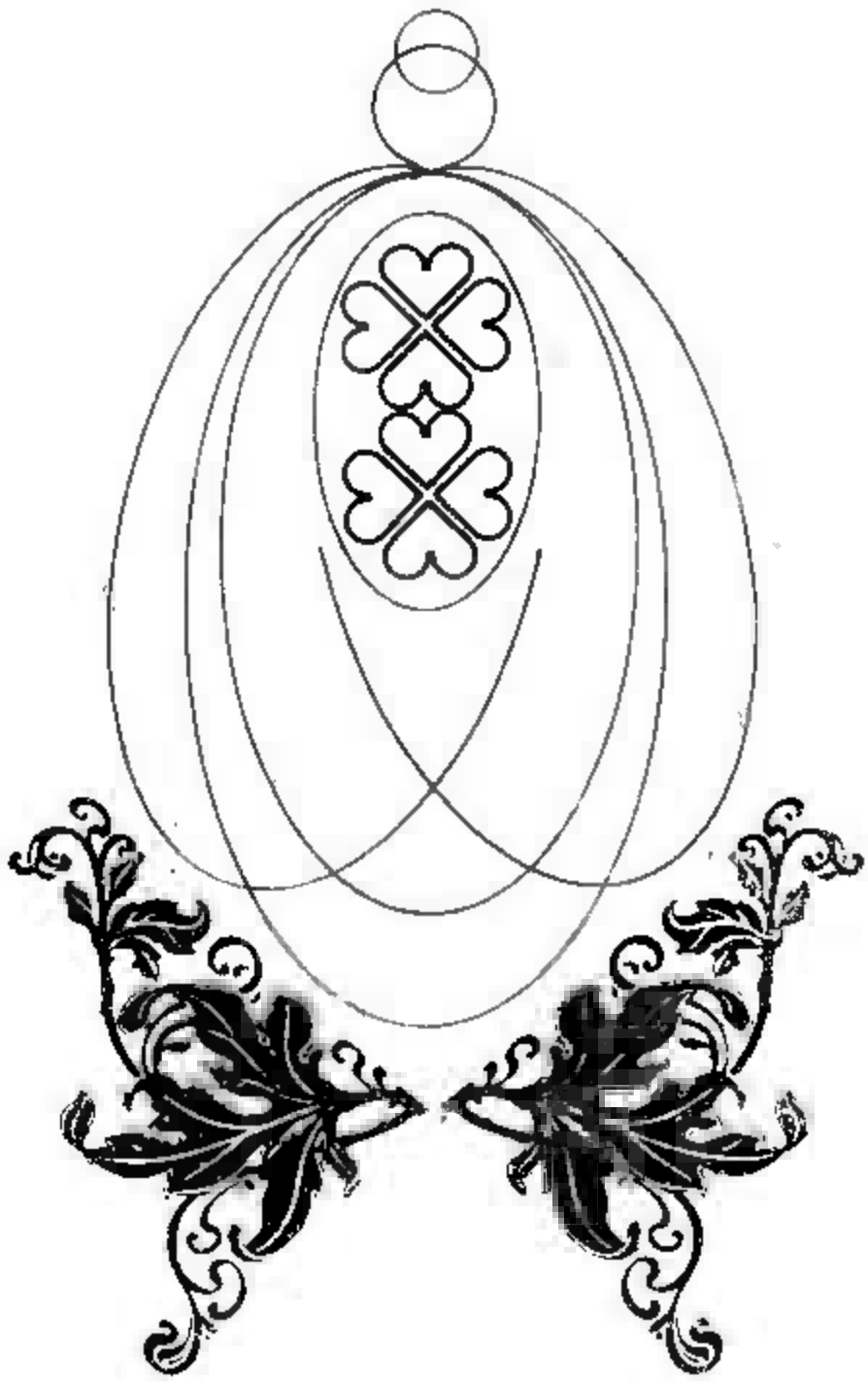

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے سیاسی افکار

— تحریر مولانا محمد تقی عثمانی —

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ سے اللہ تعالیٰ نے دین کے ہر شعبے میں جو عظیم خدمات لیں اُن کی نظیر ماضی کی کئی صدیوں میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ مسلمانوں کی دینی ضرورت کا شاید ہی کوئی موضوع ایسا ہو جس پر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کا کوئی مفصل یا مختصر کام موجود نہ ہو۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف، مواعظ اور ملفوظات اپنے دَور کی دینی ضروریات پر مشتمل ہیں اور زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں دین کی تعلیمات کو انھوں نے کسی نہ کسی شکل سے واضح کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔

اس وقت میرے پیشِ نظر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے سیاسی افکار کی تشریح و توضیح ہے۔ اگرچہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کسی بھی حیثیت سے کوئی سیاسی شخصیت نہیں تھی اور نہ سیاست آپ کا خصوصی موضوع تھا، لہٰذا آپکی کوئی تصنیف خالصۃً سیاست کے موضوع پر موجود نہیں ہے، لیکن چونکہ اسلام کے احکام دین کے دوسرے شعبوں کی طرح سیاست سے بھی متعلق ہیں اس لئے اسلامی احکام کی تشریح و وضاحت کے ضمن میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے سیاسی احکام پر بھی اپنی تصانیف اور مواعظ و ملفوظات میں مختصر مگر جامع بحثیں فرمائی ہیں جن میں اسلامی احکام کی توضیح کے ساتھ ساتھ عہدِ حاضر کے دوسرے سیاسی نظاموں اور سیاست کے میدان میں پائی جانے والی فکری اور عملی گمراہیوں پر بھی بھرپور تبصرے شامل ہیں۔ اس مقالے میں انہی بحثوں کا ایک ایسا مطالعہ مقصود ہے جس کے ذریعے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے بیان کے مطابق سیاست کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا ایک واضح تصور اُبھر کر سامنے آسکے۔

آج کی دُنیا میں جو سیاسی نظام عملاً قائم ہیں، ان کے گئے ہوئے تصورات لوگوں

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کے دل و دماغ پر اس طرح چھائے ہوئے ہیں کہ ان کے اثرات سے اپنی سوچ کو آزاد کرنا بہت مشکل ہوگیا ہے، ان سیاسی نظاموں نے کچھ چیزوں کو اچھا اور کچھ کو بُرا قرار دیکر اپنے ان نظریات کا پروپیگنڈا اتنی شدت کے ساتھ کیا ہے کہ لوگ اس کے خلاف کچھ کہنے یا کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ اوّل تو اس لئے کہ پروپیگنڈے کی مہیب طاقتوں نے ذہن ہی ایسے بنا دیئے ہیں کہ انھوں نے ان نظریات کو ایک مُسلّم سچائی کے طور پر قبول کرلیا ہے، اور دوسرے اس لئے کہ اگر کوئی شخص عقلی طور پر ان نظریات سے اختلاف بھی رکھتا ہو تو ان کے خلاف کچھ بولنا دُنیا بھر کی ملامت اور طعن و تشنیع کو دعوت دینے کے مترادف ہے، لہٰذا وہ خاموشی ہی میں عافیت سمجھتا ہے۔

اس بنا پر جب آج کی دُنیا میں اسلام کی سیاسی تعلیمات کی تشریح کی جاتی ہے تو اچھے اچھے لوگ، جن میں بہت سے علماء بھی داخل ہیں، اپنے ذہن کو زمانے کے ان فیشن ایبل تصوّرات سے آزاد نہیں کرپاتے، اور اس کے نتیجے میں جب وہ اسلام کے مطلوب سیاسی ڈھانچے کی تفصیلات بیان کرتے ہیں تو ان تصوّرات کو مُستعار لے کر اس ڈھانچے میں فِٹ کرنا ضروری خیال کرتے ہیں، اس طرح اس نازک موضوع پر التباس اور خلط مبحث کی اتنی تہیں چڑھتی چلی گئی ہیں کہ حقیقتِ حال چھُپ کر رہ گئی ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ سے اللہ تعالیٰ نے چودھویں صدی میں دین کی تجدید کا عظیم الشان کام لیا، اور یہ کام وہی شخص کرسکتا ہے جس پر قرآن و سُنّت اور مآخذِ شریعت کا پختہ رنگ اس طرح چڑھا ہوا ہو کہ کوئی دوسرا رنگ اس پر نہ چڑھ سکے۔ ایسا شخص زمانے کو جانتا ضرور ہے، لیکن قبول وہی بات کرتا ہے جو اس پختہ رنگ کے مطابق ہو۔ وہ اپنی آنکھیں پوری طرح کھُلی رکھتا ہے، لیکن گردو پیش میں ہونے والے پروپیگنڈے کے شور و شغب سے مرعوب نہیں ہوتا۔ اور اگر بالفرض ساری دُنیا کسی ایک سمت میں چلی جائے تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کی توفیقِ خاص سے اُسی بات پر ڈٹا رہتا ہے جو مآخذ شریعت کی رُو سے سچی اور کھری ہو اور اس کے اظہار میں کوئی مرعوبیت یا شرم یا مخلوق کا خوف اس کے آڑے نہیں آتا۔

سیاست کے معاملے میں بھی حکیم الامت قدس سرہٗ نے دین کی صراطِ مستقیم پر اسی ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا، اور اس دَور میں جب بہت سے باطل نظریات کی آمیزش نے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سیاست کے بارے میں اسلامی تعلیمات کو دُھندلا کر دیا تھا، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص سے ان تعلیمات کو اپنی صحیح شکل وصورت میں پیش کیا اور پروپیگنڈے کے کسی شور وشغب سے مرعوب نہیں ہوئے۔

چونکہ آجکل کی سیاست (جس میں وہ سیاست بھی داخل ہے جس کا مقصد اسلام کا نفاذ بتایا جاتا ہے) ایک خاص رُخ پر چل رہی ہے، اور اس میں بعض باتوں کو اُصولِ موضوعہ کے طور پر اس طرح مسلّم سمجھ لیا گیا ہے کہ ان کے خلاف کا تصور ہی ذہنوں میں نہیں آتا، اسلئے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ سیاسی افکار ان سیاسی ذہنوں کو یقیناً اجنبی محسوس ہوں گے جو بنیادی طور پر مغربی انداز سیاست سے متأثر ہیں لیکن حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ افکار آپ کے ذاتی افکار نہیں ہیں، بلکہ ان کی بنیاد قرآن وسُنّت اور خلافت راشدہ کے طرزِ عمل پر ہے اور اُنکے پیچھے نقلی اور عقلی دلائل کی مضبوط طاقت ہے، اس لئے ان کا مطالعہ اور ان پر ٹھنڈے دل اور غیر جانبدار ذہن سے غور کرنا ضروری ہے تاکہ حقیقت حال واضح ہوسکے۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے سیاسی افکار کو میں تین حصّوں میں منقسم کر کے پیش کرنا چاہتا ہوں:

① اسلام میں سیاست کا مقام۔
② اسلام کا نظامِ حکومت اور حکومت کے فرائض۔
③ اسلام میں سیاسی جدّوجہد کا طریقِ کار۔

① اسلام میں سیاست کا مقام :

سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ دین میں سیاست کا مقام کیا ہے؟ اور دین میں ایک صحیح سیاسی نظام کے قیام کی اہمیت کس درجے میں ہے؟ عیسائیت کا یہ باطل نظریہ بہت مشہور ہے۔

"قیصر کا حق قیصر کو دو، اور کلیسا کا حق کلیسا کو"۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ مذہب کا سیاست میں کوئی عمل دخل نہیں ہے، اور مذہب و سیاست دونوں کا دائرہ عمل مختلف ہے، دونوں کو اپنے اپنے دائرے میں ایک دوسرے کی مداخلت کے بغیر کام کرنا چاہیئے، دین وسیاست کی تفریق کا یہی نظریہ عہدِ حاضر میں ترقی کر کے "سیکولرزم" کی شکل اختیار کر گیا جو آج کے نظامہائے سیاست میں مقبول ترین نظریہ سمجھا جاتا ہے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ظاہر ہے کہ اسلام میں اس نظریئے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اسلام کی تعلیمات چونکہ ہر شعبۂ زندگی سے متعلق ہیں جن میں سیاست بھی داخل ہے، اس لئے اسلام میں سیاست کو دین و مذہب سے بے تعلق رکھنے کا کوئی جواز موجود نہیں ہے۔

چنانچہ عہدِ حاضر میں بہت سے مسلمانوں نے عیسائیت اور سیکولرزم کے اس باطل نظریئے کی پُرزور تردید کی، اور یہ ثابت کیا کہ سیاست کو دین سے الگ نہیں کیا جاسکتا، بقولِ اقبال مرحوم ع

جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

لیکن سیکولرزم اور دین و سیاست کی تفریق کے اس نظریئے کی پُرزور تردید کرتے ہوئے بہت سے مسلمان مفکّرین اور اہلِ قلم سے ایک نہایت باریک غلطی واقع ہوگئی جو دیکھنے میں بڑی باریک اور معمولی تھی، لیکن اس کے اثرات بہت دُور رس تھے۔ اس باریک غلطی کو ہم مختصر لفظوں میں بیان کرنا چاہیں تو اسے اس طرح تعبیر کرسکتے ہیں کہ انھوں نے "سیکولرزم" کی تردید کے جوش میں سیاست کو اسلامی بنانے کے بجائے اسلام کو سیاسی بنادیا، کہنا یوں تھا:

"سیاست کو دین سے الگ نہ ہونا چاہیئے"

لیکن کہا یوں:

"دین کو سیاست سے الگ نہیں ہونا چاہیئے"

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اسلام کے بہت سے احکام سیاست و حکومت سے متعلق ضرور ہیں اور ایمان کا تقاضا بھی یہ ہے کہ ہر مسلمان اسلام کے دوسرے احکام کی طرح ان احکام پر بھی بقدرِ استطاعت عمل کرنے اور کرانے کی کوشش کرے، حاکم کا فرض ہے کہ وہ اسلامی احکام کو نافذ کرے اور انہی احکام کے مطابق حکومت کرے اور عوام کا فرض ہے کہ وہ شرعی احکام کے مطابق ایسی حکومت کے قیام کی کوشش اور اگر وہ قائم ہوجائے تو اس کی اطاعت کریں۔

لیکن عہدِ حاضر کے بعض مفکّرین اور مصنّفین، جنہوں نے سیکولرزم کی تردید میں کام کیا، تردید کے جوش میں اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ انھوں نے سیاست اور حکومت کو اسلام کا مقصودِ اصلی، اس کا حقیقی نصب العین اور بعثتِ انبیاء علیہم السلام کا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مطمحِ نظر، بلکہ انسان کی تخلیق کا اصل ہدف قرار دیدیا اور اسلام کے دوسرے احکام مثلاً عبادات وغیرہ کو نہ صرف ثانوی حیثیت دیدی، بلکہ انھیں اسی مقصودِ اصلی یعنی "سیاست" کے حصول کا ایک ذریعہ اور اس کی تربیت کا ایک طریقہ قرار دیدیا۔

اس انتہا پسندی کا پہلا زبردست نقصان تو یہ ہوا کہ اسکے نتیجے میں دین کی مجموعی تصویر اور اسکی ترجیحات کی ترتیب (ORDER OF PRIORITY) اُلٹ کر رہ گئی، جو چیز وسیلہ تھی وہ مقصد بن کر ہمہ وقت دل و دماغ پر چھا گئی، اور جو مقصد تھا وہ ایک غیر اہم وسیلہ بن کر پس منظر میں چلا گیا، چنانچہ اس طرزِ فکر کے تحت ذہن کچھ اس طرح کا بن گیا کہ ایک مسلمان کا اصل مقصد زندگی سیاست اور حکومت کی اصلاح ہونا چاہیئے، کام وہی کام ہے جو اس راستے میں انجام دیا جائے، قربانی وہی قربانی ہے جو اس راہ میں پیش کی جائے، اور مثالی انسان وہی انسان ہے جس نے اس کام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر دن رات اس کے لئے وقف کر رکھے ہوں۔ اور دین کے دوسرے شعبوں مثلاً طاعات وعبادات، زہد و تقویٰ، اصلاحِ نفس اور خشیت و انابت وغیرہ کی نہ صرف یہ کہ کوئی خاص اہمیت باقی نہ رہی، بلکہ جو شخص ان کاموں میں مشغول ہو اسکے بارے میں یہ تصور قائم کر دیا گیا کہ گویا وہ مبادی میں اُلجھا ہوا ہے اور دین کے بنیادی مقاصد سے دُور ہے۔

دوسرا نقصان یہ ہوا کہ جب اسلام کا مقصدِ اصلی سیاست وحکومت قرار پایا، اور عبادات وغیرہ کے احکام کی حیثیت محض وسیلے کی ہوگئی تو یہ ایک بدیہی بات ہے کہ کبھی کبھی وسائل کو مقصد پر قربان بھی کرنا پڑتا ہے، اور مقصد کے حصول کے لئے اگر کبھی کسی وسیلے میں کچھ اونچ نیچ یا کمی بیشی بھی ہو جائے تو وہ گوارا کر لی جاتی ہے۔ لہٰذا مذکورہ انتہا پسندی کے نتیجے میں شعوری یا غیر شعوری طور پر اس بات کی بڑی گنجائش پیدا ہوگئی کہ سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے عبادات وغیرہ کے احکام میں کوئی کمی کوتاہی بھی ہو جائے تو وہ قابلِ ملامت نہیں، کیونکہ وہ ایک بڑے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہوئی ہے۔

سیاست کو دین کا ایک شعبہ نہیں، بلکہ دین کا مقصودِ اصلی قرار دینے کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے تجارت ومعیشت بھی دین کا ایک شعبہ ہے، اس حیثیت

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سے دین کے بہت سے احکام تجارت و معیشت سے بھی متعلق ہیں بلکہ کسب حلال کے بہت سے فضائل بھی احادیث میں وارد ہوئے ہیں، اب اگر ان فضائل کے پیش نظر کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ دین کا اصل مقصد ہی تجارت و معیشت اور کسب حلال ہے تو یہ بات اتنی غلط ہوگی کہ اس پر دلائل قائم کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

بعینہ اسی طرح سیاست اس معنی میں دین کا ایک شعبہ ضرور ہے کہ دین کے بہت سے احکام اس سے متعلق ہیں اور اسکے بہت سے فضائل بھی قرآن و حدیث میں وارد ہوئے ہیں لیکن ان فضائل کی بنیاد پر اسکو دین کا مقصود اصلی قرار دینا ایسی ہی غلطی ہے جیسے تجارت و معیشت کو دین کا اصل نصب العین قرار دینا۔

لیکن چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں جب سے مسلمانوں میں مغربی استعمار سے آزاد ہونے کی تحریکات شروع ہوئیں، اسوقت سے وہ انتہا پسندانہ طرز فکر عام ہوتا گیا جس میں سیاست کو "خلافت فی الارض" اور "حکومتِ الٰہیہ" وغیرہ کے عنوانات سے دین کا بنیادی مقصد قرار دے لیا گیا۔ طرز فکر کی اس غلطی نے مسلمانوں میں اتنی آسانی سے اپنی جگہ بنائی کہ اچھے اچھے لوگوں کو یہ احساس نہ ہوسکا کہ ان کے فکر و عمل کا کانٹا تبدیل ہوگیا ہے۔ "سیاسی استقلال" کی ضرورت و اہمیت اس درجہ ذہنوں پر چھائی ہوئی تھی کہ اس باریک مگر دور رس غلطی پر غور کر کے "دین میں سیاست" کا صحیح مقام متعین کرنے کی فرصت ہی نہ تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تصور بعض حضرات نے شعوری طور پر اختیار کیا اور بعض نے غیر شعوری طور پر، اور تحریکات کے اجتماعی عمل نے اس پر ایسی مہر ثبت کردی کہ اچھے اچھے اہلِ علم کو بھی کانٹے کی اس تبدیلی کا احساس نہ ہوسکا۔

اس ماحول میں احقر کے علم کے مطابق حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس باریک غلطی کو دوٹوک لفظوں میں واضح فرمایا اور قرآن و سنت کے دلائل سے ثابت کیا کہ دین میں سیاست کا صحیح مقام کیا ہے؟

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"وہ لوگ جن کو اگر ہم زمین کی حکومت عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض انجام دیں، اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔"

اس سے واضح ہے دیانات مقصود بالذات ہیں، اور سیاسیات و جہاد مقصودِ اصلی نہیں، بلکہ اقامتِ دیانات کا وسیلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیانت اور احکامِ دیانت تو انبیاء علیہم السلام کو مشترک طور پر سب کو دیئے گئے اور سیاسیات و جہاد سب کو نہیں دیا گیا، بلکہ جہاں ضرورت و مصلحت سمجھی گئی حکومت دی گئی ورنہ نہیں۔ وسائل کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ ضرورت ہی کے لئے دیئے جاتے ہیں۔

شاید کسی کو یہ شبہہ ہو کہ دوسری آیات میں تو اسکے خلاف مضمون موجود ہے جس سے دیانت کا وسیلہ ہونا اور تمکین فی الارض اور سیاست کا مقصود ہونا سمجھ میں آرہا ہے اور وہ یہ ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ۔

"تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے لئے قوت دیگا۔"

یہاں ایمان و عملِ صالح کو شرط قرار دیا جارہا ہے تمکین فی الارض کی، جس سے تمکین و سیاست کا مقصود اصلی ہونا لازم آتا ہے۔

سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں ایمان اور عمل صالح پر تمکین و شوکت کا وعدہ کیا گیا ہے اور بطور خاصیت کے شوکت کا دین پر مرتب ہونا ذکر فرمایا گیا ہے، پس دین پر سیاست و قوت موعود ہوئی لیکن موعود کا مقصود ہونا ضروری نہیں، ورنہ آیت کریمہ:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ۔

"اور اگر یہ لوگ تورات کی اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی (یعنی قرآن) اس کی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے۔"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جس میں اقامتِ تورات و انجیل و قرآن، یعنی عمل بالقرآن پر وسعتِ رزق کا وعدہ کیا گیا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ دین سے یہ مقصود ہے؟ بلکہ دین پر موعود ہے کہ دیندار بھوکا ننگا نہیں رہ سکتا، پس موعود کا مقصود ہونا ضروری نہیں۔ یہاں بھی ایمان و عملِ صالح پر شوکت و قوت اور سیاست وغیرہ موعود ہیں جو بطور خاصیت اس پر مرتب ہوں گی، نہ کہ مقصود جو اسکی غایت کہلائے۔

بہرحال! واضح ہوا کہ سیاست و دیانت میں سیاست وسیلہ ہے اور دیانت مقصودِ اصلی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سیاست کسی درجے میں بھی مطلوب نہیں، بلکہ اس کا درجہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ خود مقصودِ اصلی نہیں اور دیانت خود مقصودِ اصلی ہے۔"

(اشرف السوانح جلد ۴ (خاتمۃ السوانح) صفحہ ۲۹،۲۸ طبع ملتان)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک صفحے کی اس مختصر مگر انتہائی پُرمغز اور جامع تقریر میں اللہ تعالیٰ کی توفیقِ خاص سے موضوع کو اسقدر واضح فرمادیا ہے کہ اس میں کوئی اشتباہ باقی نہیں رہا جس کا خلاصہ یہ ہے:

"نہ وہ سیکولر نظریہ درست ہے کہ سیاست و حکومت میں دین کا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیئے، اور نہ یہ خیال صحیح ہے کہ دین کا اصلی مقصد سیاست و حکومت ہے، واقعہ یہ ہے کہ دین کا اصل مقصد بندے کا اپنے اللہ سے تعلق قائم کرنا ہے جسکا مظاہرہ عبادات و طاعات کے ذریعے ہوتا ہے۔ سیاست و حکومت بھی اسی مقصد کی تحصیل کا ایک ذریعہ ہے جو نہ بجائے خود مقصد ہے اور نہ اقامتِ دین کا مقصد اس پر موقوف ہے، بلکہ وہ حصولِ مقاصد کے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے۔

لہٰذا اسلام میں وہی سیاست و حکومت مطلوب ہے جو اس مقصد میں ممد و معاون ہو، اس کے برعکس جو سیاست اس مقصد کو پورا کرنے کے بجائے دین کے اصل مقاصد میں کتر بیونت کرکے انھیں مجروح کرے، وہ اسلامی سیاست نہیں ہے خواہ اس کا نام "اسلامی" رکھدیا گیا ہو۔"

② اسلام کا نظامِ حکومت:

قرونِ وسطیٰ میں یورپ کے اندر جو شخصی حکومتیں عام طور سے رائج رہی ہیں وہ مطلق العنان بادشاہتیں تھیں جن میں بادشاہ کی زبان قانون کی حیثیت رکھتی تھی اور اس

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

پر کوئی قانونی قدغن عائد نہیں ہوتی تھی۔ اس مطلق العنان حکمرانی کے نتیجے میں ظلم وستم اور ناانصافیوں کا بازار گرم رہا، اس لئے اس کے خلاف یورپ میں شدید ردِّ عمل ہوا۔ "شخصی حکومت" کو بذاتِ خود نہایت معیوب سمجھا جانے لگا اور اسکی جگہ "جمہوریت" کو ایک مثالی طرزِ حکومت کے طور پر پیش کیا گیا، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ شخصی حکومتیں ختم ہوگئیں اور ان کی جگہ جمہوری نظامِ حکومت وجود میں آیا، بیشتر ملکوں میں جمہوریت قائم کی گئی، یہاں تک کہ جمہوریت کو ایک ایسا فیشن ایبل نظامِ حکومت سمجھا جانے لگا جو سیاست میں عدل وانصاف اور حق وصداقت کا ضامن ہے۔ چنانچہ گزشتہ (ہجری) صدی سے لے کر اب تک جتنی سیاسی تحریکیں اُٹھی ہیں، اُن کے ذہن میں "جمہوریت" کی حیثیت (معاذ اللہ) ایک ایسے "کلمۂ طیبہ" کی ہوگئی ہے جس کے بغیر آج کے دور میں سیاست کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

دُنیا بھر پر چھائے ہوئے اس پروپیگنڈے کا نتیجہ یہ ہوا کہ عہدِ حاضر میں جو سیاسی جماعتیں اسلام کا نام لے کر اُٹھی ہیں، ان کی اکثریت بھی نہ صرف یہ کہ جمہوریت کو ایک مُسلّم اُصول قرار دے کر آگے بڑھی ہے، بلکہ انھوں نے بھی اپنے مقاصد میں جمہوریت کے قیام کو سرِ فہرست رکھا ہے اور خود اپنی جماعت کو بھی جمہوری ڈھانچے پر تعمیر کیا ہے۔ چنانچہ اسی ضمن میں یہ دعوے بھی بکثرت کئے گئے ہیں کہ جمہوریت اسلام کے عین مطابق ہے بلکہ اسلام نے جمہوریت ہی کی تعلیم دی ہے، کسی نے بہت احتیاط کی تو یہ کہدیا کہ جمہوریت کے جو اجزاء اسلام کے خلاف ہیں، ہم ان کے قائل نہیں ہیں، لہٰذا ہماری جمہوریت "اسلامی جمہوریت" ہے۔

یہ تصوّرات ہمارے دَور میں اسقدر مشہور ہوگئے ہیں کہ ان کے خلاف کچھ سوچنا یا کہنا دنیا بھر کی لعنت وملامت کو اپنے سر لینے کے مترادف ہے، اور اگر ایسے ماحول میں کوئی شخص جمہوری حکومت کے بجائے شخصی حکومت کی حمایت کرے تو ایسا شخص تو آج کی سیاسی فضا میں تقریباً کلمۂ کفر کہنے کا مرتکب سمجھا جانے لگا ہے۔

لیکن جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور خالص دین کی دعوت وتجدید کے لئے منتخب فرمایا ہو، وہ زمانے پر چھائے ہوئے تصوّرات اور خوشنما نعروں سے مرعوب و متأثر نہیں ہوتا، بلکہ ہر حال میں حق کو حق اور باطل کو باطل قرار دیتا ہے چنانچہ حکیم الامت

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے کبھی ایک لمحے کے لئے بھی یہ تسلیم نہیں فرمایا کہ اسلام نے جمہوریت کی تعلیم دی ہے یا جمہوریت اسلام کے عین مطابق ہے۔ اس کے بجائے انھوں نے اپنے متعدد مواعظ و ملفوظات و تصانیف میں جمہوریت پر نہایت جاندار تنقیدیں کی ہیں اور اپنے دینی نقطۂ نظر سے اس کی خرابیوں کو واضح فرمایا ہے۔

عام طور سے جمہوریت کے متعلق لوگوں کے ذہنوں میں صرف اتنا خیال رہا کہ مطلق العنان بادشاہت کے مقابلے میں یہ نظام عوام کو آزادئ اظہارِ رائے عطا کرتا ہے اور حکمرانوں پر ایسی پابندیاں عائد کرتا ہے جن کے ذریعے وہ بے مُہار نہ ہوسکیں۔ اور چونکہ اسلام نے "مشاورت" کا حکم دیا ہے، اس لئے "جمہوریت" کو "مشاورت" کے ہم معنیٰ سمجھ کر لوگوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ "جمہوریت" عین اسلام ہے۔ حالانکہ بات اتنی سادہ نہیں ہے، درحقیقت "جمہوری نظامِ حکومت" کے پیچھے ایک مستقل فلسفہ ہے جو دین کے ساتھ ایک قدم بھی نہیں چل سکتا، اور جس کے لئے سیکولرزم پر ایمان لانا تقریباً لازمی شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔

جمہوریت کی حقیقت واضح کرنے کے لئے یہ جملہ مشہور ہے:

"IT IS A GOVERNMENT OF THE PEOPLE BY THE PEOPLE FOR THE PEOPLE"

جمہوریت عوام کی حکومت کا نام ہے جو عوام کے ذریعے اور عوام کے فائدے کے لئے قائم ہوتی ہے۔

لہٰذا "جمہوریت" کا سب سے پہلا رُکنِ اعظم یہ ہے کہ اس میں عوام کو حاکمِ اعلیٰ تصور کیا جاتا ہے اور عوام کا ہر فیصلہ جو کثرتِ رائے کی بُنیاد پر ہوا ہو وہ واجب اور ناقابلِ تنسیخ سمجھا جاتا ہے۔ کثرتِ رائے کے اس فیصلے پر کوئی قدغن اور کوئی پابندی عائد نہیں کی جاسکتی۔ اگر دستورِ حکومت عوامی نمائندوں کے اختیارِ قانون سازی پر کوئی پابندی بھی عائد کردے (مثلاً یہ کہ وہ کوئی قانون قرآن و سُنّت کے یا بنیادی حقوق کے خلاف نہیں بنائے گی) تو یہ پابندی اس لئے واجب التعمیل نہیں ہوتی کہ یہ عوام سے بالاتر کسی اتھارٹی نے عائد کی ہے۔ یا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جسے ہر حال میں ماننا ضروری ہے، بلکہ صرف اس لئے واجب التعمیل سمجھی جاتی ہے کہ یہ پابندی خود کثرت رائے نے عائد کی ہے۔ لہٰذا اگر کثرتِ رائے کسی وقت چاہے تو اسے منسوخ بھی کر سکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جمہوریت نے کثرتِ رائے کو (معاذاللہ) خدائی کا مقام دیا ہوا ہے کہ اس کا کوئی فیصلہ رَد نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اسی بنیاد پر مغربی ممالک میں بد سے بدتر قوانین کثرت رائے کے زور پر مسلسل نافذ کئے جاتے رہے ہیں، اور آج تک نافذ کئے جا رہے ہیں۔ زنا جیسی بدکاری سے لے کر ہم جنسی جیسے گھناؤنے عمل تک کو اسی بُنیاد پر سندِ جواز عطا کی گئی ہے، اور اس طرزِ فکر نے دُنیا کو اخلاقی تباہی کے آخری سرے تک پہنچا دیا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے کثرتِ رائے کے اس جمہوری فلسفے پر جا بجا تبصرے فرما کر اس کی کمزوری کو واضح کیا ہے۔

قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

"اور اگر آپ زمین والوں کی اکثریت کی اطاعت کریں گے تو وہ آپ کو اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیں گے۔"

کثرتِ رائے کو معیارِ حق قرار دینے کے خلاف اس سے زیادہ واشگاف اعلان اور کیا ہو سکتا ہے؟ لیکن زمانے پر چھائے ہوئے نظریات سے مرعوب ہو کر مسلمانوں میں بھی یہ خیال تقویت پا گیا کہ جس طرف کثرتِ رائے ہوگی وہ بات ضرور حق ہوگی۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے اپنی تالیفات اور مواعظ و ملفوظات میں بہت سے مقامات پر اس پھیلی ہوئی غلطی کی تردید فرمائی ہے، ایک وعظ میں فرماتے ہیں:

"آجکل یہ عجیب مسئلہ نکلا ہے کہ جس طرف کثرتِ رائے ہو وہ بات حق ہوتی ہے، صاحبو! یہ ایک حد تک صحیح ہے، مگر یہ بھی معلوم ہے کہ رائے سے کس کی رائے مراد ہے؟ کیا ان عوام کالانعام کی؟ اگر انہی کی رائے مراد ہے تو کیا وجہ کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کی رائے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

پر عمل نہیں کیا، ساری قوم ایک طرف رہی اور حضرت ہود علیہ السلام ایک طرف۔ آخر انھوں نے کیوں توحید کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار نہ کی؟ کیوں تفریقِ قوم کا الزام سر لیا؟ اسی لئے کہ وہ قوم جاہل تھی، اُس کی رائے جاہلانہ رائے تھی۔"

(فضائل العلم والخشیۃ ص ۳۰ و معارف حکیم الامت ص ۶۱۷)

مطلب یہ ہے کہ عوام کی کثرت رائے کبھی معیارِ حق نہیں ہو سکتی، کیونکہ عوام میں اکثریت عموماً بے علم یا کم علم لوگوں کی ہوتی ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ ایک اور موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:

"مولانا محمد حسین الٰہ آبادی نے سید احمد خان سے کہا تھا کہ آپ لوگ جو کثرتِ رائے پر فیصلہ کرتے ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ حماقت کی رائے پر فیصلہ کرتے ہو، کیونکہ قانون فطرت یہ ہے کہ دنیا میں عقلاء کم ہیں اور بیوقوف زیادہ، تو اس قاعدے کی بناء پر کثرت رائے کا فیصلہ بیوقوفی کا فیصلہ ہوگا۔" (تقلیل الاختلاط مع الانام ص ۱۲ و معارف حکیم الامت ص ۶۲۶)

ایک اور موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:

"(غزوہ اُحد میں) اُن پچاس آدمیوں میں جو پہاڑ کی گھاٹی پر متعین تھے اختلاف ہوا، بعض نے کہا کہ ہمارے بھائیوں کو فتح حاصل ہو گئی ہے، اب ہم کو گھاٹی پر رہنے کی ضرورت نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس غرض کے لئے ہم کو یہاں متعین کیا تھا وہ غرض حاصل ہو چکی، اس لئے حکمِ قرار بھی ختم ہو گیا، اب یہاں سے ہٹنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصود کی مخالفت نہ ہوگی، اور ہم نے اب تک جنگ میں کچھ حصہ نہیں لیا تو کچھ ہم کو بھی کرنا چاہیئے۔ ہمارے بھائی کفار کا تعاقب کر رہے ہیں، ہم کو مال غنیمت جمع کر لینا چاہیئے، بعض نے اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا تھا کہ بدون میری اجازت کے یہاں سے نہ ہٹنا۔ اس لئے ہم کو بدون آپ کی اجازت کے ہرگز نہ ہٹنا چاہیئے، مگر پہلی رائے والوں نے نہ مانا اور چالیس آدمی گھاٹی سے ہٹ کر مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

یہ اُن سے اجتہادی غلطی ہوئی اور گھاٹی پر صرف دس آدمی اور ایک افسر اُنکے رہ گئے۔

اس واقعہ میں کثرت رائے غلطی پر تھی اور قلت رائے صواب پر تھی، جو لوگ کثرتِ رائے کو علامتِ حق سمجھتے ہیں۔ وہ اس سے سبق حاصل کریں۔"

(ذم النسیان ص ۱۲، معارف حکیم الامت ص ۶۱۸)

اسی وعظ میں آگے چل کر حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے کثرت رائے کی لازمی حقانیت کے خلاف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرزِ عمل کی مثال بھی دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو انکے خلاف آپ نے جہاد کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت بیشتر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے یہ تھی کہ ان لوگوں کے ساتھ جہاد نہ کیا جائے، لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی رائے پر قائم رہے اور اسی کے مطابق فیصلہ بھی ہوا اور بعد میں سب لوگوں نے یہ اعتراف کیا کہ صائب رائے یہی تھی۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے کثرتِ رائے کو معیارِ حق قرار دینے کے نظریے پر شرعی اور عقلی دونوں قسم کے دلائل سے تنقید فرمائی ہے اور سادہ سادہ لفظوں میں ایسے حقائق بیان فرما دیئے ہیں کہ جب بھی کوئی شخص ٹھنڈے دل سے غور کریگا اسی نتیجے تک پہنچے گا۔ چنانچہ جدید علم سیاست کے بعض حقیقت پسند ماہرین نے بھی "جمہوریت" کے ان نقائص کو تسلیم کیا ہے۔ ایک مشہور ماہر سیاسیات ایڈمنڈ بورک (BURKE) لکھتا ہے:

"اکثریت کے فیصلے کو تسلیم کرنا کوئی فطرت کا قانون نہیں ہے، کم تعداد بعض اوقات زیادہ مضبوط طاقت بھی ہو سکتی ہے، اور اکثریت کی حرص و ہوس کے مقابلے میں اسکے اندر زیادہ معقولیت بھی ہو سکتی ہے، لہٰذا یہ مقولہ:

"اکثریت کے فیصلے کو قانون بننا چاہیئے"

اس میں افادیت اور پالیسی کی بھی اتنی ہی کمی ہے جتنی حقانیت کی"[1]

---

[1] Quoted by A. Appadorai, The Substance of Politics, Oxford University Press 9th ed. 1961 p. 133.

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حکیم الامت قدس سرہٗ ایک اور وعظ میں ارشاد فرماتے ہیں :

"اوّل تو کثرتِ رائے میں احمقوں کو جمع کیا جاتا ہے، ان کی کثرت تو حماقت ہی کی طرف ہوگی، پھر ان سے بھی پہلے اپنی رائے منوالی جاتی ہے اور سبق کی طرح پڑھا دیا جاتا ہے کہ ہم یوں کہیں گے تم یوں کہہ دینا، جیسے وکیل گواہوں کو پڑھایا کرتے ہیں، اب وہ کثرت کیا خاک ہوئی"

(وعظ "الانسار" ماخوذ از اصلاح المسلمین ص ۵۱۰ مطبوعہ ادارۂ اسلامیات، لاہور)

بعض جمہوریت پرست لوگوں نے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس تبصرے کو ایک سطحی تبصرہ قرار دینے کی کوشش کی ہے اور بعض لوگوں نے یہ بھی کہا کہ یہ ایک ایسے بزرگ کا تبصرہ ہے جن کا میدان علمِ سیاست نہیں تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت کی نگاہ اپنی گوشہ نشینی کے باوجود زمانے کی دُکھتی ہوئی رگوں پر ہوتی تھی۔ ان کا اصل ماخذ قرآن وسُنت تھے اور وحی کی اسی روشنی نے اُنھیں وہ نورِ فراست عطا فرمادیا تھا جس کے ذریعے وہ ان مسائل کو انتہائی سادگی سے بیان فرما گئے ہیں جن کو لوگوں نے ایک مستقل فلسفہ بنا رکھا ہے، چنانچہ یہ تبصرہ بھی اسی فراستِ ایمانی کا نتیجہ تھا علمِ سیاست بیشک آپ کا اصل میدان نہیں تھا، لیکن جو سچائی وحی کے نور سے معلوم ہوئی ہو اُسے رسمی علوم کی حاجت نہیں ہوتی۔

لیکن اس علمِ سیاست کے وہ ماہرین بھی جنہوں نے پروپیگنڈے سے ذرا آزاد ہوکر سوچنے کی کوشش کی ہے وہ بھی بالآخر اسی نتیجے تک پہنچے ہیں۔

ڈاکٹر اے اپادورائے برصغیر میں اپنی سیاسی تصانیف کی وجہ سے خاصے مشہور ہیں وہ "جمہوریت" کے تعارف اور اسکی کامیابی کی شرائط پر بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

"جمہوریتوں کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ یہ شرائط (جن کے وجود پر جمہوریت کی کامیابی موقوف ہے) شاذونادر ہی پوری ہوئی ہیں۔ عملی اعتبار سے جمہوریت دراصل جہالت کی حکمرانی کا نام ہے۔ اس کی ساری توجہ کمیّت اور تعداد (QUANTITY) پر رہتی ہے۔ کیفیت (QUALITY) پر نہیں۔ اس میں ووٹ گنے جاتے ہیں انھیں تولا نہیں جاتا۔ شہریوں کی بہت بڑی تعداد اب بھی حکومت کو اپنے بنیادی وظائفِ زندگی میں سے نہیں سمجھتی، چنانچہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اس کو حکومت سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوتی، وہ کام کرتی اور کھیلتی رہتی ہے اپنے پیشہ ورانہ اور فنّی کاموں کو انجام دیتی رہتی ہے، ہل چلاتی، بیج بوتی، فصلیں کاٹتی اور انھیں بیچتی رہتی ہے، اور یہ بھول جاتی ہے کہ وہ در اصل ملک کی حاکم ہے۔ جمہوریت میں یہ حقیقی خطرہ موجود ہے کہ شہریوں کی ایسی ذہنی تربیت نہیں ہو پاتی جس کے ذریعہ وہ ان مسائل کے حقیقی مفہوم کا ادراک کر سکیں جو انتخابات کے موقع پر ان کے سامنے فیصلے کیلئے آتے ہیں لہٰذا وہ طبقاتی جذبات اور نعروں سے گمراہ ہو سکتے ہیں۔ سر ہنری مین تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جمہوریت کبھی بھی اکثریت کی حکمرانی کی نمائندگی نہیں کر سکتی، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ عوام تو محض اپنے لیڈروں کی آراء کو تسلیم کرتے ہیں۔" [1]

مغرب کے مشہور مؤرخ اور فلسفی کارلائل کا یہ اقتباس علمِ سیاست میں کافی شہرت پا گیا ہے۔

Surely, of all "rights of man", this right of the ignorant man to be guided by the wiser, to be, gently or forcibly, held in the true course by him, is the indisputablest. Nature herself ordains it from the first, society struggles towards perfection by enforcing and accomplishing it more and more . . . . In Rome and Attens, as elsewhere if you look practical we shall find that it was not by loud voting and debating of many, but by wise inright and order-ing of a few that the word war done. So is it ever, so will it ever be".

"انسانی حقوق" میں یقینی طور پر جاہل افراد کا یہ حق سب سے زیادہ غیر متنازع ہے کہ عقل مند افراد انکی رہنمائی کریں اور انھیں نرمی سے یا طاقت کے ذریعہ سیدھے راستے پر رکھیں، فطرت کا شروع سے یہی حکم ہے اسی حکم کو نافذ کر کے اور اسکی زیادہ سے زیادہ تکمیل کر کے ہی سوسائٹی کمال تک پہنچنے کی جدوجہد کرتی ہے۔

---

[1] A. Appadorai, op cit p. 133

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اگر ہم عملی نقطۂ نظر سے دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ روم اور ایتھنز میں دوسرے مقامات کی طرح بلند آواز سے رائے شماری کرنے اور بہت سے لوگوں کے بحث مباحثے کے ذریعے نہیں بلکہ گنے چُنے افراد کے حکم سے کام چلتا تھا، یہ بات ہمیشہ سے سچ رہی ہے، لہٰذا آئندہ بھی یہی بات سچ رہے گی۔"[1]

شخصی حکومت :

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے جمہوریت پر تنقید فرماتے ہوئے کئی مقامات پر اس کے مقابلے میں "شخصی حکومت" کی حمایت فرمائی ہے۔ آج کے جمہوریت پرست دَور میں شخصی حکومت کی حمایت کلمۂ کفر کی طرح نشانۂ ملامت سمجھی جاتی ہے۔ لیکن اس کے بنیادی سبب دو ہیں۔ ایک یہ کہ جمہوریت کی حمایت میں پروپیگنڈا اس قدر زور شور کے ساتھ کیا گیا ہے کہ کسی مخالف نظامِ حکومت پر سنجیدگی کے ساتھ سوچنے پر ہی ذہن آمادہ نہیں ہوتے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ "شخصی حکومت" کا نام آتے ہی ذہن ان مطلق العنان بادشاہوں کیطرف چلا جاتا ہے جن کی زبان قانون کی حیثیت رکھتی تھی اور ان پر کوئی بالاتر پابندی عائد نہ تھی، یا پھر اس نام سے اُن فاشی حکمرانوں کا تصور آجاتا ہے جن کے نزدیک حکومت کی بنیاد محض زور زبردستی پر تھی۔ حالانکہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ "شخصی حکومت" سے وہ "مثالی اسلامی حکمران" مراد لیتے ہیں جسے "امیر المؤمنین" یا خلیفۂ وقت کہا جاتا ہے۔

اس اجمال کی تھوڑی سی تفصیل یہ ہے کہ دُنیا میں جو غیر اسلامی شخصی حکومتیں رائج رہی ہیں ان کی خرابیوں اور مفاسد کے اسباب مندرجۂ ذیل ہیں :

(۱) اُن "شخصی حکومتوں" کی بنیاد بادشاہتوں میں عموماً خاندانی وراثت پر تھی اور فاشزم کے فلسفے میں صرف "قوت" پر جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو قوی ہو وہ کمزور پر حکومت کا حق لیکر آیا ہے۔

لہٰذا اُن شخصی حکومتوں کے قیام میں سنجیدہ غور و فکر اور مناسب انتخاب کا کوئی قابلِ ذکر کردار نہیں تھا۔

---

[1] Chartism (1839) as quoted by Appadorai, op cit p. 128.

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۲) ان شخصی حکمرانوں کے لئے کوئی ایسی لازمی صفاتِ اہلیت ضروری نہیں تھیں جن کے بغیر وہ حکمرانی کے منصب تک نہ پہنچ سکتے ہوں۔

(۳) یہ شخصی حکومتیں عموماً ایسے آسمانی قوانین کی پابند نہیں تھیں جو اُن کے فیصلوں کو لگی بندھی حدود میں محدود رکھ سکیں۔

لھٰذا قانون ساز وہ خود تھے اور مطلق العنان ہونے کی بنا پر ان کی زبان قانون بن گئی تھی۔

(۴) ان حکومتوں میں کوئی ایسا لازمی ادارہ موجود نہیں تھا جو انکے اقدامات، ان کے صادر کئے ہوئے احکام اور ان کے بنائے ہوئے قوانین کو کسی لگے بندھے معیار پر پرکھ سکتا اور ان کی طرف سے آسمانی قانون کی خلاف ورزی، اپنی حدودِ اختیار سے تجاوز یا کسی ظلم وستم کی صورت میں ان کے اقدامات کی تلافی کرسکتا۔

یہ تھے وہ اسباب جن کی بنا پر شخصی حکومتوں میں لوگوں کے حقوق پامال ہوئے اور انسان انسان کا غلام بن گیا، ورنہ اگر یہ خرابیاں موجود نہ ہوں تو بیشتر ماہرینِ سیاست اس بات پر متفق ہیں کہ شخصی حکومت میں بذات خود کوئی خرابی نہیں، وہ جمہوریت کے مقابلے میں کہیں زیادہ کامیاب اور عوام کے لئے مفید ثابت ہوسکتی ہے، یہانتک کہ روسو نے بھی یہ اعتراف کیا ہے:

"حکومت کا بہترین اور سب سے فطری انتظام یہ ہے کہ عقلمند ترین انسان کو کثرت پر حکومت کرنی چاہیئے، بشرطیکہ اس بات کی ضمانت مل جائے کہ وہ اس کثرت کے مفاد کے لئے حکومت کریں گے، نہ کہ اپنے مفاد کے لئے"[۵۱]

کارلائل لکھتا ہے:

"کسی بھی ملک میں وہاں کے قابل ترین آدمی کو دریافت کرلو، پھر اُسے اُٹھا کر اطاعت کے اعلیٰ ترین مقام پر رکھدو اور اس کی عزت کرو۔ اس طرح تم اس ملک کے لئے ایک مکمل حکومت دریافت کرلوگے، پھر بلیٹ بکس ہو

---

۵۱ Roussian, The Social Contract, bk 111, Ch. V. as quoted by Appadorai, op cit p. 127

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

یا پارلیمنٹ میں ہونے والی فصاحت و بلاغت یا رائے شماری یا دستور سازی
یا کسی بھی قسم کی کوئی اور مشینری، اس حکومت میں کوئی بہتر اضافہ نہیں کر سکے گی،
یہ ایک مکمل ریاست ہوگی اور وہ ملک ایک مثالی ملک ہوگا۔" [1]

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ جس "شخصی حکومت" کو اسلام کا تقاضا قرار دے رہے ہیں وہ شخصی حکومت کی مذکورہ بالا خرابیوں سے خالی ہے، وہ اس معنیٰ میں بیشک "شخصی حکومت" ہے کہ اس میں جمہوری انداز کی پارلیمنٹ مختارِ کل نہیں ہے اور اختیاراتِ حکومت بڑی حد تک "خلیفہ" یا "امیر المؤمنین" کی ذات میں مرکوز ہیں۔

لیکن سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس "خلیفہ" یا "امیر المؤمنین" کا تعین وراثت یا قوت کی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ اہلِ حل وعقد کے انتخاب کے ذریعے ہوتا ہے اور اس انتخاب کے لئے "خلیفہ" میں کچھ معیاری اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے جن کے بغیر اہلِ حلّ و عقد کے لئے کسی شخص کا انتخاب جائز نہیں۔ ان اوصاف میں علمی قابلیت کے علاوہ کردار کی اعلیٰ ترین پختگی اور رائے کی اصابت بھی داخل ہے۔

آجکل کی جمہوریتوں میں سربراہ کے انتخاب کے لئے عموماً نہ کوئی قابلیت شرط ہوتی ہے، نہ کردار و عمل کی کوئی خوبی۔ لیکن "خلیفہ" کے لئے اسلام میں نہایت کڑی شرائط تجویز فرمائی گئی ہیں اور اہلِ حلّ وعقد کا یہ فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ ان شرائط کا مکمّل اطمینان حاصل کرنے کے بعد خلیفہ کا انتخاب کریں۔

پھر یہ خلیفہ بھی جو اعلیٰ ترین علمی اور عملی اوصاف کا حامل ہے مطلق العنان قانون ساز نہیں ہوتا، بلکہ قرآن وسنت اور اجماع اُمّت کا پابند ہوتا ہے، دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قانون وضع نہیں کرتی، بلکہ ایک ایسے آسمانی قانون کی بنیاد پر وجود میں آتی اور اسی کو نافذ کرتی ہے جو کائنات کی اعلیٰ ترین اتھارٹی کا بنایا ہوا ہے اور قرآن و سنت کی صورت میں محفوظ ہے۔

ہاں قرآن وسنت کے دائرے میں رہتے ہوئے انتظامی قوانین اور احکام جاری کرنا حکومت کے اختیار میں ہوتا ہے لیکن اس کے لئے بھی اس پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ اس قسم کے اقدامات کے لئے اہلِ شوریٰ سے مشورہ لے، اس مشورے کا مقصد

---

[1] G. N. Sabine, A History of Political Theory p. 764 (Appadorai p. 122).

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

یہ نہیں ہے کہ وہ لازمی طور پر کثرتِ رائے کی پابندی کرے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسئلے کے تمام پہلو سامنے آجائیں اور ان کو مدِ نظر رکھنے کے بعد وہ اپنی بہترین قابلیت اور اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر خود فیصلہ کرے۔

اس کے علاوہ سربراہِ حکومت کا ہر اقدام، اس کا ہر حکم اور اس کا بنایا ہوا ہر قانون چونکہ قرآن وسنت کے تابع ہوتا ہے لہٰذا اگر کسی وقت یہ سربراہ قرآن وسنت کے احکام سے تجاوز کرے یا عدل وانصاف کے خلاف کوئی کام کرے تو قاضی کی عدالت سے اس کے خلاف چارۂ کار حاصل کرنا ہر ادنیٰ شہری کا ناقابلِ تنسیخ حق ہوتا ہے۔

اس نظامِ حکومت کی تمام تفصیلات کو بیان کرنا اس مقالے کی حدود سے باہر ہے، لیکن یہاں بتلانا صرف یہ تھا کہ حکیم الامت قدس سرہٗ نے اسلام میں جس "شخصی حکومت" کا تذکرہ فرمایا ہے اس میں قدیم بادشاہتوں اور جدید فاشی حکمرانوں اور ڈکٹیٹروں کی خرابی کے بنیادی اسباب موجود نہیں ہیں۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے جمہوریت اور شخصی حکومت پر اپنے متعدد مواعظ اور ملفوظات میں تبصرہ فرمایا ہے جن میں سے غالباً سب سے جامع اور مفصل بحث اس وعظ میں فرمائی ہے جو "تقلیل الاختلاط مع الانام" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس کے چند مختصر اقتباسات ذیل میں پیشِ خدمت ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ جمہوری سلطنت کے حامی ہیں وہ بھی شخصیت ہی کے حامی ہیں، مگر شخص کبھی حقیقی ہوتا ہے، کبھی حکمی، فلسفہ کا مسئلہ ہے کہ مجموعہ بھی شخص واحد ہے۔ مگر وہ واحد حکمی ہے، حقیقی نہیں، تو یہ لوگ جس پارلیمنٹ کے فیصلوں کا اتباع کرتے ہیں اُس میں گو بظاہر بہت سے آدمی ہوتے ہیں مگر مجموعہ مل کر پھر شخص واحد ہے، کیونکہ جو قانون پاس ہوتا ہے وہ سب کی رائے سے مل کر پاس ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ میں بھی ہر شخص آزاد نہیں کہ جو رائے دیدے وہی پاس ہو جایا کرے، اگر ایسا بھی ہوتا جب بھی کسی قدر آدمی کا دعویٰ صحیح ہوتا، مگر وہاں تو پارلیمنٹ کے بھی ہر شخص کی انفرادی رائے معتبر نہیں، بلکہ اجتماعی رائے معتبر ہے اور اجتماعی رائے پھر شخصی رائے ہے، کیونکہ مجموعہ مل کر واحد حکمی ہو جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ہم شخصِ واحد حقیقی کے حامی ہیں اور تم شخصِ واحد حکمی کے حامی ہو۔ جمہوریت کے حامی تو

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تم بھی نہ رہے، جمہوریت اور آزادی کامل تو جب ہوتی جب ہر شخص اپنے فعل میں آزاد ہوتا، کوئی کسی کا تابع نہ ہوتا، نہ ایک بادشاہ کا، نہ پارلیمنٹ کے دس ممبروں کا، یہ کیا آزادی ہے کہ تم نے لاکھوں کروڑوں آدمیوں کو پارلیمنٹ کے دس ممبروں کی رائے کا تابع بنا دیا ہم تو ایک ہی کا غلام بناتے تھے تم نے دس کا غلام بنا دیا تم ہی فیصلہ کرلو کہ ایک کا غلام ہونا اچھا ہے یا دس بیس کا غلام ہونا؟ ظاہر ہے کہ جس شخص پر ایک کی حکومت ہو وہ اس سے بہتر ہے جس پر دس بیس کی حکومت ہو۔

یہ حاصل ہے جمہوری سلطنت کا کہ رعایا کی غلامی سے تو اسے بھی انکار نہیں مگر وہ یہ کہتی ہے کہ تم دس بیس کی غلامی کرو اور ہم یہ کہتے ہیں کہ صرف ایک کی غلامی کرو۔"

آگے ارشاد فرماتے ہیں:

"نظام عالم بدون اس کے قائم نہیں ہو سکتا کہ مخلوق میں بعض تابع ہوں بعض متبوع ہوں، آزادیٔ مطلق سے فساد برپا ہوتے ہیں، اس لئے یہاں آکر ان کو اپنے دعوٰی آزادی سے ہٹنا پڑتا ہے اور شریعت کو کبھی اپنے دعوٰی سے ہٹنا نہیں پڑتا، کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے تابعیت و متبوعیت کی حامی ہے وہ تو آزادی کا سبق سکھاتی ہی نہیں، اول ہی دن سے نبی کے اتباع کا حکم دیتی ہے جس سے تمام مخلوق کو ایک کا تابع کر دیا، بلکہ اگر کسی وقت خدا تعالیٰ نے ایک زمانے میں دو نبی بھی ایک قوم کی طرف ارسال کئے ہیں تو ان میں بھی ایک تابع تھے دوسرے متبوع تھے، چنانچہ حضرت موسٰی و ہارون علیہما السلام ایک زمانہ میں دو نبی تھے، جو بنی اسرائیل اور قوم قبط کی طرف مبعوث ہوئے تھے، مگر ان میں حضرت موسٰی علیہ السلام متبوع تھے حضرت ہارون علیہ السلام تابع تھے، دونوں برابر درجہ میں نہ تھے اور یہ تابعیت محض ضابطہ کی تابعیت نہ تھی بلکہ واقعی تابعیت تھی کہ حضرت موسٰی علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام پر پوری حکومت رکھتے تھے، وہ ان کی مخالفت نہ کر سکتے تھے۔"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مزید ارشاد فرماتے ہیں :

"غرض اسلام میں جمہوری سلطنت کوئی چیز نہیں۔ اسلام میں محض شخصی حکومت کی تعلیم ہے اور جن مفاسد کی وجہ سے جمہوری سلطنت قائم کی گئی ہے وہ سلطنت شخصی میں تو محتمل ہی ہیں اور جمہوری میں متیقن ہیں شخصی سلطنت میں یہ خرابیاں بیان کی جاتی ہیں کہ اس میں ایک شخص کی رائے پر سارا انتظام چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ جو چاہے کرے، حالانکہ ممکن ہے کہ کسی وقت اسکی رائے غلط ہو۔ اس لئے ایک شخص کی رائے پر سارا انتظام نہ چھوڑنا چاہیئے، بلکہ ایک جماعت کی رائے سے کام ہونا چاہیئے۔

میں کہتا ہوں کہ جس طرح شخصی سلطنت کے بادشاہ کی رائے میں کبھی غلطی کا احتمال ہے اسی طرح جماعت کی رائے میں بھی غلطی کا احتمال ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ ایک شخص کی رائے ہمیشہ غلط ہوا کرے اور دس کی رائے ہمیشہ صحیح ہوا کرے۔ بلکہ ایسا بھی بکثرت ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص کا ذہن وہاں پہنچتا ہے جہاں ہزاروں آدمیوں کا ذہن نہیں پہنچتا،

ایجادات عالم میں رات دن اس کا مشاہدہ ہوتا ہے، کیونکہ جتنی ایجادات ہیں وہ اکثر ایک ایک شخص کی عقل کا نتیجہ ہیں، کسی نے کچھ سمجھا کسی نے کچھ سمجھا، ایک نے تار برقی کو ایجاد کیا، ایک نے ریل کو ایجاد کیا، تو موجد اکثر ایک شخص ہوتا ہے اور اس کا ذہن وہاں پہنچتا ہے جہاں صدہا ہزارہا مخلوق کا ذہن نہیں پہنچتا۔

علوم میں بھی یہ امر مشاہد ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص کسی مضمون کو اس طرح صحیح حل کرتا ہے کہ تمام شراح و محشین کی تقریریں اس کے سامنے غلط ہو جاتی ہیں۔

تو جماعت کی رائے کا غلط ہونا بھی محتمل ہے، اب بتلائیے :

"اگر کسی وقت بادشاہ کی رائے صحیح ہوئی اور پارلیمنٹ کی رائے غلط ہوئی تو عمل کس پر ہوگا؟"

جمہوری سلطنت میں کثرت رائے سے فیصلہ ہوتا ہے، بادشاہ اپنی رائے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سے فیصلہ نہیں کرسکتا، بلکہ کثرت رائے سے مغلوب ہوکر غلط رائے کی موافقت پر مجبور ہوتا ہے اور شخصی سلطنت میں بادشاہ اپنی رائے پر ہر وقت عمل کرسکتا ہے، اور جمہوری میں اگر کثرت رائے غلطی پر ہوئی تو صحیح رائے پر عمل کرنے کی کوئی صورت نہیں، سب مجبور ہیں غلط رائے کی موافقت پر، اور یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ اس لئے یہ قاعدہ کلیہ غلط ہے:

"کثرتِ رائے پر فیصلہ کیا جائے"

بلکہ قاعدہ یہ ہونا چاہیئے:

"صحیح رائے پر عمل کیا جائے خواہ وہ ایک ہی شخص کی رائے ہو"

مزید آگے ارشاد فرماتے ہیں:

"دوسرے جو لوگ کثرت رائے پر فیصلہ کا مدار رکھتے ہیں وہ بادشاہ کو تنہا فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں دیتے، وہ پہلے ہی سے اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارا بادشاہ ایسا ضعیف الرائی ہے کہ اس کی تنہا رائے قابل اعتبار نہیں، اور وہ نااہل ہے، تو واقعی جو لوگ اپنے بادشاہ کو ایسا سمجھتے ہیں ہم ان سے گفتگو نہیں کرتے، ان کو جمہوریت مبارک ہو۔ ایسا نااہل بادشاہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کو شخصی سلطنت کا بادشاہ بنایا جائے۔ اسلام میں جو شخصی سلطنت کی تعلیم ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی حکم ہے: "اے اہل حل وعقد، اور اے جماعتِ عقلاء! بادشاہ ایسے شخص کو بناؤ، جو اتنا صاحب الرائی ہو کہ اگر کبھی اس کی رائے سارے عالم کے بھی خلاف ہو تو یہ احتمال ہوسکے کہ شاید اسی کی رائے صحیح ہو۔ اور جس کی رائے میں اتنی درایت نہ ہو اس کو ہرگز بادشاہ نہ بناؤ"

اب بتلاؤ:

"جس کی رائے اتنی رزین ہو کہ سارے عالم کے مقابلے میں بھی اسکی رائے کے صائب ہونے کا احتمال ہو وہ حکومت شخصی کے قابل ہے یا نہیں"؟

یقیناً قابل ہے بشرطیکہ اہل حل وعقد انتخاب میں خیانت نہ کریں۔

بس ہم شخصی سلطنت کے اس لئے حامی ہیں کہ ہم بادشاہ کو رزین العقل، صاحب الرائی سمجھتے ہیں اور تم کثرت رائے کے اس لئے حامی ہو کہ تم اپنے بادشاہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کو ضعیف الرائی اور نااہل سمجھتے ہو، تو ایسے شخص کو بادشاہ بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے جس کے لئے ضم ضمیمہ کی ضرورت ہو؟ بلکہ پہلے ہی سے بادشاہ ایسے شخص کو بناؤ جو ضم ضمیمہ کا محتاج نہ ہو۔ مستقل الرائی ہو۔ اور اگر تم بھی اپنے بادشاہ کو مستقل الرائی، صائب العقل، رزین سمجھتے ہو تو پھر کثرت رائے پر فیصلہ کا مدار رکھنا اور کامل العقل کو ناقصین کی رائے کا تابع بنانا ظلم ہے جس کا حماقت ہونا بدیہی ہے۔

بعض لوگوں کو یہ حماقت سوجھی کہ وہ جمہوری سلطنت کو اسلام میں ٹھونسنا چاہتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ اسلام میں جمہوریت ہی کی تعلیم ہے اور استدلال میں یہ آیت پیش کرتے ہیں:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ

مگر یہ بالکل غلط ہے ان لوگوں نے مشورہ کی دفعات ہی کو دفع کر دیا اور اسلام میں مشورہ کا جو درجہ ہے اس کو بالکل نہیں سمجھا۔ اسلام میں مشورہ کا درجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ تم اپنے شوہر سے رجوع کر لو۔

قصہ یہ ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلے باندی تھیں اور اسی حالت میں ان کا نکاح ایک شخص سے جن کا نام مغیث تھا ان کے آقا نے کر دیا تھا۔ جب وہ آزاد ہوئیں تو قانون اسلام کے مطابق انکو یہ اختیار دیدیا گیا کہ جو نکاح حالت غلامی میں ہوا تھا اگر چاہیں اس کو باقی رکھیں، اگر چاہیں فسخ کر دیں۔ اصطلاح شریعت میں اس کو اختیار عتق کہتے ہیں، اس اختیار کی بناء پر حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نکاح سابق کو فسخ کر دیا، لیکن ان کے شوہر کو ان سے بہت محبت تھی۔ وہ صدمۂ فراق میں مدینہ کی گلی کوچوں میں روتے پھرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر رحم آیا اور حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ نے فرمایا:

"اے بریرہ! کیا اچھا ہو کہ اگر تم اپنے شوہر سے رجوع کر لو"۔

تو وہ دریافت فرماتی ہیں:

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"یا رسول اللہ! یہ آپ کا حکم ہے یا مشورہ کی ایک فرد ہے؟ اگر حکم ہے تو بسر وچشم منظور ہے گو مجھ کو تکلیف ہی ہو"

آپ نے فرمایا:

"حکم نہیں صرف مشورہ ہے"۔

حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صاف عرض کر دیا:

"اگر مشورہ ہے تو میں اس کو قبول نہیں کرتی"

لیجئے! اسلام میں یہ درجہ ہے مشورہ کا، کہ اگر نبی اور خلیفۂ بدرجہ اولیٰ رعایا کے کسی آدمی کو کوئی مشورہ دیں تو اس کو حق ہے کہ مشورہ پر عمل نہ کرے اور یہ محض ضابطہ کا حق نہیں، بلکہ واقعی حق ہے، چنانچہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ پر عمل نہ کیا تو حضور ان سے ذرا بھی ناراض نہ ہوئے اور نہ حضرت بریرہ کو کچھ گناہ ہوا، نہ ان پر کچھ عتاب ہوا۔ سو جب اُمت اور رعایا اپنے نبی یا بادشاہ کے مشورہ پر عمل کرنے کے لئے اسلام میں مجبور نہیں تو نبی یا خلیفہ رعایا کے مشورہ سے کیونکر مجبور ہو جائے گا کہ رعایا جو مشورہ دے اسی کے موافق عمل کرے اس کے خلاف کبھی نہ کرے۔

پس شاورھم فی الامر سے صرف یہ ثابت ہوا کہ حکام رعایا سے مشورہ کر لیا کریں، یہ کہاں ثابت ہوا کہ ان کے مشورہ پر عمل بھی ضرور کیا کریں، اور اگر کثرت رائے بادشاہ کے خلاف ہو جائے تو وہ کثیرین کے مشورہ پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہے۔

اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اس وقت تک شاورھم فی الامر سے جمہوریت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ جب اسلام میں ایک معمولی آدمی بھی بادشاہ کے مشورہ پر مجبور نہیں ہوتا تو تم بادشاہ کو رعایا کے مشورہ پر کیونکر مجبور کرتے ہو؟ آخر اس کی کوئی دلیل بھی ہے یا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے؟ اور ہمارے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دلیل موجود ہے کہ کسی کے مشورہ پر عمل کرنا ضروری نہیں، خواہ نبی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ہی کا مشورہ کیوں نہ ہو۔

اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اگر حکام رعایا سے مشورہ لیں تو وہ ان کے مشورہ پر عمل کرنے کے لئے ہرگز مجبور نہیں ہیں، بلکہ عمل خود اپنی رائے پر کریں، خواہ وہ دنیا بھر کے مشورہ کے خلاف کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اس آیت میں آگے ارشاد ہے :

فاذا عزمت فتوکّل علی اللہ :

کہ مشورہ کے بعد جب آپ ارادہ کسی بات کا کریں تو خدا پر بھروسہ کر کے اس پر عمل کریں، یہاں اِذَا عَزَمْتَ صیغۂ واحد ہے، معلوم ہوا کہ عزم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مستقل تھے۔ اسی طرح آپ کا نائب یعنی سلطان بھی عزم میں مستقل ہے۔ اگر عزم کا مدار کثرت رائے پر ہوتا تو اذا عزمت نہ فرماتے، بلکہ اس کے بجائے :

اذا عزم اکثرکم فتوکّلوا علی اللہ۔

فرماتے،

پس جس آیت سے یہ لوگ جمہوریت پر استدلال کرتے ہیں اس کا اخیر جزو خود ان کے دعوے کی تردید کر رہا ہے۔ مگر ان کی حالت یہ ہے،

حفظت شیئا و غابت عنک اشیاء۔

کہ ایک جزو کو دیکھتے ہیں اور دوسرے جزو سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔

دوسرے اس آیت میں صرف حکام کو یہ کہا گیا ہے کہ وہ رعایا سے مشورہ کر لیا کریں۔ رعایا کو تو یہ حق نہیں دیا گیا کہ از خود استحقاقاً حکام کو مشورہ دیا کرو۔ چاہے وہ مشورہ لیں یا نہ لیں اہل مشورہ ان کو مشورہ سننے پر مجبور کر سکیں۔ چنانچہ شریعت میں :

اشیروا الحکّام وھو حقّکم علیھم۔

کہیں نہیں کہا گیا، جب رعایا کو از خود مشورہ دینے کا کوئی حق بدرجۂ لزوم نہیں تو پھر اسلام میں جمہوریت کہاں ہوئی؟ کیونکہ جمہوریت میں تو پارلیمنٹ کو از خود رائے دینے کا حق ہوتا ہے، چاہے بادشاہ ان

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سے رائے لے یا نہ لے۔"

(تقلیل الاختلاط مع الانام ص ۹ تا ۱۷ و اشرف الجواب ص ۳۰۱ تا ۳۱۰ مطبوع ملتان و معارف حکیم الامت ص ۶۲۰ تا ۶۳۰)

حکمرانی ایک ذمہ داری ہے نہ کہ حق :

پھر غیر اسلامی شخصی حکومتوں میں اور اسلام کی شخصی حکومت میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ غیر اسلامی معاشروں میں "شخصی حکومت" ایک "حق" (PRINILEGE) یا ایک فائدہ (ADVANTAGE) ہے، اسی لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حق کس کو ملے؟ اور کس کو نہ ملے؟ اور اسی لئے لوگ از خود اس کے حصول کے لئے دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ اس کے برعکس اسلام میں یہ ایک "امانت" یا ایک "ذمہ داری" ہے جو حکمران کے لئے اسباب عیش فراہم کرنے کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ کندھے پر دُنیا و آخرت کا ایک زبردست بوجھ سوار کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا یہ از خود کوشش کر کے حاصل کرنے کی چیز نہیں ہے بلکہ ایسی چیز ہے جس سے انسان اپنی استطاعت کی حد تک جتنا بھاگ سکے اتنا ہی بہتر ہے۔ اسی لئے اسلام میں اُس شخص کو "حکومت" کے لئے نا اہل قرار دیا گیا ہے جو خود اس کا طلب گار ہو، چنانچہ اسلامی سیاست میں "اُمیدواری" (CANDIDATURE) کا کوئی تصوّر موجود نہیں ہے۔

حکومت کے فرائض :

لہٰذا جس شخص کو بھی یہ ذمہ داری سونپی جائے اُسے اِس نقطۂ نظر کے ساتھ اُسے سنبھالنا ہے کہ "حکومت" بذاتِ خود مقصود نہیں جس سے ہر حال میں چمٹے رہنا ضروری ہو، بلکہ اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے، لہٰذا اگر کبھی حکومت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں تعارض ہوگا تو وہ بلا تأمّل اپنی حکومت کو اللہ کی خوشنودی پر قربان کردوں گا۔ اس سلسلے میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ ایک وعظ میں فرماتے ہیں :

"یاد رکھو! سلطنت مقصود بالذات نہیں، بلکہ اصل مقصود رضائے حق ہے، اگر ہم سے خدا راضی نہ ہو تو ہم سلطنت کی حالت میں فرعون ہیں، اور لعنت ہے ایسی سلطنت پر جس سے ہم فرعون کے مشابہ ہوں۔ اگر سلطنت مقصود بالذات

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ہوتی تو فرعون، ہامان، نمرود، شداد بڑے مقرب ہونے چاہئیں، حالانکہ وہ مردود ہیں۔ معلوم ہوا کہ سلطنت وہی مطلوب ہے جس میں رضائے حق بھی ساتھ ساتھ ہو، اور جس سلطنت میں رضائے حق نہ ہو وہ وبالِ جان ہے' اگر ہم سے خدا راضی ہو تو ہم پاخانہ اٹھانے پر راضی ہیں، اور اسی حالت میں ہم بادشاہ ہیں۔

آخر حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ کیا تمہارے نزدیک پاگل تھے؟ ان کو تو سلطنت ملی ہوئی تھی، پھر کیوں چھوڑی؟ محض اس لئے کہ مقصود میں خلل واقع ہوتا تھا، معلوم ہوا کہ سلطنت خود مقصود نہیں، بلکہ مقصود دوسری چیز ہے کہ اگر اس میں خلل واقع ہونے لگے تو اس وقت ترکِ سلطنت ہی سلطنت ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ ہر فن کے امام ہیں، حدیث میں ثقہ اور محدث ہیں، اور فقہاء میں فقیہ، اور صوفیہ میں تو امام ہیں، ان کو کوئی پاگل نہیں کہہ سکتا، جو ان کو پاگل کہے وہ خود پاگل ہے۔ پھر دیکھو تو انھوں نے کیا کیا؟ جب رضائے حق میں سلطنت کو مزاحم دیکھا تو بادشاہت پر لات مار کر الگ ہو گئے۔

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سلطنت مُضِرّ مقصود نہ تھی تو ان کو اجازت دی گئی کہ منصب خلافت کو قبول کریں، اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مُضِرّ مقصود تھی تو ان کے لئے حکم ہے:

لا تلیّنّ مال یتیم ولا تقضینّ بین اثنین۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ سلطنت خود مقصود نہیں، بلکہ مقصود رضائے حق ہے، اگر سلطنت سے مقصود میں خلل واقع ہو تو اسوقت اس سے منع کیا جائے گا"۔ (تقلیل الاختلاط مع الانام ص۲۶۱، اشرف الجواب ص۴۵۵، ۴۵۶)

لہٰذا اسلامی حکمران کا فریضہ ہے کہ وہ حکومت کو رضائے الٰہی کا وسیلہ بنانے کے لئے اسلامی احکام پر عمل اور ان کے نفاذ کے لئے اپنی جان توڑ کوشش صرف کرے، ورنہ اس کی حکومت بیکارِ محض اور اس کا حکومت سے چمٹا رہنا ناجائز و حرام ہے۔ لہٰذا اس کا یہ فرض ہے کہ انتہائی جزرسی کے ساتھ اپنے اقدامات

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کا جائزہ لیتا رہے، اور شریعت کے معاملے میں ادنیٰ غفلت کو گوارا نہ کرے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"سلطنتیں جو گئی ہیں میرے نزدیک چھوٹی چیزوں کے اہتمام کی غفلت ہی سے گئی ہیں، کیونکہ چھوٹی چھوٹی جزئیات کی طرف سے جو غفلتیں ہوتی رہتی ہیں وہ سب مل کر ایک بہت بڑا مجموعہ غفلتوں کا ہو جاتا ہے جو آخر میں رنگ لاتا ہے اور زوال سلطنت کا موجب ہوتا ہے، نیز جب چھوٹی چھوٹی باتوں کا اہتمام نہیں ہوتا تو غفلت کی عادت پڑ جاتی ہے، پھر بڑے بڑے اُمور میں بھی غفلت ہونے لگتی ہے، اور وہ براہِ راست مُخل ہے سلطنت کی۔" (اصلاح المسلمین ص ۱۷۹ بحوالہ الافاضات حصہ ہفتم ملفوظ ۲۵۹)

مسلمان حاکم کا فرض جس طرح یہ ہے کہ وہ خود انصاف کے خلاف کوئی کام نہ کرے اسی طرح اس کا فرض یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کو بھی ظلم نہ کرنے دے، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"حاکم تنہا اپنی احتیاط سے نجات نہیں پا سکتا، بلکہ اس کا انتظام بھی اس کے ذمے ہے کہ متعلقین بھی ظلم نہ کرنے پائیں، جس کی صورت یہ ہے کہ عام طور سے اشتہار دیدے کہ میرے یہاں رشوت کا بالکل کام نہیں، اس لئے اگر میرے عملے میں بھی کوئی شخص کسی سے رشوت مانگے تو ہرگز نہ دے، بلکہ ہم سے اس کی اطلاع کرے، پھر اطلاع کے بعد جس نے ایسی حرکت کی ہو اس سے رقم واپس کرائے اور کافی سزا دے ..... نیز حُکام کو یہ بھی چاہیئے کہ لوگوں کے تعلقات براہِ راست اپنے سے رکھیں کسی شخص کو واسطہ نہ بنائیں، کیونکہ یہ واسطے بہت ستم ڈھاتے ہیں۔ اگر کہو کہ صاحب! یہ تو بڑا مشکل ہے، تو حضرت! حکومت کرنا آسان نہیں، یہ منہ کا نوالہ نہیں ہر وقت جہنم کے کنارے پر ہے۔"

(انفاس عیسیٰ ص ۳۳۷ جلد ۱ باب ۴)

اسلامی حکومت میں حکمران اور علماء کے درمیان تقسیم کار کیا ہونی چاہیئے؟ اس کے بارے میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں دو شانیں تھیں، شانِ نبوّت اور شانِ سلطنت، اس کے بعد خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی دونوں کے جامع تھے، مگر اب یہ دونوں شانیں دو گروہ پر تقسیم ہو گئیں، شانِ نبوت کے مظہر علماء ہیں اور شانِ سلطنت کے مظہر سلاطینِ اسلام، اب اگر یہ سلاطین علماء سے استغناء کرتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شان سے اعراض لازم آتا ہے، اور اگر علماء سلاطین کی مخالفت کرتے ہیں تو اس سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ایک شان سے اعراض لازم آتا ہے، اب صورت دونوں کے جمع کرنے کی یہ ہے کہ سلاطین سے تو میں یہ کہتا ہوں :

"وہ اپنی حدود میں کوئی حکم اس وقت تک نافذ نہ کریں جب تک علماءِ حق سے استفتاء نہ کرلیں"

اور علماء سے یہ کہتا ہوں :

"وہ نفاذ کے بعد اس پر کاربند ہوں"

"اگر یہ دونوں شانیں جو حضور صلی اللہ ہی کی ہیں اس طرح جمع ہو جائیں تو مسلمانوں کی بہبود اور فلاح کی صورت نکل آئے، اور ان کی ڈوبتی ہوئی کشتی ساحل پر جا لگے، ورنہ اللہ ہی حافظ ہے"

(اصلاح المسلمین ص۵۳۶)

مُباحات کے دائرے میں رہتے ہوئے حکمراں کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ عقلمند اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ لیتا رہے، لیکن مشورے کے بعد جب کسی جانب رُجحان ہو جائے اور اللہ کے بھروسے پر اس کے مطابق فیصلہ کر دے تو تمام لوگوں پر اس کی اطاعت واجب ہے خواہ ان کی رائے کے خلاف ہو۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"سلطان کو چاہیئے کہ ہمیشہ عقلاء سے رائے لیتا رہے، بدون رائے لئے بہت سی باتیں نظر سے غائب رہتی ہیں، اور یہ مشورہ اور رائے تو مطلوب ہے مگر یہ مخترعہ متعارفہ جمہوریت محض گھڑا ہوا ڈھکوسلہ ہے، بالخصوص ایسی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جمہوری سلطنت جو مسلم اور کافر ارکان سے مرکب ہو وہ تو غیر مسلم ہی سلطنت ہوگی، ایسی سلطنت اسلامی سلطنت نہ کہلائے گی۔"

اس پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر سلطان کے مشورہ لینے کے وقت اہلِ شوریٰ میں اختلاف رائے ہو جائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ سلطان کی رائے سے اختلاف کرنا مذموم تو نہیں، اس پر فرمایا:

"جو اختلاف حکمت اور مصلحت اور تدیّن و خیر خواہی پر مبنی ہو وہ مذموم نہیں، مگر اس کی بھی ایک حد ہے، یعنی یہ اختلاف اسی وقت تک جائز ہے جب تک مشورہ کا درجہ رہے، مگر بعد نفاذ اختلاف کرنا یا خلاف کرنا مذموم ہے، نفاذ کے بعد تو اطاعت ہی واجب ہے۔"

(الافاضات الیومیۃ ص ۱۱۱، ۱۱۲ جلد ۳ ملفوظ ۲۵۲)

یہ درحقیقت اس آیتِ قرآنی کی توضیح ہے جس میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔

"اور ان سے معاملے میں مشورہ کرو، اور جب کوئی عزم کر لو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔"

③ اقامتِ دین کے لئے سیاسی جدّوجہد کا شرعی مقام اور اسکی حدود

تیسرا موضوع جس پر اس مقالے میں حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے ارشادات پیش کرنے مقصود ہیں یہ ہے کہ کیا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ ایک صحیح اسلامی حکومت کے قیام اور غیر اسلامی طاقتوں کے شر سے دفاع کے لئے جدّوجہد کریں؟ اگر ضروری ہے تو اس جدوجہد کی حدود کیا ہونی چاہئیں؟ اس موضوع پر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مستقل رسالہ "الروضۃ الناضرۃ فی المسائل الحاضرۃ" کے نام سے تحریر فرمایا ہے، جس میں اصولی طور پر سیاسی جدوجہد کی شرعی حیثیت کو بھی واضح فرمایا ہے اور اپنے زمانے کے سیاسی حالات کے بارے میں اپنی رائے بھی ظاہر فرمائی ہے۔ یہ رسالہ مختصر مگر بہت پُر مغز اور جامع ہے۔ لیکن چونکہ اہلِ علم کے لئے لکھا گیا ہے، اس لئے اس میں علمی اور اصطلاحی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ اس میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"مدافعت کفار کی مطلقاً اہلِ اسلام سے، اور خصوص سلطنتِ اسلامیہ سے جس میں خلافت وغیرِ خلافت، اور جس میں سلطنتِ اسلامیہ واقعیہ و سلطنتِ اسلامیہ مزعومۂ کفار سب داخل ہیں، پھر خصوص شعائرِ اسلام سے جن میں مقاماتِ مقدسہ، بالخصوص حرمین شریفین بھی داخل ہیں، سب مسلمانوں پر فرض ہے، کبھی علی العین، کبھی علی الکفایۃ علی اختلاف الاحوال، مگر اس کی فرضیت کے کچھ شرائط ہیں جو کتبِ فقہ میں مذکور ہیں،

منجملہ ان کے ایک شرط استطاعت بھی ہے، اور استطاعت سے مراد استطاعتِ لغویہ نہیں استطاعتِ شرعیہ ہے، جس کو اس حدیث نے صاف کر دیا ہے:

عن ابی سعید الخدریؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من رأی منکم منکرًا فلیغیّرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ الحدیث، رواہ مسلم (مشکوٰۃ باب الامر بالمعروف)

ظاہر ہے کہ استطاعت باللسان ہر وقت حاصل ہے، پھر اس کے انتفاء کی تقدیر کب متحقق ہوگی؟ اس سے ثابت ہوا کہ استطاعت سے مراد یہ ہے کہ اس میں ایسا خطرہ نہ ہو جس کی مقاومت بظنِ غالب عادۃً ناممکن ہو۔

اسی طرح ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس دفاع کے بعد اس سے زیادہ شر میں مبتلا نہ ہو جائیں، مثلاً کفار کی جگہ کفار ہی مسلط ہوں یا مرکب کافر و مسلم سے، کہ مجموعہ تابع اخس کے ہوتا ہے، کیونکہ اس صورت میں غایت ہی مفقود ہے، اور وہ اخلاء الارض من الفساد ہے، اور قاعدہ ہے:

الشیء اذا خلا عن الغایۃ انتفیٰ۔

اور اگر ایسا خطرہ ہو تو پھر وجوب تو ساقط ہو جائے گا، باقی جواز، اس میں تفصیل ہے، بعض صورتوں میں جواز بھی نہیں، بعض میں جواز بلکہ استحباب بھی ہے۔ اور مدار بنا رجواز و عدم جواز یا استحباب کا اجتہاد اور رائے پر ہے۔ پس اس میں دو اختلاف کی گنجائش ہے۔

ایک علمی کہ واقعات سے ایک شخص کے نزدیک عدم جواز کی بناء

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

متحقق ہے اور دوسرے کے نزدیک جواز یا استحباب کی۔

دوسرا عملی کہ باوجود بنا رجواز یا استحباب پر متفق ہونے کے ایک نے بنا پر عدم وجوب رخصت پر عمل کیا، دوسرے نے بنا بر استحباب عزیمت پر عمل کیا۔ ایک کو دوسرے پر ملامت کرنے کا حق نہیں۔

اور اگر کسی مقام پر تسلط مسلمان ہی کا ہو، مگر وہ مسلمان کافر سے مسالمت رکھتا ہو تو اس کو تسلطِ کافر کہنا محلِ تأمل ہے۔"

(افاداتِ اشرفیہ در مسائل سیاسیہ ص۱)

خلاصہ:

اگر استطاعت ہو اور کسی بڑے مفسدے کا اندیشہ نہ ہو تو یہ جدّوجہد واجب ہے کبھی علی العین اور کبھی علی الکفایۃ۔

لیکن اگر کسی بڑے مفسدے کا اندیشہ ہو یا استطاعت نہ ہو تو واجب نہیں، لیکن مختلف حالات میں جائز یا مستحب ہو سکتی ہے اور اس کے تعیّن میں اہلِ علم کی آرا بھی مختلف ہو سکتی ہیں اور یہ اختلاف آرا اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو نہ مذموم ہے نہ اس میں کسی کو دوسرے پر ملامت کرنے کا حق ہے۔

لیکن چونکہ دین کا مقصود اصلی سیاست نہیں، بلکہ دیانات اور ان کے ذریعے رضائے حق کا حصول ہے، جیسا کہ مقالے کے آغاز میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کے الفاظ میں اس کی تفصیل عرض کی جا چکی ہے اس لئے ہر قسم کی سیاسی جدّوجہد شرعی احکام کے دائرے میں رہ کر ہونی چاہیئے۔ سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے دین کے کسی معمولی سے معمولی حکم یا تقاضے کو بھی قربان کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب جدوجہد کرنے والا پورے اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ صرف دینِ حق کی سربلندی اور باری تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے یہ جدّوجہد کر رہا ہو اور محض جاہ و جلال کا حصول اس کا مطمحِ نظر نہ ہو اور وہ شدید نفسانی تقاضوں کے باوجود اپنے آپ کو شریعت کے تابع رکھنے پر قادر ہو، ورنہ سیاست ایسا خارزار ہے جس میں قدم قدم پر نام و نمود اور جاہ و مال کے فتنے پیدا ہوتے ہیں، نفس و شیطان کی تأویلات انسان پر یلغار کرتی ہیں اور بسا اوقات وہ ان تمام محرکات سے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مغلوب ہوکر اُسی راستے پر چل پڑتا ہے جس پر دنیا جارہی ہے، اور رفتہ رفتہ اسکی سیاست اسلامی سیاست کے بجائے لادینی سیاست ہوکر رہ جاتی ہے۔

سیاسی جدوجہد اور تزکیۂ اخلاق :

لہٰذا اس جدوجہد کی شرط اوّل یہ ہے کہ انسان کے اعمال و اخلاق کا تزکیہ ہوچکا ہو۔ اور اس کے جذبات و خیالات اعتدال کے سانچے میں ڈھل چکے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تیئیس سالہ عہدِ نبوت میں ابتدائی تیرہ سال اس طرح گزرے ہیں کہ نہ ان میں کوئی جہاد ہے نہ حکومت و ریاست ہے، نہ کسی قسم کی سیاسی جدوجہد ہے، کوئی اگر مارتا اور اذیتیں دیتا ہے تو اس کے جواب میں بھی ہاتھ اُٹھانے کی اجازت نہیں اور اس کے بجائے مسلسل صبر کی تعلیم و تلقین کی جارہی ہے، یہ تیرہ سال تعلیم و تربیت اور تزکیۂ اخلاق کے سال ہیں، مجاہداتِ نفس کی اس بھٹی سے گزرنے کے بعد جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اخلاق و اعمال صیقل ہوچکے تو اس کے بعد مدنی زندگی میں حکومت و سیاست اور جہاد و قتال کا سلسلہ شروع ہوا ہے

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"دیکھئے اس کی تائید میں ایک باریک نکتہ بتلاتا ہوں وہ یہ کہ مسلمانوں کو مکہ میں رہتے ہوئے قتال کی اجازت نہیں ہوئی مدینہ میں پہنچ کر اجازت ہوئی، اس کی کیا وجہ ہے؟ ظاہر بیں یہ سمجھتے ہیں کہ قلتِ جماعت و قلتِ اسباب اس کا سبب تھا۔

یہ خلاف تحقیق ہے، کیونکہ مدینہ ہی میں پہنچ کر کیا جماعت بڑھ گئی تھی؟ کفار کا پھر بھی غلبہ تھا۔ مدینہ کی تمام جماعت تمام عرب کے مقابلے میں کیا چیز تھی؟ بلکہ اگر یہ دیکھا جائے کہ تمام کفارِ عالم کے مقابلے میں یہ اجازت ہوئی تھی، تب تو مدینہ کیا سارا عرب بھی قلیل تھا اسی طرح مدینہ پہنچ کر سامان میں کیا زیادتی ہوگئی تھی؟ ..... نصوص سے خود معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کفار کے مقابلے میں اکثر مواقع میں اس قدر کم ہوتی تھی کہ ملائکہ کا جوڑ لگایا جاتا تھا .... اور یہ صورت ملائکہ کی مکہ میں رہتے ہوئے بھی ممکن تھی مگر پھر بھی اس صورت

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کو اختیار کرکے وہاں اجازت نہ دی گئی، تو اس کی کوئی اور وجہ بتلانی چاہیئے اہل ظاہر اس کی شافی وجہ نہیں بتلا سکتے۔

محققین نے فرمایا ہے کہ اصل بات یہ تھی کہ مکہ میں عام مسلمانوں کے اندر اخلاق حمیدہ اخلاص وصبر وتقوٰی کامل طور پر راسخ نہ ہوئے تھے، اس وقت اگر اجازت قتال کی ہوجاتی تو سارا مقابلہ جوشِ غضب اور انتقام للنفس کے لئے ہوتا، محض اخلاص اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے نہ ہوتا اور اس حالت میں وہ اس قابل نہ ہوتے کہ ملائکہ کی جماعت سے ان کی امداد کی جاوے اور حمایت الٰہی ان کے شاملِ حال ہو۔ چنانچہ آیتِ مذکورہ میں بَلٰی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا کی شرط بتلا رہی ہے کہ حمایتِ الٰہی اسی وقت متوجہ ہوتی ہے جبکہ مسلمان صبر وتقوٰی میں راسخ ہوں، (اور تقوٰی کے معنی ہیں : احتراز عما نہی اللہ عنہ وامتثال ما امر بہ جس میں اخلاص اور احتراز عن الریاء وعن شائبۃ النفس بھی داخل ہے) اور مدینہ میں پہنچ کر یہ اخلاق راسخ ہوگئے تھے۔ مہاجرین کو مکہ میں رہنے کی حالت میں کفار کی ایذاء پر صبر کرنے سے نفس کی مقاومت سہل ہوگئی نیز قوت غضب نفسانی ضعیف بلکہ زائل ہوگئی تھی۔

پھر ہجرت کے وقت جب انھوں نے اپنے وطن، اہل وعیال اور مال ودولت سب پر خاک ڈال دی تو ان کی محبتِ الٰہی کامل ہوگئی، اور محبت دنیا ان کے قلب سے بالکل نکل گئی۔ انصارِ مدینہ نے مہاجرین کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے ان کے قلوب بھی محبتِ الٰہی سے لبریز اور محبت دنیا سے پاک ہوگئے تھے، چنانچہ انصار نے خوش خوش ان حضرات کو اپنے مکانات واموال میں شریک کرنا چاہا۔

غرض واقعۂ ہجرت سے مہاجرین وانصار دونوں کا امتحان ہوگیا جس میں وہ کامل اُترے۔ اس کے بعد ان کو اجازت قتال دی گئی کہ اب جو کچھ کریں گے محض خدا کے لئے کریں گے جوشِ غضب اور خواہشِ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

انتقام اور شفاء غیظِ نفس کے لئے کچھ نہ کریں گے اس وقت یہ اس قابل ہونگے کہ حمایتِ الٰہی ان کا ساتھ دے اور ملائکۂ رحمت ان کی مدد کریں۔ چنانچہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واقعات اس پر شاہد ہیں کہ وہ جو کچھ کرتے تھے خدا کے لئے کرتے تھے حتّٰی کہ مثنوی میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی کو معرکۂ قتال میں پچھاڑا اور ذبح کا ارادہ کیا۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ اُس کم بخت نے آپکے چہرۂ مبارک پر تھوکا۔ اب چاہیئے تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو فوراً ہی ذبح کر ڈالتے، مگر تھوکنے کے بعد آپ فوراً اس کے سینے پر سے کھڑے ہو گئے۔ اور فوراً اسے چھوڑ دیا۔ وہ یہودی بڑا متعجب ہوا، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی وجہ پوچھی کہ اگر آپ نے مجھ کو کافر سمجھ کر قتل کرنا چاہا تھا تو تھوکنے پر کیوں رہا کر دیا؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"بات یہ ہے کہ اوّل جب میں نے تجھ پر حملہ کیا تو اس وقت بجز رضائے حق کے مجھے کچھ مطلوب نہ تھا۔ اور جب تو نے مجھ پر تھوکا تو مجھے غصہ اور جوشِ انتقام پیدا ہوا، میں نے دیکھا کہ اب میرا تجھے قتل کرنا محض خدا کے لئے نہ ہوگا بلکہ اس میں نفس کی بھی آمیزش ہوگی اور میں نے نہ چاہا کہ نفس کے لئے کام کر کے اپنے عمل کو ضائع کروں اس لئے تجھے رہا کر دیا۔"

وہ یہودی فوراً مسلمان ہو گیا اور سمجھ گیا کہ واقعی یہی مذہب حق ہے جس میں شرک سے اس درجہ نفرت دلائی گئی ہے کہ کوئی کام نفس کے لئے نہ کرو۔ بلکہ محض خدا کے لئے ہر کام کرو۔ دوستی اور دشمنی میں بھی نفس کی آمیزش سے روکا گیا ہے۔

اب ہماری یہ حالت ہے کہ جو لوگ خدمت اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں ان میں اکثر وہ لوگ ہیں جو نفس کے واسطے کام کرتے ہیں اپنے ذرا ذرا سے کارناموں کو اچھالتے اور اخباروں میں شائع کرتے ہیں۔ احکامِ الٰہی کی پروا نہیں کرتے۔ بس ان کا مقصود یہ ہے کہ کام ہونا چاہیئے خواہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

شریعت کے موافق ہو یا مخالف، چندہ میں جائز و ناجائز کی پروا نہیں، صَرف میں حلال و حرام کا خیال نہیں، پھر حمایت الٰہی ان کے ساتھ کیونکر ہو؟ بلکہ اب تو یہ کہا جاتا ہے کہ میاں مسئلہ مسائل کو ابھی رہنے دو اس وقت تو کام کرنا چاہیئے، بعد کو مسئلہ مسائل دیکھے جائیں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان صاحبوں کو یہ خبر نہیں کہ مسئلہ مسائل کے بغیر تو مسلمان کو نہ دنیوی فلاح ہو سکتی ہے نہ اُخروی، اور سب سے زیادہ اخلاص نیت کی ضرورت ہے جس کا یہاں صفر ہے"

(وعظ محاسن اسلام در مجموعہ مواعظ "محاسن اسلام" ص۲۸ مطبوعہ ملتان)

یہ بات مشہور ہے کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ ہندوستان کی سیاسی تحریکات سے الگ رہے، اس دَوران ایک صاحب نے یہ پیش کش کی کہ ہم آپکو امیر المؤمنین بناتے ہیں آپ ہماری قیادت فرمائیے۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پیش کش کا مناسب جواب دینے کے بعد فرمایا:

"سب سے پہلے جو امیر المؤمنین ہو کر حکم دوں گا وہ یہ ہوگا کہ دس برس تک سب تحریک اور شور و غل بند۔ ان دس سالوں میں مسلمانوں کی اصلاح کی کوشش کی جائے گی۔ جب یہ قابل اطمینان ہو جائیں گے تب مناسب حکم دوں گا"

(الافاضات الیومیہ ص۷۶ ج۳ ملفوظ ۸۹ ملقب بہ تدبیر الفلاح)

اگر ہم حقیقت پسندی سے اپنے حالات کا جائزہ لیں تو محسوس ہوگا کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے اس اقتباس میں ہماری دُکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہے اگر آج ہماری سیاست کی بیل منڈھے نہیں چڑھتی تو اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم مکّی زندگی کے تیرہ سال کی چھلانگ لگا کر پہلے ہی دن سے مدنی زندگی کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو اخلاقی اور روحانی اعتبار سے تیار کئے بغیر اصلاح قوم کا جھنڈا لے کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ جھنڈا کس طرح پکڑا جاتا ہے؟ نہ ہمیں یہ پتہ ہے کہ اسے سربلند رکھنے کا طریقہ کیا ہے؟ نہ ہم نے اس کام کی کوئی تربیت حاصل کی ہے۔ بس ہم نے کچھ دوسری قوموں کو اپنے سیاسی مقاصد کے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حصول کے لئے جھنڈا اُٹھائے دیکھا تو انہی کی نقالی ہم نے بھی شروع کر دی، نتیجہ یہ ہے کہ ہماری سیاسی جدوجہد کا طرز و انداز، ہماری کوششوں کا طریق کار، ہماری اختیار کی ہوئی تدبیریں تقریباً سب کی سب وہ ہیں جو ہم نے دوسری قوموں سے مستعار لی ہیں اور ان کو شریعت کی کسوٹی پر صحیح طریقے سے پرکھے بغیر اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ جب ان طریقوں سے لادینی سیاست کامیاب ہو سکتی ہے تو اسلامی سیاست بھی کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتی ہے۔ حالانکہ اسلامی سیاست کو لادینی سیاست پر قیاس کرنا کھجور کے درخت کو کنویں پر قیاس کرنے کے مترادف ہے۔

سیاسی تدبیریں:

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے اپنی تصانیف اور مواعظ و ملفوظات میں جابجا اس بات پر زور دیا ہے کہ اسلامی سیاست میں صرف مقصد کا نیک اور شریعت کے موافق ہونا کافی نہیں، بلکہ اس کے طریق کار اور اس کی تدبیروں کا بھی شریعت کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ شریعت کے احکام کو پسِ پشت ڈالکر اور ان کی خلاف ورزی کر کے اسلامی حکومت قائم کرے گا تو وہ ایسی خام خیالی میں مبتلا ہے جس کا نتیجہ محرومی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر اس طرح کوئی حکومت اس نے قائم کر بھی لی تو وہ اسلامی حکومت نہیں، بلکہ اسلامی حکومت کا دھوکہ ہوگا۔

جیسا کہ مقالے کے آغاز میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ناقابلِ انکار دلائل کے ساتھ گزر چکا ہے اسلام میں سیاست و حکومت بذاتِ خود مقصود نہیں، بلکہ اصل شریعت کی اتباع اور اس کے نتیجے میں رضائے حق کا حصول ہے، اس لئے یہ طرزِ فکر اسلام کے دائرے میں نہیں کھپ سکتا کہ اسلامی حکومت کے قیام کی جدّوجہد میں اسلام کے بعض احکام کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے جزوی شرعی احکام کی قربانی دی جا سکتی ہے۔ اس کے بجائے مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ شرعی احکام کے دائرے میں رہ کر جدوجہد کرے اور ہر اُس طریقے سے اپنا دامن بچائے جس سے کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔ مسلمان کی کامیابی کا راز اتباعِ شریعت میں ہے۔ اسی پر نصرتِ الٰہی کا وعدہ ہے لہٰذا کامیابی اِنْ شاء اللہ اسی طریقے سے ہوگی۔ اور اگر بالفرض کسی شرعی حکم کی پابندی کی وجہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سے ظاہراً کوئی کامیابی حاصل نہ ہوسکے، تب بھی مسلمان اس سے زیادہ کا مکلف نہیں، نہ اس ناکامی کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے اور نہ اس سے آخرت میں اس ناکامی پر باز پرس ہوگی۔ اگر وہ شریعت کے فرمان پر چل رہا ہے تو وہ پوری طرح کامیاب اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر کا مستحق ہے اور اس کی زندگی کا اصل مقصد پوری طرح حاصل ہے۔

لہٰذا سیاسی جد و جہد کے دوران ہر تدبیر اور ہر اقدام کے بارے میں یہ اطمینان کرلینا ضروری ہے کہ وہ شرعی نقطۂ نظر سے جائز ہے یا ناجائز؟ کسی تدبیر کو اختیار کرنے کے لئے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ اس تدبیر کا موجودہ سیاست کی دنیا میں رواج عام ہے یا وہ سیاسی تحریکوں میں بہت مؤثر ثابت ہوئی ہے، اور اسے آج کی سیاست میں ناگزیر سمجھا جاتا ہے۔

اگر وہ اُصولِ شرعیہ کے اعتبار سے جائز نہ ہو، یا شرعی مفاسد پر مشتمل ہو تو خواہ موجودہ سیاست کے علمبردار اسے کتنا ہی ضروری کیوں نہ سمجھتے ہوں، اسے ہرگز اختیار نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ سیاست مقصود نہیں، شریعت کی اطاعت مقصود ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حالات میں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکباز صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مؤثر سے مؤثر تدبیریں صرف اس لئے چھوڑ دیں کہ وہ شریعت کے خلاف تھیں۔

غزوۂ بدر کے موقع پر جب حق و باطل کا پہلا فیصلہ کن معرکہ درپیش تھا، اور تین سو تیرہ بے سروسامان صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اتنی بڑی طاقت سے ٹکر لینے جارہے تھے تو ایک ایک شخص کی بڑی قدر و قیمت تھی اور قدرتی طور پر نفری میں تھوڑا سا اضافہ بھی کامیابی میں مؤثر ہوسکتا تھا، اس موقع پر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جاں نثار صحابی اور ان کے والد نے لشکر میں شامل ہونا چاہا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس بنا پر جہاد میں

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

شامل ہونے سے روک دیا کہ آتے وقت اُنھیں کفار نے گرفتار کرلیا تھا، اور اس وعدے پر چھوڑا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہیں کریں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جہاد کی شرکت سے روکتے ہوئے فرمایا:

نفی لہم بعہدھم ونستعین اللہ تعالیٰ علیھم۔

ہم ان سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کریں گے اور انکے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں گے۔

(صحیح مسلم ص ۱۰۶، ج ۲، سیر اعلام النبلاء ص ۳۶۲، ۳۶۳ ج ۲ والاصابۃ ص ۲۲۳ ج ۲)

اسی غزوے میں ایک نہایت تجربہ کار مشرک شخص نے جو اپنی بہادری اور جنگجوئی میں مشہور تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑائی میں شامل ہونا چاہا، لیکن یہ حق و باطل کا پہلا معرکہ تھا اور اس پہلے معرکے میں کسی کافر کی مدد لینا اسلام کو گوارا نہ تھا۔ چنانچہ اسوقت حکم یہی تھا کہ کافروں سے مدد نہ لی جائے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی لڑائی میں شامل کرنے سے انکار فرمادیا اور ارشاد فرمایا:

ارجع، فلن استعین بمشرک

میں کسی مشرک سے ہرگز مدد نہ لوں گا۔

(جامع ترمذی، کتاب السیر باب فی اہل الذمۃ یغزون مع المسلمین)

خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مقام تو بہت بلند ہے۔ بعد کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اسی اصول پر ہمیشہ کاربند رہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رومیوں سے جنگ بندی کا معاہدہ تھا اس کی مدت ختم ہونے سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی فوجیں سرحد پر ڈال دیں اور مدت کے ختم ہوتے ہی حملہ کردیا۔ رومی لوگ بے خبری میں تھے اس لئے پسپا ہونے شروع ہوگئے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتحانہ آگے بڑھتے رہے، اتنے میں حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے پہنچے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روک کر انھیں ایک حدیث سُنائی جس کی رُو سے یہ حملہ شرعاً جائز نہیں تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ حملہ چونکہ جنگ بندی ختم ہونے کے بعد

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ہوا ہے اس لئے یہ عہد شکنی میں داخل نہیں ہے۔ لیکن حدیث سنتے ہی کوئی تاویل کرنے کے بجائے اپنے پورے لشکر کے ساتھ واپس لوٹ گئے۔

(جامع ترمذی، ابواب السیر، باب ماجاء فی الغدر)

جو سالارِ لشکر اپنی کامیاب تدبیر کے بعد فتح کے نشے میں آگے بڑھ رہا ہو، اس کے لئے اپنی یلغار کو روکنا ہی مشکل ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ مفتوحہ علاقہ بھی واپس کر دے۔ لیکن مقصد چونکہ سیاست وحکومت نہیں، اطاعتِ شریعت تھا، اس لئے تدبیر کے ناجائز ہونے کا علم ہوتے ہی اس ساری تدبیر سے دستبردار ہو گئے۔

غرض ہماری تاریخ ایسی درخشاں مثالوں سے بھری پڑی ہے جن میں مسلمانوں نے مؤثر سے مؤثر تدبیر کے لئے بھی شریعت کی ادنیٰ خلاف ورزی گوارا نہیں کی بلکہ اسے ترک کر دیا۔

لہٰذا اسلامی سیاست میں جدوجہد کی تدبیروں کا شرعاً جائز ہونا ضروری ہے لیکن آج کل عموماً سیاسی جدوجہد کے دوران یہ پہلو نظروں سے بالکل اوجھل ہو جاتا ہے جو تدبیریں لادینی سیاست کے علمبردار اختیار کئے ہوئے ہیں اور جن کا رواج عام ہو چکا ہے انھیں یہ دیکھے بغیر اختیار کر لیا جاتا ہے کہ یہ تدبیریں اپنے تمام لوازم کے ساتھ جائز بھی ہیں یا نہیں؟ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے سیاسی جدوجہد کے کئی مروجہ طریقوں پر شرعی نقطۂ نظر سے بحث فرمائی ہے اور ان کے شرعی حکم کو واضح فرمایا ہے۔

بائیکاٹ اور ہڑتال کا شرعی حکم:

مثلاً حکومت سے اپنے مطالبات منوانے کے لئے آج کل ہڑتالوں کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، اگر بات صرف اس حد تک ہوتی کہ لوگ اپنی خوشی سے احتجاجاً کاروبار بند کر دیں تو دوسرے مفاسد کی عدم موجودگی میں اسے ایک مباح تدبیر کہا جا سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بائیکاٹ یا نان کوآپریشن، یہ شرعاً افرادِ جہاد میں سے نہیں، دلائل میں ملاحظہ کیا جائے، بلکہ مستقل تدابیر مقاومت کی ہیں جو فی نفسہٖ مباح ہیں۔

(الروضۃ الناضرۃ، افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ ص ۲۱۰)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

لیکن ایسی ہڑتال جو لوگوں نے کلّیۃً اپنی خوشی سے کی ہو، آج عملاً دنیا میں اس کا وجود نہیں ہے، اکثر و بیشتر تو لوگوں کو ان کی خواہش اور رائے کے برخلاف ہڑتال میں حصّہ لینے پر مجبور کیا جاتا ہے، اگر کوئی حصّہ نہ لے تو اس کو جسمانی اور مالی اذیتیں دی جاتی ہیں، سنگباری اور آتشزنی تو ہڑتال کا لازمی حصّہ بن گئے ہیں۔ سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کر کے لوگوں کے لئے اپنی ضرورت سے چلنا پھرنا مسدود کر دیا جاتا ہے۔ چلتی ہوئی گاڑیوں پر پتھراؤ ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ اس قسم کی ایذا رسانیوں کے خوف سے اپنا کاروبار بند رکھتے ہیں اور جو ضرورت مند شخص باہر نکلنے پر کسی وجہ سے مجبور ہو وہ ہر وقت جانی و مالی نقصان کے خطرے میں رہتا ہے اور بسا اوقات کوئی نہ کوئی بے گناہ مارا جاتا ہے، بعض مرتبہ مریض علاج کو ترس ترس کر رخصت ہو جاتے ہیں اور بہت سے غریب لوگ فاقہ کشی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

یہ تمام باتیں ہڑتال کا ایسا لازمی حصّہ بن کر رہ گئی ہیں کہ ان کے بغیر کسی "کامیاب ہڑتال" کا تصوّر نہیں ہو سکتا، ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں شرعاً حرام و ناجائز ہیں اور جو چیز ان حرام و ناجائز باتوں کا لازمی سبب بنے وہ کیسے جائز ہو سکتی ہے؟

لہٰذا حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے ہڑتال کے مروّجہ طریقوں کو شرعاً ناجائز قرار دیا ہے۔ تحریکاتِ خلافت کے زمانے میں "ترکِ موالات" کے جو طریقے اختیار کئے گئے تھے انمیں ہڑتال بھی داخل تھی۔ ترکِ موالات کے تحت یہ تحریک چلائی گئی تھی کہ برطانوی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے۔ چنانچہ اہلِ تحریک نے ایسی دُکانوں پر جو برطانوی مصنوعات فروخت کرتی تھیں رضاکار مقرر کر دیئے تھے جو لوگوں کو جس طرح ممکن ہو وہاں سے خریداری کرنے سے روکتے تھے، اگر خرید چکے ہوں تو ان کو واپسی پر مجبور کرتے تھے، نیز دُکانداروں کو مجبور کرتے تھے کہ وہ ایسی اشیاء اپنی دُکانوں میں نہ رکھیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو ان کو نقصان پہنچاتے تھے خواہ اس دُکاندار کے پاس کوئی اور ذریعۂ معاش نہ ہو اور اس تجارت کے بند کرنے سے اسکے اہل و عیال پر فاقوں کی نوبت آجائے۔ حضرت ان طریقوں کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

> یہ واقعہ بھی متعدد گناہوں پر مشتمل ہے،
> ایک مباح فعل کے ترک پر مجبور کرنا کیونکہ بجز بعض خاص تجار تو
> کے سب اشیاء کی خرید و فروخت کا معاملہ اہلِ حرب تک کے ساتھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بھی جائز ہے چہ جائیکہ معاہدین کے ساتھ۔

دوسری بے بعد اتمام بیع کے واپسی پر مجبور کرنا اور زیادہ گناہ ہے کیونکہ بدون قانون خیار کے یہ واپسی بھی شرعًا مثل بیع کے ہے جس میں تراضی متعاقدین شرط ہے۔

تیسری بے نہ ماننے والوں کو ایذار دینا، جو ظلم ہے،

چوتھے اہل وعیال کو تکلیف پہنچانا کہ یہ بھی ظلم ہے،

پانچویں اگر اس کو واجب شرعی بتلایا جاوے تو شریعت کی تغییر و تحریف ہونا ....."

اس کے بعد حضرت ہڑتال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اسمیں بھی وہی خرابیاں ہیں جو نمبر ۳ میں مذکور ہوئیں، اور اگر ان احتجاجات مذکورہ میں شرکت نہ کرنے پر ایذار جسمانی کی بھی نوبت آجائے تو یہ گناہ ہونے میں اضرارِ مالی سے بھی اشد اور منافی اقتضائے اسلام ہے پھر ان مقاطعات پر مجبور کرنے میں یہ جابرین خود اپنے تسلیم کردہ قانونِ حریت کے بھی خلاف کر رہے ہیں۔ ورنہ کیا وجہ کہ اپنی آزادی کی تو کوشش کریں، اور دوسروں کی آزادی کو سلب کریں"

(معاملۃ المسلمین۔ افادات اشرفیہ ص ۲۷، ۲۸)

اس کے علاوہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہڑتال ہی کے موضوع پر ایک مستقل رسالہ "تلیین العرائک" کے نام سے لکھا ہے، جس کا اصل موضوع تو تعلیمی اداروں میں طلبہ کی ہڑتال ہے۔ لیکن اس میں مطلق ہڑتال کے بارے میں بھی اصولی بحثیں آگئی ہیں۔ اس رسالے کا حاصل بھی یہی ہے کہ ہڑتال کا مروجہ طریق کار شریعت کے خلاف اور ناجائز ہے۔ (ملاحظہ ہو امداد الفتاوی ص ۲۰۱ ج ۶)

بھوک ہڑتال:

اسی طرح مطالبات منوانے کے لئے ایک طریقہ بھوک ہڑتال کا بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا تھا:

"اگر کوئی گرفتار ہو جائے اُن میں سے بعضے لوگ جیل جانے میں مقاطعۂ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جوعی کرتے ہیں یہاں تک کہ مرجاتے ہیں اور قوم میں ان کی مدح کی جاتی ہے۔"

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا :

"اس کا خودکشی اور حرام ہونا ظاہر ہے۔

قال اللہ تعالیٰ : ولا تقتلوا انفسکم،

وفی الھدایۃ کتاب الاکراہ، فیأثم کما فی حالۃ المخمصۃ،

وفی العنایۃ : فامتناعہ عن التناول کامتناعہ من تناول الطعام الحلال حتی تلفت نفسہ اوعضوہ، فکان اٰثما۔ الخ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جان بچانا اس درجہ فرض ہے کہ اگر حالتِ اضطرار میں اندیشہ مرجانے کا ہو اور مردار کھانے سے جان بچ سکتی ہو تو اسکا نہ کھانا اور جان دیدینا معصیت ہے، چہ جائیکہ طعام حلال کا ترک اور اس فعل کی مدح کرنے میں تو اندیشۂ کفر ہے کہ صریح تکذیب ہے شریعت کی کہ شریعت جس فعل کو مذموم کہتی ہو یہ اس کو محمود کہتا ہے۔"

(افادات اشرفیہ درمسائل سیاسیہ ص ۲۸، ۲۹، نمبر ۶)

ایک اور موقع پر ارشاد فرماتے ہیں :

"یہ (بھوک ہڑتال) خودکشی کے مترادف ہے۔ اگر موت واقع ہوجائیگی تو وہ موت حرام ہوگی۔" (الافاضات الیومیۃ ص ۳۰ ج ۳ ملفوظ نمبر ۱۴)

پبلسٹی کے مروّجہ ذرائع :

آج کی سیاست میں پبلسٹی اور پروپیگنڈے کو بھی نہایت اہم مقام حاصل ہے، اور اس سلسلے میں عموماً مغربی سیاست کے ایک مشہور نمائندے گوئبلز کے اس مقولے پر عمل کیا جاتا ہے :

"جھوٹ اتنی شدت کے ساتھ بولو کہ دنیا اُسے سچ جان لے"

آج کل کی حکومتیں ہوں یا لادینی سیاسی جماعتیں وہ تو اس اصول پر عمل کرتی ہی ہیں لیکن بسا اوقات اسلام کے لئے سیاسی جدوجہد کرنے والے حضرات بھی چھائے ہوئے ماحول سے متأثر ہوکر پبلسٹی اور پروپیگنڈے کے مروّجہ ذرائع کو

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ان کے جائز و ناجائز ہونے کی طرف یا تو دھیان نہیں جاتا یا پھر وہی نظریہ کارفرما ہوتا ہے کہ سیاست کی اصلاح ایک بلند مقصد ہے اور اس کے حصول کے لئے چھوٹے چھوٹے اُمور کی قربانی دی جاسکتی ہے۔

غلط بیانی تو حرام ہے ہی لیکن سیاسی مخالفین کی بلا وجہ غیبت، ان کے خلاف ناجائز بدگوئی، ان پر بہتان و افترا اور تحقیق کے بغیر افواہیں پھیلانا، یا ان پر تحقیق کے بغیر یقین کرنا یہ سب وہ باتیں ہیں جو ہماری سیاسی تحریکات میں شعوری یا غیر شعوری طور پر داخل ہو گئی ہیں اور ان کی وجہ سے افتراق و انتشار، پارٹی بندیوں اور فتنہ و فساد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے اپنی تصانیف اور مواعظ و ملفوظات میں اس طریق کار پر بھی تنقید فرمائی ہے اور ایسی سیاسی تدبیروں کو ناجائز اور واجب الترک قرار دیا ہے جو ان مفاسد پر مشتمل ہوں۔

اسی طرح جلسے جلوس بھی پبلسٹی اور اپنے نقطۂ نظر کو عوام تک پہنچانے کا اہم ذریعہ سمجھے جاتے ہیں، لیکن ان میں بھی بعض اوقات احکام شرعیہ کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اس کے بارے میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"جب کوئی تدبیر تدابیر منصوصہ کے خلاف اختیار کی جاوے گی، اُس کو تو ممنوع ہی کہا جاوے گا۔ خصوص جبکہ وہ فعل عبث یا مضر بھی ہو تو اس کی حرمت میں پھر کیا شبہہ ہو سکتا ہے ؟ وہاں تو الضرورات تبیح المحظورات کا شبہہ بھی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ہڑتالیں ہیں، جلوس ہیں، ان میں وقت کا ضائع ہونا، روپے کا صرف ہونا، حاجت مند لوگوں کو تکلیف ہونا، نمازوں کا ضائع ہونا، کھلے مفاسد ہیں تو یہ افعال کیسے جائز ہو سکتے ہیں ؟

"ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر نیت امدادِ حق کی ہو ؟

تو فرمایا :

ان باتوں سے حق کو کوئی امداد نہیں پہنچتی، دوسرے نامشروع فعل نیت سے مشروع نہیں ہو جاتا" (الافاضات الیومیہ ص ۱۳۶ ج ۵، ملفوظ نمبر ۱۵۲)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مروّجہ سیاسی تدابیر کے بارے میں ایک اور موقع پر آپ نے اپنا نقطۂ نظر واضح فرمایا ہے، آپ سے پوچھا گیا تھا:

"جتھے (حکومت کے) مقابلے کے لئے جاتے ہیں اور گرفتار ہوتے ہیں، خاموش مقابلہ کرتے ہیں، اگر حکومت کی طرف سے تشدد بھی ہو تب بھی جواب نہیں دیا جاتا۔ ان صورتوں کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

"عقلی دو ہی احتمال ہیں، یا تو مقابلے کی قوت ہے، یا قوت نہیں، اگر قوت ہے تو گرفتار ہونے کے کیا معنی؟ مقابلہ کرنا چاہئے۔ اور جب مقابلہ نہیں کر سکتے تو یہ صورت عدم قوت کی ہے، جیسا کہ ظاہر ہے، تو عدم قوت کی حالت میں قصداً ایسی صورت اختیار کرنے کی کہ خود ضرب حبس میں مبتلا ہو شریعت اجازت نہیں دیتی، بلکہ بجائے ایسے مخترع مقابلے کے مکارہ (ناگوار امور) پر صبر سے کام لینا چاہیئے۔ خلاصہ یہ کہ اگر قوت ہے مقابلہ کرو، اگر قوت نہیں صبر کرو، ان دو صورتوں کے علاوہ تیسری کوئی صورت منقول نہیں۔

آگے ارشاد فرماتے ہیں:

اس وقت سب سے بڑی وجہ ناکامی کی یہی ہوئی کہ مسلمانوں کے سر پر کوئی بڑا نہیں، نہ مسلمانوں کی قوت کسی مرکز پر جمع ہے اور نہ ہو سکتی ہے جب تک کہ بالاتفاق ایک کو بڑا نہ بنالیں۔ اگر امام ہو تو سب کام ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ اس کے حکم سے میدان میں جاویں، اگر جان بھی جاتی ہے تو کوئی حرج نہیں، اور یہ کیا کہ بیٹھے بیٹھے جا کر قتل ہو جاویں، یہ کوئی انسانیت ہے؟ اصل بات وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ خیر القرون میں دو ہی صورتیں تھیں کہ قوت کے وقت مقابلہ، اور عدم قوت کے وقت صبر۔ اس کے سوا سب من گھڑت تدابیر ہیں۔ اس لئے ان میں خیر و برکت نہیں ہو سکتی، اور جب خیر و برکت نہ ہو اور مسلمان ظاہراً کامیاب بھی ہو جائیں تو اس کامیابی پر کیا خوشی جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تدابیر اختیار کر کے کامیابی حاصل کی جاوے، اور حسّی کامیابی کا ہو جانا تو کوئی کمال کی بات نہیں۔ اس لئے کہ ایسی کامیابی کافروں کو بھی ہو جاتی ہے، اور مسلمانوں کی اصل کامیابی تو وہ ہے کہ چاہے غلامی ہو مگر خدا راضی ہو، اور اگر حکومت ہوئی اور ان کی مرضی کے خلاف ہوئی، وہ راضی نہ ہوئے تو فرعون کی حکومت اور تمہاری حکومت میں کیا فرق ہوا؟ بس ان کے راضی کرنے کی فکر کرو، ان سے صحیح معنوں میں تعلق جوڑو، اسلام اور احکامِ اسلام کی پابندی کرو۔ ان بتوں کا اتباع تو بہت دن کر کے دیکھ لیا، اب خدا کے سامنے سر رکھ کر اور اس سے اپنی حاجت اور ضروریات مانگ کر بھی دیکھ لو کہ کیا ہوتا ہے؟"

(الافاضات الیومیۃ ص ۱۶۸، ۱۶۹ ج ۵ ملفوظ نمبر ۱۹۰)

حکومت کے ساتھ طرزِ عمل:

اسلام نے اپنے احکام میں اصل زور اس بات پر دیا ہے کہ ہر حالت میں احکامِ شریعت کی اتباع کی جائے، اگر حاکم وقت کی طرف سے خلاف شرع اُمور کا حکم دیا جائے تو اس کی اطاعت واجب نہیں۔ بلکہ جب تک اِکراہ کی شرعی حالت متحقق نہ ہو شریعت کے احکام پر عمل ضروری ہے، اس راستے میں جتنی تکلیفیں پیش آجائیں ان پر صبر کرنا چاہئے کہ وہ موجب اجر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی حاکم شریعت کے خلاف کام کر رہا ہے تو اُسے راہِ راست پر لانے کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس کی شرائط کے ساتھ انجام دینا بھی ضروری ہے اور ضرورت کے وقت اس کے سامنے اظہارِ حق بھی جسے حدیث میں "افضل الجہاد" قرار دیا گیا ہے۔ یہ تمام کام شریعت کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں بشرطیکہ شرعی حدود میں ہوں اور پیش نظر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور دینِ حق کی تبلیغ و نصرت ہو، محض اپنی بہادری جتانا، لوگوں سے داد حاصل کرنا یا خود طلب اقتدار پیش نظر نہ ہو۔

لیکن آج کی سیاسی فضاء میں یہ معاملہ بھی شدید افراط و تفریط کا شکار ہے جو لوگ "حزب اقتدار" سے وابستہ یا حکومت کے طرفدار ہوتے ہیں، وہ ہر حال میں حکومت کی تعریفوں کے پُل باندھے رکھتے ہیں اور اس کے ہر جائز و ناجائز فعل کی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تائید وحمایت کرتے ہیں۔ حکومت کے ناجائز یا ظالمانہ اقدامات کو کھلی آنکھوں دیکھتے ہیں پھر بھی خاموش رہتے ہیں اور ان کی تاویلات تلاش کرتے رہتے ہیں جو صریح مداہنت ہے اور بعض لوگ تو ان ناجائز اقدامات کی حمایت کے لئے تحریف دین تک سے دریغ نہیں کرتے۔

اور دوسری طرف جو لوگ "حزب اختلاف" سے وابستہ یا حکومت کے مخالف ہیں، وہ "حکومت کی مخالفت" کو بذاتِ خود ایک مقصد بنا لیتے ہیں۔ اور اسے سیاسی فیشن کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ خاص طور پر یہ بات اپنے فرائض منصبی میں سے سمجھتے ہیں کہ وہ حکومت کی ہر بات میں کیڑے نکالیں اور اس کی کسی اچھائی کا اعتراف نہ کریں۔ اس طرز عمل کا مقصد بسا اوقات حق کی نصرت کے بجائے حکومت کو بدنام کرکے اپنے اقتدار کا راستہ ہموار کرنا اور عوام سے بہادری کی داد حاصل کرنا ہوتا ہے۔

عوام میں بھی حکام کو وقت بے وقت بُرا بھلا کہنے اور انھیں گالیاں تک دینے کا رواج عام ہو چکا ہے۔ جلوسوں میں سربراہان حکومت کو "کتا" اور "سور" تک بنا کر ان کے خلاف ہائے ہائے کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ مجلسوں میں ایک مشغلے کے طور پر حکام کا ذکر کرکے ان کی بُرائیاں کی جاتی ہیں جو کسی معقول وجہ کے بغیر ہونے کی وجہ سے غیبت میں تو داخل ہیں ہی، بعض اوقات افتراء اور بہتان کی حدود میں بھی داخل ہو جاتی ہیں اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ فاسق وفاجر حکمرانوں کو بُرا کہنا غیبت میں داخل نہیں۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے اس طرز عمل پر بھی تنقید فرمائی ہے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"حجاج بن یوسف اس اُمت کا سب سے بڑا ظالم مشہور ہے، مگر کسی بزرگ کی مجلس میں ایک شخص نے اس پر کوئی الزام لگایا اور غیبت کی تو انھوں نے فرمایا کہ وہ اگرچہ ظالم وفاسق ہے مگر حق تعالیٰ کو اس سے کوئی دشمنی نہیں وہ جس طرح دوسرے مظلوموں کا انتقام حجاج سے لے گا اسی طرح اگر کوئی حجاج پر ظلم کریگا تو اس سے بھی انتقام لیا جائے گا۔"

(مجالس حکیم الامت ص ۹۲، ملفوظات رمضان ۱۳۴۸ھ)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اس کے علاوہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر یہ بات واضح فرمائی ہے کہ کسی ضرورت کے بغیر حکام کی علی الاعلان اہانت شرعًا پسندیدہ بھی نہیں ہے، فرماتے ہیں :

"سلاطینِ اسلام کی علی الاعلان اہانت میں ضرر ہے جمہور کا، ہیبت نکلنے سے فتن پھیلتے ہیں، اس لئے سلاطینِ اسلام کا احترام کرنا چاہیئے"

(انفاس عیسٰی ص ۳۷۵ ج ۱ - باب ۴)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ بات درحقیقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی شرح ہے جو حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے :

من اراد ان ینصح لذی سلطان بامر فلا یبد له علانیة ولکن لیأخذ بیده فیخلوا به فان قبل منه فذاك والا کان قد ادی الذی علیه،

"جو شخص کسی صاحبِ اقتدار کو کسی بات کی نصیحت کرنا چاہے تو اس نصیحت کو علانیہ ظاہر نہ کرے بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لیجائے اگر وہ اس کی بات قبول کرلے تو بہتر ورنہ اس نے اپنا فرض ادا کردیا"

(مجمع الزوائد ص ۲۲۹ ج ۵ - بحوالہ مسند احمد ورجالہ ثقات)

ایک اور وعظ میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"بعض لوگ بعض مصائب سے تنگ ہوکر حکام وقت کو برا بھلا کہتے ہیں، یہ بھی علامت ہے بے صبری کی، اور پسندیدہ تدبیر نہیں، اور حدیث شریف میں اس کی ممانعت بھی آئی ہے، فرماتے ہیں :

"لا تسبوا الملوك"

یعنی بادشاہوں کو برا مت کہو، ان کے قلوب میرے قبضے میں ہیں میری اطاعت کرو، میں ان کے دلوں کو تم پر نرم کردوں گا"

(وعظ الصبر ص ۳۶، ماخوذ از اصلاح المسلمین ص ۵۲۲)

جس حدیث کی طرف حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے وہ مختلف

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف الفاظ میں مروی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کے یہ الفاظ مروی ہیں :

"لا تشغلوا قلوبکم بسبّ الملوك ، ولٰکن تقرّبوا الی اللہ تعالیٰ بالدّعاء لھم یعطف اللہ قلوبھم علیکم"

"اپنے دل بادشاہوں کو بُرا بھلا کہنے میں مشغول نہ کرو۔ بلکہ انکے حق میں دعا کرکے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو، اللہ تعالیٰ انکے دلوں کو تمہاری طرف متوجہ فرمادیں گے۔

(کنز العمال ص ۲ ج ۶ حدیث ۹ بحوالہ ابن النجّار)

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ منقول ہیں :

ان اللہ یقول : انا اللہ لا الٰہ الّا انا، مالك الملك وملك الملوك قلوب الملوك بیدی ، وإن العباد اذا اطاعونی حوّلت قلوب ملوکھم علیھم بالرأفة والرحمة ، وان العباد اذا عصونی حوّلت قلوبھم علیھم بالسخط والنقمة ، فساموھم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسکم بالدّعاء علی الملوك ، ولکن اشغلوا انفسکم بالذکر والتضرع اکفکم ملوککم۔

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں ، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں مالک الملک ہوں اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے قلوب میرے ہاتھ میں ہیں اور بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں تو میں ان کے بادشاہوں کے دلوں کو ان کی طرف رحمت و رافت سے متوجہ کردیتا ہوں، اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے دلوں کو ان کے خلاف ناراضی اور عذاب کے ساتھ متوجہ کردیتا ہوں، چنانچہ وہ انھیں بدترین اذیتیں پہنچاتے ہیں۔ لہٰذا تم بادشاہوں کو بددعائیں دینے میں مشغول نہ ہو، بلکہ اپنے آپ کو ذکر اور دعا و تضرع میں مشغول رکھو، میں تمہارے بادشاہوں کے معاملے میں تمہاری مدد کردوں گا"۔

(مجمع الزوائد ص ۲۴۹ ج ۵ بحوالہ، طبرانی، وفیہ ابراہیم بن راشد، وہو متروک)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں :

لا تسبّوا الائمۃ وادعوا اللہ لہم بالصّلاح فان صلاحہم لکم صلاح۔

"ائمہ (سربراہانِ حکومت) کو بُرا بھلا نہ کہو، بلکہ ان کے حق میں نیکی کی دعا کرو۔ کیونکہ ان کی نیکی میں تمہاری بھلائی ہے"

(السراج المنیر للعزیزی ص ۱۱۴ ج ۴، وقال : اسنادہ حسن)

بہرصورت ! حکام کو بلاضرورت بُرا کہنے کو مشغلہ بنالینا شرعاً پسندیدہ نہیں ہے، اگر وہ اتنے بُرے ہوں کہ ان کے خلاف خروج (بغاوت) جائز ہو تو پھر شرعی احکام کے مطابق خروج کیا جائے (جس کی کچھ تفصیل اِن شاء اللہ آگے آرہی ہے) لیکن بدگوئی کو شیوہ بنانے سے منع کیا گیا ہے۔ غیبت کے نقصان کے علاوہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بدگوئی کے ایک اور نقصان کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے، اور وہ یہ کہ حکومت کی فی الجملہ ہیبت امن وامان کے قیام کے لئے ضروری ہے اور جب یہ ہیبت دلوں سے اُٹھ جائے تو اس کا لازمی نتیجہ مجرموں کی بے باکی کی صورت میں نکلتا ہے، ملک میں بدامنی پھیلتی ہے اور اس کا نقصان پوری قوم کو بھگتنا پڑتا ہے۔

حکومت کے غیر شرعی قوانین اور اقدامات کیخلاف چارۂ کار

یہاں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہڑتال، بھوک ہڑتال اور احتجاج کی مروجہ بیشتر صورتوں کو درمیان سے نکال دیا جائے تو موجودہ حکومتوں کے غیر شرعی قوانین اور اقدامات کے خلاف اُمّت کے پاس چارۂ کار کیا رہ جاتا ہے ؟ کیا موجودہ حکومتوں کو اس طرح آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ اسلامی احکام کو پامال کرتی رہیں ؟ لوگوں کو اسلام اور اسلامی تعلیمات سے برگشتہ کرنے کیلئے حکومت کی پوری مشینری کو استعمال کرتی رہیں ؟ تعلیم گاہوں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ غیر اسلامی نظریات کی ترویج جاری رہے، اور جو مسلمان دین پر عمل کرنا چاہتے ہیں وہ زبانی وعظ ونصیحت کے سوا کچھ نہ کریں ؟ جبکہ آج کل کی حکومتوں کا تجربہ ہے کہ وہ زبانی وعظ ونصیحت کو درخور اعتنا نہیں سمجھتیں اور جب تک ان پر احتجاج

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کاغذ باؤ نہ ڈالا جائے اس وقت تک وہ کسی مطالبے کو عموماً تسلیم نہیں کرتیں۔

اس سوال کا جواب حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں یہ ہے کہ مغربی سیاست کے رواجِ عام کے سبب ہمارے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ احتجاج کا طریقہ ہڑتالوں، جلوسوں اور مظاہروں ہی میں منحصر ہے، حالانکہ ایک مسلمان کو احتجاج کا طریقہ بھی خود اپنے دین کے احکام ہی سے لینا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ اگر حکومت کے یہ غیر اسلامی اقدامات اس حد تک پہنچ جاتے ہیں جہاں حکومت کے خلاف خروج (مسلح بغاوت) جائز ہو جائے وہاں تو خروج کے احکام جاری ہوں گے (جن کی کچھ تفصیل آگے آ رہی ہے) لیکن جہاں خروج جائز نہ ہو وہاں وعظ و نصیحت کے علاوہ مسلمانوں کے پاس احتجاج کا ایک طریقہ ایسا ہے جو بڑی بڑی حکومتوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتا ہے اور وہ طریقہ ہے:

لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق

"خالق کی نافرمانی کر کے کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں"۔

اور یہ طریقہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد سے ثابت ہوتا ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خذوا العطاء ما دام عطاء، فاذا صار رشوۃ علی الدین فلا تأخذوہ ولستم بتارکیہ یمنعکم الفقر والحاجۃ الا ان رحا الاسلام دائرۃ فدوروا مع الکتاب حیث دار، الا ان الکتاب والسلطان سیفترقان فلا تفارقوا الکتاب، الا انہ سیکون علیکم امراء یقضون لانفسہم ما لا یقضون لکم فان عصیتموھم قتلوکم، وان اطعتموھم اضلوکم، قالوا: یا رسول اللہ کیف نصنع؟ قال: کما صنع اصحاب عیسی ابن مریم نشروا بالمناشیر وحملوا علی الخشب، موت فی طاعۃ اللہ خیر من حیاۃ فی معصیۃ اللہ۔

"تنخواہ اس وقت تک لو جب تک وہ تنخواہ رہے، لیکن اگر وہ دین

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(فروشی) کے اوپر رشوت بن جائے تو نہ لو، اور تم فقر اور حاجت کے خوف سے اسے چھوڑو گے نہیں، خوب سُن لو کہ اسلام کی چکی چل چکی ہے لہٰذا قرآن جہاں بھی جائے تم اس کے ساتھ جاؤ۔ خبردار! قرآن اور اقتدار دونوں الگ الگ ہو جائیں گے، ایسے میں تم قرآن کا ساتھ نہ چھوڑنا، یاد رکھو کہ تم پر کچھ ایسے امراء آئیں گے جو اپنے حق میں وہ فیصلے کریں گے جو تمہارے حق میں نہیں کریں گے۔ اگر تم نے ان کی خلاف ورزی کی تو وہ تمہیں قتل کر دینگے اور اگر تم نے انکی اطاعت کی تو وہ تمہیں گمراہ کر دینگے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم ایسے میں کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی کرو جو عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے ساتھیوں نے کیا، ان کو آروں سے چیر دیا گیا، اور لکڑیوں پر سولی چڑھایا گیا، اللہ کی اطاعت میں موت آجائے تو وہ اللہ کی نافرمانی میں زندگی گزارنے سے بہتر ہے"۔

(مجمع الزوائد ص ۲۳۸ ج ۵ بحوالۂ طبرانی وقال الہیثمی: یزید بن مرثد لم یسمع من معاذ والوضین بن عطاء وثقہ ابن حبان وغیرہ وضعفہ جماعۃ وبقیۃ رجالہ ثقات)

اس حدیث نے واضح فرمادیا کہ اگر کبھی حکومت وقت کی طرف سے ایسے احکام جاری کئے جائیں جو اللہ کی کتاب کے صراحۃً خلاف ہوں (جن میں اسلام کے تمام قطعی اور منصوص احکام داخل ہیں) تو ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ ان احکام کے بجائے اللہ کے حکم کی پابندی کرے یہ طریق کار جہاں انفرادی طور پر اور اخروی نجات کا راستہ ہے وہاں اسمیں اجتماعی اصلاح کی بھی زبردست صلاحیت ہے کیونکہ اب اگر عوام میں یہ عام دینی شعور پیدا کر دیا جائے کہ وہ خالص اپنے دینی جذبے سے حکومت کے غیر اسلامی احکام کی تنفیذ میں حصہ دار بننے سے ہاتھ روک لیں تو ایک حکومت پر اس سے بڑے کسی دباؤ کا تصور نہیں کیا جا سکتا، غور فرمائیے کہ اگر مسلمان اپنے دینی شعور کے تحت یہ فیصلہ کرلیں کہ وہ بینکوں کے سودی کھاتوں میں رقمیں نہیں رکھوائیں گے۔ ملازمین یہ طے کرلیں کہ وہ سودی بینکوں کی ملازمت چھوڑ دیں گے اور تجار یہ طے کرلیں کہ وہ کسی بینک سے سود پر قرض نہیں لیں گے۔ تو کیا یہ سودی نظام ایک دن باقی رہ سکتا ہے؟ اگر مسلمان جج یہ طے کرلیں کہ وہ کسی غیر اسلامی قانون کے تحت فیصلہ نہیں کریں گے۔ اور اسکے لئے ملازمت چھوڑنی پڑے تو چھوڑ دیں گے وکلاء یہ طے کرلیں کہ وہ کسی غیر اسلامی قانون کے تحت کسی مقدمے کی پیروی نہیں کریں گے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

خواہ انھیں کتنے مالی فوائد سے ہاتھ دھونے پڑیں تو کیا یہ غیر اسلامی قوانین عوام کے سروں پر مسلّط رہ سکتے ہیں؟ اگر مسلمان سرکاری ملازمین یہ عزم کرلیں کہ وہ حکومت کے کسی غیر اسلامی اقدام کی تنفیذ میں حصّہ دار بننا گوارا نہیں کریں گے اور اگر انھیں ایسا کرنا پڑا تو وہ ملازمت سے مستعفی ہو جائیں گے تو کیا یہ غیر اسلامی اقدامات باقی رہ سکتے ہیں۔؟

احتجاج کے مروّجہ طریقوں کے مقابلے میں اس تجویز میں صرف یہ خرابی ہے کہ یہ مغربی سیاست کے ٹکسال سے ڈھل کر نہیں نکلی اس لئے ذہنوں کے لئے اجنبی اور نامانوس ہے لیکن اگر اس تجویز پر ٹھیک ٹھیک عمل کرلیا جائے تو اس میں ملک کا نظام بدلنے کی پوری صلاحیت موجود ہے اور یہ مروّجہ تدابیر کے مفاسد سے بھی خالی ہے، ہاں اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ نفاذ اسلام کی جدوجہد کرنے والوں کے دل میں خدا کا خوف، آخرت کی فکر، اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس اور اتّباع شریعت کی لگن موجود ہو۔ اور وہ پہلے اپنی ذات پر اسلامی احکام کے نفاذ کے لئے تیار ہوں۔

اس کے برعکس مروّجہ طریق کار لوگوں کو اس لئے آسان معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اپنی ذات پر اسلام کی کوئی پابندی عائد کرنے کی کوئی شرط نہیں ہے، جس شخص کی ذاتی زندگی اسلام کی بنیادی تعلیمات تک سے خالی ہو، وہ بھی نفاذ اسلام کا جھنڈا بلند کرکے سڑکوں پر نعرے لگا سکتا ہے، اس طریق کار میں "اسلامی جذبے" کے اظہار کے لئے ایک دن ہڑتال میں حصّہ لے لینا کافی ہے۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد دُکانوں اور دفتروں میں بیٹھ کر خالص غیر اسلامی معاملات اپنے ہاتھوں سے طے کئے جارہے ہوں تو اس سے اس جدوجہد پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

سوال یہ ہے کہ جو لوگ خود اپنی ذاتی زندگی پر اسلامی احکام نافذ نہ کرسکتے ہوں وہ کیسے یہ توقع کرسکتے ہیں کہ نفاذ اسلام کے لئے ان کی جدوجہد اور ان کے مطالبات پورے ہوجائیں گے؟ اس عظیم کام کے لئے اتنی شرط تو ہونی چاہیئے کہ جو لوگ اس جدوجہد کا بیڑا اُٹھائیں کم از کم وہ تو اپنی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالے ہوئے ہوں اور اس راہ میں جان و مال اور جذبات و مفادات کی قربانی پیش کرنے کا عزم رکھتے ہوں۔ اگر یہ بنیادی شرط ہی مفقود ہے تو نفاذ اسلام کی جدوجہد کی حیثیت و اہمیت ایک بے جان اور سطحی شورش سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حکومت کے خلاف خروج :

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کو شدید جُرم قرار دیا ہے اور باغی کی سزا موت قرار دی ہے۔ چنانچہ اس بات پر فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے۔

حکومت عادلہ کے خلاف بغاوت کس وقت جائز ہوتی ہے؟ اس مسئلے میں فقہاء اُمّت نے کافی مفصّل بحثیں کی ہیں، یہ بات تو احادیث سے واضح ہے کہ اگر حکمران سے کفر بواح (واضح کفر) کا صدور ہو جائے تو اسکے خلاف بغاوت بالکل برحق ہے لیکن اگر اس سے فسق و فجور سرزد ہو تو اس صورت میں عموماً فقہاء رحمہم اللہ بغاوت کو جائز نہیں کہتے کیونکہ حدیث میں صرف کفرِ بواح کی صورت میں بغاوت کی اجازت دی گئی ہے۔

لیکن دوسری طرف بعض احادیث کے کچھ الفاظ اس کے خلاف بھی نظر آتے ہیں جن سے حکمران کے فسق کی صورت میں خروج کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اسی بناء پر بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارتیں بھی کچھ متضاد سی نظر آتی ہیں۔ خود راقم الحروف کو اس مسئلے میں ایک مدت تک بہت اشکال رہا، اور کوئی منقح بات سامنے نہیں آئی۔

لیکن حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے اس موضوع پر ایک نہایت جامع مفصّل اور مدلّل رسالہ تحریر فرمایا ہے جو امداد الفتاوی کی پانچویں جلد میں "جزل الکلام فی عزل الامام" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع کی تمام احادیث اور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کو یکجا جمع کر کے اس مسئلے کو اتنا منقح فرما دیا ہے کہ اس موضوع پر اس سے بہتر بحث احقر کی نظر سے نہیں گزری، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسئلے کی تمام صورتوں کا تجزیہ فرما کر ہر صورت کا حکم احادیث اور فقہی حوالوں کے ذریعے واضح فرمایا ہے۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حکمران کے غیر اسلامی اقدامات کی چند صورتیں ہیں اور ہر صورت کا حکم جدا ہے۔

(۱) حکمران کا فسق اسکی ذات کی حد تک محدود ہو، مثلاً شراب نوشی وغیرہ، اس کا حکم یہ ہے :

"اگر بدون کسی فتنے کے آسانی سے جدا کر دینا ممکن ہو، جُدا کر دیا جائے، اگر فتنے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کا اندیشہ ہو صبر کیا جائے ۔۔۔۔ اور اگر نہی عن العزل کی صورت میں اس پر کوئی خروج کرے تو عامۂ مسلمین پر اس کی نصرت واجب ہے خاص کر جب امام حکم بھی کرے لقولہ فی العبارۃ السادسۃ فاذا خرج جماعۃ مسلمون الخ

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اس کا فسق دوسروں تک متعدی ہو یعنی لوگوں کا مال ناحق طریقے سے لینے لگے، لیکن اس میں اشتباہ جواز کا بھی ہوسکتا ہو۔ جیسے مصالح سلطنت کے نام سے ٹیکس وغیرہ وصول کرنے لگے۔ اس صورت کا حکم یہ ہے کہ اس میں اس کی اطاعت ہی واجب ہے خروج جائز نہیں۔

(۳) ایسا مالی ظلم کرے جس میں جواز کا شبہہ بھی نہ ہو بلکہ صریح ظلم ہو اسکا حکم یہ ہے :

"اپنے اوپر سے ظلم کا دفع کرنا، اگرچہ قتال کی نوبت آجائے ..... اور صبر بھی جائز ہے ۔ بلکہ غالباً اولیٰ ہے ....."

(۴) لوگوں کو معصیتوں پر مجبور کرے، مگر اس کا منشأ دین کا استخفاف یا کفر و معصیت کی پسندیدگی نہ ہو، تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر اکراہ کے وہ احکام جاری ہونگے جو فقہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ لیکن خروج جائز نہ ہوگا ۔

(۵) لوگوں کو معصیت پر مجبور کرے، اور اس کا منشأ دین کا استخفاف یا کفر و معصیت کی پسندیدگی ہو تو یہ کفر ہے،

یا اگرچہ فی الحال تو اکراہ کا منشأ استخفاف وغیرہ نہ ہو لیکن اکراہ عام بشکل قانون ایسے طور پر ہو کہ ایک مدت تک اس پر عام عمل ہونے سے فی المآل ظن غالب ہو کہ طبائع میں استخفاف پیدا ہو جاویگا تو ایسا اکراہ بھی بحکم کفر ہے اور ان تمام صورتوں میں وہی حکم ہوگا جو کفر بواح کا ہے اور جو چھٹی صورت میں آرہا ہے ۔

(۶) نعوذ باللہ ! کافر ہو جائے، اس کا حکم یہ ہے :

"معزول ہو جاوے گا اور اگر جدا نہ ہو تو بشرط قدرت جدا کر دینا علی الاطلاق واجب ہے۔ مگر اس میں شرط یہ ہے کہ وہ کفر متفق علیہ ہو اور جس طرح اسکا کفر ہونا قطعی ہو اسی طرح اس کا صدور بھی یقینی ہو، مثل رؤیت عین کے نہ کہ محض روایات ظنیہ کے درجے میں،

کما دل علیہ قولہ علیہ السلام الا ان تروا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

المراد به رؤیة العین بدلیل تعدیته الی مفعول واحد"۔

کسی امر موجبِ کفر کی دلالت علی الکفر یا اس امر موجب کفر کا ثبوت قرائن مقامیہ یا مقالیہ کے اختلاف سے مختلف فیہ ہوسکتا ہے۔ اور خود قطعیت بھی کبھی مختلف فیہ ہوسکتی ہے، اسی طرح کبھی اجماع مختلف فیہ ہوسکتا ہے ..... اس صورت میں ہر عامل اپنے عمل میں معذور ہوگا۔

اسی طرح ایک اور صورت میں بھی رائے کے اختلاف میں مساغ ہے، وہ یہ کہ عبارتِ خامسہ میں تعارضِ مصالح کے وقت اخف المضرتین کے تحمل کا حکم کیا گیا ہے، تو ممکن ہے کہ دو شخصوں کا اجتہاد مضراتِ مختلفہ کے اخف و اشد ہونے میں مختلف ہو۔ وبه ینحل کثیر من الاشکالات من اختلاف جماعات الثقات فی مثل هذه المقامات۔

(امداد الفتاوی ص ۱۲۰- ج ۵)

پھر جن صورتوں میں خروج کی اجازت یا وجوب بیان کیا گیا ہے ان میں شرط یہ ہے کہ خروج کے لئے مناسب قوت موجود ہو۔ اور اس کے نتیجے میں کسی اور بدتر حکمران کے مسلط ہوجانے یا کسی غیر مسلم طاقت کے قبضہ جما لینے کا اندیشہ نہ ہو۔

یہاں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کا نہایت اجمالی خلاصہ پیش کیا گیا ہے ورنہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہر صورت کے حکم کو حدیث اور فقہ کے دلائل سے مبرہن فرمایا ہے اور تمام ممکنہ شبہات کا ازالہ بھی فرمایا ہے۔ اہلِ علم کے لئے یہ رسالہ نہایت مفید اور اطمینان بخش ہے۔

فهذا آخر ما اردنا ایراده فی هذه العجالة، وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سیدنا ومولانا محمد النبی الامین وعلی آله واصحابه اجمعین،

(ماہنامہ "البلاغ" شعبان و رمضان ۱۴۱۰ ہجری)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ
(القرآن)

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو
کہ در مغزد و صد خر فکر انسانے نمی آید
فرنگ آئین جمہوری نہاد ست
رسن از گردن دیوے کشاد ست

رفع النقاب
عن
وجہ الانتخاب

- جمہوریت اسلامیہ
- عورت کی سربراہی کی حرمت کے بارے میں

اکابر علماء کا متفقہ فیصلہ

○ قرآن ○ حدیث ○ فقہ ○ عقل ○ اجماع امت

کتبہ فاروقیہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

رفع النقاب

مندرجات :

- جمہوریتِ اسلامیہ
  - جمہوریت اسلامیہ وجمہوریت مروّجہ میں فرق
  - شرائط امیر
  - طریق انتخاب
- عورت کی سربراہی ـــ اکابر علماء کا فیصلہ
  - نصوصِ قرآنیہ
  - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات
  - فقہ مذاہبِ اربعہ
  - عقل سلیم
  - اجماع اُمت
- دلائل ملحدین کے جوابات :
  - ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ
  - قصّۂ بلقیس
  - حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
  - حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ
- تمام مکاتبِ فکر کے پاکستانی علماء کا فیصلہ
- المزید :
  - قرآن وحدیث سے مزید دلائل
  - ملحدین کی مزید تلبیسات کے جوابات :
    - بعض جزئیات فقہیہ
    - شجرۃ الدر
    - امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ
    - امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جمہوریت اِسلامیّہ

سوال : اسلام میں طرزِ حکومت شاہی ہے یا جمہوری؟ اگر جمہوری ہے تو طریقِ انتخاب کیا ہے ؟

اسلامی جمہوریت میں مسلمانوں کا سربراہ کیسے منتخب کیا جاتا ہے ؟ کیا مرد اور عورت سب کو رائے دہی کا حق ہے یا صرف مردوں کو ؟ اور کیا صرف اربابِ عقول اور سمجھدار لوگوں سے رائے لی جائے یا سب سے ، سمجھدار اور بے سمجھ چرواہوں اور بے وقوفوں سے بھی ؟ جیساکہ آجکل کے ریفرنڈم کا طرزِ عمل ہے ، غرض جن لوگوں کو اپنا خلیفہ منتخب کرنے میں کوئی سمجھ نہیں کہ کون اہلیّت رکھتا ہے ، کیا ان سے بھی رائے لی جائے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصّواب

اسلام کا طرزِ حکومت جمہوری ہے ، جمہوریّت اسلامیہ اور جمہوریتِ مروجہ میں دو قسم کا فرق ہے ۔

(۱) جمہوریت مروجہ میں سربراہ مملکت خود مختار نہیں ہوتا بلکہ مقننہ کے فیصلہ کا پابند ہوتا ہے اور جمہوریت اسلامیہ میں امیرالمؤمنین خود مختار رہوتا ہے ، اہم اُمور میں اہلِ حل وعقد سے مشورہ کے بعد جو اس کی رائے میں صواب ہو اس کے مطابق فیصلہ کرے ، شوریٰ کے فیصلہ کا پابند نہیں ،

قال اللہ تعالیٰ وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکّل علی اللہ (۳ - ۱۵۹)

(۲) جمہوریت مروجہ میں ہرکس وناکس کو رائے دہی کا حق ہے مگر جمہوریت اسلامیہ میں انتخاب خلیفہ کا حق صرف اہلِ حل وعقد کو ہے ۔

اہلیتِ حل وعقد کے لئے پانچ شرائط ہیں ۔

(۱) عقائد اسلام میں رسوخ ومضبوطی ۔

(۲) ذکورۃ ۔ (۳) علمِ دین میں رسوخ ۔

(۴) تقویٰ وتصلب فی الدین ۔

(۵) ملکی حالات وسیاساتِ حاضرہ میں بصیرتِ تامّہ ۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

دلائل :

(۱) قال اللہ تعالیٰ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۭ (۴-۸۳)

جب عمومی مسائل کے لئے اہلِ حل وعقد کی طرف رجوع کا حکم ہے تو خلافت جیسے اہم واعظم مسئلہ کے لئے عوام کالانعام کی طرف رجوع کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے؟

(۲) وَقَالَ تعالیٰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ (۴-۵۹)

اس آیت میں اُولی الامر کی دو تفسیریں کی گئی ہیں :

(۱) حکام۔ (۲) اہل حل وعقد۔

پہلی آیت میں اُولی الامر سے اہلِ حل وعقد ہی متعین ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ دوسری آیت میں بھی یہی تفسیر راجح ہے۔

جب عام معاملات میں اہلِ حل وعقد کی اطاعت کا حکم ہے تو انتخاب امیر جیسے اہم مسئلہ میں بطریق اولی ان کی اطاعت فرض ہوگی۔

(۳) وقال تعالیٰ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوك عن سبیل اللہ (۶-۱۱۶)

(۴) وقال تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (۴-۵۸)

اس سے جیسے یہ ثابت ہوا کہ امیر ایسے شخص کو منتخب کرنا فرض ہے جس میں امارت کی اہلیت ہو، اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ عوام پر یہ فرض ہے کہ انتخاب امیر کا مسئلہ خود طے کرنے کی بجائے ایسے اہلِ حل وعقد کے سپرد کریں جن میں انتخاب کی اہلیت ہو۔

(۵) نصوص شرعیہ کے علاوہ عقل کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ انتخاب امیر ہر کس و ناکس کا کام نہیں بلکہ اس کے لئے کمال عقل کی ضرورت ہے اور علم دین وتقویٰ کے بغیر عقل کامل نہیں ہوسکتی۔

شرائط امیر :

امیر کے لئے اہلیت حل وعقد کی شرائط مذکورہ کے علاوہ چھٹی شرط یہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بھی ہے کہ صاحب ہمت وشجاعت ہو۔

طریق انتخاب امیر:

اسلام میں انتخاب امیر کے تین طریقے ہیں:

(۱) بیعت اہل حل وعقد، کما وقع لسیّدنا ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲) استخلاف، خلیفۂ وقت چند اہل حل وعقد سے مشورہ کرکے کسی کے بارے میں وصیّت کردے کہ میرے بعد یہ خلیفہ ہوگا، جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، سعید بن زید، اسید بن حضیر اور مہاجرین وانصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے دوسرے اہل حل وعقد سے مشورہ کرکے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتخب فرمایا۔

روی ابن الاثیر رحمہ اللہ تعالیٰ ان ابا بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما مرض دعا عبد الرحمٰن یعنی ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال له اخبرنی عن عمر بن الخطاب، فقال عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما تسألنی عن امر الا وانت اعلم به منی، قال ابوبکر وان، فقال عبد الرحمٰن هو واللہ افضل من رأیك فیه ثم دعا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال اخبرنی عن عمر، فقال انت اخبرنا به، فقال علی ذلك یا اباعبد اللہ، فقال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللّٰھم علمی به ان سریرته خیر من علانیته وان لیس فینا مثله، فقال ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرحمك اللہ واللہ لو ترکته ما عدوتك، وشاور معهما سعید بن زید ابا الاعور واسید بن حضیر وغیرهما من المهاجرین والانصار رضی اللہ تعالیٰ عنهم، فقال اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللّٰھم اعلمه الخیرة بعدك یرضی للرضی ویسخط للسخط الذی یسر خیر من الذی یعلن ولن یلی هذا الامر احد اقوی علیه منه (اسد الغابۃ ص۱۶۸ ج۴)

بذریعۂ استخلاف انعقادِ خلافت کی شرائط:

استخلافِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفصیل مذکور سے ثابت ہوا کہ بذریعۂ استخلاف انعقاد خلافت کے لئے تین شرائط ہیں:

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۱) خلیفۂ اوّل میں خلافت کی سب شرط موجود ہوں۔
(۲) خلیفۂ ثانی بھی سب شروط خلافت کا مستجمع ہو۔
(۳) خلیفۂ اوّل نے خلیفۂ ثانی کے انتخاب میں اہل حل وعقد سے مشورہ کیا ہو۔
(۴) شوریٰ، خلیفۂ وقت چند اہل حل وعقد کی شوریٰ متعین کرکے یہ وصیت کردے کہ میرے بعد یہ لوگ اتفاق رائے سے اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کریں، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی چھ رکنی شوریٰ متعین فرمائی، اس کے ذریعہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب عمل میں آیا،

رواہ الامام البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ عن عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولفظہ قال (عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ما اجد احق بھذا الامر من ھؤلاء النفر او الرھط الذین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنھم راض فسمی علیا وعثمان والزبیر وطلحۃ وسعدا وعبد الرحمٰن ابن عوف، وقال ویشھدکم عبد اللہ بن عمر ولیس لہ من الامر شیء کھیئۃ التعزیۃ لہ فان اصابت الامرۃ سعدًا فھو ذاک والا فلیستعن بہ ایکم ما امرتہ فانی لم اعزلہ من عجز ولا خیانۃ (وبعد اسطر) فلما فرغ من دفنہ اجتمع ھؤلاء الرھط فقال عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجعلوا امرکم الی ثلثۃ منکم، قال الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد جعلت امری الی علی فقال طلحۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد جعلت امری الی عثمان وقال سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد جعلت امری الی عبد الرحمٰن بن عوف فقال لہ عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایکما تبرأ من ھذا الامر فنجعلہ الیہ واللہ علیہ والاسلام لینظرن افضلھم فی نفسہ فاسکت الشیخان رضی اللہ تعالیٰ عنھما فقال عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ افتجعلونہ الیّ واللہ علیّ ان لا آلو عن افضلکم قالا نعم فاخذ بید احدھما فقال لک قرابۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والقدم فی الاسلام ما قد علمت

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

فالله علیك لئن امرتك لتعدلن ولئن امرت عثمان لتسمعن ولتطیعن ثم خلا بالآخر فقال له مثل ذلك فلما اخذ المیثاق قال ارفع یدیك یا عثمان فبایعه فبایع له علی رضی الله تعالیٰ عنه وولج اهل الدار فبایعوه (صحیح البخاری ص ۵۲۵ ج ۱)

انتخاب امیر کے یہی تین طریقے ہیں، البتہ انعقادِ خلافت کا ایک چوتھا طریقہ استیلاء وتغلب بھی ہے، یعنی خلیفۂ وقت کی موت کے بعد کوئی شخص جبراً و قہراً مسلط ہوجائے تو اس کی خلافت منعقد ہو جائے گی، اس لئے اس کی اطاعت واجب ہے۔

پھر اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) یہ شخص شروط خلافت کا مستجمع ہو اور لوگوں کو صلح وحسن تدبیر سے مسائل کرے، کوئی ناجائز اقدام نہ کرے۔ یہ قسم جائز ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت اسی طرح منعقد ہوئی تھی۔

(۲) اس شخص میں شروطِ خلافت نہ ہوں، اور اپنے مخالفین کو قتال اور دوسرے ناجائز حربوں سے تابع کرے، یہ جائز نہیں، ایسا شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے، مگر اس کے باوجود اس کے تسلط کے بعد اسکی اطاعت واجب ہے بشرطیکہ اسکا حکم خلاف شرع نہو۔ اسکی مخالفت اور اسے معزول کرنے کی کوشش کرنا جائز نہیں۔

قال الامام ولی الله رحمه الله تعالیٰ انعقاد خلافت بچہار طریق واقع شود:

طریق اوّل بیعت اہل حل وعقد ست از علماء و قضاۃ وامراء و وجوہ ناس کہ حضور ایشاں میسر شود و اتفاق اہل حل وعقد جمیع بلاد اسلام شرط نیست زیرا کہ آں ممتنع ست وبیعت یک دو کس فائدہ ندارد زیرا کہ حضرت عمر در خطبہ آخر فرمودہ اند فمن بایع رجلا علی غیر مشورۃ من المسلمین فلا یبایع هو والذی بایعه تغرۃ ان یقتلا وانعقاد خلافت حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطریق بیعت بودہ است۔

طریق دوم استخلاف خلیفہ است مستجمع شروط را یعنی خلیفۂ عادل بمقتضائی نصح مسلمین شخصی را از میان مستجمعین شروط خلافت اختیار کند و جمع نماید مردمان را و نص کند باستخلاف وی و وصیت نماید باتباع وی۔ پس این شخص میان سائر مستجمعین خصوصیتی پیدا کند و قوم را لازم ست کہ ہماں شخص را خلیفہ سازند، انعقاد خلافت حضرت فاروق رضی اللہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تعالیٰ عنہ بہمیں طریق بود۔

طریق سوّم شوریٰ ست و آں آنست کہ خلیفہ شائع گرداند خلافت را در میان جمعی از مستجمعین شروط وگوید از میان ایں جماعہ ہر کرا اختیار کنند خلیفہ او باشد پس بعد موت خلیفہ تشاور کنند و یکی را معین سازند و اگر برای اختیار شخصی را یا جمعی را معین کند اختیار ہماں شخص یا ہماں جمع معتبر باشد، وانعقاد خلافت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہمیں طریق بود کہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت را در میان شش کس شائع ساختند و آخر ہا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ برائے تعیین خلیفہ مقرر شد و وی حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ را اختیار نمود۔

طریق چہارم استیلاء ست چوں خلیفہ بمیرد شخصی متصدی خلافت گردد بغیر بیعت و استخلاف وہمہ را بر خود جمع سازد بایتلاف قلوب یا بقہر و نصب قتال خلیفہ شود دلازم گردد بر مرد ماں اتباع فرمان او در آنچہ موافق شرع باشد، و این دو نوع ست :

یکی آنکہ مستولی مستجمع شروط باشد و صرف منازعین کند بصلح و تدبیر از غیر ارتکاب محرمی، و این قسم جائز ست و رخصت، وانعقاد خلافت معاویۃ بن ابی سفیان بعد حضرت مرتضیٰ و بعد صلح امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہمیں نوع بود۔

دیگر آنکہ مستجمع شروط نباشد و صرف منازعین کند بقتال و ارتکاب محرم و آں جائز نیست و فاعل آں عاصی ست لیکن واجب ست قبول احکام او چوں موافق شرع باشد، و اگر عمال او اخذ زکوٰۃ کنند از ارباب اموال ساقط شود و چوں قاضی او حکم نماید نافذ گردد حکم او، ہمراہ او جہاد می تواں کرد، و ایں انعقاد بنا بر ضرورت ست زیرا کہ در عزل او افنائے نفوس مسلمین و ظہور حرج و مرج شدید لازم می آید و بیقین معلوم نیست کہ ایں شدائد مفضی شود بصلاح یا نہ، یحتمل کہ دیگری بدتر از اول غالب شود، پس ارتکاب فتن کہ قبح او متیقن بہ ست چرا باید کرد برائے مصلحتے کہ موہوم ست و محتمل، وانعقاد خلافت عبدالملک بن مروان و اوّل خلفائے بنی عباس بہمیں نوع بود (ازالۃ الخفاء ص ۵ مقصد اوّل)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۶ ذی الحجہ ۹۹ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

عورت کی سربراہی ـــــ اکابر علماء کا فیصلہ

تحریر: مولانا محمد رفیع عثمانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

قرآن وسنّت کے واضح ارشادات کی بناء پر یہ بات چودہ سو سال سے فقہاءِ اُمّت میں مسلّمہ اور غیر متنازعہ چلی آئی ہے کہ کسی اسلامی حکومت میں سربراہی کے منصب کی ذمہ داریاں کسی خاتون کو سونپی نہیں جاسکتیں۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے "مراتب الاجماع" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اُن مسائل کو جمع فرمایا ہے جن پر اُمّت کا اجماع و اتفاق رہا ہے۔ اس کتاب میں وہ لکھتے ہیں:

واتفقوا ان الامامۃ لاتجوز لامرأۃ (مراتب الاجماع لابن حزم ص ۱۲۶)

"اس بات پر تمام علماء متفق ہیں کہ حکومت کی سربراہی کا منصب کسی عورت کے لئے جائز نہیں ہے"

اس اجماع کی بنیاد قرآن وسنّت کے بہت سے دلائل پر ہے جنھیں ہم صراحت کی ترتیب سے ذیل میں پیش کرتے ہیں:

(۱) صحیح بخاری وغیرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد متعدد صحیح سندوں سے مروی ہے:

لن یُفلح قومٌ ولّوا امرھم امرأۃً (صحیح البخاری کتاب المغازی باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ کسریٰ وقیصر حدیث نمبر ۴۴۲۵، وکتاب الفتن باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر، حدیث نمبر ۷۰۹۹)

"وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جو اپنے معاملات کی ذمہ داری کسی عورت کے سپرد کردے"

اسی حدیث میں یہ بھی صراحت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب ایران کے باشندوں نے ایک عورت کو اپنا سربراہ بنالیا تھا۔ لہٰذا یہ حدیث عورت کو سربراہ بنانے کے عدم جواز پر واضح دلیل ہے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

اذا کانت امراؤکم خیارکم واغنیاؤکم سمحاءکم وامورکم شوری بینکم فظھر الارض خیر لکم من بطنھا ، واذا کانت امراؤکم شرارکم واغنیاؤکم بخلاءکم وامورکم الی نساءکم فبطن الارض خیر لکم من ظھرھا (جامع الترمذی ابواب الفتن ص ۵۲ ج ۲)

"جب تمہارے حکام تم میں بہترین لوگ ہوں، اور تمہارے دولت مند لوگ تم میں سے سخی لوگ ہوں، اور تمہارے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہوں تو زمین کی پشت تمہارے لئے اس کے پیٹ سے بہتر ہے، اور جب تمہارے حکام تم میں بدترین لوگ ہوں، تمہارے دولت مند لوگ تم میں کے بخیل لوگ ہوں، اور تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کے سپرد ہو جائیں تو زمین کا پیٹ تمہارے لئے اس کی پشت سے بہتر ہوگا"

یہ حدیث بھی اس قدر واضح ہے کہ اس کی کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔

(۳) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کہیں بھیجا تھا، وہاں سے کوئی شخص فتح کی خوشخبری لے کر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح کی خوشخبری سُنکر سجدے میں گر گئے، اور سجدے کے بعد پیغام لانے والے سے تفصیلات معلوم فرمانے لگے، اُس نے تفصیلات بیان کیں :

فکان فیما حدثہ من امر العدو کانت تلیھم امرأۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھلکت الرجال حین اطاعت النساء (مستدرک الحاکم ص ۲۹۱ ج ۴ کتاب الادب باب سجدۃ الشکر)

"ان تفصیلات میں اس نے دشمن کے بارے میں یہ بھی بتایا کہ ان کی سربراہی ایک عورت کر رہی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر فرمایا : "جب مرد عورتوں کی اطاعت کرنے لگیں تو وہ تباہ و برباد ہیں"

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح الاسناد قرار دیا ہے، اور حافظ ذہبی نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔

(۴) قرآن کریم کا ارشاد ہے :

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ،
(سورۃ النساء)

"مرد عورتوں پر قوّام (نگراں، حاکم) ہیں بوجہ اس فضیلت کے جو اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر دی ہے"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر قوّامیت کا مقام مرد کو دیا ہے۔ اگرچہ براہِ راست یہ آیت خانگی اُمور سے متعلق معلوم ہوتی ہے، لیکن اوّل تو آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو اس کو خانگی اُمور کے ساتھ خاص کرتا ہو، دوسرے یہ ایک بدیہی بات ہے کہ جس صنف کو اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹے سے گھر کی ذمہ داری نہیں سونپی، اسکو تمام گھروں کے مجموعے اور پورے ملک کی سربراہی کی ذمّہ داری کیسے سونپی جاسکتی ہے؟ لہٰذا یہ آیت اگر عبارۃ النصّ کے طور پر نہیں تو دلالۃ النّصّ کے طور پر یقیناً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کو کسی اسلامی ملک کا سربراہ نہیں بنایا جاسکتا۔

⑤ سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے عورت کا دائرہ عمل واضح طور سے بیان فرمایا ہے، ارشاد ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى ،

"اور اپنے گھروں میں قرار کے ساتھ رہو، اور پچھلی جاہلیت کی طرح بن سنور کر باہر نہ جاؤ"

اس آیت میں واضح طور سے بتا دیا گیا ہے کہ عورت کی اصل ذمّہ داری اس کے گھر کی ذمّہ داری ہے، اسے باہر کی جد وجہد سے یکسو ہوکر اپنے گھر کی اصلاح اور اپنے گھرانے کی تربیت کا فریضہ انجام دینا چاہیے جو درحقیقت پوری قوم اور معاشرے کی بنیاد ہے۔ لہٰذا گھر سے باہر کی کوئی ذمّہ داری (استثنائی حالات کو چھوڑ کر) بحیثیتِ اصول کسی عورت کو نہیں سونپی جاسکتی۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ خطاب خاص طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے لئے ہوا تھا، ہر عورت اس کی مخاطب نہیں ہے۔ لیکن یہ بات اس قدر بدیہی طور پر غلط ہے کہ اس کی تردید کے لئے کسی طویل بحث کی ضرورت نہیں۔ اوّل تو قرآن کریم نے اس جگہ ازواجِ مطہرات کو خطاب فرماتے ہوئے بہت سی باتوں کی تاکید

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

فرمائی ہے، مثلاً یہ کہ وہ تقویٰ اختیار کریں، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں، فحش باتوں سے بچیں، وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں کوئی ہوش مند یہ کہہ سکے کہ یہ حکم صرف ازواج مطہرات کے لئے ہے، کسی دوسری عورت کے لئے نہیں ہے، جب یہ سارے احکام تمام عورتوں کے لئے ہیں تو گھر میں قرار سے رہنے کا یہ ایک حکم ہی ازواج مطہرات کے ساتھ کیوں مخصوص ہے؟

دوسرے، اس بات میں کون مسلمان شک کرسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اپنی علمی اور عملی صلاحیتوں کے لحاظ سے اُمت کی افضل ترین خواتین تھیں اور پوری اُمت کی مائیں تھیں، اگر اسلام میں سیاست وحکومت اور معیشت واقتصاد کی ذمہ داری کسی خاتون کو سونپنا جائز ہوتا تو ان مقدس خواتین سے زیادہ کوئی خاتون اس ذمہ داری کے لئے مناسب نہیں ہوسکتی تھی۔ جب قرآنِ کریم نے اُن کو ایسی ذمہ داریاں لینے سے منع کرکے انھیں صرف گھر کی حد تک محدود رہنے کا حکم دیا تو پھر کون عورت ایسی ہوسکتی ہے جس کے بارے میں یہ کہا جاسکے کہ جس وجہ سے ازواجِ مطہرات کو گھر میں قرار سے رہنے کا حکم دیا گیا تھا، وہ وجہ اس میں موجود نہیں ہے۔

⑥ سورۂ احزاب میں قرآن کریم نے عورت کا جو دائرہ کار بیان فرمایا ہے اسی کی تشریح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح فرمائی ہے:

والمرأة راعية على اهل بيت زوجها وولده وهي مسئولة عنهم

(صحیح البخاری کتاب الاحکام باب ۱، حدیث نمبر ۷۱۳۸، وکتاب الجمعة باب الجمعة فی القری والمدن حدیث نمبر ۸۹۳، مزید دیکھئے حدیث نمبر ۲۴۰۹، ۲۴۵۴، ۲۵۵۸، ۲۷۵۱، ۵۱۸۸، ۵۲۰۰)

"اور عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کی اولاد پر نگراں ہے، اور وہی اس کی ذمہ دار ہے"

اس حدیث میں واضح طور پر بتادیا گیا ہے کہ عورت کی ذمہ داری گھر کے نظام کی دیکھ بھال، اولاد کی تربیت اور خانگی اُمور کا انتظام ہے۔ اس کو گھر سے باہر کی کوئی ذمہ داری نہیں سونپی گئی۔

⑦ اسلام میں "حکومت کی سربراہی" اور "نماز کی امامت" دونوں اس درجہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

لازم و ملزوم ہیں کہ "حکومت کی سربراہی" کو بھی شریعت کی اصطلاح میں "امامت" ہی کہا جاتا ہے، اور "امام" کا لفظ جس طرح نماز پڑھانے والے کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح "سربراہِ حکومت" کو بھی امام کہا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں بہت سے مقامات پر سربراہِ حکومت کو اسی لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ امامت کے دونوں معنی میں اس طرح فرق کرتے ہیں کہ نماز کی امامت کو "امامتِ صغریٰ" (چھوٹی امامت) اور حکومت کی سربراہی کو "امامتِ کبریٰ" (بڑی امامت) کہتے ہیں۔

ادھر یہ بات طے شدہ ہے اور اس سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ عورت نماز میں مردوں کی امامت نہیں کرسکتی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو چھوٹے درجے کی امامت کی ذمہ داری نہیں سونپی، تو بڑے درجے کی امامت اُس کو کیسے سونپی جاسکتی ہے؟

اسلام میں نماز کا حکومت کی سربراہی سے کس قدر گہرا تعلق ہے؟ اس کا اندازہ چند مندرجۂ ذیل اُمور سے لگایا جاسکتا ہے:

(الف) زمین کے کسی حصّے پر اقتدار حاصل کرنے کے بعد مسلمان حکمران کا سب سے پہلا فریضہ "اقامتِ صلوٰۃ" کو قرار دیا گیا ہے، ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ،

"وہ لوگ کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں، اور نیکی کا حکم دیں اور بُرائی سے روکیں"

(ب) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک، بلکہ اس کے بعد بھی صدیوں تک یہ متواتر عمل جاری رہا ہے کہ جس مجمع میں سربراہِ حکومت موجود ہو، اس ہی نماز کی امامت وہی کرتا ہے۔ چنانچہ تمام مکاتبِ فکر کے فقہاء اس پر متفق ہیں کہ نماز کی امامت کا سب سے پہلا حق مسلمان سربراہِ حکومت کو پہنچتا ہے، اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرضِ وفات کی وجہ سے مسجد میں آنے سے معذور ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جگہ نماز کی امامت کے لئے مقرر فرمایا، اور اس سے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہی سمجھا کہ ان کو "امامتِ صغریٰ" سپرد کرنے سے اشارہ اس طرف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد "امامتِ کبریٰ" یعنی حکومت کی سربراہی کے لئے بھی سب سے زیادہ اہل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

ماغضبنا الا لانا قد اخّرنا عن المشاورۃ وانا نری ابابکر احق الناس بھا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وانہ لصاحب الغار، وثانی اثنین، وانا نعلم بشرفہ وکبرہ، ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوٰۃ بالناس وھو حیّ (مستدرک الحاکم ص ۶۶ ج ۳ وقال :صحیح علی شرط الشیخین، واقرہ الذھبی)

"ہماری ناگواری کی وجہ صرف یہ تھی کہ ہمیں مشورے میں شریک نہیں کیا گیا، ورنہ ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سربراہی کا سب سے زیادہ مستحق سمجھتے ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غار کے ساتھی ہیں، دو میں سے دوسرے ہیں، ہم ان کے شرف اور عظمت سے واقف ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زندگی میں ان کو نماز کی امامت کا حکم دیا تھا"

(ج) سربراہِ حکومت کے لئے امامتِ نماز کا استحقاق شریعت میں اس درجہ اہمیت رکھتا ہے کہ نمازِ جنازہ کی امامت میں سربراہِ حکومت کو مرنے والے کے ورثاء پر بھی فوقیت دی گئی ہے، اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر نمازِ جنازہ میں سربراہِ حکومت موجود ہو تو نماز کی امامت کا پہلا حق اس کا ہے، اس کے بعد ورثاء کا۔

ان تمام احکام سے یہ بات واضح ہے کہ اسلام میں حکومت کی سربراہی کے ساتھ نماز کی امامت کا اتنا گہرا تعلق ہے کہ اسلام میں کسی ایسے سربراہ کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا جو کسی بھی حالت میں امامتِ نماز کا اہل نہ ہو، اور عورت خواہ تقویٰ اور طہارت کے کتنے بلند مقام پر فائز ہو، چونکہ نماز میں مردوں کی امامت نہیں کر سکتی، اس لئے اس کو امامتِ کبریٰ یا حکومت کی سربراہی کی ذمہ داری بھی نہیں سونپی جا سکتی۔

(۸) اسلام کے تمام احکام میں یہ بات قدرِ مشترک کے طور پر واضح طور سے نظر آتی ہے کہ عورت کو ایک ایسی "متاعِ پوشیدہ" قرار دیا گیا ہے جس کا بلا ضرورت مجمعِ عام

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

میں آنا کسی بھی حالت میں پسند نہیں کیا گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشّیطان (جامع الترمذی ابواب النکاح حدیث نمبر ۱۱۸۳)

"عورت پوشیدہ چیز ہے، چنانچہ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے"

اسی لئے عورت کو پردے کا حکم دیا گیا ہے، اور عام مسلمانوں کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ:

واذا سألتموھنّ متاعًا فاسئلوھنّ من وراءِ حجاب (سورۃ الاحزاب)

"اور جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو"

اسلام کے وہ بہت سے احکام و شعائر جن کی بجا آوری گھر سے باہر نکلنے پر موقوف ہے، ان سے خواتین کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً جمعہ کی نماز کتنی فضیلت کی چیز ہے، اور مردوں کو اس میں شامل ہونے کی کس قدر تاکید قرآن و حدیث میں آئی ہے، لیکن ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمادیا کہ:

الجمعۃ حقّ واجب علی کل مسلم فی جماعۃ الّا اربعۃ عبد مملوک او امرأۃ او صبی او مریض (سنن ابوداؤد باب الجمعۃ للمملوک والمرأۃ حدیث نمبر ۱۰۶۷)

"جمعہ ایک ایسا فریضہ ہے جس کو جماعت کے ساتھ انجام دینا ہر مسلمان پر واجب ہے، سوائے چار آدمیوں کے: ایک غلام جو کسی کے زیرِ ملکیت ہو، دوسرے عورت، تیسرے بچّہ، چوتھے بیمار"

اس حدیث میں جمعہ جیسے اسلامی شعار سے عورت کو مستثنیٰ قرار دیدیا گیا ہے۔

اسی طرح عام حالات میں ہر مسلمان کا یہ حق بتایا گیا ہے کہ اس کے انتقال کے موقع پر دوسرے مسلمان اس کے جنازے کے ساتھ قبرستان تک جائیں۔ لیکن خواتین کو اس حکم سے بھی مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ حضرت امّ عطیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

نھینا عن اتّباع الجنائز (صحیح بخاری ص ۱۷۰ ج ۱ باب اتباع النساء الجنازۃ)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے منع کیا گیا۔"

اسی طرح عورت کو تنہا سفر کرنے سے منع کیا گیا، اور تاکید کی گئی کہ وہ کسی محرم کے بغیر سفر نہ کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا یحلّ لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تسافر سفرا یکون ثلاثۃ ایّام فصاعدًا الّا ومعھا ابوھا او اخوھا او زوجھا او ابنھا او ذو محرم منھا (جامع الترمذی کتاب النکاح باب کراھیۃ ان تسافر المرأۃ وحدھا، حدیث نمبر ۱۱۷۹)

"جو عورت اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ تین دن (کی مسافت کا) یا اس سے زائد کا کوئی سفر کرے، الّا یہ کہ اس کا باپ یا بھائی یا شوہر یا بیٹا یا کوئی اور محرم اس کے ساتھ ہو۔"

یہاں تک کہ حج جیسا مقدس فریضہ جو اسلام کے چار ارکان میں سے ایک ہے، اس کی ادائیگی کے لئے بھی محرم کا ساتھ ہونا شرط ہے، اور عورت کا تنہا سفر حج پر جانا کسی کے نزدیک جائز نہیں، ایسی صورت میں اس پر سے حج کی ادائیگی ساقط ہو جاتی ہے۔ مرتے وقت تک ایسا محرم نہ ملے تو حج نہ کرے، البتہ حج بدل کی وصیت کر جائے۔

جہاد اسلام کے ارکان میں سے کتنا اہم رکن ہے؟ اور اس کے فضائل سے قرآن و حدیث بھرے ہوئے ہیں، لیکن چونکہ یہ گھر سے باہر کا کام ہے، اس لئے جہاد کا فریضہ بھی خواتین سے ساقط کر دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بعض احادیث میں مروی ہے:

لیس علی النساء غزو ولا جمعۃ ولا تشییع جنازۃ (مجمع الزوائد ص ۱۷۰ ج ۲ بحوالہ طبرانی وفیہ مجاھیل والفتح الکبیر للنبھانی ص ۶۱ ج ۳)

"عورتوں پر نہ جہاد فرض ہے، نہ جمعہ، نہ جنازہ کے پیچھے جانا۔"

یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جہاد کے شوق کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال فرمایا کہ:

یغزو الرجال ولا نغزو النّساء،

"مرد جہاد کرتے ہیں عورتیں جہاد نہیں کرتیں؟"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی کہ :

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ (جامع الترمذی کتاب التفسیر سورۃ النساء حدیث نمبر ۳۰۱۱ ومسند احمد ص ۳۲۲ ج ۶)

"اور ان چیزوں کی تمنّا نہ کرو جن میں اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

یہ واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بعض خواتین جہاد میں زخمیوں کی مرہم پٹی وغیرہ کے لئے ساتھ گئی ہیں، لیکن کہنا یہ ہے کہ اوّل تو ان پر جہاد باقاعدہ فرض نہیں کیا گیا، دوسرے ان کو باقاعدہ لڑائی میں شامل نہیں کیا گیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

وقد كان يغزو بهنّ فيداوين الجرحى ويحذين من الغنيمة وامّا بسهم فلم يضرب لهنّ (صحیح مسلم کتاب الجهاد باب النساء الغازیات حدیث نمبر ۴۴۴۸)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو جہاد میں لے جاتے، اور وہ زخمیوں کا علاج کرتیں، اور انھیں مال غنیمت میں سے کچھ بطور انعام دیا جاتا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مال غنیمت کا باقاعدہ حصّہ نہیں لگایا"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں اگرچہ خواتین کو رات کے وقت مسجدِ نبوی میں آکر باجماعت نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی، لیکن اس اجازت کے ساتھ ہی یہ فرمادیا تھا کہ :

وبيوتهنّ خير لهنّ (سنن ابوداؤد کتاب الصلاۃ باب خروج النساء الی المساجد حدیث نمبر ۵۶۷، ۵۶۸)

"اور ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں"

جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے لئے گھر میں تنہا نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ افضل ہے، جبکہ مردوں کے لئے سخت عذر کے بغیر مسجد کی جماعت ترک کرنا جائز نہیں، بلکہ عورتوں کے بارے میں یہاں تک فرمایا کہ :

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

صلاۃ المرأۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتھا، وصلاتھا فی مخدعھا افضل من صلاتھا فی بیتھا (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر ۵۷۰)

"عورت کا کمرے میں نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور اندرونی کمرے میں نماز پڑھنا بیرونی کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے"

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ :

(الف) عورت پر جمعہ واجب نہیں۔

(ب) عورت کے لئے بغیر محرم کے سفر جائز نہیں۔

(ج) عورت پر تنہا ہونے کی صورت میں حج کی ادائیگی فرض نہیں، مرتے دم تک محرم نہ ملے تو حج بدل کی وصیت کرے۔

(د) عورت پر جہاد فرض نہیں۔

(ہ) عورت کے ذمے جماعت سے نماز پڑھنا واجب نہیں۔

(و) عورت کا گھر میں تنہا نماز پڑھنا باہر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

اب غور کرنے کی بات ہے کہ جس دین نے عورت کے تقدس اور اس کی حرمت کی حفاظت کے لئے جگہ جگہ اتنا اہتمام کیا ہے کہ اس کے لئے دین کے اہم ترین ارکان اور شعائر کو بھی اس کے حق میں ساقط کر دیا ہے، اس کے بارے میں یہ کیسے تصوّر کیا جا سکتا ہے کہ وہ ملک و قوم کی اہم ترین ذمہ داری عورت کو سونپ کر اُسے نہ صرف پورے ملک بلکہ پوری دُنیا کے سامنے لا کھڑا کرے گا، اور اسے وہ تمام کام اجتماعی طور پر سونپ دیگا جن کی ذمہ داری اس پر انفرادی طور سے بھی نہیں عائد ہوتی۔

(۹) نبی کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک سے لیکر خلافتِ راشدہ بلکہ خلافت راشدہ کے بعد بھی صدیوں تک خلیفہ اور سربراہِ حکومت کا انتخاب اُمّت کا اہم ترین سیاسی مسئلہ بنا رہا، ایک خلیفہ کے بعد دوسرے خلیفہ کے انتخاب کے وقت ہر موقع پر بہت سی تجویزیں سامنے آئیں۔ اس دَور میں بیشمار ایسی خواتین موجود تھیں جو اپنے علم و فضل، تقدّس و تقویٰ اور عقل و خرد کے لحاظ سے ممتاز مقام کی حامل تھیں،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

لیکن نہ صرف یہ کہ کبھی کسی خاتون کو سربراہِ حکومت نہیں بنایا گیا، بلکہ کوئی ادنیٰ درجے کی تجویز بھی ایسی سامنے نہیں آئی کہ فلاں خاتون کو سربراہ مقرر کردیا جائے، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس سلسلے میں قرآن وسنّت کے احکام اس درجہ واضح تھے کہ کبھی کسی مسلمان کے دل میں عورت کو سربراہ بنانے کا کوئی خیال تک نہیں آیا، اور آ بھی کیسے سکتا تھا جبکہ اسلام میں کسی ایسے سربراہ کا تصوّر ہی نہیں کیا جاسکتا جو :

- کسی بھی حالت میں کبھی نماز کی امامت نہ کرسکے۔
- جس کا جماعت سے نماز پڑھنا پسندیدہ نہ ہو۔
- جو اگر کبھی جماعت میں شامل ہو تو اسے تمام مردوں کے پیچھے کھڑا ہونا پڑے۔
- جس پر ہر مہینے چند روز ایسے گزرتے ہوں جب اس کے لئے مسجد میں داخل ہونا بھی جائز نہیں۔
- جس پر جمعہ فرض نہ ہو۔
- جس کے لئے کسی جنازے کے ساتھ جانا جائز نہ ہو۔
- جو بغیر محرم کے سفر نہ کرسکے۔
- جو تنہا حج نہ کرسکے۔
- جس پر جہاد فرض نہ ہو۔
- جس کی گواہی آدھی گواہی سمجھی جائے۔
- جس کے لئے بلا ضرورت گھر سے نکلنا جائز نہ ہو۔
- جس کا نان ونفقہ شادی سے پہلے باپ پر اور شادی کے بعد شوہر پر واجب ہو۔
- اور حد یہ ہے کہ جسے اپنے گھر میں بھی سربراہی کا منصب حاصل نہ ہو۔

قرآنِ کریم کی رُو سے تو یہ واضح ہے ہی، لیکن آزادیٔ نسواں کا ڈھنڈورا پیٹنے والے اس دَور میں بھی کوئی ایسا معاشرہ روئے زمین پر ہمارے علم میں نہیں ہے جہاں شوہر کے ہوتے ہوئے عورت کو "سربراہِ خاندان" قرار دیا گیا ہو۔

اجماعِ اُمّت :

قرآن وسُنّت کے مذکورہ بالا دلائل کی وجہ سے اب تک چودہ صدیوں کے ہر دَور میں

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اُمّتِ مسلمہ کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ اسلام میں سربراہِ حکومت کی ذمہ داری کسی عورت کو نہیں سونپی جا سکتی۔ اور اجماعِ اُمت شریعت کی ایک مستقل دلیل ہے۔

اجماع کے ثبوت کے لئے اس تحریر کے شروع میں ہم علامہ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ کا اقتباس پیش کر چکے ہیں، انھوں نے جو کتاب صرف اجماعی مسائل کی تحقیق کے لئے لکھی ہے، اس میں فرمایا ہے کہ :

واتفقوا علی ان الامامۃ لاتجوز لامرأۃ

"تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ حکومت کی سربراہی کسی عورت کے لئے جائز نہیں ہے"

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے باخبر عالم نے "نقد مراتب الاجماع" کے نام سے علامہ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ کی مذکورہ کتاب پر ایک تنقید لکھی ہے، اور بعض ان مسائل کا ذکر فرمایا ہے جنھیں علامہ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اجماعی قرار دیا ہے، لیکن علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق وہ اجماعی نہیں ہیں، بلکہ ان میں کسی نہ کسی کا اختلاف موجود ہے۔ اس کتاب میں بھی انھوں نے عورت کی سربراہی کے مسئلے میں علامہ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہیں کیا (نقد مراتب الاجماع لابن تیمیۃ ص ۱۲۶)

ان حضرات کے علاوہ جن علماء و فقہاء اور اسلامی سیاست کے ماہرین نے اسلام کے سیاسی نظام پر کتابیں لکھی ہیں، ان میں سے ہر ایک نے اس مسئلے کو ایک متفقہ مسئلے کے طور پر ذکر کیا ہے۔

علامہ ماوردی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اسلامی سیاست کا اہم ترین مأخذ سمجھی جاتی ہے اس میں انھوں نے حکومت کی سربراہی تو کجا، عورت کو وزارت کی ذمہ داری سونپنا بھی ناجائز قرار دیا ہے، بلکہ انھوں نے وزارت کی دو قسمیں کی ہیں، ایک وزارتِ تفویض جس میں پالیسی کا تعین بھی وزیر کا کام ہوتا ہے، اور دوسری وزارتِ تنفیذ جو پالیسی کا تعین نہیں کرتی، بلکہ طے شدہ پالیسی کو نافذ کرتی ہے۔ انھوں نے بتایا ہے کہ وزارتِ تنفیذ میں اہلیت کی شرائط وزارتِ تفویض کے مقابلے میں کم ہیں، اس کے باوجود وہ عورت کو وزارتِ تنفیذ کی ذمہ داری سونپنا بھی جائز قرار نہیں دیتے، وہ لکھتے ہیں:

واما وزارۃ التنفیذ فحکمھا اضعف وشروطھا اقل ..... ولا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

یجوز ان تقوم بذلك امرأة وان كان خبرها مقبولا لما تضمنه معنى الولايات المصروفة عن النساء لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما افلح قوم اسندوا امرهم الى امرأة ولان فيها من طلب الرأی وثبات العزم ما تضعف عنه النساء ومن الظهور فی مباشرة الامور ما هو عليهن محظور (الاحکام السلطانیۃ للماوردی ص ۲۵ تا ۲۷ والاحکام السلطانیۃ لابی یعلی ص ۳۱)

"جہاں تک وزارت تنفیذ کا تعلق ہے، وہ نسبتہً کمزور ہے۔ اور اسکی شرائط کم ہیں .... لیکن یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی عورت اس کی ذمہ دار بنے اگرچہ عورت کی خبر مقبول ہے، کیونکہ یہ وزارت ایسی ولایتوں پر مشتمل ہے جن کو (شریعت نے) عورتوں سے الگ رکھا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جو قوم اپنے معاملات کسی عورت کے سپرد کرے وہ فلاح نہیں پائے گی" نیز اس لئے بھی کہ وزارت کے لئے جو اصابتِ رائے اور اولوالعزمی درکار ہے، عورتوں میں اس کے لحاظ سے ضعف پایا جاتا ہے، نیز اس وزارت کے فرائض انجام دینے کے لئے ایسے انداز سے لوگوں کے سامنے ظاہر ہونا پڑتا ہے جو عورتوں کے لئے شرعًا ممنوع ہے"

اسلام کے سیاسی نظام پر دوسرا اہم مأخذ امام ابویعلی حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں، انھوں نے بھی اپنی کتاب میں لفظ بہ لفظ یہی عبارت تحریر فرمائی ہے۔

امام الحرمین علامہ جوینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے سیاسی نظام پر بڑے معرکے کی کتابیں لکھی ہیں، وہ نظام الملک طوسی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے نیک نام حاکم کے زمانے میں تھے، اور انہی کی درخواست پر انھوں نے اسلام کے سیاسی احکام پر اپنی مجتہدانہ کتاب "غیاث الامم" تحریر فرمائی ہے، اس میں وہ سربراہِ حکومت کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن الصفات اللازمة المعتبرة الذكورة والحرية ونحيزة العقل والبلوغ ولاحاجة الى الاطناب فی نصب الدلالات على اثبات هذه الصفات (غیاث الامم للجوینی ص ۸۲ مطبوعہ قطر)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"اور جو لازمی صفات سربراہ کے لئے شرعاً معتبر ہیں، ان میں سے اسکا مذکر ہونا، آزاد ہونا اور عاقل و بالغ ہونا بھی ہے، اور ان شرائط کو ثابت کرنے کے لئے تفصیلی دلائل پیش کر کے طول دینے کی ضرورت نہیں"

یہی امام الحرمین رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی ایک دوسری کتاب "الارشاد" میں تحریر فرماتے ہیں:

واجمعوا ان المرأة لا یجوز ان تکون اماما وان اختلفوا فی جواز کونها قاضیة فیما یجوز شهادتها فیه (الارشاد فی اصول الاعتقاد لامام الحرمین الجوینی ص۴۲۵ و ص۴۲۷ طبع مصر)

"اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عورت کے لئے سربراہ حکومت بننا جائز نہیں، اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ جن اُمور میں اس کی گواہی جائز ہے ان میں وہ قاضی بن سکتی ہے یا نہیں"

علامہ قلقشندی رحمہ اللہ تعالیٰ ادب وانشاء اور تاریخ وسیاست کے امام سمجھے جاتے ہیں، انہوں نے اسلام کے اصولِ سیاست پر جو کتاب لکھی ہے، اس میں انھوں نے سربراہِ حکومت کی چودہ صفاتِ اہلیت بیان کی ہیں، ان شرائط کے آغاز ہی میں وہ فرماتے ہیں:

الاول: الذکورة ..... والمعنی فی ذلك ان الامام لا یستغنی عن الاختلاط بالرجال والمشاورة معهم فی الامور والمرأة ممنوعة من ذلك ولان المرأة ناقصة فی امر نفسها حتی لا تملك النکاح فلا تجعل الیها الولایة علی غیرها،

"پہلی شرط مذکر ہونا ہے، اور اس حکم کی حکمت یہ ہے کہ سربراہِ حکومت کو مردوں کے ساتھ اختلاط اور ان کے ساتھ مشوروں وغیرہ کی ضرورت پیش آتی ہے اور عورت کے لئے یہ باتیں ممنوع ہیں، اس کے علاوہ عورت اپنی ذات کی ولایت میں بھی کمزور ہے، یہانتک کہ وہ نکاح کی ولی نہیں بن سکتی، لہٰذا اس کو دوسروں پر بھی ولایت نہیں دی جاسکتی"

امام بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ پانچویں صدی ہجری کے مشہور مفسر، محدث اور فقیہ ہیں،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وہ تحریر فرماتے ہیں :

اتفقوا علی ان المرأۃ لا تصلح ان تکون اماما ... لان الامام یحتاج الی الخروج لاقامۃ امر الجہاد والقیام بامور المسلمین ..... والمرأۃ عورۃ لا تصلح للبروز (شرح السنۃ للبغوی ص ۷ ج ۱۰ باب کراہیۃ تولیۃ النساء طبع بیروت سنہ ۱۴۰۳ھ)

"اس بات پر اُمّت کا اتفاق ہے کہ عورت سربراہ حکومت نہیں بن سکتی .. .... کیونکہ امام کو جہاد کے معاملات انجام دینے اور مسلمانوں کے اُمور نمٹانے کے لئے باہر نکلنے کی ضرورت پڑتی ہے، اور عورت پوشیدہ رہنی چاہئے، اس کا مجمع عام میں ظاہر ہونا درست نہیں"

قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

وھذا نص فی ان المرأۃ لا تکون خلیفۃ ولا خلاف فیہ (احکام القرآن لابن العربی ص ۱۴۴۵ ج ۳ سورۃ النمل)

"اور یہ حدیث اس بات پر نص ہے کہ عورت خلیفہ نہیں ہوسکتی، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں"

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی تفسیر میں ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ اقتباس نقل کرکے اس کی تائید کی ہے اور بتایا ہے کہ اس مسئلے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ (تفسیر القرطبی ص ۱۸۳ ج ۱۳ سورۃ النمل)

اور امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

الرابع الذکوریۃ فلا تنعقد الامامۃ لامرأۃ وان اتصفت بجمیع خلال الکمال وصفات الاستقلال (فضائح الباطنیۃ للغزالی ص ۱۸۰ مأخوذ از عبد اللہ الدمیجی، الامامۃ العظمی ص ۲۴۵)

"سربراہی کی چوتھی شرط مذکر ہونا ہے، لہٰذا کسی عورت کی امامت منعقد نہیں ہوتی، خواہ وہ تمام اوصافِ کمال سے متصف ہو، اور اس میں استقلال کی تمام صفات پائی جاتی ہوں"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

عقائد و کلام کی تقریباً تمام کتابیں امامت و سیاست کے احکام سے بحث کرتی ہیں، اور سب نے مذکر ہونے کی شرط کو ایک اجماعی شرط کے طور پر ذکر کیا ہے۔ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

یشترط فی الامام ان یکون مکلفا حرا ذکرا عدلا۔ (شرح المقاصد ص ۲۷۷ ج ۲)

"سربراہِ حکومت کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ عاقل بالغ ہو، آزاد ہو، مذکر ہو، اور عادل ہو۔"

فقہاء و محدثین اور اسلامی سیاست کے علماء کے یہ چند اقتباسات محض مثال کے طور پر پیش کر دیئے گئے ہیں، ورنہ جس کتاب میں بھی اسلام میں سربراہی کی شرائط بیان کی گئی ہیں، وہاں مذکر ہونے کو ایک اہم شرط کے طور پر ذکر کیا گیا ہے، اگر کسی نے یہ شرط ذکر نہیں کی تو اس بناء پر کہ یہ عاقل و بالغ ہونے کی شرط کی طرح اتنی مشہور و معروف شرط تھی کہ اُسے باقاعدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، ورنہ اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

عہد حاضر کے بعض محققین جنہوں نے اسلامی سیاست کے موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کے سربراہ بننے کے عدم جواز پر اُمت کا اجماع ہے چند اقتباسات ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد منیر عجلانی لکھتے ہیں :

لا نعرف بین المسلمین من اجاز خلافۃ المرأۃ فالاجماع فی ھذہ القضیۃ تام لم یشذ عنہ احد (عبقریۃ الاسلام فی اصول الحکم ص ۷۰ مطبوعہ دار النفائس بیروت سنہ ۱۴۰۵ھ)

"ہمیں مسلمانوں میں کوئی ایسا عالم معلوم نہیں ہے جس نے عورت کی خلافت کو جائز کہا ہو، لہٰذا اس مسئلے میں مکمل اجماع ہے جس کے خلاف کوئی شاذ قول بھی موجود نہیں۔"

ڈاکٹر محمد ضیاء الدین الریس نے اسلام کے سیاسی احکام پر بڑی تحقیق کے ساتھ مبسوط کتاب لکھی ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں :

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اذا کان قد وقع بینهم خلاف فیما یتعلق بالقضاء فلم یقع
عنهم خلاف فیما یتعلق بالامامة، بل الکل متفق علی انه
لایجوز ان یلیها امرأة (النظریات السیاسیة الاسلامیة ص۲۹۴
مطبوعہ دار التراث القاهرة سنہ ۱۹۷۶ء)

"اگرچہ فقہاء کے درمیان قضاء کے بارے میں تو اختلاف ہوا ہے (کہ عورت قاضی بن سکتی ہے یا نہیں) لیکن حکومت کی سربراہی کے بارے میں کوئی اختلاف مروی نہیں، بلکہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ کسی عورت کا سربراہی کے منصب پر فائز ہونا جائز نہیں۔"

ڈاکٹر ابراہیم یوسف مصطفی عجو لکھتے ہیں:

مما اجمعت علیه الامة علی ان المرأة لایجوز لها ان تلی رئاسة
الدولة (تعلیق تهذیب الرئاسة وترتیب السیاسة للقلعی ص۸۲)

"اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ عورت کے لئے ریاست کی سربراہی سنبھالنا جائز نہیں۔"

عبد اللہ بن عمر بن سلیمان الدمیجی لکھتے ہیں:

من شروط الامام ان یکون ذکرا ولاخلاف فی ذلك بین العلماء
(الامامة العظمی عند اهل السنة ص۲۴۳)

"سربراہِ حکومت کی شرائط میں یہ بات داخل ہے کہ وہ مذکر ہو اور اس میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔"

عہدِ حاضر کے مشہور مفسرِ قرآن علامہ محمد امین شنقیطی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

من شروط الامام الاعظم کونه ذکرا ولاخلاف فی ذلك بین العلماء
(اضواء البیان فی تفسیر القرآن بالقرآن ص ۱۳۶۵)

"امام اعظم (سربراہ حکومت) کی شرائط میں اس کا مذکر ہونا بھی داخل ہے اور اس میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

اگر اس موضوع پر تاریخ اسلام کے ائمہ مفسرین، فقہاء، محدثین، متکلمین اور اہلِ فکر و دانش کی تمام عبارتیں جمع کی جائیں تو یقیناً ان سے ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

لیکن یہ چند مثالیں یہ بات ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ اس مسئلے پر علماءِ اسلام کے درمیان اب تک چودہ صدیوں میں کوئی اختلاف نہیں رہا۔

حافظ ابن جریر طبری کا مسلک :

ہمارے زمانے میں بعض لوگوں نے مشہور مفسرِ قرآن حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف غلط طور سے یہ بات منسوب کی ہے کہ وہ عورت کی سربراہی کے جواز کے قائل ہیں، لیکن کوئی بھی شخص امام ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ کا کوئی اپنا اقتباس پیش نہیں کرتا۔ اُن کی تصانیف میں سے تفسیر جامع البیان تیس جلدوں میں چھپی ہوئی موجود ہے، اس میں سے کہیں کوئی ایک فقرہ بھی کوئی اب تک نہیں دکھا سکا جس سے ان کا یہ موقف معلوم ہوتا ہو، خود ہم نے بھی ان کی تفسیر کے ممکنہ مقامات پر دیکھا، لیکن اس میں کہیں کوئی ایسی بات نہیں ملی۔

اس کے علاوہ ان کی ایک کتاب "تہذیب الآثار" کی بھی کچھ جلدیں شائع ہوچکی ہیں، اس میں بھی کوئی ایسی بات نہیں مل سکی۔

واقعہ یہ ہے کہ بعض علماء نے اُن کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ وہ عورت کو قاضی بنانے کے جواز کے قائل ہیں، بعض لوگوں نے اس بات کو غلط طور پر سربراہی کے جواز کے عنوان سے نقل کر دیا ہے۔ چنانچہ قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں :

وھذا نصّ فی ان المرأۃ لا تکون خلیفۃ ولا خلاف فیہ ونقل عن محمّد بن جریر الطبریؒ امام الدین انہ یجوز ان تکون المرأۃ قاضیۃ ولم یصح ذلک عنہ و لعلہ کما نقل عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ انھا انما تقضی فیما تشھد فیہ ولیس بان تکون قاضیۃ علی الاطلاق ولا بان یکتب لھا منشور بانّ فلانۃ مقدّمۃ علی الحکم الا فی الدماء والنکاح وانما ذلک کسبیل التحکیم او الاستبانۃ فی القضیۃ الواحدۃ (احکام القرآن لابن العربی ص ۱۴۴۵ ج ۳)

"اور یہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس بات پر نص ہے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کہ عورت خلیفہ نہیں ہوسکتی، اور اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ ان کے نزدیک عورت کا قاضی ہونا جائز ہے، لیکن اس مذہب کی نسبت ان کی طرف صحیح نہیں ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مذہب ایسا ہی ہوگا جیسے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ عورت ان معاملات میں فیصلہ کرسکتی ہے جس میں وہ شہادت دے سکتی ہے۔ اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ علی الاطلاق قاضی بن جائے، اور نہ یہ مطلب ہے کہ اس کو قاضی کے منصب پر مقرر کرنے کا پروانہ دیا جائے، اور یہ کہا جائے کہ فلاں عورت کو قصاص اور نکاح کے معاملات کے سوا دوسرے اُمور میں قاضی بنایا جارہا ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو کسی مسئلے میں ثالث بنالیا جائے، یا کوئی ایک مقدمہ جزوی طور پر اس کے سپرد کردیا جائے۔"

امام ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس وضاحت سے مندرجۂ ذیل اُمور سامنے آتے ہیں:

(۱) سربراہی کا مسئلہ علیحدہ ہے، اور قاضی بننے کا مسئلہ علیحدہ۔

(۲) سربراہی کے مسئلے میں امام ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ سمیت تمام علماء کا اتفاق ہے کہ عورت سربراہ نہیں بن سکتی۔

(۳) امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ سے قاضی بننے کا جواز منقول ہے، لیکن ان کی طرف اس قول کی نسبت بھی درست نہیں۔

(۴) امام ابو حنیفہ یا ابن جریر رحمہما اللہ تعالیٰ سے عورت کے مقدمات کا فیصلہ کرنے کا جو جواز منقول ہے، وہ اس کو باقاعدہ قاضی بنانے سے متعلق نہیں ہے بلکہ جزوی طور سے بطور ثالث کوئی انفرادی قضیہ نمٹانے سے متعلق ہے۔

بہرکیف! اگر فقہاء کے درمیان کوئی تھوڑا بہت اختلاف ہے تو وہ عورت کے قاضی بننے کے بارے میں ہے، سربراہِ حکومت بننے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، چنانچہ امام الحرمین جُوینی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

والذکورۃ لاشک فی اعتبارھا ومن جوّز من العلماء تولّی المرأۃ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

للقضاء فیما یجوز ان تکون شاھدۃ فیہ احال انتصاب المرأۃ للامامۃ فان القضاء قد یثبت مختصا والامامۃ یستحیل فی وضع الشرع ثبوتھا علی الاختصاص (غیاث الامم للجوینی ص ۸۲ و ۸۳)

"سربراہی کے لئے مذکر ہونے کی شرط میں کوئی شک نہیں ہے، اور بعض علماء نے اُن معاملات میں عورت کے قاضی بننے کو جائز کہا ہے جن میں عورت گواہ بن سکتی ہے وہ بھی سربراہی کے لئے عورت کی تقرری کو ناممکن قرار دیتے ہیں، اس لئے کہ قضاء کے بارے میں تو یہ ممکن ہے کہ اس کی حدودِ اختیار کو کچھ معاملات کے ساتھ خاص کر دیا جائے لیکن حکومت کی سربراہی کو شرعی اُصول کے مطابق کچھ محدود معاملات کے ساتھ خاص کرنا ممکن نہیں۔"

ملکۂ بلقیس کا واقعہ :

ہمارے دَور میں بعض لوگ عورت کی سربراہی کا جواز ملکۂ بلقیس کے اُس واقعے سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں جو قرآن کریم نے سورۂ نمل میں بیان فرمایا ہے۔ لیکن یہ بات بالکل ناقابلِ فہم ہے کہ قرآن کریم کے بیان کردہ اس واقعے سے عورت کے سربراہِ حکومت بننے کا جواز کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟ قرآن کریم نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ یہ ملکہ اُن غیر مسلموں کی سربراہ تھی جو سورج کی پرستش کیا کرتے تھے۔ ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس بارے میں جو خبر دی وہ قرآن کریم کے بیان کے مطابق یہ تھی :

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ،

"میں نے اس کو اور اس کی قوم کو پایا ہے کہ وہ اللہ کے بجائے سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔"

اس سے واضح ہے کہ وہ ایک سورج پرست قوم کی ملکہ تھی اور خود بھی سورج کی پرستش کرتی تھی، اور ظاہر ہے کہ اگر ایک کافر قوم نے کسی عورت کو اپنا سربراہ بنایا ہوا ہو تو وہ قرآن وسنّت کے واضح ارشادات کے مقابلے میں مسلمانوں کے لئے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کیسے دلیل بن سکتی ہے؟ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس کو ملکہ تسلیم کرکے اپنی حکومت اس کے حوالے کردی ہوتی تب تو یہ بات ثابت ہوتی کہ کم از کم حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں عورت سربراہ بن سکتی تھی، لیکن قرآن کریم نے واضح الفاظ میں بتایا ہے کہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ اس کے نام جو خط بھیجا وہ قرآن کریم کے مبارک الفاظ میں یہ تھا:

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ،

"کہ تم میرے مقابلے میں سر نہ اُٹھاؤ، اور میرے پاس فرمانبردار بن کر آجاؤ"

یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی حکومت کو نہ صرف یہ کہ تسلیم نہیں فرمایا، بلکہ اُس کو اپنے زیرِنگیں آنے کا حکم دیا، اور پھر اسی پر بس نہیں، آپ نے اس کا بھیجا ہوا تحفہ بھی قبول نہیں کیا، بلکہ اسے واپس کرادیا، حالانکہ دوسرے سربراہوں کے درمیان تحائف کا تبادلہ ایک معمول کی بات ہوتی ہے۔

قرآنِ کریم نے یہ بھی بتایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس کا تخت بھی اُٹھوا کر منگوالیا، اور اس کی ہیئت بھی بدل ڈالی۔ یہاں تک کہ جب ملکۂ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل میں آئیں تو قرآن کریم کے بیان کے مطابق انھوں نے کہا کہ:

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سورۃ النمل: ۴۴)

"پروردگار! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کے آگے جُھک گئی"

بس یہ ہے وہ واقعہ جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ اور بلقیس کے اسی جملے پر قصّے کا اختتام ہوگیا ہے، جو بھی شخص اس واقعے کو قرآن کریم میں دیکھے گا وہ اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکۂ بلقیس کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا، اس کو اپنا فرمانبردار بن کر حاضر ہونے کا حکم دیا، اور بالآخر اس کی سلطنت کا خاتمہ کردیا، اور خود ملکۂ بلقیس نے بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پہنچنے کے بعد اپنی فرمانبرداری کا اعلان کردیا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اس واقعے میں کہیں دُور دُور کوئی ایسا شائبہ بھی نہیں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اس کی حکومت کو جائز قرار دیا تھا، یا اسے تسلیم فرمایا تھا۔

بعض لوگ کچھ اسرائیلی روایات پیش کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے ان سے نکاح کرکے انھیں واپس یمن بھیج دیا تھا، لیکن یہ قطعی طور پر غیر مستند روایت ہے، کسی بھی صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں ہے۔ اس معاملے میں تاریخی روایتیں بہت متضاد ہیں، بعض میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے ان سے نکاح کرکے انھیں اپنے پاس رکھا، بعض میں ہے کہ انھیں شام بھیج دیا، بعض میں ہے کہ یمن لوٹا دیا، بعض میں ہے کہ ان کا نکاح ہمدان کے بادشاہ سے کر دیا۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ تمام غیر مستند روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

لم یرد فیہ خبر صحیح لا فی انہ تزوجھا ولا فی انہ زوّجھا

(تفسیر قرطبی ص۲۱ و۲۱۱ ج ۱۳)

"اس کے بارے میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں ہے، نہ اس بارے میں کہ انھوں نے بلقیس سے نکاح کیا، اور نہ اس بارے میں کہ کسی اور سے اسکا نکاح کرایا۔"

جب ملکۂ بلقیس کے اسلام کے بعد کے واقعات کسی بھی صحیح تاریخی روایت سے ثابت نہیں ہیں تو صاف اور سیدھا راستہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ قرآن کریم نے جتنا واقعہ بیان فرمایا ہے صرف اتنے واقعے پر ہی ایمان رکھا جائے، اور ظاہر ہے کہ اس واقعے میں ملکۂ بلقیس کی سلطنت کے بقاء کا نہیں بلکہ فرمانبردار ہوجانے کا ذکر ہے، اسے اسلام کے بعد سربراہ بنانے کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا اس واقعے سے عورت کی سربراہی پر استدلال کا کوئی ادنیٰ جواز موجود نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور جنگ جمل :

بعض لوگ عورت کی سربراہی پر جنگ جمل کے واقعے سے استدلال کرکے کہتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس جنگ کی قیادت کی تھی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کبھی خلافت یا حکومت کی سربراہی کا دعویٰ نہیں کیا، نہ ان کے ساتھیوں میں سے کسی کے حاشیۂ خیال میں یہ بات تھی کہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ان کو خلیفہ بنایا جائے، ان کا مطالبہ صرف یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں سے قصاص لینا قرآن کریم کے احکام کے مطابق ضروری ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت تمام ازواج مطہرات حج کے لئے مکہ مکرمہ آئی ہوئی تھیں، حضرت عائشہ اور دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے شروع میں یہ چاہا کہ وہ واپس مدینہ طیبہ پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قصاص لینے پر آمادہ کریں۔ لیکن بہت سے لوگوں نے یہ رائے دی کہ پہلے بصرہ جاکر وہاں کے لوگوں کی حمایت حاصل کی جائے۔ دوسری تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے تو بصرہ جانے سے انکار کردیا، اور فرمایا کہ ہم مدینہ منورہ کے سوا کہیں اور نہیں جائیں گے، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان حضرات کی رائے سے متاثر ہوگئیں اور بصرہ روانہ ہوگئیں (البدایۃ والنہایۃ ص ۲۳۰ ج ۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقصد جنگ کرنا بھی نہیں تھا، بلکہ جب آپ بصرہ جارہی تھیں تو راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا گیا، رات کے وقت وہاں کتے بھونکنے لگے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کونسی جگہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ مقام "حوأب" ہے، "حوأب" کا نام سنتے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چونک اٹھیں، انھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد یاد آگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے خطاب کرتے ہوئے ایک دن فرمایا تھا:

کیف باحداکن تنبح علیها کلاب الحوأب (مسند احمد ج ۶ ص ۵۲ و ۹۷، ومستدرک حاکم ص ۱۲۰ ج ۳، وصححه الحاکم ووافقه الذهبی، وقال الحافظ فی الفتح ۱۳ : ۴۵ : سنده علی شرط الصحیح، وصححه ابن کثیر فی البدایة ص ۲۱۲ ج ۶)

"تم میں سے ایک کا اس وقت کیا حال ہوگا جب اس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے"

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حوأب کا نام سُنکر آگے بڑھنے سے انکار کردیا، اور اپنے ساتھیوں سے اصرار کیا کہ مجھے واپس لوٹادو اور ایک دن ایک رات وہیں ٹھہری رہیں، لیکن بعض حضرات نے کہا کہ آپ چلی چلیں، آپ کی وجہ سے مسلمانوں

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کے دو گروہوں میں صلح ہو جائے گی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ کسی نے آپ کے سامنے تردید بھی کی کہ یہ جگہ حوأب نہیں ہے (البدایۃ والنہایۃ ص ۲۳۱ ج ۷)

اس طرح جو مقدر میں تھا وہ پیش آیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سفر دوبارہ شروع فرما دیا، بصرہ پہنچ کر بھی جب آپ سے آنے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:

ای بنیّ ! الاصلاح بین الناس

"بیٹے ! میں لوگوں کے درمیان صلح کرانے آئی ہوں"

ان تمام باتوں سے واضح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقصد نہ کوئی سیاست تھی نہ حکومت، نہ وہ جنگ کرنا چاہتی تھیں، بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے جائز مطالبے کی تقویت اور اس سلسلے میں مسلمانوں کے درمیان مصالحت کے خالص دینی مقاصد آپ کے پیشِ نظر تھے۔

اس کے باوجود چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواتین کے مسلّمہ دائرۂ کار سے قدرے باہر نکل کر اجتماعی معاملات میں دخل دیا تھا، اس لئے صحابۂ کرام اور خود دوسری امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو آپ کا یہ اقدام پسند نہ آیا اور متعدد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کو خطوط لکھے۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس موقع پر آپ کو ایک بڑا اثر انگیز خط لکھا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

عن ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی عائشۃ امّ المؤمنین فانی احمد الیك اللہ الذی لا الٰہ الا ھو، اما بعد، اِنّك سُدّۃ بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامتہ وحجاب مضروب علی حرمتہ قد جمع القرآن ذیلك فلا تبتذ حیہ وسکّر خفارتك فلا تبتذلیھا فاللہ من وراء ھذہ الامۃ، ولو علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان النساء یحتملن الجھاد عھد الیك، اما علمت انہ قد نھاك عن الفراطۃ فی البلاد فان عمود الدین لا یثبت بالنساء ان مال، ولا یراب بھن ان انصدع، جھاد النساء غض الاطراف وضم الذیول وقصد الوھازۃ، ما کنتِ قائلۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو عارضك ببعض ھذہ الفلوات ناصّۃ قعوداً

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

من منهل الی منهل ؟ وغدًا ترد ین علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقسم لو قیل لی یا ام سلمة ادخلی الجنة لاستحییت ان القی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هاتکة حجابًا ضربه علیّ فاجعلیه سترك ، وقاعة البیت حصنك ، فانك انصح ما تکونین لهذه الامة ما قعدت عن نصرتهم (العقد الفرید ص ۶۶ ج ۵ مطبوع دار الباز مکة المکرمه)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام سلمہ کی طرف سے ام المؤمنین عائشہ کے نام : میں آپ سے اُس اللہ کی حمد کرتی ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ امابعد ۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے درمیان ایک دروازہ ہیں، آپ وہ پردہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر ڈالا گیا ہے، قرآن نے آپ کے دامن کو سمیٹا ہے، آپ اسے پھیلائیے نہیں، اور آپ کی حرمت کی حفاظت کی ہے آپ اس کی بے قدری نہ کریں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا کہ خواتین پر جہاد کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تو وہ آپ کو اس کی وصیت کرتے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو شہروں میں آگے بڑھنے سے روکا تھا ؟ اس لئے اگر دین کا ستون متزلزل ہونے لگے تو وہ عورتوں سے کھڑا نہیں ہوسکتا اور اگر اس میں شگاف پڑنے لگے تو عورتوں سے اس کا بھراؤ ممکن نہیں، عورتوں کا جہاد یہ ہے کہ وہ نگاہیں نیچی رکھیں، دامنوں کو سمیٹیں، اور چھوٹے قدموں سے چلیں۔ آپ جن صحراؤں میں ایک گھاٹ سے دوسرے گھاٹ تک اپنی اونٹنی دوڑا رہی ہیں، اگر وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے آجائیں تو آپ کے پاس ان سے کہنے کو کیا ہوگا؟ کل آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا ہے ۔ اور میں قسم کھاتی ہوں کہ اگر مجھ سے کہا جائے کہ ام سلمہ ! جنت میں چلی جاؤ، تب بھی مجھے اس بات سے حیا آئے گی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حالت میں ملوں کہ جو پردہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر ڈالا تھا اُسے میں چاک کرچکی ہوں، لہٰذا آپ اس کو

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اپنا پردہ بنائیے، اپنے گھر کی چار دیواری کو اپنا قلعہ سمجھئے، کیونکہ جب تک آپ اپنے گھر میں رہیں گی، اس اُمت کی سب سے بڑی خیر خواہ ہوں گی"

اُمّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس مکتوب کے ایک ایک لفظ سے دین کا وہ پاکیزہ مزاج ٹپک رہا ہے جس نے عورت کو حرمت و تقدیس کا اعلیٰ ترین مقام عطا فرمایا ہے، اور جس کے آگے تمام سیاسی مناصب اور دنیوی شان و شوکت ہیچ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کسی بات کا انکار نہیں کیا، بلکہ ان کی نصیحت کو اصولی طور پر قبول فرمایا، اور اس کی یہ کہہ کر قدر دانی فرمائی کہ:

فما اقبلنی لوعظك واعرفنی لحق نصیحتك

"میں آپ کی نصیحت کو خوب قبول کرتی ہوں، اور آپ کے حقِ نصیحت سے اچھی طرح باخبر ہوں"

البتہ اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ولنعم المطلع مطلع فرقت فیه بین فئتین متشاجرتین من المسلمین

"وہ موقف بہت اچھا موقف ہے جس کے ذریعے میں مسلمانوں کے دو جھگڑتے ہوئے گروہوں کے درمیان حائل ہو سکوں"

جس سے صاف واضح ہے کہ نہ وہ حکومت کی سربراہی چاہتی ہیں، نہ جہاد ان کے پیش نظر ہے، نہ کوئی سیاسی قیادت مقصود ہے، بلکہ پیش نظر دو فریقوں کے درمیان صلح کرانا ہے۔ اور اس میں بھی وہ فرماتی ہیں:

فان اقعد ففی غیر حرج وان امض فالی ما لاغنی لی عن الازدیاد منه (العقد الفرید ص ۶۶ ج ۵)

"اب اگر میں بیٹھ گئی تب بھی کوئی حرج نہیں، اور اگر میں آگے بڑھی تو ایک ایسے کام کے لئے آگے بڑھوں گی جس کو مزید انجام دینے کے سوا میرے لئے کوئی چارہ نہ رہے"

اتنی احتیاط کے باوجود وہ زمانہ فتنے کا تھا، دشمنوں کی سازشیں سرگرمی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سے کام کر رہی تھیں، جن کا واحد مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو باہم لڑایا جائے، چنانچہ جو کچھ مقدر میں تھا وہ پیش آکر رہا، جنگِ جمل ہوئی، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُس مقام پر پہنچ چکی تھیں جہاں سے واپس نہ آسکیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انھیں گھر سے باہر کی اس محدود ذمہ داری اُٹھانے سے روکا۔ چنانچہ حضرت زید بن صوحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک خط میں لکھا:

سلام علیك، اما بعد: فانّك امرت بامر وامرنا بغیرہ امرت ان تقرّی فی بیتك وامرنا ان نقاتل النّاس حتی لا تکون فتنۃ فترکت ما امرت بہ وکبتت تضیینا عما امرنا بہ والسلام،

(العقد الفرید ص ۶۷ ج ۵)

"سلام کے بعد، آپ کو ایک کام کا حکم دیا گیا ہے، اور ہمیں دوسرے کام کا، آپ کو حکم ہے کہ گھر میں قرار سے رہیں، اور ہمیں حکم ہے کہ ہم لوگوں سے اس وقت تک لڑیں جب تک فتنہ باقی رہے، آپ نے اپنے کام کو چھوڑ دیا اور ہمیں اس کام سے روک رہی ہیں جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔"

پھر بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی، خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعد میں اپنے اس فعل پر انتہائی ندامت کا اظہار فرماتی رہی ہیں، چنانچہ حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ولا ریب ان عائشۃ ندمت ندامۃ کلّیۃ علی مسیرھا الی البصرۃ وحضورھا یوم الجمل وما ظنّت انّ الامر یبلغ ما بلغ (سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۷۷ ج ۲)

"اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بصرہ کے سفر اور جنگِ جمل میں حاضری پر کُلّی طور سے نادم ہوئیں، ان کا گمان یہ نہیں تھا کہ بات وہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک پہنچی۔"

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ "تم نے مجھے اس سفر میں جانے سے کیوں منع نہیں کیا؟" حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: "میں نے دیکھا کہ ایک صاحب (یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) آپ کی رائے پر غالب آگئے ہیں۔" حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا: "بخدا، اگر تم مجھے روک دیتے تو میں نہ نکلتی" (نصب الرایہ للزیلعی ص ۷۰ ج ۴)

پھر جنگِ جمل اور اس کے سفر پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ندامت کا عالم یہ تھا کہ جب تلاوتِ قرآن کریم کے دوران وہ سورۂ احزاب کی اس آیت پر پہنچتیں جس میں اللہ تعالیٰ نے خواتین کو یہ حکم دیا ہے کہ:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ

"اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو"

تو اس قدر روتی تھیں کہ آپ کی اوڑھنی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔

اذا قرأت هذه الآية وقرن في بيوتكن بكت حتى تبل خمارها (طبقات ابن سعد ص ۸۰ ج ۸، وسیر اعلام النبلاء ص ۱۷۷ ج ۲)

اور ندامت کی انتہا یہ ہے کہ شروع میں آپ کی خواہش یہ تھی کہ آپ کو خود اپنے گھر میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کیا جائے، لیکن جنگِ جمل کے بعد آپ نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ قیس بن ابی حازم راوی ہیں کہ:

قالت عائشة رضي الله تعالى عنها وكان تحدث نفسها ان تدفن في بيتها مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بكر فقالت اني احدثت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم حدثا ادفنوني مع ازواجه فدفنت بالبقيع (مستدرك الحاكم ص ۶ ج ۴ قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ووافقه الذهبي)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دل میں یہ سوچتی تھیں کہ انھیں ان کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دفن کیا جائے، لیکن بعد میں انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کے بعد ایک بدعت کا ارتکاب کیا ہے، اب مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواجِ مطہرات کے ساتھ دفن کرنا، چنانچہ انھیں بقیع میں دفن کیا گیا۔"

حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تعنی بالحدیث مسیرها یوم الجمل فانها ندمت ندامة کلیة و تابت من ذلك علی انها ما فعلت ذلك الا متأولة قاصدة للخیر (سیر اعلام النبلاء ص ۱۹۳ ج ۲)

"بدعت سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مراد جنگ جمل میں ان کا جانا تھا، اس لئے کہ وہ اپنے اس عمل پر کلی طور سے نادم تھیں، اور اس سے توبہ کر چکی تھیں، باوجودیکہ ان کا یہ اقدام اجتہاد پر مبنی تھا اور ان کا مقصد نیک تھا۔"

ان تمام واقعات سے واضح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نہ کبھی حکومت کی سربراہی کی خواہش یا دعویٰ کیا، نہ کسی نے یہ تجویز پیش کی کہ ان کو سربراہ بنایا جائے، نہ ان کا مقصد کسی باقاعدہ جنگ کی قیادت تھی، وہ صرف ایک قرآنی حکم کے نفاذ اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت کے لئے نکلی تھیں، لیکن دشمنوں کی سازش نے ان کے اس سفر کو بالآخر ایک جنگ کی شکل دیدی، لیکن چونکہ ان کا مشن فی الجملہ ایک محدود سیاسی حیثیت کا حامل تھا، اس لئے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اسکو پسند نہیں کیا، اور وہ خود بھی اس پر بے انتہا نادم ہوئیں، یہانتک کہ اس ندامت کی بناء پر روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تدفین کو بھی پسند نہیں فرمایا۔

اب خود انصاف سے فیصلہ کرلیا جائے کہ:

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے جس اقدام کو بالآخر خود غلط سمجھا، اُس پر روتی رہیں، اور اُس پر ندامت کی وجہ سے تدفین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونے سے بھی شرمائیں، اُس عمل سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے؟ اور استدلال بھی سربراہی کے جواز پر جس کا تصور بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حاشیۂ خیال میں نہیں گزرا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حضرت تھانویؒ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک تحریر :

ہمارے زمانے میں بعض حضرات نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی ایک تحریر بھی عورت کی سربراہی کے جواز میں پیش کرنیکی کوشش کی ہے جو امداد الفتاوٰی میں شائع ہوئی ہے، جس میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث "لن یفلح قوم ولّوا امرھم امرأۃ" کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ جمہوری حکومت اس وعید کے تحت داخل نہیں ہے۔

لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تحریر کی حقیقت سمجھنے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی پوری اُمت کے علماء کی طرح اسی بات کے قائل ہیں کہ عورت کو اسلامی حکومت کی سربراہ بنانا جائز نہیں ہے، چنانچہ امداد الفتاوٰی کی اسی تحریر میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ :

"حضرات فقہاء نے امامت کبریٰ (حکومت کی سربراہی) میں ذکورۃ (مرد ہونے) کو شرطِ صحت، اور قضا میں گو شرطِ صحت نہیں، مگر شرط صون عن الاثم فرمایا ہے۔" (امداد الفتاوٰی ص ۹۲ ج ۵)

نیز حضرت مولانا تھانوی قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر میں اس مسئلے کو مزید وضاحت کے ساتھ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے :

"اور ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے، پس بلقیس کے قصہ سے کوئی شبہہ نہ کرے۔ اول تو یہ فعل مشرکین کا تھا۔ دوسرے اگر شریعتِ سلیمانیہ نے اس کی تقریر بھی کی ہو تو شرعِ محمدی میں اس کے خلاف ہوتے ہوئے وہ حجت نہیں۔" (بیان القرآن ص ۸۵ ج ۸ سورۃ النمل)

نیز حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "احکام القرآن" کا جو حصہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ سے لکھوایا ہے، اس میں بھی ملکۂ بلقیس کے واقعے کے تحت یہ مسئلہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، اور خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے اس استدلال کو رَد کیا ہے کہ قرآن کریم نے بلقیس کا واقعہ بیان کرکے اس پر کوئی نکیر نہیں کی۔ (احکام القرآن للمفتی محمد شفیع ص ۲۹ ج ۳)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ان عبارتوں سے واضح ہے کہ وہ علمائے اُمت کی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

طرح اسی بات کے قائل ہیں کہ عورت کو سربراہِ حکومت بنانا شرعاً جائز نہیں ہے۔ البتہ سوال یہ پیدا ہوا کہ اگر کسی جگہ اس شرعی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی عورت کو سربراہ بنا دیا گیا ہو، تو کیا ایسی جگہ کے لوگوں پر وہ وعید صادق آئے گی جو حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ ایسی قوم فلاح نہیں پاسکتی؟ اس کے جواب میں حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر حکومت عام ہو اور تام ہو۔ جیسا کہ شخصی سلطنتوں میں ہوتا ہے (یا جیسا کہ خلافتِ اسلامی میں ہوتا ہے) اور اس کا سربراہ عورت کو بنا دیا جائے۔ تو بیشک اس پر حدیث کی یہ وعید صادق آئے گی۔ لیکن اگر حکومت جمہوری انداز کی ہو تو عدمِ فلاح ضروری نہیں جس کی وجہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ:

"راز اس میں یہ ہے کہ حقیقت اس حکومت کی محض مشورہ ہے، اور عورت اہل ہے مشورہ کی" (امداد الفتاوٰی ص ۹۲ ج ۵)

اس سے صاف واضح ہے کہ عورت کی "حقیقی حکومت" کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ ناجائز بلکہ موجبِ عدمِ فلاح بھی قرار دے رہے ہیں، لہٰذا اصل مسئلے کی حد تک ان کا موقف وہی ہے کہ عورت سربراہِ حکومت نہیں ہوسکتی، البتہ جمہوری حکومت کے بارے میں انھوں نے یہ خیال ظاہر فرمایا ہے کہ وہ حقیقۃً حکومت ہے ہی نہیں، بلکہ محض مشورہ ہے۔

لہٰذا حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر کا سارا دارومدار اس بات پر ٹھہرا کہ جمہوری حکومت واقعۃً حکومت ہے یا محض مشورہ ہے؟ اور یہ سوال شرعی حکم کا نہیں، بلکہ واقعے کا ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمہوری حکومت کے سربراہ کے بارے میں یہ سمجھا کہ حقیقۃً وہ سربراہ نہیں ہوتا، بلکہ پارلیمنٹ کا ایک رکن ہونے کی حیثیت میں اس کی بات محض ایک مشورے کی حیثیت رکھتی ہے، چنانچہ اسی تحریر میں وہ فرماتے ہیں:

"کسی عورت کی سلطنت جمہوری ہو کہ اس میں والئ صوری درحقیقت والی نہیں بلکہ ایک رکنِ مشورہ ہے، اور والئ حقیقی مجموعہ مشیروں کا ہے (امداد الفتاوٰی ص ۹۲ ج ۵)

اس فقرے سے ایک بار پھر واضح ہوگیا کہ وہ عورت کی سربراہی کے ناجائز اور موجبِ عدمِ فلاح ہونے کو تسلیم فرماتے ہیں۔ اور اس مسئلے سے انھیں کوئی اختلاف نہیں، لیکن

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جمہوری حکومت کے سربراہ کو وہ اپنی معلومات کے مطابق حقیقی سربراہ نہیں سمجھ رہے یہ اختلاف اصل مسئلے میں نہیں، بلکہ جمہوری حکومت کی حقیقت میں ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ پارلیمانی نظام میں وزیر اعظم اگرچہ پارلیمنٹ کا ایک رکن ہونے کی حیثیت میں محض ایک رکنِ مشورہ ہے، لیکن اس کی دو حیثیتیں اور ہیں جن کی موجودگی میں اُس کو محض ایک "رکنِ مشورہ" قرار دینا ممکن نہیں ہے۔ پہلی حیثیت تو یہ ہے کہ وہ ملک کی انتظامیہ کا سربراہ ہوتا ہے۔ اور اپنی اس حیثیت میں وہ آئین وقانون کے دائرے میں رہتے ہوئے مکمل طور سے خود مختار ہے، یہاں تک کہ اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ پوری کابینہ کے مشورے کو رد کرکے وہ کام کرے جو اس کی رائے کے مطابق ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ جمہوری نظام میں ریاست کے تین کام الگ الگ کر دئے گئے ہیں، ایک کام قانون سازی ہے جو مقنّنہ یعنی پارلیمنٹ کے سپرد ہے، دوسرا کام ملک کا انتظام چلانا ہے جو انتظامیہ کے سپرد ہے، اور تیسرا کام تنازعات کا فیصلہ ہے جو عدلیہ کے سپرد ہے اب ریاست کے ان تین اداروں، مقنّنہ، انتظامیہ اور عدلیہ میں سے لفظ "حکومت" کا اطلاق انتظامیہ ہی پر ہوتا ہے۔ مقنّنہ اور عدلیہ ریاست (STATE) کے ذیلی ادارے ضرور ہیں، لیکن "حکومت" (GOVERNMENT) کا حصہ نہیں ہیں۔ حکومت صرف انتظامیہ ہی کو کہا جاتا ہے، اور وزیر اعظم اس انتظامیہ کا سربراہ ہوتا ہے، اُسے آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے کاروبارِ حکومت چلانے کا مکمل اختیار حاصل ہے، نہ وہ ہر چیز کو مقنّنہ کے مشورے کے لئے پیش کرتا ہے، نہ کرسکتا ہے، نہ اس کا پابند ہے۔ اہم انتظامی فیصلے وہ کابینہ میں رکھتا ضرور ہے، لیکن کابینہ کی رائے کا پابند نہیں ہے، بلکہ کابینہ کے اجلاس میں اس کا فیصلہ حتمی حیثیت رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے با اختیار شخص کو محض "رکنِ مشورہ" نہیں کہا جاسکتا۔

مقنّنہ کی حد تک بیشک وہ ایک "رکنِ مشورہ" ہے، لیکن پارلیمانی پارٹیوں کے مروّجہ نظام میں اس کی ایک اور حیثیت ہے جس نے اسے مقنّنہ میں بھی محض "رکنِ مشورہ" نہیں رہنے دیا، اور وہ حیثیت یہ ہے کہ وہ پارلیمنٹ میں برسرِ اقتدار اکثریتی پارٹی کا لیڈر اور قائدِ ایوان ہوتا ہے، لہٰذا پارلیمنٹ میں اس کی رائے محض ایک شخصی رائے نہیں ہوتی، بلکہ بسا اوقات ایوان کی اکثریت کی نمائندگی کرتی ہے۔ بالخصوص اگر وہ اپنی جماعت کے ارکان پارلیمنٹ کے لئے جماعت کی طرف سے کوئی ہدایت جاری کردے تو اس کی جماعت کے تمام ارکان

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اسی ہدایت کے مطابق اسمبلی میں ووٹ دینے کے پابند ہیں۔ پارلیمانی اصطلاح میں اس ہدایت کو جماعتی کوڑا (PARTY WHIP) کہا جاتا ہے، یعنی اس کوڑے کو حرکت میں لانے کے بعد تمام ارکانِ جماعت پارلیمنٹ میں وہی رائے دینے پر مجبور ہیں جس کے لئے وہ کوڑا حرکت میں لایا گیا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ جو شخص یہ کوڑا حرکت میں لاتا ہو، اس کو محض ایک "رکنِ مشورہ" نہیں کہا جاسکتا۔ اس لحاظ سے مقننہ میں بھی وزیرِ اعظم کی حیثیت محض ایک "رکنِ مشورہ" کی نہیں، بلکہ قائدِ جماعت اور قائدِ ایوان کی ہوتی ہے، اور عملاً وہ دوسروں کے مشورے پر کم اور دوسرے اس کے مشورے پر زیادہ چلتے ہیں۔

اگرچہ نظریاتی اعتبار سے صدرِ مملکت ریاست کا سربراہ ہوتا ہے، اور وزیرِ اعظم انتظامیہ کا، لیکن پارلیمانی نظام میں صدرِ مملکت کی حیثیت زیادہ تر نمائشی ہوتی ہے اور اصل اختیارات وزیرِ اعظم ہی کے پاس ہوتے ہیں، اس لئے دنیا بھر کے نزدیک وزیرِ اعظم ہی کو اصل سربراہ سمجھا جاتا ہے۔

اس تشریح سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ عورت کی سربراہی کو ہرگز جائز نہیں سمجھتے جس کے لئے ان کی صریح تحریریں موجود ہیں، البتہ سوال یہ تھا کہ جمہوری حکومت کی سربراہی حقیقی سربراہی ہے یا نہیں؟ اس سوال کا تعلق شریعت کی تحقیق سے نہیں بلکہ مروجہ جمہوری نظام کی تحقیق سے ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا اصل موضوع شریعت کی تحقیق تھا۔ عہدِ حاضر کے سیاسی نظاموں کی تحقیق حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا موضوع نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ پارلیمانی نظام کے وزیرِ اعظم کے سلسلے میں جو حقائق اوپر بیان کئے گئے ہیں، اگر وہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے سامنے لائے جاتے تو وہ اپنی اس رائے پر ضرور نظرِ ثانی فرماتے کہ وہ محض ایک رکنِ مشورہ ہے۔

تاریخ کی بعض مثالیں:

بعض لوگ عورت کی سربراہی کے جواز میں بعض تاریخ کی مثالیں پیش کرتے ہیں کہ فلاں فلاں مواقع پر فلاں عورت برسرِ اقتدار رہی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ تاریخ میں جائز و ناجائز ہر قسم کے واقعات ہوئے ہیں، یہ واقعات دین میں کوئی سند نہیں ہیں، سند قرآن و سنت ہیں، لہٰذا اگر کہیں اِکّا دُکّا کچھ واقعات عورت کی سربراہی کے پیش آئے ہیں تو ان کی بنیاد

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

پر قرآن وسنت کے واضح احکام اور دلائل کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ پھر ان اتفاقات کی اکثریت ایسی ہے جہاں مسلمانوں نے ایسی حکومت کو گوارا نہیں کیا، یہاں تک کہ وہ حکومت ختم ہوگئی، اور ان حکومتوں کے دور میں بھی کہیں نہیں ملتا کہ کسی فقیہ یا عالم نے عورت کی سربراہی کے جواز کا فتویٰ دیا ہو۔

اسی ضمن میں بعض لوگ مس فاطمہ جناح کے صدارتی امیدوار بننے کو سند میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن ملک کا کوئی عالم ہمارے علم میں نہیں ہے جس نے اس اقدام کی حمایت کرتے ہوئے یہ کہا ہو کہ عورت حکومت کی سربراہ ہوسکتی ہے، لہٰذا اس واقعے کو دلیل میں پیش کرنا خلطِ مبحث کے سوا کچھ نہیں۔

(اس وقت بھی علماء نے عورت کی سربراہی کے عدم جواز کا فتویٰ شائع کیا تھا، رشید احمد)

تمام مکاتبِ فکر کے پاکستانی علماء کا فیصلہ:

بہرکیف! عورت کی سربراہی کا ناجائز ہونا ایک ایسا مسلمہ مسئلہ ہے جو قرآن وسنت کے واضح ارشادات اور اجماعِ اُمت پر مبنی ہے۔ اُمت کے کسی ایک فقیہ یا عالم نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا۔

اسی لئے ۱۹۵۱ء میں جب پاکستان کے تمام مکاتبِ فکر کے علماء نے کراچی میں آئینی مسائل پر اجتماع منعقد کیا جس میں دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث، جماعتِ اسلامی اور شیعہ تمام مدرسہ ہائے خیال کے چوٹی کے ۳۳ حضرات موجود تھے اور وہ مشہور متفقہ بائیس نکات طے کئے جو انکے نزدیک پاکستان کے آئین کے لئے بنیادی اہمیت رکھتے تھے، تو ان میں بارہواں نکتہ یہ تھا:

"رئیسِ مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے جس کے تدین، صلاحیت اور اصابتِ رائے پر جمہور یا ان کے منتخب نمائندوں کو اعتماد ہو"

ان بائیس نکات پر پاکستان کے ہر مکتبِ فکر کے تمام علماء متفق ہیں، اور آج تک ان میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا۔

لہٰذا کسی اسلامی حکومت میں عورت کو سربراہ بنانا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اور اگر کہیں ایسا ہوجائے تو مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ جلد از جلد سربراہی کی تبدیلی کے لئے ممکنہ کوششوں کو بروئے کار لائیں۔ واللہ سبحانہ الموفق

محمد رفیع عثمانی — ولی حسن — سلیم اللہ — رشید احمد

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

المزید من العبد الرشید :

دلائل المنع :

(۱) وللرجال علیهن درجة (۲-۲۲۸)

(۲) وزاده بسطة فی العلم والجسم (۲-۲۴۷)

(۳) اومن ینشؤا فی الحلیة وهوفی الخصام غیرمبین (۴۳-۱۸)

(۴) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما رأیت من ناقصات عقل ودین اذهب للب الرجل الحازم من احداکن (بخاری ص۴۴ ج۱)

دلائل الجواز :

(۱) قال الامام الکاسانی رحمه الله تعالیٰ : اما المرأة والصبی العاقل فلا یصح منهما اقامة الجمعة لانهما لایصلحان للامامة فی سائر الصلوات ففی الجمعة اولی الا ان المرأة اذا کانت سلطانا فامرت رجلا صالحا للامامة حتی صلی بهم الجمعة جاز لان المرأة تصلح سلطانا او قاضیا فی الجملة فتصح امامتها۔

(بدائع الصنائع ص۲۶۲ ج۱)

(۲) وقال العلامة ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ : اما سلطنتها فصحیحة وقد ولی مصر امرأة تسمی شجرة الدر جاریة الملک الصالح بن ایوب (البحر الرائق ص۳۵ ج۶)

الجواب :

ان عبارات میں صلاح وصحت سے نفاذ مراد ہے، جواز مراد نہیں، مطلب یہ ہے کہ عورت کو سلطان بنانا ناجائز ہے لہذا اس نے ناجائز ذرائع سے تسلط حاصل کرلیا تو اسکی سلطنت نافذ ہوجائے گی۔

الامثلة :

(۱) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : اسمعوا واطیعوا وان استعمل عبد حبشی کأن راسه زبیبة (بخاری ص۱۰۹۶ ج۲)

قال الامام الکرمانی رحمه الله تعالیٰ : فان قلت کیف یکون العبد والیا وشرط الولایة الحریة ؟ قلت : بان یولیه بعض الائمة او یغلب علی البلاد بشوکته۔

(شرح الکرمانی لصحیح البخاری ص۷۶ ج۵)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۲) وقال الامام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ : طریق چہارم استیلاء ست .... واین دو نوع ست یکی آنکہ مستولی مستجمع شروط باشد .... دیگر آنکہ مستجمع شروط نباشد وصرف منازعین کند بقتال وارتکاب محرم وآں جائز نیست وفاعل آں عاصی ست لیکن واجب ست قبول احکام او چوں موافق شرع باشد، واگر عمال او اخذ زکوۃ کنند از ارباب اموال ساقط شود، وچوں قاضی او حکم نماید نافذ گردد حکم او، ہمراہ او جہاد می تواں کرد، وایں انعقاد بنا بر ضرورت ست زیرا کہ در عزل او فنائے نفوس مسلمین وظہور حرج و مرج شدید لازم می آید وبیقیں معلوم نیست کہ ایں شدائد مفضی شود بصلاح یا نہ، یحتمل کہ دیگری بدتر از اول غالب شود، پس ارتکاب فتن کہ قبح او متیقن بہ ست چرا باید کرد برائے مصلحتی کہ موہوم ست ومحتمل، وانعقاد خلافت عبدالملک بن مروان واول خلفائے بنی عباس بہمیں نوع بود (ازالۃ الخفا ص ۵ مقصد اوّل)

(۳) وقال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ : والمرأۃ تقضی فی غیر حد و قود وان اثم المولی لہا لخبر البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ لن یفلح قوم ولوا امرہم امرأۃ (رد المحتار ص ۳۹۵ ج ۴)

وکذا قال العلامۃ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ (البحر الرائق ص ۷۰ ج ۵)

(۴) فاسق کو امام بنانا جائز نہیں معہذا اس کی اقتدار میں پڑھی ہوئی نماز صحیح ہے۔

النظائر :

ولہذہ المسألۃ نظائر کثیرۃ مثلاً :

(۱) البیع الفاسد موجب للملک۔

(۲) حرمۃ المصاہرۃ تثبت بالزنا۔

(۳) السفر یترتب علیہ الاحکام ولو کان للمعصیۃ۔

(۴) یقع الطلاق علی الحائض مع کونہ منہیا عنہ۔

(۵) یقع الطلقات الثلاث دفعۃ مع کونہ بدعیا۔

(۶) لعق النجاسۃ مع حرمتہ مطہر۔

دلائل الجواز کو بوجوہ ذیل نفاذ مع عدم الجواز پر محمول کرنا ضروری ہے :

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۱) عدم الجواز نصوص الشرع، قرآن، حدیث، فقہ اور اجماع سے ثابت ہے۔

(۲) دلیل ثانی میں سلطنت شجرۃ الدر سے استدلال کیا گیا ہے جس کے تسلط کو ناجائز قرار دے کر اسے معزول کر دیا گیا تھا، کما سیأتی۔

(۳) البحر الرائق میں اسی دلیل ثانی سے تین سطر پہلے یہ حکم مذکور ہے: فکانت اھلا للقضاء (فی غیر حد وقود) لکن یأثم المولی لھا للحدیث لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ رواہ البخاری (البحر الرائق ص ۵ ج ۷)

(۴) قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرائط صحۃ الجمعۃ والثانی السلطان ولو متغلبا او امرأۃ فیجوز امرھا باقامتھا لا اقامتھا، قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ اعلم ان المرأۃ لا تکون سلطانا الا تغلبا لما تقدم فی باب الامامۃ من اشتراط الذکورۃ فی الامام، فکان علی الشارح ان یقول ولو امرأۃ ای ولو کان ذلک المتغلب امرأۃ ح، والمراد بالمتغلب من فقد فیہ شروط الامامۃ وان رضیہ القوم (رد المحتار ص ۵۰۷ ج ۱)

(۵) بدائع میں دلیل اول سے کچھ قبل سلطنت عبد کا ذکر ہے ونصہ: واما العبد اذا کان سلطانا فجمع بالناس او امر غیرہ جاز (بدائع الصنائع ص ۲۶۱ ج ۱)

اس پر اجماع ہے کہ عبد سلطان نہیں ہو سکتا، لہٰذا یہاں بالاتفاق عبد متغلب مراد ہے۔ جس کی سلطنت ناجائز ہونے کے باوجود نافذ ہے، اس سے ثابت ہوا کہ آگے اسی موقع پر ان المرأۃ تصلح سلطانا میں بھی صلاحیت سے نفاذ بلا جواز مراد ہے۔

(۶) دلیل اول میں فامرت رجلاً صالحاً للامامۃ میں بالاتفاق ایسا شخص مراد ہے جس کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز صحیح ہو جائے، یہ ضروری نہیں کہ اسے امام بنانا بھی جائز ہو، اس سے ثابت ہوا کہ آگے ان المرأۃ تصلح سلطانا میں بھی نفاذ مراد ہے جواز مراد نہیں۔

(۷) امام ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان تحقیق کے مطابق اس حقیقت کو دلائل سے ثابت فرمایا ہے کہ عورت کی قضاء کا نفاذ مع عدم الجواز ہے، ونصہ:

والجواب ان ما ذکر غایۃ ما یفید منع ان تستقضی وعدم حلہ والکلام فیما لو ولیت واتحم المقلد بذلک او حکمھا خصمان فقضت قضاء موافقا لدین

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اللہ اکان ینفذ ام لا؟ لم ینتهض الدلیل علی نفیه بعد موافقتهما انزل الله الاان یثبت شرعًا سلب اهلیتها ولیس فی الشرع سوا نقصان عقلها و معلوم انه لم یصل الی حد سلب ولایتها بالکلیة الا تری انها تصلح شاهدة وناظرة فی الاوقاف ووصیة علی الیتامی وذلك النقصان بالنسبة والاضافة ثم هو منسوب الی الجنس فجاز فی الفرد خلافه الا تری الی تصریحهم بصدق قولنا الرجل خیر من المرأة مع جواز کون بعض افراد النساء خیرًا من بعض افراد الرجال ولذلك النقص الغریزی نسب صلی الله علیه وسلم لمن یولیهن علم الفلاح فکان الحدیث متعرضا للمولیین ولهن بنقص الحال وهذا حق لکن الکلام فیما الوولیت فقضت بالحق لما ذا یبطل ذلك الحق؟ (فتح القدیر ص۴۸۶ ج ۵)

(۸) اعلاء السنن میں بھی اس حقیقت کو ایسا محقق بیان فرمایا ہے کہ اس کے دلائل تقریباً دو صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں (اعلاء السنن ص ۲۶، ۲۷ ج ۱۵)

اعلاء السنن کی اس بحث میں متعدد دلائل سے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ فقہ حنفی میں اس موقع پر "جواز" سے "نفاذ مع الاثم" مراد ہے۔ آخر میں اپنے اس دعوی "جواز بمعنی نفاذ" یا بالفاظ دیگر "نفاذ بلا جواز" پر واقعۂ جمل سے استدلال کیا ہے جو صحیح نہیں اس لئے کہ یہاں امارت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قطعًا کوئی تصور تک بھی نہیں تھا، نہ ہی کسی قسم کی جنگ وغیرہ کا کوئی خیال تھا۔ صرف مطالبہ قصاص کو تقویت دینے کے لئے آپ سے تائید حاصل کرنا مقصود تھا جس کی تفصیل "متفقہ فیصلہ" میں گزر چکی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس اقدام کو بھی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پسند نہیں فرمایا اور اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وعید لن یفلح قوم الخ میں داخل سمجھ کر ناجائز قرار دیا۔ جب مطالبہ قصاص میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شمولیت میں حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہاں کوئی جواز نہ تھا تو آپ کی امارت کے تصور کا کیا جواز ہو سکتا تھا؟

علاوہ ازیں نفاذ مع عدم الجواز تسلیم کر لینے اور اسے دلائل سے ثابت کرنے کے بعد اس استدلال کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ حضرت عائشہ اور آپ کے ہمخیال صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے معاذ اللہ! ناجائز کام کر کے ارتکابِ معصیت کیا ہے۔ حاشا وکلا، واللہ یعلم

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

انّهم بريئون من ذلك، رضی اللہ تعالیٰ عنهم و رضوا عنه ،

بعض ملحدین نے امارت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ثابت کرنے کے لئے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے :

انّما جعلها بمنزلة الملكة التي يأتمر بامرها ويطيعها (منهاج السنة ص ۱۹۵ ج ۲)

اس استدلال سے امارت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ثابت ہونے کی بجائے مستدل ملحد کی انتہائی جہالت اور کھلی خیانت کا ثبوت ملتا ہے، منہاج السنۃ کی پوری عبارت درج ذیل ہے :

فان طلحة والزبير كانا معظمين عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها موافقين لها مؤتمرين بامرها وهما وهي من ابعد الناس عن الفواحش والمعاونة عليها، فان جاز للرافضي ان يقدح فيها بقوله باي وجه يلقون رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم مع ان الواحد منا لو تحدث مع امرأة غيره حتى اخرجها من منزلها وسافر بها الى آخره، مع ان ذلك انما جعلها بمنزلة الملكة التي يأتمر بامرها ويطيعها ولم يكن اخراجها لمظان الفاحشة الخ (حوالۂ بالا)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے بے حیا رافضی کی اس حیا سوز بکواس کو نقل کیا ہے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ناجائز طریقہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے ساتھ لے گئے تھے، پھر اس بے حیا رافضی کو جواب دیا ہے کہ ان دونوں حضرات کے قلوب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت سے معمور تھے اور ملکہ کی طرح آپ کی عظمت و اطاعت کرتے تھے۔

اس میں اثبات امارت مقصود نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ام المؤمنین ہونے کی وجہ سے ان کے قلوب میں آپ کی عظمت اور اطاعت کا جذبہ تھا، اگر اثبات امارت مقصود ہوتا تو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ امارۃ المرأۃ کے جواز کے قائل ہوتے، حالانکہ وہ اسے ناجائز قرار دیتے ہیں، اور ان مسائل میں شمار کرتے ہیں جن پر پوری اُمت کا اجماع ہے جس کی تفصیل "متفقہ فیصلہ" میں عنوان "اجماعِ اُمت" کے تحت گزر چکی ہے۔

آپ کے دادا امام عبدالسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی منتقی الاخبار میں "باب المنع من ولایۃ المرأۃ والصبی الخ" مستقل باب باندھا ہے اور اسے احادیث سے ثابت کیا ہے (نیل الاوطار ص ۲۷۳ ج ۸)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

شجرۃ الدّر :

اس سے عورت کی سلطنت کے جواز پر استدلال بدووجہ باطل ہے :

(۱) دنیا میں ہر وہ قول وعمل جو نصوص شرع کے خلاف ہو مردود ہے۔

(۲) یہ بہت مکار عورت تھی، اس نے ملک صالح کی وفات کے بعد اس کے بیٹے کو مکر وفریب کے ذریعہ بہت دردناک طریقہ سے قتل کرواکر ۲ صفر سنہ ۶۴۸ھ کو حکومت پر تسلّط قائم کرلیا، امراء اور عوام کو خوش کرنے کے لئے ان پر دولت کی بارش برسادی، بڑے بڑے وظائف اور بڑی بڑی جاگیریں دے کر ان کے منہ بند کردیئے۔

بغداد میں خلیفۂ وقت ابوجعفر مستنصر باللہ کو علم ہوا تو اس نے مصر کے امراء کو بہت ڈانٹا، اس مکار عورت کو معزول کرنے کا حکم دیا اور لکھا :

"اگر تمہارے پاس سلطنت کا اہل کوئی مرد باقی نہیں رہا تو ہم کوئی مرد بھیجدیں؟ کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں سُنا :

"جو قوم اپنے معاملات کسی عورت کے سپرد کردے وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی"

خلیفہ کی دھمکی وصول ہونے پر یہ خبیث عورت خود ہی سلطنت سے دستبردار ہوگئی، اس طرح اس کی حکومت کی کل مدت دو ماہ سے بھی کم تھی (فوات الوفیات لابن شاکر الکتبی ص ۲۶۴ ج ۱، اعلام النساء ص ۲۸۶ ج ۲، مرآۃ الجنان للیافعی ص ۱۲۷ ج ۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد

۴ شعبان سنہ ۱۴۰۹ھ

الحاق :

اس تحریر کے بعد علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارتِ ذیل کے بارے میں استفسار موصول ہوا :

ومذهب الجمهور ان المرأة لا تلي الامارة ولا القضاء واجازه

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الطبری وھی روایۃ عن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ تلی الحکم فیما تجوز فیہ شھادۃ النساء (ارشاد الساری ص ۴۶۰ ج ۴)

طبری اور امام رحمہما اللہ تعالیٰ کے اقوال کی تشریح "متفقہ فیصلہ" میں قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یوں نقل کی جا چکی ہے :

"وھذا نص فی ان المرأۃ لاتکون خلیفۃ ولاخلاف فیہ ونقل عن محمد بن جریر الطبری امام الدین انہ یجوز ان تکون المرأۃ قاضیۃ ولم یصح ذلک عنہ ولعلہ کما نقل عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ انھا انما تقضی فیما تشھد فیہ ولیس بان تکون قاضیۃ علی الاطلاق ولابان یکتب لھا منشور بان فلانۃ مقدمۃ علی الحکم الا فی الدماء والنکاح وانما ذلک کسبیل التحکیم اوالاستبانۃ فی القضیۃ الواحدۃ" (احکام القرآن لابن العربی ص ۱۴۴۵ ج ۳)

رہی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت، سو اس کی جستجو کے لئے کتب مالکیہ میں سے درج ذیل چودہ مشہور و مستند کتب کا مراجعہ کیا گیا :

(۱) المدونۃ الکبری للامام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ۔
(۲) المنتقی شرح موطأ الامام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ۔
(۳) بدایۃ المجتھد للامام ابن رشد رحمہ اللہ تعالیٰ۔
(۴) اقرب المسالک الی مذھب الامام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ۔
(۵) الشرح الصغیر علی اقرب المسالک۔
(۶) حاشیۃ العلامۃ الصاوی رحمہ اللہ تعالیٰ علی الشرح الصغیر۔
(۷) مختصر العلامۃ الخلیل رحمہ اللہ تعالیٰ۔
(۸) الشرح الکبیر لمختصر العلامۃ الخلیل رحمہ اللہ تعالیٰ۔
(۹) حاشیۃ العلامۃ الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ علی الشرح الکبیر۔
(۱۰) شرح منح الجلیل علی مختصر العلامۃ الخلیل رحمہ اللہ تعالیٰ۔
(۱۱) تسھیل منح الجلیل علی مختصر العلامۃ خلیل رحمہ اللہ تعالیٰ۔
(۱۲) جواھر الاکلیل شرح مختصر العلامۃ الشیخ خلیل رحمہ اللہ تعالیٰ۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۱۳) التاج والاکلیل لمختصر خلیل رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

(۱۴) مواھب الجلیل لشرح مختصر خلیل رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

کتب مذکورہ میں سے کسی میں بھی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے جواز قضاء المرأۃ کی کوئی روایت نہیں، مدوّنہ کتاب القضاء میں قضاء المرأۃ کی بحث ہی نہیں، بقیہ تیرہ کتابوں میں عدم جواز بلکہ اس سے بھی بڑھ کر عدم نفاذ اور وجوب فسخ کی تصریح ہے ۔ البتہ مؤخر الذکر کتاب "مواھب الجلیل" میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ امام ابن القاسم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت جواز نقل کر کے اسکا محمل بھی وہی قرار دیا ہے جو قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے طبری اور امام رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب اقوال کا قرار دیا ہے، اب ان کتابوں سے متعلقہ عبارات پیش کی جاتی ہیں :

(۱) قال الامام الباجی رحمہ اللہ تعالیٰ :

"فامّا صفاتہ (القضاء) فی نفسہ فاحداھا ان یکون ذکرا بالغا لقولہ فاما اعتبار الذکورۃ فحکی القاضی ابومحمد وغیرہ انہ مذھب مالك، ودلیلنا ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لن یفلح قوم اسندوا امرھم الی امرأۃ، ودلیلنا من جھۃ المعنی انہ امر یتضمن فصل القضاء فوجب ان تنافیہ الانوثۃ کالامامۃ، قال القاضی ابوالولید ویکفی فی ذلك عندی عمل المسلمین من عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نعلم انہ قدم لذلك فی عصر من الاعصار ولا بلد من البلاد امرأۃ کما لم یقدم للامامۃ امرأۃ واللہ اعلم واحکم" (المنتقی ص ۱۸۲ ج ۵)

(۲) وقال الامام ابن رشد رحمہ اللہ تعالیٰ :

"فامّا الصفات المشترطۃ فی الجواز فان یکون حرا مسلما بالغا ذکرا عاقلا عدلا" (بدایۃ المجتہد ص ۴۵۴ ج ۲)

(۳) وقال العلامۃ احمد الدردیر رحمہ اللہ تعالیٰ :

"شرط القضاء عدالۃ وذکورۃ" (اقرب المسالك)

(۴) وقال فی الشرح :

"ای شرط صحتہ، فلا یصح من انثی ولا خنثی" (الشرح الصغیر)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۵) وقال العلامة احمد الصاوی رحمہ اللہ تعالیٰ :

"ای ولا ینفذ حکمها" (الشرح الصغیر ص ۱۸۷ ج ۴)

(۶) وقال العلامة خلیل رحمہ اللہ تعالیٰ :

"اهل القضاء عدل ذکر" (مختصر العلامة خلیل)

(۷) وقال العلامة احمد الدردیر رحمہ اللہ تعالیٰ :

"(ذکر) محقق لا انثی ولا خنثی" (الشرح الکبیر)

(۸) وقال العلامة الدسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ :

"(قوله لا انثی ولا خنثی) ای فلا یصح تولیتهما للقضاء ولا ینفذ حکمهما" (الشرح الکبیر ص ۱۲۹ ج ۴)

(۹) وقال الشیخ محمد علیش رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح قول العلامة خلیل رحمہ اللہ تعالیٰ (اهل القضاء عدل ذکر فطن مجتهد ان وجد والا فامثل مقلد) :

"(الثامن) صفات القاضی المطلوبة فیه ثلاثة اقسام شروط فی صحة تولیته وشروط فی دوامها وشروط فی کمالها، اشار المصنف الی الاولی بقوله عدل الی قوله فامثل مقلد -

(ذکر) فلا تصح تولیة امرأة لحدیث البخاری لن یفلح قوم ولوا امرهم امرأة" (منح الجلیل ص ۱۳۸ ج ۴)

(۱۰) والشیخ المذکور لم یتعرض لهذا فی حاشیته علی شرحه المذکور فکأنه قرره مرة ثانیة -

(۱۱) وقال الشیخ صالح عبد السمیع : "(ذکر) فلا تصح تولیة امرأة لحدیث البخاری لن یفلح قوم ولوا امرهم امرأة" (جواهر الاکلیل ص ۲۲۱ ج ۲)

(۱۲) وقال العلامة المواق رحمہ اللہ تعالیٰ :

"(اهل القضاء عدل ذکر) ابن رشد القضاء خصال مشترطة فی صحة الولایة وهی ان یکون ذکرا حرا مسلما بالغا عاقلا واحدا فهذه ستة خصال لا یصح ان یولی القضاء الا من اجتمعت فیه فاولی من لم تجتمع

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

فیہ لم تنعقد لہ الولایۃ وان انخرم شیء منہا بعد انعقاد الولایۃ سقطت الولایۃ" (التاج والاکلیل علی ہامش مواہب الجلیل ص ۸۷ ج ۶)

(۱۳) وقال الامام الحطاب رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح قول العلامۃ خلیل رحمہ اللہ تعالیٰ اہل القضاء عدل ذکر فطن مجتہد ان وجد والا فامثل مقلد) :

"واعلم ان صفات القاضی المطلوبۃ فیہ علی ثلاثۃ اقسام (الاول) شرط فی صحۃ التولیۃ وعدمہ یوجب الفسخ (والثانی) ما یقتضی عدمہ الفسخ وان لم یکن شرطا فی صحۃ التولیۃ (الثالث) مستحب ولیس بشرط فاشار المؤلف الی الاول بقولہ اہل القضاء عدل الی قولہ والا فامثل مقلدا (ذکر) ش قال فی التوضیح وروی ابن ابی مریم عن ابی القاسم جواز ولایۃ المرأۃ، قال ابن عرفۃ قال ابن زرقون اظنہ فیما تجوز فیہ شہادتہا، قال ابن عبد السلام لا حاجۃ لہذا التأویل لاحتمال ان یکون ابن القاسم قال کقول الحسن والطبری باجازۃ ولایتہا القضاء مطلقا (قلت) الاظہر قول ابن زرقون لان ابن عبد السلام قال فی الرد علی من شذ من المتکلمین وقال الفسق لا ینافی القضاء بانصہ وہذا ضعیف جدا لان العدالۃ شرط فی قبول الشہادۃ والقضاء اعظم حرمۃ منہا (قلت) فجعل ما ہو منافٍ للشہادۃ منافٍ للقضاء فکما ان النکاح والطلاق والعتق والحدود لا تقبل فیہا شہادتہا فکذلک لا یصح فیہا قضاؤہا انتہی" (مواہب الجلیل ص ۸۷ ج ۶)

یہ روایت مؤولہ صرف قضاء کے بارے میں ہے، عورت کی ولایت بالاجماع جائز نہیں، خلیفہ ابوجعفر مستنصر باللہ نے شجرۃ الدرؒ کو سلطنتِ صغریٰ یعنی ذیلی حکومت کی بھی اجازت نہ دی اور اسے مار بھگایا، جس کی تفصیل بعنوان "شجرۃ الدرؒ" گزر چکی ہے، جب عورت ذیلی امارت کی اہل نہیں تو امارتِ عظمیٰ کی اہل کیسے ہو سکتی ہے؟

قال الامام ابن رشد رحمہ اللہ تعالیٰ :

"قال عبد الوہاب ولا اعلم بینہم اختلافا فی اشتراط الحریۃ، فمن ردّ قضاء المرأۃ شبہہ بقضاء الامامۃ الکبری وقاسہا ایضا علی العبد لنقصان حرمتہا ومن اجاز حکمہا فی الاموال فتشبیہا بجواز شہادتہا فی الاموال، ومن رأی حکمہا نافذا فی کل شیء قال ان الاصل ہو ان کل من یأتی منہ الفصل بین الناس فحکمہ جائز الا ما خصہ الاجماع من الامامۃ الکبری" (بدایۃ المجتہد ص ۴۵۵ ج ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبرت: جو عورت اس تحریر کا باعث بنی اسکی حکومت صرف بیس ماہ مشکل چل سکی جو بہت ہی برے انجام اور انتہائی ذلت پر ختم ہوئی۔

رشید احمد
۱۶ رمضان ۱۴۰۹ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

غلبۂ اسلام

کیا اسلام بزورِ شمشیر پھیلا؟

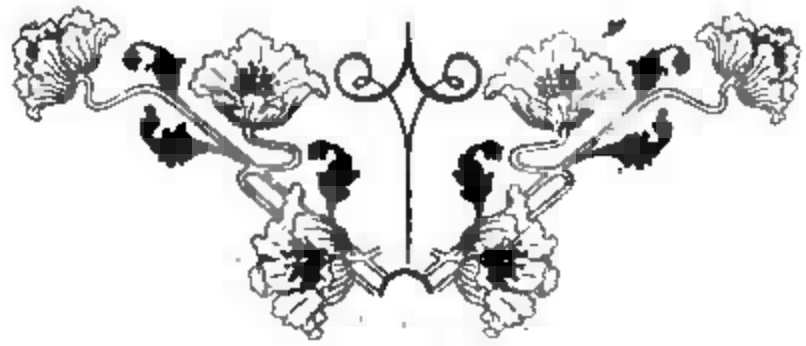

افاضات

حضرت فقیہ العصر دامت برکاتہم

تحریر

حضرت مفتی محمد ابراہیم صاحب صادق آبادی مدظلہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

غلبۂ اسلام

کیا اسلام بزورِ شمشیر پھیلا؟

دشمنانِ اسلام کی طرف سے اسلام کے خلاف مسلسل یہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے :

"اسلام دنیا میں بزورِ شمشیر
جبر و اکراہ کے ذریعہ پھیلایا گیا ہے"

زیرِ نظر تحریر

میں

اس تلبیسِ ابلیس کا مختصر مگر نہایت جامع جواب ہے

فاروق

کیا اسلام بزورِ شمشیر پھیلا؟

سوال : اعدائے اسلام بالخصوص مستشرقین کی طرف سے یہ عام پروپیگنڈا ہے کہ دنیا میں اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے، کیا اس میں کچھ حقیقت کا عنصر بھی ہے یا محض مخالفین کا پروپیگنڈا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اسلام دشمنی نے ان لوگوں کو اندھا بہرا کر دیا ہے ورنہ پروپیگنڈے سے پہلے اتنا سوچ لیتے کہ مسلمان ہونے کا مطلب ہے دل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو قبول کر لینا، اگر کوئی شخص دل سے مسلمان ہونے کی بجائے صرف زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ شریعت کی اصطلاح میں منافق ہے، منافقین کا گروہ عام کفار کی بنسبت بدترین اور خطرناک گروہ تھا جسے قرآن نے ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار کی وعید سنائی ہے، تاریخ گواہ ہے کہ اس مارِ آستین نے اسلام کو عام کفار کی بنسبت کہیں زیادہ نقصان پہنچایا ہے، اب سوچا جائے کہ جبر کر کے کسی کافر کو زبانی ہی کلمہ پڑھایا جا سکتا ہے، اس کے دل سے تو کفر نہیں نکالا جا سکتا، ان معترضین کے بقول گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بزورِ شمشیر عام کفار کو منافق بنا کر مزید ان سے دشمنی مول لی، بھلا اس سے کیا فائدہ؟ غرض بزورِ شمشیر کسی کو مسلمان بنانا از روئے عقل و نقل ممکن ہی نہیں اور یہ پروپیگنڈا گو رخر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا، مگر اس پروپیگنڈے کے پیچھے شاطر فرنگی کا یہ ابلیسی اُصول کارفرما ہے:

"جھوٹ بولو اور اتنا بولو کہ دُنیا اسے سچ باور کرنے لگے"

اس لئے ہم اس پروپیگنڈا کی سطحیت اور اس کا کھوکھلا پن قدرے تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں۔

○ یہ جھوٹ مستشرقین نے گھڑا ہے، وہی اسے مسلسل ہوا دے رہے ہیں، اگر

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اس میں رتی برابر بھی وزن ہوتا تو ان کے اسلاف (کفار مکہ) اس سے کبھی نہ چوکتے، حالانکہ انھوں نے اسلام کے خلاف ہر حربہ استعمال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر، ساحر، کاہن، کذاب، مفتری غرض سب کچھ کہا مگر یہ جھوٹ انکے حاشیۂ خیال میں بھی نہ آیا، یا آیا بھی ہو تو آپ اپنی تردید کے مترادف سمجھ کر اس کی اشاعت کی ہمت نہ کر سکے۔

○ اگر جبر و اکراہ سے لوگوں کو مسلمان بنایا گیا تو اشاعتِ اسلام میں اتنا طویل اور صبر آزما عرصہ کیوں صرف ہوا؟ شمشیر و سنان کے ذریعہ تو سالوں کا کام دنوں بلکہ گھنٹوں میں نمٹایا جا سکتا ہے، آخر کیا وجہ ہے کہ تیرہ سال کے طویل عرصہ میں صرف گنتی کے افراد ہی مسلمان ہوئے۔

○ اگر کہا جائے کہ مکہ مکرمہ میں تلوار اُٹھانے کی اجازت نہ تھی تو پوچھا جا سکتا ہے کہ مدینہ منورہ میں جبری کارروائی سے کیا چیز مانع تھی؟ یہاں تو اسلامی ریاست قائم ہو گئی، جاں نثاروں کی فوج بھی میسر آ گئی، حالانکہ دُنیا جانتی ہے کہ آخر وقت تک مدینہ منورہ کی بھی پوری آبادی مسلمان نہ ہوئی، اس مرکز اسلام میں یہودی، مشرک، منافق سب ہی رہتے رہے۔

○ معترض بتائیں کہ جبر کس ذریعہ سے کیا گیا؟ مال و دولت، جاہ و اقتدار یا کسی دوسرے دنیوی مفاد کا چلکما دیکر؟ تیرہ سال تک تو مسلمان خود حد درجہ مظلوم کس مپرسی کے عالم میں تھے، ان کے پاس ان چیزوں کا دُور دُور تک کہیں گزر نہ تھا، ہجرت کے بعد کا ابتدائی دَور بھی دَورِ ابتلا تھا، البتہ ۸ھ کے بعد فتوحات کا دَور شروع ہوا، مگر وہ بھی اس شان سے کہ دُور دراز سے قبائل عرب خود آ آ کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے، اس دور کے مسلمانوں میں نامور امرار عرب، حکام و سلاطین اور رؤسار و اغنیار شامل ہیں، یہ لوگ کس کی تلوار سے مسلمان ہوئے؟ اسلام لانے کے بعد یہ حضرات اپنے علاقوں سے زکوٰۃ و صدقات جمع کر کے بارگاہ نبوت میں پیش کرتے، لینے کی بجائے دوسروں پر مال نچھاور کرتے، یہ کیسا جبر ہے؟

○ بہر قیمت دنیا کو داخلِ اسلام ہونے پر مجبور کیا جاتا تو جزیہ مقرر کرنے کا کیا مقصد تھا؟ حالانکہ عین ان حالات میں جبکہ اسلام کی ترقی عروج پر تھی لاکھوں کروڑوں افراد اسلامی ملکوں میں قلیل سا سالانہ جزیہ دیکر امن و عیش کی زندگی گزار رہے تھے، اس پر مستزاد عورتوں، بچوں، غلاموں، معذوروں اور تنگدست لوگوں کے علاوہ گوشہ نشین راہبوں کو بھی جزیہ ادا کرنے سے مستثنیٰ رکھا گیا، ایسی مخلوق کو جبراً مسلمان بنانا کیا مشکل تھا؟

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

○ اسلام لانے والے لوگوں کا بھی ایک سرسری نظر سے جائزہ لیا جائے تو اس جھوٹ کی قلعی کھل جاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیوٰۃ طیبہ میں اسلام لانے والے کچھ تو متوسط طبقہ کے لوگ تھے مگر اکثر صحابہ اونچے طبقہ سے تعلق رکھتے تھے یا پھر مملوک و صعلوک اور ماتحت افراد تھے، پہلی قسم میں حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، خالد بن ولید، عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سرِ فہرست ہیں۔

اس طبقہ کے بہت سے حضرات تو خود جابر و قاہر اور زور آور تھے، مسلمان ہونے سے پہلے اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے، اگر فرض کیا جائے کہ ان حضرات نے داخل اسلام ہونے کے بعد لوگوں پر جبر کیا تو بتایا جائے کہ خود ان جابرین پر کس نے جبر کیا تھا؟

اور دوسرا طبقہ تو مسلمان ہونے کے بعد مسلسل تیرہ برس تک مشق ستم بنا رہا، ان میں حضرت بلال، صہیب، یاسر، عمار، سمیہ، زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سرفہرست ہیں۔

ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے، بعض کو شہید تک کر دیا گیا، مگر بزبانِ حال سب کا ایک ہی نعرہ تھا:

"یہاں بڑھتا ہے ذوقِ جرم ہر سزا کے بعد"

آخر یہ اسلام سے منحرف کیوں نہ ہوئے؟

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں داخل کرنے کے لئے کسی فرد بشر پر کبھی جبر نہیں کیا گیا، البتہ اسلام سے ہٹانے کے لئے جبر کیا گیا اور ہر ممکن حربہ آزمایا گیا۔

○ اسلام کے نظریۂ مساوات اور نظام عدل و مواسات کو دیکھ کر ہر ذی شعور فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس مقدس مذہب میں جبر و جور یا اس قسم کے کسی اوچھے حربہ کی دُور دُور تک کوئی گنجائش نہیں، بلکہ داخلِ اسلام ہونے سے پہلے کسی غیر مسلم کو بار بار سوچنا پڑتا ہے کہ میں اسلام میں قدم رکھ کر کیا کھوؤں گا کیا پاؤں گا؟ دنیا جانتی ہے کہ اسلامی قوانین غنی و فقیر، شریف و وضیع بلکہ شاہ و گدا کے لئے یکساں نافذ العمل ہیں، اسمیں کسی سے کوئی رُو رعایت نہیں، اس کی درخشاں مثالیں تاریخِ اسلام میں ثبت ہیں۔

جبلۃ بن ایہم کا واقعہ تو تاریخ اسلام کا مبتدی بھی جانتا ہے، اس نومسلم بادشاہ نے ایک فقیر بے نوا کو طیش میں آکر تھپڑ رسید کر دیا تو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قصاص کا فیصلہ صادر فرمایا، یہ ایک رات کی مہلت لے کر اسی رات فرار ہو کر مرتد

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ہوگیا اور اسلام کا بدترین دشمن بن کر اہلِ اسلام کو زندگی بھر ستاتا رہا، ہر میدان میں ان سے مقابلہ کرتا رہا، اگر اس سے ذرا سی رعایت برتی جاتی تو یہ حادثہ پیش نہ آتا، مگر اسلام کے لازوال قوانین میں ایسی کوئی لچک نہیں۔

اسی طرح عرب کے بعض وجیہ اور با اثر لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر پیشکش کی کہ ہم اس شرط پر مسلمان ہوتے ہیں کہ ہمیں اسلامی حکومت میں حصّہ دار بنایا جائے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشکش ٹھکرادی۔

بعض نو مسلم قبائل نے کچھ رعایت چاہی کہ ہمیں نماز یا زکوٰۃ سے مستثنیٰ رکھا جائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی درخواست بھی کمال استغناء سے رَد فرمادی۔

اس قسم کے واقعات بڑی تعداد میں ملتے ہیں، کوئی ہوش و حواس رکھنے والا انسان بتائے کہ ایسے مذہب میں کسی کو مجبور کرکے لانے سے کیا فائدہ؟

ے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیٰوۃ طیبہ میں اسلام پورے جزیرۂ عرب میں پھیل گیا، خلفاء راشدین کے عہدوں میں تو اسلام کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجنے لگا، کروڑوں انسان حلقہ بگوش اسلام ہوگئے، کیا یہ مستشرقین مل کر اس پورے دَور میں کسی ایک متعین فرد کی نشاندہی کرسکتے ہیں کہ اسے بجبر و اکراہ مسلمان بنایا گیا؟ دیدہ باید۔

اس کے برعکس ہنود، یہود اور نصاریٰ جن ذرائع سے دنیا کو اپنے مذہب میں لانے کی کوشش کررہے ہیں وہ دنیا کے سامنے ہیں۔ زن، زر، زمین غرض دنیا کا ہر لالچ دیکر لوگوں کو شکار کیا جارہا ہے۔

یہ ضرور ہے کہ مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے، یہ اسلام کا اٹل فیصلہ ہے، اس میں کسی کو شبہہ ہو تو باب المرتد والبغاۃ میں رسالہ "القتل المشتد لقتل المرتد" کا مطالعہ کرے۔

محمد ابراہیم
نائب مفتی دارالافتاء والارشاد
۱۷ شعبان ۱۴۱۳ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ولو کان رفضًا حبُّ آلِ محمدٍ
فلیشهدِ الثقلان أنی رافضی

ذبُّ الجَهُول
عن
سَبطِ الرَّسُول
صلّی اللہُ علیہِ وسلّم

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روافض وخوارج افراط وتفریط کے شکار اور غلو میں مبتلا ہیں، اس رسالہ میں صراط مستقیم اور راہ اعتدال کی وضاحت کی گئی ہے جو مذہب اہل السُّنّۃ والجماعۃ ہے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بغاوت کیوں کی؟

سوال : ایک شخص کہتا ہے کہ جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت کے لئے منتخب فرمایا، اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے یزید کو خلافت کے لئے منتخب فرمایا، اور جس طرح حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیعت ہوئی ایسے ہی یزید کی بھی، لہٰذا امام حسین باغی ہوئے اور باغی کا حکم قرآن میں مذکور ہے۔ فان بغت احداھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی۔ لہٰذا بغاوت کی وجہ سے امام حسین واجب القتل ہوئے۔

جناب سے گزارش ہے کہ اس کی پوری حقیقت واضح فرما کر خلجان رفع فرمائیں، بیّنوا بیانا شافیاً، توجروا اجراً وافیاً

الجواب ومنہ الصدق والصواب

اس شخص کا یہ خیالِ باطل اسلام میں انتخابِ خلیفہ کے اصول سے جہالت اور اسلامی تاریخ سے ناواقفیت پر مبنی ہے، اسلام میں انتخابِ خلیفہ کے لئے ولی العہدی کی جاہلانہ رسم کی کوئی گنجائش نہیں کہ خلیفۂ وقت جسے چاہے اپنا ولی العہد نامزد کردے، اسلام میں انعقادِ خلافت کی چار صورتیں ہیں۔ بیعت، استخلاف، شوریٰ، استیلاء۔ ان چاروں کی بقدر ضرورت تفصیل لکھی جاتی ہے۔

(۱) بیعت، اہلِ حل وعقد بالاتفاق کسی کو خلیفہ منتخب کریں، جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب ہوا۔

(۲) استخلاف، خلیفۂ وقت چند باصلاح لوگوں سے مشورہ کرکے کسی کے بارے میں وصیت کردے کہ میرے بعد یہ خلیفہ ہوگا جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، سعید بن زید، اسید بن حضیر اور مہاجرین وانصار رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے دوسرے اہلِ حل وعقد سے مشورہ کرکے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتخب فرمایا (اسد الغابہ ص۱۶۸ ج۴)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بذریعہ استخلاف انعقادِ خلافت کے لئے تین شرائط ہیں :

(۱) خلیفۂ اول میں خلافت کی سب شروط موجود ہوں۔

(۲) خلیفۂ ثانی بھی سب شروطِ خلافت کا مستجمع ہو۔

(۳) خلیفۂ اوّل نے خلیفۂ ثانی کے انتخاب میں اہل حل و عقد سے مشورہ کیا ہو۔

(۳) شوریٰ ، خلیفۂ وقت چند اہلِ حل و عقد لوگوں کی شوریٰ متعین کر کے یہ وصیت کردے کہ میرے بعد یہ لوگ اتفاق رائے سے اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کریں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھ رکنی شوریٰ متعیّن فرمائی اس کے ذریعہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب ہوا (صحیح بخاری)

(۴) استیلاء و تغلّب ، کوئی شخص خلیفۂ وقت کی موت کے بعد جبراً و قہراً مسلط ہو جائے۔

وجہ جوازِ خروج :

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ بذریعۂ استخلاف انعقادِ خلافت کے لئے خلیفۂ ثانی میں سب شرائطِ خلافت کا وجود شرط ہے، اور کسی میں شرائطِ خلافت کے وجود و عدم سے متعلق دو شخصوں کی رائے میں اختلاف ہو سکتا ہے، چنانچہ یزید میں وجود شرائطِ خلافت کے بارے میں حضرت معاویہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی رائے مختلف تھی، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یزید میں سب شرائط موجود تھیں اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک کُل یا بعض مفقود، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے مطابق یزید کو خلیفہ بنانا جائز تھا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے مطابق فقدانِ شروط کی وجہ سے اس استخلاف سے یزید کی خلافت منعقد نہیں ہوئی تھی۔

بذریعہ بیعت انعقادِ خلافت کے لئے سب اہل حل و عقد کا اتفاق ضروری ہے یزید کے بارے میں اہلِ حل و عقد کا اتفاق نہیں ہوا، اس لئے بذریعہ بیعت بھی خلافت منعقد نہ ہو سکی،

بالآخر بذریعۂ استیلاء و تغلّب یزید کی خلافت منعقد ہو گئی تھی مگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت یزید کے مقابلہ میں نکلے تھے اس وقت تک یزید کا پورے طور پر استیلاء و تغلّب نہیں ہوا تھا ،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جملہ مؤرخین کے اتفاق سے یہ امر ثابت ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اہلِ کوفہ کی دعوت پر نکلے تھے اس وقت تک یزید کی حکومت منعقد ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت تک نہ حجاز کے مرکزی شہروں نے اس کی حکومت کو تسلیم کیا تھا اور نہ ہی عراق کے لوگوں نے بیعت کی تھی۔ صرف شام کے لوگوں نے یزید کی خلافت کو تسلیم کیا تھا، مگر مکہ، مدینہ، کوفہ وغیرہ مرکزی اسلامی شہروں کی استصواب رائے کے سوا صرف اہل شام کا یہ مرتبہ نہ تھا کہ خلافتِ اسلامیہ کا مسئلہ گھر بیٹھے طے کرلیں۔ اس وقت تک عام مسلمان تو درکنار خود حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقرر کردہ امراء آئندہ خلیفہ کے بارہ میں مذبذب تھے۔ اہلِ کوفہ نے حضرت حسین کی طرف بہت وضاحت سے لکھا تھا کہ اس وقت ہم پر کوئی امیر نہیں۔ آپ تشریف لائیں۔ شاید آپ کی بدولت اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت پر جمع کردیں۔ قصرِ امارت میں نعمان بن بشیر ضرور موجود ہے مگر ہم نہ ہی اس کے پیچھے جمعہ پڑھتے ہیں اور نہ عیدین۔ اگر ہمیں آپ کی تشریف آوری کا یقین ہوجائے تو ہم اسے کوفہ سے نکالدیں (الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ ج ۲ صفحہ ۳)

خود کوفہ کے امیر نعمان بن بشیر کو جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کی خبر پہنچی تو اس نے صاف صاف کہدیا: لابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الینا من ابن بجدل، اسی لئے یزید نے نعمان بن بشیر کو معطل کرکے اس کی جگہ عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا امیر بناکر بھیجا مگر اس کے پہنچنے سے قبل ہی مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر تیس ہزار سے بھی زیادہ لوگوں نے بیعت کرلی تھی۔ حجاز کی مرکزی آبادیوں کا بھی تقریباً یہی حال تھا۔ اس وقت تک یزید کی حکومت کا منعقد ہونا تو کیا ہر جگہ پر مخفی اور ظاہر ہر طرح سے اس کی مخالفت عام تھی۔ اس حالت میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شرعاً فرض تھا کہ اُن کی نظر میں جو شخص خلافت کا اہل نہیں اسے برسرِ اقتدار آنے سے روکنے کے لئے جہاد کے میدان میں نکلیں خصوصاً جبکہ ہر طرف سے مسلمانوں کی نگاہیں آپ کی رہنمائی کی منتظر تھیں اور اس ذمہ داری کو قبول کرنے کی درخواستیں کی جارہی تھیں۔

غرضیکہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اقدام کسی قائم شدہ حکومت کی مخالفت میں نہ تھا جسے بغاوت سے تعبیر کیا جاسکے بلکہ آپ کے علم وفضل اور دینی مرتبہ کی وجہ سے یہ ذمہ داری آپ پر عائد ہورہی تھی کہ آپ کی نظر میں جو لوگ نا اہل ہیں اُنھیں برسرِ اقتدار

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

آنے سے روکیں۔ مگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوفہ پہنچنے سے قبل ہی حالات میں اس قدر تیز رفتاری سے تغیّر واقع ہوگیا کہ اس اقدام کی شرعی حیثیت بالکل بدل گئی یعنی اہلِ کوفہ مسلم بن عقیل سے غداری کر کے عبید اللہ بن زیاد سے متفق ہو گئے اور مسلم بن عقیل کو قتل کر دیا اور حجاز میں بھی یزید کے لئے نہایت تیزی سے حالات ہموار ہو گئے اور لوگوں سے طوعاً کرہاً یزید کے لئے بیعت لے لی گئی۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ یزید کی حکومت منعقد ہو چکی ہے تو آپ نے خلافت سے دست بردار ہو کر واپس مدینہ منورہ آنے کا فیصلہ کر لیا تھا، مگر آپ کی جماعت کا دشمن کی فوج نے گھیرا ڈال لیا اور واپس مدینہ منورہ نہ جانے دیا، عبید اللہ ابن زیاد کی طرف سے فوجی افسر عمرو بن سعد کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین تجویزیں پیش فرمائیں:

(۱) مجھے مدینہ واپس جانے دو۔
(۲) مجھے ترکوں کی سرحد پر جانے دو تاکہ باقی زندگی جہاد میں گزار دوں۔
(۳) مجھے یزید سے ملنے دو۔ مَیں خود اس سے فیصلہ کر لوں گا۔ بلکہ بعض روایات میں یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا قصد مذکور ہے: امّا ان اضع یدی فی ید یزید (طبری ص ۳۱۳ ج ۴، البدایۃ والنہایۃ ص ۷۰ ج ۸) خود شیعہ کے ممتاز عالم شریف المرتضیٰ نے بھی اپنی کتاب الشافی مطبوع ایران ص ۴۷۱ میں اس روایت کو نقل کیا ہے، البدایۃ والنہایۃ میں ایک راوی کا قول ہے کہ اُس نے یہ الفاظ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں سُنے، مگر اثبات کی روایات زیادہ ہیں، علاوہ ازیں اصولاً بھی اثبات کو نفی پر ترجیح ہے۔ یہ روایت اس پر نص ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی خلافت کو تسلیم کر چکے تھے، بالفرض یہ روایت نہ بھی ہوتی تو یزید کی حکومت کے تحت جہاد کے لئے جانے کی درخواست کرنا ہی خلافتِ یزید کو تسلیم کرنے پر واضح دلیل ہے۔

عمرو بن سعد نے یہ تجویزیں ابن زیاد کی طرف لکھ بھیجیں اور ابن زیاد کو مشورہ دیا کہ ان میں سے کوئی تجویز قبول کر کے انھیں چھوڑ دیا جائے۔ مگر شمر کے کہنے پر ابنِ زیاد نے ان تجویزوں کو رَد کر دیا۔ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل و عیال سمیت قید کرنے کا حکم لکھ بھیجا۔ اس وقت آپ کے لئے صرف دو ہی راستے تھے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۱) خود کو اہل وعیال سمیت گرفتار کرواکر ذلّت قبول کریں۔
(۲) مردانہ طریقہ سے مقابلہ کرکے شہید ہو جائیں۔

شریعت کسی شخص کو مجبور نہیں کرتی کہ اپنا نفس اور اہل وعیال ظالموں کے قبضہ میں دے اور ذلّت قبول کرے۔ لہٰذا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمالِ عزیمت کا راستہ اختیار کرکے شہادت قبول کی،

تفصیل مذکور ابن جریر، کامل، یعقوبی، شرح نہج البلاغۃ، الامامۃ والسیاسۃ، امام سید مرتضیٰ، مقتل ابن احنف، تاریخ کبیر للذہبی وغیرہ کتب تاریخ میں موجود ہے،

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خروج کے وقت کوئی حکومت موجود نہ تھی اور کوئی خلافت قائم شدہ نہ تھی۔ جب یزید کی خلافت قائم ہوگئی تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ارادہ سے رجوع فرمالیا تھا،

یہ کہنا کہ "حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اقدام یزید کی حکومت کے خلاف بغاوت تھی" بالکل غلط ہے اور اس امر پر دلیل ہے کہ قائل کو نہ تو انتخابِ خلیفہ کے اسلامی قانون سے کوئی واقفیت ہے اور نہ ہی اسلامی تاریخ سے کچھ ممارست۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳ ربیع الاوّل سنہ ۷۳ھ

کتاب "خلافتِ معاویہ ویزید" پر تبصرہ:

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد، چند سال پیشتر جب کتاب "خلافتِ معاویہ ویزید" کا سلسلہ بعنوان "الحسین پر تبصرہ" بعض ماہانہ جرائد میں شروع ہوا تو احباب نے اس کی طرف توجہ منعطف کروائی اور جوں جوں یہ سلسلہ بڑھتا گیا اس پر اظہارِ خیال وتبصرہ کے لئے اصرار شدت اختیار کرتا گیا، مگر راقم الحروف اس پر قلم اُٹھانے سے بوجوہِ ذیل ہمیشہ پہلوتہی واعراض کرتا رہا۔

(۱) یہ مسئلہ اور اس قسم کے سیکڑوں مسائل میری نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے، اس لئے ان کی طرف توجہ کرنا قیمتی وقت کی تضییع ہے۔ یہ مسئلہ نہ تو دین کے اصول سے ہے اور نہ ہی فروع سے۔ آخرت میں کوئی حساب وکتاب وبازپرس اس سے متعلق نہیں۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ دین کے اہم مسائل جن پر اُخروی نجات موقوف ہے،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

آج کے مسلمانوں کو ان سے قطعی طور پر بے خبر ہونے کے باوجود ان کا علم حاصل کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، وضو اور نماز تک کے مسائل معلوم نہیں۔ حالانکہ احکام دین میں نماز اور اس کے احکام اشہر و اسہل ہیں، جب پنجگانہ نماز سے متعلق علم کی یہ کیفیت ہے تو دیگر عبادات و معاملات، بیوع و اجارات، آداب و اخلاق سے متعلق ان کے علوم کی سطح کیا ہوگی؟

غرضیکہ جن اُمور کے مکلف ہیں اور آخرت میں اُن سے مسئول ہوں گے اور وہ مدارِ نجات ہیں ان سے تو اس قدر غفلت کہ گویا اپنی فلاح و بہبود سے کوئی سروکار ہی نہیں، نہ جنت کی خواہش نہ جہنم کا خوف، نہ رضائے الٰہی مطلوب، نہ اس کے غضب و انتقام سے بچنے کی فکر، اپنے نفس کے ساتھ تو اس قدر تہاون و بے اعتنائی جو اہلاک کے مترادف اور دوسروں کے تزکیہ و تعدیل کی فکر اور شب و روز یہی مشغلہ و دُھن ع

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

کُلّ امرئٍ بما کسب رھین — لا تزرُ وازرۃ وزرَ اُخریٰ — تلک امّۃٌ قد خلت لھا مَا کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون جیسی نصوص صریحہ سے قطع نظر ادنیٰ سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ کسی سرتاپا عیوب کے مجسمہ کا حکم و منصف بن کر اغیار خصوصاً حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و دیگر اکابر اُمت کی حسنات و سیئات کا جائزہ لینا اور ان کے عیوب کی تنقید و تنقیح کے درپے رہنا کتنی بڑی حماقت ہے ؎

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر رہے دیکھتے لوگوں کے عیب و ہنر
پڑی اپنے گناہوں پہ جبکہ نظر تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا

(۲) موضوعِ سخن تفسیق و تعدیل ہے جو ایک مسلم کے لئے بہت ہی کٹھن گھاٹی ہے، ایک طرف قولہٗ تعالیٰ: فلا تزکّوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقیٰ — وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تزکّوا علی اللہ احدًا، — وقول عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عصفور من عصافیر الجنۃ — وقول ام العلاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا رحمۃ اللہ علیک ابا السائب فشھادتی علیک لقد اکرمک اللہ، پر انکار فرمانا، اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول واللہ انی لاراہ مؤمنًا کے جواب میں او مسلمًا ارشاد فرمانا، اور دوسری جانب قولہٗ تعالیٰ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا — وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق و قتالہ کفر، — لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلک — ھلا شققت قلبہ — ظنوا بالمؤمنین خیرًا — ان الظن اکذب الحدیث — اذکروا موتاکم بخیر — لا تسبوا الاموات فانھم قد افضوا الیٰ ما قدموا، جیسے ارشادات اس مسئلہ میں لب کشائی کی مجال ختم کر دیتے ہیں۔

(۳) قلم فرسائی وطبع آزمائی کے لئے بدقسمتی سے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرات تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی مقدس جماعت کو ہدف منتخب کیا جاتا ہے جن کے مدائح و مناقب سے قرآن وحدیث کے ذخائر و دفاتر معمور ہیں جن کی عبادت پر فرشتوں کو رشک تھا، جن کی زندگی اُمت کے لئے اُسوہ ہے اور جن کے اقوال و افعال قیامت تک آنے والی اُمت کے ایمان کا مدار و معیار۔ ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا — لیغیظ بھم الکفار — اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم من بعدی غرضا من احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم — خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم — النجوم امنۃ للسماء واصحابی امنۃ لامتی — ان من الایمان حب الانصار وان من النفاق بغض الانصار، (فحب المھاجرین وبغضھم بالاولیٰ) جیسی نصوص سے اس مقدس گروہ کی محبت کو مؤکد بلکہ عین ایمان اور ان سے بغض کو معصیت بلکہ عین کفر قرار دیا گیا۔

حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اختلاف پر لب کشائی کرنے کی واضح مثال یہ ہو سکتی ہے کہ دو شہزادوں کا اختلاف دیکھ کر کوئی چپراسی حکم بن کر ان کا فیصلہ کرنے لگے اور انھیں سب وشتم سے نوازنے، غور کیجئے کہ ایسے حکم پر بادشاہ کا غیظ وغضب کس درجہ ہوگا؟

(۴) زیر بحث عنوان کی حقیقت تک پہنچنا متعسر بلکہ متعذر ہے۔ اس مسئلہ کی تاریخ اس قدر غبار آلود ہے کہ اصل واقعہ کا تنقیہ و تنقیح ناممکن ہے۔ سبائی گروہ کی ریشہ دوانیوں سے جب حدیث بھی محفوظ نہ رہ سکی۔ حالانکہ اس میں تنقید رجال کا پورا اہتمام ہوتا ہے تو تاریخ کا ملوث نہ ہونا کیونکر ممکن ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ تاریخ پر کامل طور پر سبائی گروہ متصرف اور حاوی رہا ہے، اور افتراء، بہتان تراشی، وضع روایات، کذب اور دجل وتلبیس اس گروہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کا طرۂ امتیاز بلکہ عینِ ایمان ہے۔

جب ایک وزیرِ اعظم جو قوم کا محبوب ترین لیڈر بھی تھا اس کے علی الاعلان قتل کے سانحہ کی تحقیق سے آج تک حکومت عاجز ہے، حالانکہ تحقیق و سراغرسانی کے جدید ذرائع ایسے ایجاد ہو چکے ہیں کہ ان پر فخر کیا جاتا ہے اور پھر تحقیق کرنے والی خود حکومت، تو صدیوں قبل کے واقعہ کی تحقیق کا تصور کیسے صحیح ہو سکتا ہے، خصوصاً جبکہ تیرہ صد سالہ تاریخ اعدار کے ہاتھوں میں رہی اور وہ حسبِ منشا تاریخ کا رُخ پلٹتے رہے۔ قال الامام الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ ومن زعم ان یزید امر بقتل الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اورضی بہ فینبغی ان یعلم بہ غایۃ الحماقۃ فان من قتل من الاکابر والوزراء والسلاطین فی عصرہ لو اراد ان یعلم حقیقۃ من الذی امر بقتلہ ومن الذی رضی بہ ومن الذی کرھہ لم یقدر علی ذلک وان کان الذی قد قتل فی جوارہ وزمانہ وھو یشاھد فکیف لو کان فی بلد بعید وزمن قدیم قد انقضی فکیف یعلم ذلک فیما انقضی علیہ قریب من اربع مائۃ سنۃ فی مکان بعید وقد تطرق التعصب فی الواقعۃ فکثرت فیھا الاحادیث من الجوانب فھذا الامر لا یعلم حقیقتہ، (وفیات الاعیان ج ۱ ص ۳۲۸)

⑤ سبائیوں کی طرف سے شب و روز خرافات اور اسلاف پر الزامات اور ان کی شان میں گستاخیوں کا سلسلہ ہی ہمیں اسلاف سے دفاع کے لئے اس بحث میں پڑنے پر مجبور کرتا ہے، ان حالات میں سبائیوں کی ریشہ دوانیوں کا صحیح اور معقول علاج تو یہ ہے کہ اسلاف کی تفسیق و تعدیل اور ان کے ایمان و کفر کی تحقیق کی بجائے خود سبائیوں کے ایمان کی تحقیق کا مسئلہ پیش کیا جائے اور ان سے ان کے ایمان کے اثبات کا مطالبہ کیا جائے جبکہ ان کے ہاں قرآن کریم کی تحریف کا مسئلہ متواترات میں سے ہے اور اس قرآن میں ایک حرف بھی صحیح نہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)

دراصل سبائی گروہ اپنے ایمان کی حقیقت کو چھپانے کی غرض سے پینترا بدل کر اسلاف کے ایمان و کفر کا موضوع چھیڑتے ہیں۔ اندریں صورت بغرض دفاع ہمارا اس بحث میں کود پڑنا ہی ان کی کامیابی ہے۔ نیز موضوع بحث ہمیشہ ایسا امر ہونا چاہیئے کہ اس میں کامیابی مفید ہو اور کبھی عوارض کی وجہ سے سطحی و عارضی ناکامی میں ضرر کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ یعنی فائدہ مظنون اور عدم ضرر متیقن ہو۔ اس لئے ہر لحاظ سے اسلاف کے کردار کی بجائے سبائیہ کے ایمان اور کردار ہی کو موضوعِ بحث بنانا موزون و معقول ہے۔ پس کردار سلف کے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

موضوع پر بحث کے لئے ہمارا طیار ہو جانا کم نظری اور کوتاہ بینی ہے۔

وجوہ مذکورۃ الصدر کی بنا پر میرے نزدیک اس مسئلہ پر بحث کی کوئی گنجائش نہ تھی اسی لئے اس بارے میں ہر استفسار کو ٹالتا رہا حتیٰ کہ "الحسین پر تبصرہ" کتابی شکل میں "خلافتِ معاویہ ویزید" کے نام سے شائع ہو گیا۔ اس پر استفسارات میں مزید اضافہ ہونے لگا حتیٰ کہ خود مؤلفِ کتاب کی طرف سے بھی تبصرہ کی دعوت دی گئی، ان حالات میں کچھ تذبذب تھا کہ ایک ایسے کرم فرما اُستاذ کا حکم صادر ہوا جس کی تعمیل سے کوئی مفر نہ تھا، چنانچہ مجبوراً بادلِ نخواستہ لرزتے ہوئے ہاتھ سے چند سطور حوالۂ قرطاس کر رہا ہوں، واللہ العاصم من الوقوع فی عرض اولیائہ۔

کتاب مذکور میں یہ اُمور قابلِ ستائش ہیں اور ان کے اثبات میں مصنف کی محنت قابلِ تحسین ہے:

(۱) بنو اُمیہ و بنو ہاشم میں نہ زمانۂ جاہلیت میں کوئی اختلاف تھا اور نہ ہی زمانۂ اسلام میں کوئی رقابت، واقعہ کربلا کے بعد بھی دونوں قبیلوں میں رابطہ قویہ تھا، آپس میں رشتے ناطے تھے، ایک دوسرے سے حسنِ سلوک، ہمدردی، محبت و ایثار کا جذبہ تھا اور کیوں نہ ہو، جبکہ وہ اسے حقِ قرابت کے علاوہ شرعی فرض بھی سمجھتے تھے، اشدآء علی الکفار رحماء بینھم ــ انّما المؤمنون اخوۃٌ جیسی نصوص کی شب و روز تلاوت کرتے تھے، اور المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً ــ ولن تؤمنوا حتّی تحابوا جیسے ارشادات کی روایت، یہ حضرات آپس میں بلاشبہہ شیر و شکر تھے، ان میں تعادی اور تباغض و تنافر کا تصور سبائی تخم ریزی کا ثمرہ ہے۔ ان میں اگر اختلافات ہوئے تو وہ دین کی حفاظت کی خاطر نہ کہ نفسانیت کی بنا پر، التحابب فی اللہ والتباغض فی اللہ ان کا ایمان تھا۔

(۲) یزید کے مناقب کا بیان اور اس کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈہ کا ابطال، اس امر کے محمود و مستحسن ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔

(۳) مظالمِ کربلا سے متعلق سبائیوں کی من گھڑت داستانوں کا استیصال۔

مگر ان سب خوبیوں کے ساتھ یہ دیکھ کر انتہائی صدمہ ہوا کہ بعض اُمور میں مصنف کا قلم حدودِ شرع سے بہت متجاوز ہو گیا ہے۔ ایک طرف تو یہ کہ یزید کے مغفور لہٗ ہونے کا قطعی حکم دے دیا، حالانکہ ایک نابالغ بچے کی وفات پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

قول عصفور من عصافیر الجنۃ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرماکر طریقِ ادب کی تعلیم فرمائی، باوجودیکہ بچے کے معذب ہونے کا کوئی احتمال ہی نہیں۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی وفات پر حضرت اُم العلاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول: شھادتی علیک لقد اکرمک اللہ، پر نکیر فرمائی، اور اسی پر بس نہیں، بلکہ فرمایا: وما ادری واللہ وانا رسول اللہ ما یفعل بہ، حالانکہ بعد میں حضرت اُم العلاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خواب کی تعبیر میں فرمایا: ذلک عملہ، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول: واللہ انی لاراہ مؤمنا کے جواب میں او مسلما فرمایا، حالانکہ بعد میں خود ہی شخصِ معہود کے مخلص مؤمن اور صالح ہونے کی تصدیق فرمائی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی شخص معین و مشخص طور پر مبشر بالجنۃ ہو تو بھی قطعی حکم لگانا نظرِ شرع میں محمود نہیں، خلافِ ادب ہے۔

یزید سے متعلق مشخص طور پر کوئی بشارت نہیں، بلکہ بشارت کے کلیہ کے تحت دخول میں بھی کلام ہوا ہے، چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ مہلب کا قول: فی ھذا الحدیث منقبۃ لمعاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لانہ اول من غزا البحر ومنقبۃ لولدہ لانہ اول من غزا مدینۃ قیصر نقل فرماکر تحریر فرماتے ہیں: وتعقبۃ ابن التین وابن المنیر بما حاصلہ انہ لایلزم من دخولہ فی ذلک العموم ان لایخرج بدلیل خاص اذ لایختلف اھل العلم فی ان قولہ علیہ السلام مغفور لھم مشروط بان یکونوا من اھل المغفرۃ حتی لو ارتد واحد ممن غزاھا بعد ذلک لم یدخل فی ذلک العموم اتفاقا فدل علی ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرۃ فیہ منھم (حاشیۃ صحیح البخاری جلد ۱ ص ۴۱۰)

اس کے پیش کرنے سے یہ مقصد نہیں کہ یقیناً یزید اس بشارت سے خارج ہے، مقصد صرف یہ ہے کہ یزید کے فسق و فجور و شرب الخمور سے متعلق اس شدت سے پروپیگنڈہ کیا گیا کہ کئی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اسے ان معاصی کا مرتکب خیال کرنے لگے اور بعد میں بھی اکابرِ اُمت میں سے کئی جلیل القدر ہستیوں کا یہی نظریہ تھا۔ یزید کے مناقب اور اس پر وارد کردہ الزامات پر حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و دیگر اکابرِ اُمت کے چند نظریات پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) ابن التین وابن المنیر کا نظریہ اوپر بحوالۂ قسطلانی تحریر کیا جاچکا ہے۔

(۲) فتح الباری و قسطلانی میں طبری سے منقول ہے: ان یزید بن معاویۃ کان

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

امر علی المدینۃ ابن عمہ عثمان بن محمد بن ابی سفیان فاوفد الی یزید من اھل المدینۃ منھم عبد اللہ بن غسیل الملائکۃ وعبد اللہ بن ابی عمرو المخزومی فی اٰخرین فاکرمھم واجازھم فرجعوا فاظھروا عیبہ ونسبوہ الی شرب الخمر وغیر ذلک (حاشیۃ صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۵۰۳) خلع اہلِ مدینہ کا سبب ہی یہی تھا جسے خود مؤلف نے بھی ذکر کیا ہے۔

(۳) فتح الباری میں ہے: کقولہ (ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اعوذ باللہ من رأس الستین وامارۃ الصبیان یشیر الی خلافۃ یزید بن معاویۃ فانھا کانت سنۃ ستین واستجاب اللہ دعاء ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فمات قبلھا السنۃ (حاشیۃ صحیح البخاری ص ۱۰۵۹ ج ۲) مگر اس قسم کی کئی روایات ذکر کرنے کے بعد ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، وقد اورد ابن عساکر احادیث فی ذم یزید بن معاویۃ کلھا موضوعۃ لا یصح شیء منھا واجود ما ورد ما ذکرناہ علی ضعف اسنادہ وانقطاع بعضہ واللہ اعلم (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۳۱)

(۴) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ مطاعن یزید سے متعلق چند روایات کو رد کرنے کے باوجود فرماتے ہیں: وکان فیہ ایضاً اقبال علی الشھوات وترک بعض الصلوات فی بعض الاوقات واماتتھا فی غالب الاوقات (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۳۰)

(۵) قال یحیی بن عبد الملک بن ابی غنیۃ احد الثقات ثنا نوفل بن ابی عقرب ثقۃ قال کنت عند عمر بن عبد العزیز فذکر رجل یزید بن معاویۃ فقال قال امیر المؤمنین یزید فقال عمر تقول امیر المؤمنین یزید فامر بہ فضرب عشرین سوطاً۔ (تھذیب التھذیب ج ۱۱ ص ۳۶۱)

(۶) وستفتی (علی بن محمد بن علی بن عماد الدین ابو الحسن الطبری ویعرف بالکیا الھراسی احد الفقہاء الکبار من رؤس الشافعیۃ ولد سنۃ خمس واربعمائۃ واشتغل علی امام الحرمین وکان ھو والغزالی اکبر التلامذۃ وقد ولی کل منھما تدریس النظامیۃ ببغداد) فی یزید بن معاویۃ فذکر عنہ تلاعبا وفسقاً وجوز شتمہ (البدایۃ والنہایۃ ج ۱۲ ص ۱۷۳)

(۷) وقد رد علیہ (علی الشیخ عبد المغیث بن زھیر مصنف کتاب فضل یزید) ابو الفرج ابن الجوزی (وھو من شیوخ الحنابلۃ) فاجاد واصاب (البدایۃ والنہایۃ ج ۱۲ ص ۳۲۸)

(۸) انہ (یزید) کان فیہ من الظلم ما کان شانہ اقتتل ھو وھم وفعل

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

باهل الحرة امورا منكرة (منهاج السنة لابن تيمية ج ۱ ص ۲۷)

(۹) تفسیر مظہری میں ابن الجوزی سے یہ روایت منقول ہے: روى القاضى ابو يعلى فى كتابه معتمد الاصول بسنده عن صالح بن احمد بن حنبل انه قال قلت لابى يا ابت يزعم بعض الناس انا نحب يزيد بن معاوية فقال احمد رحمه الله تعالىٰ يا بنى هل يسوغ لمن يؤمن بالله ان يحب يزيد ولم لا يلعن رجل لعنه الله فى كتابه قلت يا ابت اين لعن الله يزيد فى كتابه قال حيث قال فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا فى الارض وتقطعوا ارحامكم اولئك الذين لعنهم الله فاصمهم واعمى ابصارهم۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے منہاج السنۃ میں دیگر اکاذیب کے رد و ابطال کے ساتھ اس روایت کا جواب بھی دیا ہے۔ ونصه واما ما نقله عن احمد رحمه الله تعالىٰ فالمنصوص الثابت عنه من رواية صالح انه قال ومتى رأيت اباك يلعن احدا فالما قبل له الا تلعن يزيد وثبت عنه ان الرجل اذا ذكر الحجاج ونحوه من الظلمة واراد ان يلعن يقول الا لعنة الله على الظالمين وكره ان يلعن المعين باسمه وما روى عنه فى لعنة يزيد فهى رواية منقطعة ليست ثابتة عنه (منهاج السنۃ ج ۲ ص ۲۵)

وايضا فيه تنازع الناس فى لعن الفاسق فقيل انه جائز كما قال ذلك طائفة من اصحاب احمد رحمه الله تعالىٰ وغيرهم كابى فرج بن الجوزى وغيره وقيل انه لا يجوز كما قال ذلك طائفة اخرى من اصحاب احمد رحمه الله تعالىٰ وغيرهم كابى بكر عبد العزيز وغيره والمعروف عن احمد رحمه الله تعالىٰ كراهية لعن المعين كالحجاج بن يوسف وامثاله وان يقول كما قال الله الا لعنة الله على الظالمين، اس کے بعد حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لعنِ معین کے عدم جواز پر بخاری کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شارب خمر کو لایا گیا کسی نے اس پر لعنت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور علت نہی انہ يحب الله ورسوله بیان فرمائی۔ یہ علت ہر مؤمن میں موجود ہے اور مطلقاً شارب خمر پر لعنت خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں: ونحن نعلم ان اكثر المسلمين لابد لهم من ظلم فان فتح هذا الباب ساغ ان يلعن اكثر موتى المسلمين والله تعالىٰ امر بالصلوٰة على موتى المسلمين ولم يأمر بلعنتهم ثم الكلام فى لعنة الاموات

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اعظم من لعنة الحی فانہ ثبت فی الصحیح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لا تسبوا الاموات فانہم قد افضوا الی ما قدموا حتی انہ قال لا تسبوا امواتنا فتؤذوا احیائنا لما کان قوم یسبون ابا جہل ونحوہ من الکفار الذین اسلموا قارنہم فاذا سبوا ذلک اذوا قرابتہ (منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۵۲)

غرضیکہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف روایت مذکورہ کی نسبت صحیح نہیں۔ قاضی ابوبکر ابن العربی "العواصم من القواصم" ص ۲۳۲ میں فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یزید کا ذکر کتاب الزہد میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے پہلے زہادِ امت کے زمرہ میں کیا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں، وھذا ایدال علی عظیم منزلتہ (یزید) عندہ (احمد) حتی یدخلہ فی جملۃ الزہاد من الصحابۃ والتابعین یقتدی بقولہم ویرعوی من وعظہم ونعم وما ادخلہ الا فی جملۃ الصحابۃ قبل ان یخرج الی ذکر التابعین فاین ھذا من ذکر المؤرخین فی الخمر وانواع الفجور الا یستحیون۔

(۱۰) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ثم خرج اھل المدینۃ علی یزید وخلعوہ فی سنۃ ثلاث وستین فارسل الیھم مسلم بن عقبۃ المری وامرہ ان یستبیح المدینۃ ثلاثۃ ایام وان یبایعہم علی انہم خول وعبید لیزید فاذا فرغ منھا فمض الی مکۃ لحرب ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ففعل بھا مسلم الافاعیل القبیحۃ وقتل بھا خلقا من الصحابۃ وابنائہم وخیار التابعین وافحش القضیۃ الی الغایۃ ثم توجہ الی مکۃ فاخذہ اللہ تعالیٰ قبل وصولہ واستخلف علی الجیش حصین بن نمیر السکونی فحاصروا ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونصبوا علی الکعبۃ المنجنیق فاوی ذلک الی وھی ارکانھا وھی بناھا ثم احرقت واثناء افعالہم القبیحۃ فجاءھم الخبر بھلاک یزید بن معاویۃ فرجعوا وکفی اللہ المؤمنین القتال وکان ھلاکہ فی نصف ربیع الاول سنۃ اربع وستین ولم یکمل الاربعین واخبارہ مستوفاۃ فی تاریخ دمشق لابن عساکر لیست لہ روایۃ تعتمد (الی قولہ) ذکرتہ للتمییز بینہ وبین النخعی ثم وجدت لہ روایۃ فی مراسیل ابی داؤد وقد نبھت علیھا فی الاستدراک علی الاطراف (تھذیب التھذیب ج ۱۱ ص ۳۶۱)

اس روایت سے متعلق حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، لکن لم یقتل من اھل المدینۃ جمیع الاطراف ولا ابلغ عدد القتلی عشرۃ آلاف ولا وصلت الدماء الی قبر

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا الی الروضۃ ولا کان القتل فی المسجد ۔ اور ہدم کعبہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان اس کا قصد نہیں کرسکتا اور نہ ہی یہ ممکن ہے، اس پر واقعہ اصحاب فیل اور آیۂ کریمہ ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم سے استدلال کے بعد فرماتے ہیں : ومعلوم ان اعظم الناس کذا القرامطۃ الباطنیۃ الذین قتلوا الحجاج والقوھم فی بئر زمزم واخذوا الحجر الاسود وبقی عندھم مدۃ ثم اعادوہ وجری فیہ عبرۃ حتی اعید ومع ھذا فلم یسلطوا علی الکعبۃ باھانۃ بل کانت معظمۃ مشرفۃ وھم کانوا باکفر خلق اللہ تعالی ۔

وقال ایضا کان مقصودھم حصار ابن الزبیر والضرب بالمنجنیق کان لہ لا للکعبۃ ویزید لم یھدم الکعبۃ ولم یقصد احراقھا لاھو ولا نوابہ باتفاق المسلمین آگے فرماتے ہیں کہ جب کفار کعبہ کی اہانت نہیں کرتے تھے تو مسلمان کیسے کرسکتے ہیں ۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما کے قتل کے بعد ان لوگوں نے کعبہ کا طواف کیا ہے ۔ اگر اہانت کرنا ہی مقصود تھا تو طواف کے کیا معنی ؟

حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما کی بنا ربیت سے متعلق فرماتے ہیں : روی مسلم فی صحیحہ عن عطاء بن ابی رباح قال لما احترق البیت زمن یزید بن معاویۃ حین غزاہ اھل الشام فکان من امرہ ما کان ترکہ ابن الزبیر حتی قدم الناس الموسم یرید ان یجرئھم علی اھل الشام فلما صدر الناس قال یا ایھا الناس اشیروا علی فی الکعبۃ انقضھا ثم ابنی بنائھا ام اصلح ما وھی منھا قال ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما اری ان تصلح منھا ما وھی وتدع بناءً اسلم الناس علیہ واحجارًا اسلم الناس علیھا وبعث علیھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابن الزبیر رضی اللہ تعالی عنہما لو کان احدکم احترق بیتہ ما رضی حتی یجددہ فکیف ببیت ربکم انی مستخیر ربی ثلاثًا ثم عازم علی امری فلما مضت الثلاث جمع امرہ ان ینقضھا فتحاماہ الناس ان ینزل باول الناس یصعد فیہ امر من السماء حتی صعدہ رجل فالقی منہ حجارۃ فلما لم یرہ الناس اصابہ شئی تتابعوا فنقضوہ حتی بلغوا الارض آگے فرماتے ہیں کہ ادخالِ حطیم کے بعد طولِ کعبہ میں کمی محسوس ہونے لگی تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما نے طول میں عشرہ ذراع کا اضافہ فرمایا، عبد الملک نے جب بنا ابن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما کو منہدم کروایا تو اضافۂ طول کو باقی رکھا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اس کے بعد فرماتے ہیں: عن عبداللہ بن عبید قال وفد الحارث بن عبداللہ علی عبدالملک ابن مروان فی خلافتہ فقال عبدالملک ما اظن اباخبیب یعنی ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سمع من عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ما کان زعم انہ سمعہ منہا قال الحارث بلیٰ انا سمعتہ منہا (الی قولہ) قال عبدالملک للحارث انت سمعتہا تقول ھذا قال نعم فنکت ساعۃ بعصاہ ثم قال وددت انی ترکتہ وما تحمل (وبعد سطرین) قلت وابن عباس طائفۃ اخری رأوا اقرارھا علی الصفۃ التی کانت علیہا زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقرھا کذلک ثم انہ لما قتل ابن الزبیر رأی عبدالملک ان تعاد کما کانت لاعتقادہ ان ما فعلہ ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما لا مستند لہ ولما بلغہ الحدیث ندمہ وترکہ فلما کانت خلافۃ الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ شاور مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ فی ان یفعل کما فعل ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فاشار علیہ ان لا تفعل ذلک و قیل عن الشافعی انہ رجح فعل ابن الزبیر وکل من الامراء والعلماء الذین رأوا ھذا وھذا معظمون للکعبۃ مشرفون لہا انما یقصدون ما یرونہ احب الی اللہ ورسولہ وافضل عند اللہ ورسولہ لیس فیہم من یقصد اھانۃ الکعبۃ الخ (منہاج السنۃ ص۲۵۱ ج۲ تا ص۲۵۶)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ بناءِ کعبہ کا مسئلہ مجتہد فیہا ہے، عبدالملک کا نظریہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مطابق تھا، حدیث کی تصدیق کے بعد اس سے رجوع کرلیا اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بناءِ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پسند فرماتے تھے اور یہ دونوں خیال احترام کعبہ پر مبنی ہیں نہ کہ اہانتِ کعبہ پر۔

غرضیکہ مذکورہ مطاعن میں سے اگرچہ اکثر کا جواب بھی دیا گیا ہے مگر معہذا اس اختلاف اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و دیگر اکابرِ اُمت کے خیالات سے یزید کا وزن ضرور گھٹ جاتا ہے، اگرچہ یہ خیالات غلط پروپیگنڈہ سے تأثر کی وجہ ہی سے کیوں نہ ہوں، پھر اس پروپیگنڈہ کو یقینی طور پر غلط بھی نہیں کہا جا سکتا بلکہ ایک تابعی کی جلالتِ شان اور اس کے مناقب کے پیشِ نظر حُسنِ ظن کے درجہ میں اس پروپیگنڈہ کا بطلان ثابت ہوتا ہے جس امر کے بطلان کو فہم و فراست کے پتلے تدین و تقویٰ کے مجسمے قریب سے حالات کو دیکھنے والے کئی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہ سمجھ سکے، ہمارے لئے اس کے بطلان کا یقینی حکم لگانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ یزید کی طرف سے دفاع کرنے والی جماعت بھی محض حُسنِ ظن کے درجہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

میں سب کچھ کہہ رہی ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اما الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فانہ خالف فی ذلک ومنع من شتمہ ولعنہ لانہ مسلم ولم یثبت بانہ رضی بقتل الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولو ثبت لم یکن ذلک مسوغا للعنہ لان القاتل لا یلعن لاسیما وباب التوبۃ مفتوح والذی یقبل التوبۃ عن عبادہ غفور رحیم (البدایۃ والنہایۃ ج ۱۲ ص ۱۷۳) حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے منہاج السنۃ میں تقریباً یہی الفاظ تحریر فرمائے ہیں: لایلعن من ھو اظلم منہ کالمختار الثقفی والحجاج، اور فرمایا: غایتہ ان یکون فاسقا ولعن الفاسق المعین لیس بجائز۔ پھر فرمایا کہ لعنت کی کلیات کا ارتفاع توبہ اور حسنات ماحیہ اور مصائب مکفرہ سے ہو سکتا ہے۔ نیز کلیات لعن کے معارض کلیات مغفرت بھی ہیں، اول امتی الخ وغیرہ (منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۵۲)

یزید سے دفاع میں شاید ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے برابر کسی نے حصہ نہ لیا ہو، اس کے باوجود ایک موقع پر فرماتے ہیں: مع انہ کان فیہ من الظلم ما کان ثم انہ اقتتل ھو وھم وفعل باھل الحرۃ امورا منکرۃ (منہاج السنۃ ج ۱ ص ۲۷)

وایضا قال فی فتاواہ ومنہم من یجعلہ من ائمۃ الھدی والعدل حتی جعلہ بعضہم نبیا وبعضہم صحابیا وھذا کلہ من ابین الجھل والضلال بل الحق فیہ انہ کان ملکا من ملوک المسلمین لہ حسنات ولہ سیئات والقول فیہ کالقول فی امثالہ من الملوک، لانحبہ ولانسبہ وھو اول من غزا قسطنطنیۃ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش یغزوھا یغفر لہم وفعل فی اھل المدینۃ ما فعل وقد توعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قتل فیھا قتیلا ولعنہ (فتاوی ابن تیمیۃ ص ۲۱۰)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ مطاعن یزید سے متعلق روایات کی تضعیف کرنے کے باوجود فرماتے ہیں: وکان فیہ ایضا اقبال علی الشھوات وترک بعض الصلوات فی بعض الاوقات واماتتھا فی غالب الاوقات (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۳۰)

حاصل یہ کہ یزید سے متعلق حُسنِ ظن کے درجہ میں مطاعن سے کفِ لسان اور توقف ہی اسلم واحسن ہے۔ مگر مصنف نے جیسے یزید کے حق میں افراط سے کام لیا ہے اسی طرح دوسری جانب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغی، نفس پرست، حُبِّ جاہ کا شکار اور اقتدار کا بھوکا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، یہ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جلیل القدر صحابی پر ایسی جرأت اور دیدہ دلیری ہے کہ جس کے تصور ہی سے ایک مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، جسے نقل کرتے ہوئے قلم ہاتھ سے چھوٹا جارہا ہے ؎

ان کان رفضاً حبّ آل محمد ٭ فلیشھد الثقلان انّی رافضی

مصنّف نے کئی جگہ اپنی اس خطرناک ضلالت کا مظاہرہ کیا ہے، بلکہ اگر حُسنِ ظن سے کام نہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ساری کتاب کی تألیف سے مقصد ہی یہی ہے، چند عبارات ملاحظہ ہوں :

(۱) ص ۶۷ پر مؤرخ دوزی کے حوالہ سے لکھا ہے :

"حسین کو بجائے ایک معمولی قسمت آزما کے جو ایک انوکھی لغزش وخطاءِ ذہنی اور قریب قریب غیر معقول حُبِّ جاہ کے کارن ہلاکت کی جانب تیز گامی سے رواں دواں ہو ولی اللہ کے روپ میں پیش کیا ہے"۔

یہ عبارت اگرچہ دوزی کی ہے مگر اسے کتاب میں بلانکیر لانے سے دلالۃً اور آیندہ عبارات سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ مصنف خود بھی اس نظریہ کا حامل ہے۔

(۲) ظاہر ہے کہ حضرت حسین کے یہ بھائی بھی ان کے خروج کو طلبِ حکومت وخلافت ہی کا ایسا اقدام سمجھتے تھے جو کسی طرح جائز ومناسب نہ تھا (ص ۸۰)

(۳) حضرت حسن ہمیشہ جتھہ بندی سے علیحدہ رہے اور صلح ومصالحت کے لئے کوشاں، برخلاف اس کے ان کے چھوٹے بھائی (ص ۹۰)

اس کے بعد چند واقعات لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ اللہ بچپن ہی سے طبعًا شریر واقع ہوئے تھے،

(۴) ص ۱۶۹ پر مؤرخ دوزی سے نقل کیا ہے :

"حسین نے حُبِّ جاہ کی مہلک ترغیبات پر کان دھرنے کو ترجیح دی اور ان لاتعداد خطوط (دعوت ناموں) کی فخریہ طور پر نمائش کرتے رہے جو اُن کو موصول ہوئے تھے اور جن کی تعداد جیسا کہ شیخی سے کہتے تھے ایک اونٹ کے بوجھ کے مساوی تھی"۔

(۵) دعوت محض یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرزند ہونے کی حیثیت سے خلیفہ اُنھیں بنایا جائے (ص ۱۸۰)

کیا یہ نظریات محض افتراء اور بہتان نہیں؟ کیا جملہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

متعلق مناقب وفضائل منصوصہ کے علاوہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں خصوصیت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ گرامی روایاتِ صحیحہ سے ثابت نہیں؟

اگر یزید کے متعلق حُسنِ ظن سے کام لیتے ہوئے اس کے خلاف پروپیگنڈہ کی تغلیط ضروری ہے تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حُسنِ ظن سے کام لے کر ان کے اقدام کا کوئی صحیح محمل قرار دینا کیوں ضروری نہیں؟

یہ تو ایک بدیہی امر ہے کہ یزید کے فسق وفجور وشرب الخمور کی تشہیر اس درجہ کی گئی تھی کہ کئی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یزید سے متعلق یہ خیال رکھتے تھے، اہلِ مدینہ جن میں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے اطاعتِ امیر کی تاکید اور اہمیت جانتے ہوئے بغاوت پر اُتر آتے ہیں، اس سے اس وقت یزید سے متعلق عام رجحان اور پروپیگنڈہ سے تأثر کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔

ان حالات میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقدام کے جواز کی معقول اور قرینِ قیاس یہ وجہ ہے کہ عام پروپیگنڈہ سے متأثر ہو کر دوسرے بہت سے حضرات کی طرح آپ کے نزدیک بھی یزید کا فسق وفجور متیقن ہو چکا تھا، اور یہ امر بھی بدیہی ہے کہ نہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں یزید کے استخلاف پر اہلِ حل وعقد کا اتفاق ہوا اور نہ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد متصل یزید کی خلافت کا مسئلہ بالاتفاق طے ہوا۔

غرضیکہ جب خلافت پورے طور پر قائم نہیں ہوئی اور جو شخص خلافت پر قابض ہونا چاہتا ہے اس کے فسق وفجور کا یقین ہے تو کیا ان حالات میں ایسے شخص کو برسرِ اقتدار آنے سے روکنے کی حتی المقدرۃ سعی کرنا فرض نہیں؟ بلکہ فسق وفجور کا یقین یا گمان بھی ایسے اقدام کے لئے ضروری نہیں، جوازِ اقدام بلکہ بعض اوقات وجوبِ اقدام کے لئے مدعیِ خلافت میں عدمِ اہلیت یا آلت کے نقصان کا اندیشہ کافی ہوتا ہے، اگرچہ مدعیِ خلافت صالح و متدیّن ہی کیوں نہ ہو۔

یزید کی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف نہ تو فسق وفجور کا کوئی پروپیگنڈہ تھا اور نہ ہی آپ کی خلافت میں اتنا اختلاف تھا جتنا کہ یزید کی خلافت میں، اس کے باوجود محض مسئلہ قصاص میں تہاون وتساہل کے غلط پروپیگنڈہ سے متأثر ہو کر حضرت معاویہ اور

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی ہستیوں کی تلواریں اگر نیام سے نکل سکتی ہیں تو یزید کے خلاف پروپیگنڈہ کی شدت اور خلافت کے کامل طور پر قائم نہ ہونے کی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے میدان میں آنے کی کیوں گنجائش نہیں ؟

جب جمِ غفیر تقریباً جمیع اہلِ مدینہ مع متعدد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پروپیگنڈہ سے متأثر ہوسکتے ہیں تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس پر اعتماد کرلینا کیا بعید ہے ؟ عالمگیر پروپیگنڈہ کی وجہ سے کسی بڑی سے بڑی شخصیت کا دھوکہ میں آجانا کچھ مستبعد نہیں۔ چنانچہ اہلِ تشیّع کے پروپیگنڈہ سے دھوکہ کھاکر صاحبِ ہدایہ علامہ برہان الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے محقق نے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف جوازِ متعہ کا قول منسوب کردیا، حالانکہ حرمتِ متعہ کی روایات جس کثرت سے موطا مالک رحمہ اللہ تعالیٰ میں مروی ہیں شاید کسی اور کتاب میں نہ ہوں، فقہ مالکیہ میں بھی متعہ کی حرمت مصرح ہے۔ اس سے بھی زیادہ اعجوبہ یہ کہ ساری اُمّت کو اس مغالطہ میں ڈالنے میں اعدائِ دین کامیاب ہوگئے کہ مدنی زندگی کی ابتداء میں متعہ کی اجازت تھی، حالانکہ الاعلیٰ ازواجھم اوماملکت ایمانھم جیسی نصوصِ قرآنیہ جو حرمتِ متعہ پر بین الدلالۃ ہیں مکہ میں نازل ہوچکی تھیں، جس کے بعد حلّتِ متعہ کا کوئی وہم نہیں ہوسکتا، پھر مضحکہ خیز امر یہ ہے کہ اگر ان آیات کے خلاف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں پہنچ کر متعہ کی اجازت دیدی تھی تو یہ آیات منسوخ ٹھیریں، مگر اس کے برعکس ان ہی آیات کو حلتِ متعہ کے لئے ناسخ بیان کیا جاتا ہے۔ غرضیکہ متعہ مروّجہ تاریخ اسلامی میں ایک منٹ کے لئے بھی حلال نہیں ہوا، مگر ساری اُمت کو ابتداءِ ہجرت میں حلّتِ متعہ کا یقین دلادیا گیا ہے جو صرف پروپیگنڈہ ہی کا کرشمہ ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس اقدام پر یہ امر بھی مجبور کررہا تھا کہ انھیں یزید کی بیعت نہ کرنے پر قتل کا اندیشہ بلکہ یقین تھا، حالانکہ خلافت قائم ہوجانے کے بعد بھی ہر فرد پر بیعتِ خلیفہ فرض نہیں، صرف اتنا فرض ہے کہ بغاوت نہ کرے، ممکن ہے کہ نفس الامر میں قتل اور جبر وغیرہ کی کوئی صورت حکومت کی جانب سے صادر نہ ہوتی، مگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا یقین ضرور تھا، چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال نقل فرمایا ہے جو انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جواب میں بایں الفاظ ظاہر فرمایا تھا: لان اقتل بمکان کذا وکذا احبّ الی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

من ان اقتل بمکۃ وتستحل بی (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۶۵) اور غالب بن الفرزدق کے قول ما اعجلك عن الحج؟ کے جواب میں فرماتے ہیں: لو لم اعجل لاخذت (البدایۃ والنہایۃ ص ۱۶۷ ج ۸)

خلاصہ یہ کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے وقت میں کہ خلافت کما حقہٗ قائم نہ ہوئی تھی ایسے شخص کو برسرِ اقتدار آنے سے روکنے کی سعی کی جو ان کے خیال میں فسق و فجور یا بعض دیگر وجوہ کے باعث مستحقِ خلافت نہ تھا، ظاہر ہے کہ یہ اقدام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فرض تھا، خصوصاً جبکہ شرعی فرض کے ساتھ ساتھ اقدام نہ کرنے میں جبری بیعت کا اندیشہ اور خوفِ قتل بھی تھا تو یہ اقدام اور بھی زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نظریہ بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موافق تھا۔ چنانچہ ابن اثیر فرماتے ہیں: فقال لہٗ ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اما لو کان لی بھا مثل شیعتك لما عدلت عنھا ثم خشی ان یتھمہ فقال لہ امّا انك لو اقمت بالحجاز ثم اردت ھذا الامر ھھنا لما خالفنا علیك وساعدناك وبایعناك ونصحناك الخ (کامل لابن الاثیر ج ۴ ص ۱۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خیال میں اہلِ کوفہ ظالم اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مظلوم تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری کی مندرجہ ذیل روایت سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تأثرات کا اندازہ فرمائیے: عن ابن ابی نعم قال کنت شاھدًا لابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وسألہ رجل عن دم البعوض فقال ممن انت قال من العراق قال انظروا الی ھذا یسئلنی عن دم البعوض وقد قتلوا ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھما ریحانتای من الدّنیا (صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۸۶)

غرضیکہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس اقدام کو شرعی فرض سمجھ کر نکلے تھے مگر بعد میں راستہ ہی میں جب خلافتِ یزید کا کامل طور پر قیام و استحکام معلوم ہو گیا تو فوراً اپنے موقف سے ہٹ گئے، کیونکہ قیامِ خلافت کے بعد جوازِ خروج کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

پس جس طرح یزید کے بارے میں توقف اسلم ہے، اسی طرح بلکہ اس سے بدرجہا زیادہ مؤکد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کفِ لسان ہے اور ان کا اعزاز و احترام اور ان سے محبت و عقیدت اور حُسنِ ظن ضروری، کہ یہی صراطِ مستقیم بین الافراط والتفریط ہے، اور یہی اہل السنّۃ والجماعۃ کا متفقہ فیصلہ اور مذہب و شعار ہے۔ آج تک اہل السنۃ والجماعۃ میں سے کسی فرد نے بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی اور آپ کی طرف

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سوءِ نیت کی نسبت کو روا نہیں رکھا، بلکہ آپ کی محبت کو عینِ ایمان سمجھتے ہیں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ان کان رفضاً حبّ آل محمدؐ فلیشهد الثقلان انی رافضی

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق بدظنی کا نظریہ اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلکِ معتدل میں ہرگز نہیں سما سکتا، بلکہ یہ روافض کے افراط کے مقابلہ میں خوارج کی تفریط ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ،

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو عموماً اور مؤلف "خلافتِ معاویہ و یزید" کو خصوصاً روافض و خوارج کی افراط و تفریط اور یلعن آخر هذه الامة اولها کی وعید سے محفوظ رکھیں اور اسلاف خصوصاً صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے عقیدت و محبت اور ان کے اتباع کا جذبہ عنایت فرمائیں۔ اسلاف کی عیب جوئی و تجسس کی بجائے اپنے باطن کی اصلاح اور فکرِ آخرت کی نعمت سے نوازیں ؎

کہاں تک روئے گا او جینے والے کو ۔ کچھ اپنی فکر کر تجھ کو پرائے غم سے کیا مطلب

ربنا اغفرلنا ولإخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا ربنا انک رءوف رحیم۔ فقط واللہ الهادی الی سبیل الرشاد۔

رشید احمد

۱۹ محرم سنہ ۷۹ھ

تتمہ

بندہ نے تحقیق مذکور میں مصنف کتاب "خلافتِ معاویہ و یزید" کی تلبیسات سے قطع نظر کرتے ہوئے نفس مسئلہ سے متعلق اظہارِ خیال پر اکتفار مناسب سمجھا، جس کی بعض احباب کو سخت شکایت تھی، اس اثنار میں ماہنامہ دار العلوم دیوبند میں ذیل کا مضمون نظر سے گزرا جس میں کتاب مذکور کی تلبیسات پر بقدرِ ضرورت و کفایت سنجیدہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے، لہٰذا اس مضمون کو تحقیق بالا کا تتمہ بنا دینا مناسب معلوم ہوا تاکہ کتاب مذکور کی صحیح حقیقت اور اس سے متعلق علمار حق کے نظریات بھی نفس مسئلہ کی تحقیق کے ساتھ منظرِ عام پر آجائیں۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کتاب "خلافتِ معاویہ ویزید" پر ایک طائرانہ نظر

مولانا عزیز احمد صاحب بی۔ اے قاسمی ناظم شعبۂ دستار بندی دارالعلوم دیوبند

ناظرین!

کتاب "خلافتِ معاویہ ویزید" کے مصنف جناب محمود احمد عباسی نے حوالجات میں بیجا تصرف اور تلبیس کرکے صحافتی دیانت کو مجروح فرمایا ہے، کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے پہلے ایک نظریہ قائم کرلیا کہ نعوذ باللہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خروج کیا اور یزید نہایت متقی اور پرہیزگار تھا۔ پھر اس نظریہ کے ماتحت کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور کتابوں میں جہاں کہیں یزید کی تعریف میں کوئی جملہ نظر آیا اُسے لے لیا، اور اسی عبارت میں جو جملے یزید یا عمر بن سعد کے نقائص میں تھے اُن کو حذف کردیا۔ حالانکہ ایک تحقیقی مضمون میں جو برسہا برس کی ریسرچ کا نتیجہ ہو، یہی ہونا چاہیئے کہ مناقب ومعایب دونوں چیزوں کو اُجاگر کرکے پیش کیا جائے، نہ یہ کہ مناقب اُچھالے جائیں یا بغیر نقل کے ان کی غلط توجیہ کی جائے اور معایب پر پردے ڈالے جائیں، ذیل کے مضمون میں جناب محمود احمد صاحب عباسی نے جہاں جہاں دیدہ و دانستہ حوالجات اوران کے تراجم میں تصرف کیا ہے ان میں سے چند بطور نمونہ پیش کئے جارہے ہیں۔ اس سے موصوف کی ریسرچ کا اندازہ ہوجائے گا۔

(۱) منجملہ ان کے شیخ عبدالمغیث بن زہیر الحربی تھے، جن کے متعلق علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں "کان من صلحاء الحنابلۃ وکان یزار" (البدایۃ والنہایۃ ج ۱۲ ص ۳۲۸) یعنی وہ حنبلی صالحین میں سے اور مرجع عوام تھے، انھوں نے امیر یزید کے حُسنِ سیرت اور اوصاف پر مستقل تصنیف کی، "وله مصنف فی فضل یزید بن معاویۃ اتی فیه بالغرائب والعجائب" (البدایۃ والنہایۃ ج ۱۲ ص ۳۲۸)

ترجمہ: اوران (شیخ عبدالمغیث) کی تصنیف سے فضل یزید بن معاویہ پر ایک کتاب ہے جس میں بہت سے غریب وعجیب حالات بیان کئے ہیں۔

واوین کے درمیان جو عبارت ہے وہ کتاب "خلافتِ معاویہ ویزید" کے صفحہ ۵۵، ۵۶ کی ہے اب اصل کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو، الشیخ عبدالمغیث بن زہیر الحربی کان من

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

صلحاء الحنابلة وكان يزاوره مصنف فی فضل یزید بن معاویة اتی فیه بالغرائب والعجائب وقد رد علیه ابو الفرج ابن الجوزی فاجاد واصاب (البدایة والنہایة ج ۱۲ ص ۳۲۸)

ترجمہ: شیخ عبد المغیث بن زہیر الحربی صلحاء حنابلہ میں سے تھے لوگ ان کی زیارت کو آتے تھے، اور ان (شیخ عبد المغیث) کی یزید بن معاویہ کی خوبیوں کے بارے میں ایک تصنیف ہے جس میں انھوں نے عجیب و غریب قسم کی باتیں بیان کی ہیں۔ اس تصنیف کا رَد علامہ ابو الفرج ابن الجوزی نے کیا ہے۔ پس انھوں نے اچھا اور صحیح رَد کیا۔

ابو الفرج ابن الجوزی کی کتاب کا نام ہے "الرد علی المتعصب العنید المانع عن ذم یزید"

اولاً تو جناب محمود احمد عباسی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے کہ اتی فیہ بالغرائب والعجائب کا ترجمہ موصوف نے یہ کیا ہے کہ "بہت سے عجیب و غریب حالات بیان کئے ہیں" جس سے ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ یزید کے حالات ایسے عمدہ تھے کہ ان کو سُن کر تعجب ہوتا ہے حالانکہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ ایسے مواقع پر "غرائب و عجائب" کا استعمال اچھے معنی میں نہیں ہوتا ہے، بلکہ غیر مستند ہونے کے معنی میں ہوتا ہے، چنانچہ اس جملے کے معنی یہ ہوئے کہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شیخ عبد المغیث نے جو کتاب یزید بن معاویہ کی فضیلت میں لکھی ہے اُس میں غیر مستند باتیں لکھی ہیں۔ اب غور کیجئے کہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی مدح کر رہے ہیں یا اس کا ضعیف ہونا ثابت کر رہے ہیں۔

دوسرے فاضل مصنف نے اتی فیہ بالغرائب والعجائب کے فوراً بعد جو عبارت تھی اسے دانستہ چھوڑ دیا۔ حالانکہ وہ عبارت اسی کتاب کے بارے میں تھی جو شیخ عبد المغیث نے یزید کی فضیلت کے بارے میں لکھی تھی اور اس عبارت میں شیخ عبد المغیث کی کتاب کے بارے میں خود علامہ ابن کثیر کی رائے ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ جو عبارت مکمل درج کی گئی ہے اس میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "ابو الفرج ابن الجوزی نے شیخ عبد المغیث کی اس کتاب کا رَد لکھا ہے جو یزید کی فضیلت میں تھی"۔ اس کے بعد علامہ ابن کثیر ابو الفرج ابن الجوزی کی کتاب کے بارے میں اپنی رائے لکھتے ہیں کہ اُنھوں نے بہت عمدہ اور بہت صحیح رَد کیا ہے، اب غور کیجئے کہ بات کہاں سے کہاں جا پہنچی، اس سے یزید کی منقبت ظاہر ہوتی ہے یا تنقیص؟

جناب محمود احمد عباسی نے علامہ ابن کثیر کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر ان پر کیسا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بہتان باندھا ہے۔ حافظِ حدیث محدث ابن الجوزی اپنی کتاب مذکور میں فرماتے ہیں: وقد اجاز العلماء الورعون لعنہ (حاشیہ نبراس ص ۵۵۳)

ترجمہ: اور پرہیزگار علماء نے اس (یزید) پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے،

شیخ عبد المغیث اور علامہ ابن الجوزی دونوں حنبلی ہیں۔

(۲) ایک دوسری عبارت "خلافتِ معاویہ ویزید" کی ملاحظہ ہو، خلیفہ ناصر نے امیر یزید کے بارے میں شیخ سے جو سوال کیا اور جو جواب اُنھوں نے دیا، علامہ موصوف کے الفاظ میں سنئے:

فسألہ الخلیفۃ ایلعن ام لا؟ فقال لا اسوغ لعنہ لانی لو فتحت ھذا الباب لافضی الناس الی لعن خلیفتنا فقال الخلیفۃ ولم؟ قال لانہ یفعل اشیاء منکرۃ کثیرۃ منھا کذا وکذا ثم شرع یعد علی الخلیفۃ افعالہ القبیحۃ مما یقع منہ المنکر،

(البدایۃ والنھایۃ ج ۱۲ ص ۳۲۸)

ترجمہ: خلیفہ نے (شیخ عبد المغیث سے) سوال کیا کہ یزید پر لعن کیا جائے یا نہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ لعن کرنا ہرگز جائز نہیں، اور لعن کا دروازہ کھول دیا جائے تو لوگ ہمارے موجودہ خلیفہ پر لعن کرنے لگ جائیں گے۔ خلیفہ نے پوچھا وہ کیوں؟ شیخ نے کہا کہ وہ بہت سے منکرات پر عمل پیرا ہوئے ہیں جن میں سے یہ اور یہ اُمور ہیں، اُنھوں نے خلیفہ کے بُرے افعال گنانے شروع کئے جو جو منکرات سرزد ہوئے تھے (خلافتِ معاویہ ویزید ص ۵۶)

مذکورہ بالا ترجمہ جناب محمود احمد عباسی نے کیا ہے۔ اب علامہ ابن کثیر کی عربی عبارت کا صحیح ترجمہ دیکھئے۔ "خلیفہ نے (شیخ عبد المغیث سے) سوال کیا کہ یزید پر لعن کیا جائے یا نہیں؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ میں اس (یزید) پر لعن کرنے کی اجازت نہیں دوں گا کیونکہ اگر میں (اجازت دے دوں اور) یہ (لعنت کا) دروازہ کھول دوں تو لوگ ہمارے خلیفہ پر لعنت کرنے لگیں گے۔ خلیفہ نے پوچھا وہ کیوں؟ شیخ نے کہا اس لئے کہ وہ (خلیفہ) بہت سے منکرات پر عمل کرتا ہے مثلاً یہ اور یہ اُمور۔ پھر شیخ نے خلیفہ کے سامنے ان منکرات کو گننا شروع کر دیا جو خلیفہ سے سرزد ہوئے تھے"

جناب محمود احمد صاحب عباسی کے ترجمے کا اور اس ترجمہ کا مقابلہ کیجئے تو حسب ذیل باتیں ملیں گی:

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

لا اسوغ لعنہ کا ترجمہ محمود احمد عباسی نے یہ کیا ہے کہ "لعن کرنا ہرگز جائز نہیں" حالانکہ ایک معمولی درجہ کا عربی داں بھی جانتا ہے کہ یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔ اصل ترجمہ یہ ہے کہ "میں اس پر لعن کرنے کی اجازت نہیں دوں گا" اور اس اجازت نہ دینے کی وجہ شیخ نے یہ بیان فرمائی کہ "اگر میں یزید پر لعنت کا دروازہ کھول دوں تو لوگ ہمارے خلیفہ (ناصر) پر لعنت کرنے لگیں گے اور اس سے بغاوت کا چشمہ پھوٹ پڑے گا"۔ پھر خلیفہ نے سوال کیا کہ وہ کیوں؟ تو شیخ نے فرمایا "اس لئے کہ خلیفہ فلاں فلاں منکرات پر عمل کرتا ہے"۔ اس کے صاف معنی یہ ہوئے کہ یزید جن منکرات پر عمل کرتا تھا خلیفہ ناصر بھی ان ہی منکرات پر عمل کرتا ہے اس لئے اگر ان منکرات کی وجہ سے جن پر یزید عمل کرتا تھا میں یزید پر لعنت کرنے کی اجازت دیدوں تو لوگ خلیفہ ناصر پر بھی لعنت کرنے لگیں گے۔ اب یہ امر غور طلب ہے کہ آیا اس سے اس کی تعریف نکلتی ہے یا اس کی تنقیص؟ اس سے تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ یزید پر لعنت نہ کرنی چاہئے، مگر اس سے یہ بات کیسے ثابت ہوئی کہ یزید منکرات پر عمل نہ کرتا تھا یا مستحقِ لعنت نہیں تھا اور بہت پاکباز تھا، بلکہ اس کے خلاف یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ منکرات پر یقیناً عمل کرتا تھا، اس لئے جن اُمور کی وجہ سے خلیفہ ناصر یزید کو اپنے ذہن میں مستحقِ لعنت سمجھتے تھے (جیسا کہ ان کے سوال کرنے سے معلوم ہوتا ہے) وہ خود خلیفہ ناصر میں موجود تھے اسی بناء پر شیخ عبدالمغیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔

(۳) جناب محمود احمد عباسی نے کتاب "خلافتِ معاویہ و یزید" میں یزید کو ثقہ راوی ثابت کرنے کے لئے حسب ذیل حوالہ نقل فرمایا ہے۔

تہذیب التہذیب میں امام ابن حجر عسقلانی نے امیر موصوف کا ذکر رواۃ حدیث میں کرتے ہوئے محدث یحییٰ بن عبدالملک بن عقبۃ الکوفی المتوفی سنہ ۱۸۸ھ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ امیر یزید کو احد الثقات یعنی ثقہ راویانِ حدیث میں شمار کرتے تھے، مراسیل ابوداؤد میں ان کی مرویات ہیں (خلافت معاویہ و یزید ص ۴۵)

تہذیب التہذیب کا یہ حوالہ نقل کرکے محمود احمد عباسی نے یزید کو ثقہ راوی ثابت کرنے کی جو سعی کی ہے اس میں لوگوں کو بہت زبردست دھوکہ دیا ہے۔ ذیل میں تہذیب التہذیب کی پوری عبارت نقل کی جاتی ہے جس میں سے یہ ٹکڑا لیا گیا ہے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(یزید) بن معاویۃ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیۃ بن عبد الشمس ابوخالد ولد فی خلافۃ عثمان رضی اللہ تعالی عنہ وعہد الیہ ابوہ بالخلافۃ فبویع سنۃ ستین وابی البیعۃ عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالی عنہما ولاذ بمکۃ والحسین ابن علی رضی اللہ تعالی عنہما ونہض الی الکوفۃ وارسل ابن عمہ مسلم بن عقیل بن ابی طالب لیبایع لہ بہا فقتلہ عبید اللہ بن زیاد وارسل الجیوش الی الحسین رضی اللہ تعالی عنہ فقتل کما تقدم فی ترجمۃ سنۃ احدی وستین ثم خرج اہل المدینۃ علی یزید وخلعوہ فی سنۃ ثلاث وستین فارسل الیہم مسلم بن عقبۃ المری وامرہ ان یستبیح المدینۃ ثلاثۃ ایام وان یبایعہم علی انہم خول وعبید لیزید، فاذا فرغ منہا نہض الی مکۃ لحرب ابن الزبیر رضی اللہ تعالی عنہما ففعل بہا مسلم الافاعیل القبیحۃ وقتل بہا خلقا من الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنہم وابناءہم وخیار التابعین رحمہم اللہ تعالی واوحش لقضیۃ الی الغایۃ، ثم توجہ الی مکۃ فاخذہ اللہ تعالی قبل وصولہ واستخلف علی الجیش حصین بن نمیر السکونی فحاصروا ابن الزبیر رضی اللہ تعالی عنہما ونصبوا علی الکعبۃ المنجنیق فادی ذلک الی وہی ارکانہا ووہی بناءہا ثم احرقت وفی اثناء افعالہم القبیحۃ فجأہم الخبر بہلاک یزید بن معاویۃ فرجعوا وکفی اللہ المؤمنین القتال، وکان ہلاکہ فی منصف ربیع الاول سنۃ اربع وستین ولم یکمل الاربعین واخبارہ مستوفاۃ فی تاریخ دمشق لابن عساکر ولیست لہ روایۃ تعتمد وقال یحیی بن عبد الملک بن ابی غنیۃ احد الثقات حدثنا نوفل بن ابی عقرب ثقۃ قال کنت عند عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالی فذکر رجل یزید بن معاویۃ فقال قال امیر المؤمنین یزید فقال عمر رحمہ اللہ تعالی تقول امیر المؤمنین یزید وامر بہ فضرب عشرین سوطا۔ ذکرتہ للتمییز بینہ وبین النخعی۔ ثم وجدت لہ روایۃ فی مراسیل ابی داؤد وقد نبہت علیہا فی الاستدراک علی الاطراف (تہذیب التہذیب للحافظ ابن حجر عسقلانی ٦٩٩/ صفحہ ٣٦٠ و ٣٦١ ج ١١) یہ پوری عبارت یزید کے بیان میں ہے کوئی لفظ کم و بیش نہیں ہے۔

ترجمہ: یزید بن معاویۃ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیۃ بن عبد الشمس

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

یزید کی کنیت ابوخالد ہے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُنھیں خلافت کا ولیعہد بنایا، سنہ ۶۰ھ میں یزید کی بیعت کی گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیعت سے انکار کردیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکہ میں پناہ گزیں ہوگئے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے لئے چل کھڑے ہوئے اور اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل بن ابی طالب کو پہلے ہی روانہ کردیا تاکہ کوفہ میں لوگوں سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بیعت لیں، ان کو عبیداللہ بن زیاد نے قتل کردیا، اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنہ ۶۱ھ میں شہید کردیئے گئے جیسا کہ ان کے حالات میں ذکر کیا جاچکا ہے پھر سنہ ۶۳ھ میں اہلِ مدینہ نے یزید پر خروج کیا اور اس کی بیعت کو توڑ دیا تو یزید نے مسلم بن عقبۃ المری کی سرکردگی میں اہلِ مدینہ پر فوج کشی کرائی اور حکم دیا کہ تین دن تک مدینہ کو لشکری لوگ (ہر طرح) مباح سمجھیں اور حکم دیا کہ اہلِ مدینہ سے یزید کے واسطے خادم اور غلام بننے کے لئے بیعت لے، اور جب اس سے فارغ ہوجائے تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جنگ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہو، چنانچہ حسب الحکم مسلم بن عقبۃ المری نے مدینہ میں افعالِ قبیحہ کئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کی اولاد اور خیار تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی جماعت کو تہِ تیغ کرڈالا اور اس واقعہ کو انتہائی بُرائی تک پہنچایا (چنانچہ مسند دارمی میں ہے کہ قتل وغارت گری اور عصمت دری وغیرہ سب کچھ مدینہ منورہ میں ہوا۔ تین روز تک مسجد نبوی میں نماز تک نہ ہوئی۔ تنہا سعید بن مسیب مسجد نبوی میں دیوانہ بن کر پڑے رہے۔ ان ایام میں مزارِ مبارک سے اذان وتکبیر کی آواز آتی تھی، اُسی آواز پر وہ تنہا نماز ادا کیا کرتے تھے ورنہ مسجد نبوی میں نہ کوئی اذان دینے والا تھا اور نہ کوئی دوسرا نماز پڑھنے والا) پھر مکہ کی طرف روانہ ہوا مگر مکہ پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آکر ہلاک ہوگیا اور حصین بن نمیر سکونی کو قائم مقام بناگیا، اس لشکر نے مکہ میں ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا محاصرہ کیا اور خانہ کعبہ پر (پتھر برسانے کے لئے) منجنیق (بڑے قسم کے گوپئے جن سے پتھر پھینکے جاتے ہیں) نصب کردی اور خوب پتھر برسائے جس کی وجہ سے بیت اللہ کے ستون اور عمارت کمزور ہوگئی، پھر

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(خانہ کعبہ) جلادیا گیا۔ انہی کرتوتوں کے دوران میں اچانک یزید بن معاویہ کے ہلاک ہوجانے کی اطلاع پہنچی (خبر سنتے ہی) لشکر واپس ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے مکہ کے مؤمنین کو قتال سے بچالیا اور یزید کی ہلاکت سنہ ۶۴ ہجری میں ماہ ربیع الاوّل کے نصف میں ہوئی، وہ عمر کے چالیس سال بھی پورے نہ کرسکا۔ ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں اس کے پورے واقعات مذکور ہیں، یزید کی کوئی روایتِ حدیث قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ یحییٰ بن عبدالملک بن ابی غنیہ نے جو ثقہ راویوں میں سے ایک ہیں بیان کیا کہ ہم سے نوفل بن ابی عقرب نے بیان کیا جو ثقہ ہیں کہ میں امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر تھا، ایک شخص نے یزید بن معاویہ کا ذکر کیا اور کہا کہ "امیر المؤمنین یزید نے یہ کہا" خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے" اور اس شخص کے لئے بیس[۲۰] کوڑے مارنے کا حکم فرمایا، چنانچہ اس کے بیس[۲۰] کوڑے مارے گئے۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) میں نے اس (یزید) کا ذکر یزید بن معاویہ النخعی سے امتیاز پیدا کرنے کے لئے یہاں کیا ہے (ورنہ یہ صحاح ستہ کے راویوں میں نہ ہونے کی وجہ سے اس کتاب میں ذکر کئے جانے کے قابل نہیں ہے) مراسیل ابی داؤد میں صرف ایک مرسل روایت یزید کی ملی ہے اور میں نے اطراف پر استدراک میں اس مرسل روایت پر تنبیہ کی ہے۔

اس عبارت کا مقابلہ اس عبارت سے کیجئے جو جناب محمود احمد صاحب عباسی نے پیش فرمائی ہے وہی کتاب ہے وہی صفحہ ہے مگر دیکھئے کس طرح قطع و برید کرکے یزید کو ثقہ راویوں میں شمار کرنے کی کوشش فرمائی ہے، دونوں عبارتوں کا مقابلہ کرنے کے بعد جناب عباسی صاحب کی حسب ذیل غلطیاں منظرِ عام پر آجاتی ہیں۔

(الف) تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے جس میں حافظ صاحب موصوف نے صرف ان رجال (راویوں) کا تذکرہ فرمایا ہے جو صحاحِ ستہ کے راوی ہیں، لیکن جہاں کہیں دو ناموں میں اشتباہ ہوتا ہے، وہاں اشتباہ دور کرنے کے لئے دوسرے آدمی کا ذکر بھی کردیتے ہیں۔ اگرچہ وہ صحاح کے راویوں میں سے نہ بھی ہو۔ چنانچہ تہذیب التہذیب میں یزید کا جو ذکر ہے وہ اس لئے نہیں ہے کہ یزید صحاحِ ستہ کے راویوں میں سے ہے بلکہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

خود حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبانی سنیئے کہ یزید کا ذکر انھوں نے تہذیب التہذیب میں کیوں کیا؟ وہ فرماتے ہیں، ذکرتہ للتمییز بینہ وبین النخعی، یعنی میں نے یزید بن معاویہ اموی کا ذکر اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں یزید بن معاویہ النخعی سے امتیاز پیدا کرنے کے لئے کیا ہے۔

اب غور فرمائیے کہ جناب محمود احمد عباسی نے حقیقت کو کس طرح چھپایا اور تہذیب التہذیب میں یزید کا نام آجانے کی وجہ سے اسے رواۃ حدیث میں شمار کرکے لوگوں کو فریب میں مبتلا کر دیا۔ یہاں نسیان نہیں ہے بلکہ دیدہ و دانستہ ایسا کیا گیا۔

(ب) جناب محمود احمد عباسی نے اسی حوالے میں محدث یحییٰ بن عبدالملک بن عنبۃ الکوفی کا ایک قول نقل کیا ہے اور دعویٰ یہ کیا ہے کہ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ قول تہذیب التہذیب میں نقل کیا ہے۔

یہ دعویٰ بالکل جھوٹا ہے یحییٰ بن عبدالملک بن عنبۃ الکوفی کا نام سرے سے تہذیب التہذیب میں ہے ہی نہیں۔ البتہ یحییٰ بن عبدالملک بن ابی غنیۃ الخزاعی ابو زکریا الکوفی کا ذکر بے شک تہذیب التہذیب میں ہے۔ عذر کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتابت وطباعت کی غلطی ہے۔

(ج) جناب عباسی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ تہذیب التہذیب میں امام ابن حجر عسقلانی نے امیر موصوف کا ذکر رواۃ احادیث میں کرتے ہوئے محدث یحییٰ بن عبدالملک بن عنبۃ الکوفی متوفی سنہ ۱۸۸ھ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ امیر یزید کو احد الثقات یعنی ثقہ راویانِ حدیث میں شمار کرتے تھے۔

یہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور محدث یحییٰ بن عبدالملک بن ابی غنیۃ رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں پر خالص افترا ہے کہ انھوں نے یزید کو ثقہ کہا ہے۔ بلکہ جو صحیح ترجمہ پیش کیا گیا ہے اس میں ملاحظہ فرمائیے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن عبدالملک بن ابی غنیۃ کی سند سے ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے خود یحییٰ ابن عبدالملک کو احد الثقات (ثقہ راویوں میں سے ایک) کہا ہے اور ان کے شیخ نوفل بن ابی عقرب کو بھی ثقہ کہا ہے تاکہ سند کی صحت میں شبہ نہ رہے اور ان کی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سند سے خلیفۂ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ان کے سامنے کسی شخص نے یزید کو امیر المؤمنین کہا تھا تو انھوں نے اس کے بیس[۲۰] کوڑے لگوائے، حالانکہ امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ بھی خاندان بنی اُمیہ میں سے ہیں جن کا نسب نامہ یہ ہے، عمر بن عبد العزیز بن مروان بن الحکم بن ابی العاص ابن امیۃ بن عبد الشمس القرشی الاموی، یہ صحاحِ ستہ کے راوی ہیں ان کا نسب اور یزید کا نسب اُمیہ پر جا کر مل جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے احد الثقات یحییٰ کی صفت بیان کی تھی مگر عباسی صاحب نے اسے یزید کے ساتھ چسپاں کر دیا ہے جسے اہلِ علم عبارت دیکھ کر خود سمجھ سکتے ہیں۔

(ک) جناب عباسی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: "مراسیل ابو داؤد میں ان (یزید) کی مرویات ہیں"

مرویات جمع کا صیغہ ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد روایتیں ہیں، یہ بھی دھوکہ ہے مراسیل ابو داؤد میں صرف ایک مرسل روایت یزید کی ہے، جسے امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے، اس کو مرویات کے لفظ سے تعبیر کرنا امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ پر افترا ہے، جو صحیح ترجمہ پیش کیا گیا ہے اسے ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں صاف ذکر ہے کہ "مراسیل ابو داؤد میں صرف ایک مرسل روایت یزید کی مجھے ملی" یہ خود حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ غور فرمائیے کہ کس طرح جناب عباسی صاحب نے دھوکہ دینے کی سعی کی ہے، ناظرین کی توجہ ایک اور بات کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں کہ عباسی صاحب نے جس "تہذیب التہذیب" سے ابن حجر اور یحییٰ بن عبد الملک بن ابی غنیۃ رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے اسی "تہذیب التہذیب" میں امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یزید کے پورے بیان میں ایک لفظ بھی یزید کی مدح کا ذکر نہیں کیا بلکہ ایسے الفاظ استعمال کئے جس سے اس کی منقصت ہی ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً اس کی موت کے لئے لفظ "ہلاک" استعمال کرنا، ساتھ ہی یہ ذکر کرنا کہ اس نے اپنے لشکر کے سردار کو مدینہ منورہ کی غارتگری کا حکم دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فوج کشی کرائی۔ مدینہ منورہ کو تین دن تک ہر طرح مباح کر دیا جس کے دوران میں قتل و غارت گری اور عصمت دری کے بے شمار واقعات پیش آئے، مکہ معظمہ پر چڑھائی کا حکم دیا جس کے نتیجہ میں خانہ کعبہ کی بنیادیں

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کمزور ہوگئیں اور پھر خانہ کعبہ جلا دیا گیا۔ ان امور کے علاوہ کوئی لفظ بھی یزید کی منقبت میں ذکر نہیں کیا" تہذیب" کی عبارت کو اہل علم پھر غور سے پڑھیں، نیز حافظ ذہبی نے یزید کے بارے میں جو تحریر فرمایا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیے، (یزید بن معاویۃ) ابن ابی سفیان الاموی روی عن ابیہ وعنہ ابنہ خالد وعبد الملک بن مروان۔ مقدوح فی عدالتہ لیس باھل ان یروی عنہ وقال احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ لا ینبغی ان یروی عنہ (میزان الاعتدال رقم ۲۷۳۱ ص ۳۱۸ ج ۳)

ترجمہ: یزید بن معاویہ بن ابی سفیان الاموی نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ اور خود اس سے اس کے بیٹے خالد اور عبد الملک بن مروان نے روایت کی ہے، اور اس کا عادل ہونا مجروح ہے یہ اس کا اہل نہیں کہ اس سے روایت کی جائے۔ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔

(۴) عباسی صاحب یزید کی فضیلت بیان کرتے ہوئے "البدایۃ والنہایۃ" کی عبارت حسب ذیل پیش فرماتے ہیں:

وکان (ابو ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فی جیش یزید بن معاویۃ والیہ اوصی وھو الذی صلی علیہ (البدایۃ والنہایۃ ص ۵۸، ج ۸)

ترجمہ: ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید بن معاویہ کے لشکر میں شامل تھے، انھوں نے اسی (یزید) کو وصیت کی اور اسی (یزید) نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

(خلافت معاویہ ویزید ص ۲۷)

اور پھر تحریر فرماتے ہیں" ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں نے جو امیر یزید کے لشکر میں شامل تھے بشمول حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنازہ کی نماز میں بامامت امیر یزید شرکت کی۔

(خلافت معاویہ ویزید ص ۲۷)

"البدایۃ والنہایۃ" کی مذکورہ بالا عبارت ہی کے آخر میں حسب ذیل عبارت بھی ہے، جسے عباسی صاحب نے دیدہ و دانستہ ترک کر دیا تاکہ لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں۔

قال احمد حدثنا اسحٰق بن عیسٰی قال حدثنی محمد بن قیس قاضی عمر بن عبد العزیز عن ابی حرمۃ عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال حین حضرتہ الوفاۃ قد کنت کتمت عنکم شیئًا سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمعتہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

یقول لولا انکم تذنبون لخلق اللہ قوما یذنبون فیغفر لھم، وعندی ان ھذا الحدیث والذی قبلہ حمل یزید بن معاویۃ علی طرفے من الارجاء ورکب بسببہ افعالا کثیرۃ انکرت علیہ کما سنذکرہ فی ترجمتہ واللہ اعلم (البدایۃ والنہایۃ ص ۵۹ ج ۸)

ترجمہ: حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں (ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ میں تم سے ایک حدیث چھپائے ہوئے تھا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی تھی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اگر تم لوگ گناہ والے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ضرور ایک ایسی قوم پیدا کرتا جو گناہ والی ہوتی تو اللہ تعالیٰ انھیں بخشتا اور (حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) میرے نزدیک اس حدیث نے اور اس سے قبل والی حدیث (من مات لایشرک باللہ شیئاً جعلہ اللہ فی الجنۃ، بسند امام احمد) نے ہی یزید بن معاویہ کو جری کر دیا تھا، اور اسی وجہ سے اس (یزید) نے بہت سے افعالِ قبیحہ کا ارتکاب کیا جیسا کہ عنقریب ہم اس کے ترجمہ میں ذکر کریں گے۔

آپ بتائیے کہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس پوری عبارت سے یزید کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے یا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے قبیح افعال کا ارتکاب کیا، یزید نے جو جنازہ کی نماز پڑھائی وہ بحیثیت امیر لشکر ہونے کے پڑھائی جو قانونِ اسلامی ہے، اس صورت میں فاضل و مفضول کا سوال پیدا نہیں ہوتا، چنانچہ اس کے نظائر تاریخ اسلامی میں موجود ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ موتہ میں اپنے غلام حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرمایا تھا اور ان کی ماتحتی میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بڑے بڑے صحابہ تھے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لشکر کا سردار بنا کر روانگی کا حکم فرمایا تھا اور ان کی ماتحتی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے صحابہ موجود تھے

(۵) عباسی صاحب موصوف نے یزید کے محاسن ثابت کرنے کے لئے "البدایۃ والنہایۃ" کی حسب ذیل عبارت بھی پیش فرمائی ہے: وقد کان یزید فیہ خصال محمودۃ من الکرامۃ والحلم والفصاحۃ والشعر والشجاعۃ وحسن الرأی فی الملک وکان ذا جمال حسن المعاشرۃ، (البدایۃ والنہایۃ ص ۲۳۰ ج ۸)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ترجمہ : اور یزید کی ذات میں قابلِ ستائش صفات، حلم و کرم و فصاحت و شعر گوئی و شجاعت و بہادری کی تھیں، نیز معاملاتِ حکومت میں عمدہ رائے رکھتے تھے اور معاشرت کی خوبی و عمدگی بھی ان میں تھی (خلافتِ معاویہ و یزید ص ۴۹)

مگر اس عبارت کے فوراً بعد ہی حسب ذیل عبارت تھی جسے عباسی صاحب نے لیسرچ کا پورا حق ادا کرنے کے لئے چھوڑ دیا : وکان فیہ ایضا اقبال علی الشھوات وترک بعض الصلوات فی بعض الاوقات واما تستہانی غالب الاوقات (البدایۃ والنہایۃ ص ۲۳ ج ۸)

ترجمہ : اور نیز اس (یزید) میں شہواتِ نفسانیہ میں انہماک اور بعض اوقات بعض نمازوں کا ترک کرنا پایا جاتا ہے، اور نمازوں کو بے وقت پڑھنا تو اکثر اوقات رہتا تھا۔

غور کیجئے کہ عباسی صاحب نے عبارت میں قطع و برید کر کے کس طرح دھوکہ دیا ہے البدایۃ والنہایۃ کی اس عبارت کے موجود ہوتے ہوئے ان اوصاف جنھیں عباسی صاحب نے ذکر کیا ہے۔ مثلاً حلم و کرم، فصاحت و شعر گوئی، شجاعت و بہادری وغیرہ سے یزید کے متقی و پرہیزگار و ثقہ ہونے پر کیسے روشنی پڑ سکتی ہے؟ جس کے لئے عباسی صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور روزِ روشن میں لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونک دی اور ڈھنڈورا یہ پیٹا جاتا ہے کہ حقیقت پر جو پردے پڑے ہوئے تھے انھیں اس ریسرچ نے چاک کر دیا۔

(۶) جناب عباسی صاحب نے عمر بن سعد کے بارے میں تہذیب التہذیب کی حسب ذیل عبارت نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ عمر بن سعد کا کردار ویسا ہی بے داغ ثابت ہو چکا ہے جیسا ان جیسے ثقہ و بلند پایہ تابعی کے حالات سے توقع کی جا سکتی ہے، (خلافتِ معاویہ و یزید ص ۲۱۴)

عمر بن سعد بن ابی وقاص الزھری ابو حفص المدنی سکن الکوفۃ روی عن ابیہ وابی سعید الخدری وعنہ ابنہ ابراھیم وابن ابنہ ابوبکر بن حفص وابو اسحٰق السبیعی والعیزار بن حریث ویزید بن ابی مریم وقتادۃ والزھری ویزید بن ابی حبیب وغیرھم وقال العجلی کان یروی عن ابیہ احادیث وروی عنہ الناس وھو تابعی ثقۃ (تھذیب التھذیب ص ۴۵۰ ج ۷)

ترجمہ : عمر بن سعد بن ابی وقاص الزہری ابو حفص المدنی کوفہ میں رہے، انھوں نے اپنے والد سے اور ابو سعید خدری سے حدیث کی روایت کی ہے اور ان سے ان کے فرزند ابراہیم اور ان کے پوتے ابوبکر بن حفص اور ابو اسحٰق السبیعی اور عیزار بن حریث و یزید بن ابی مریم و قتادہ و زہری و یزید بن حبیب وغیرہ نے روایت کی ہے، اور محدث العجلی فرماتے ہیں کہ عمر بن سعد نے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اپنے والد سے احادیث کی روایت کی ہے اور ان سے بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے اور خود ثقہ تابعی تھے (خلافتِ معاویہ ویزید ص ۲۱۴، ص ۲۱۵)

تہذیب ہی میں مذکورہ بالا عبارت کے فوراً بعد یہ عبارت ہے جسے جناب عباسی نے نہایت دیدہ دلیری سے نظر انداز کر دیا، وھو الذی قتل الحسین، یعنی یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ کو قتل کیا، ظاہر عبارت سے صاف ثابت ہے کہ یہ قول وھو الذی قتل الحسین، محدث العجلی کا ہے جس کو عباسی صاحب نے نظر انداز کر دیا ہے۔ یہ ہے وہ زبردست ریسرچ،

اس کے آگے کی عبارت ہے، وذکر ابن ابی خیثمۃ بسندلہ ان ابن زیاد بعث عمر ابن سعد علی جیش لقتال الحسین وبعث شمر بن ذی الجوشن وقال لہ اذھب معہ فان قتلہ والا فاقتلہ وانت علی الناس وقال ابن ابی خیثمۃ عن ابن معین کیف یکون من قتل الحسین ثقۃ قال عمرو بن علی سمعت یحیٰی بن سعید یقول ثنا اسمٰعیل ثنا العیزار عن عمر بن سعد فقال لہ موسٰی رجل من بنی ضبیعۃ یا ابا سعید ھذا قاتل الحسین فسکت فقال لہ عن قاتل الحسین تحدثنا فسکت وروی ابن خراش عن عمرو بن علی نحو ذلک، فقال لہ رجل اما تخاف اللہ تروی عن عمر بن سعد فبکی وقال لا اعود،

(تھذیب التھذیب ص ۴۵۱ ج ۷)

ترجمہ: ابن ابی خیثمہ نے اپنی سند سے بیان کیا کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو ایک لشکر کی قیادت سپرد کر کے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قتال کے لئے بھیجا اور شمر بن ذی الجوشن سے کہا تم بھی ان کے ساتھ جاؤ، اگر یہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کریں تو فبہا، ورنہ تم ان کو قتل کر دینا اور تم لوگوں پر امیر ہو گے، اور ابن ابی خیثمہ نے ابن معین سے روایت کی ہے کہ ابن معین نے فرمایا کہ وہ شخص کیسے ثقہ ہو سکتا ہے جس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا۔ عمرو بن علی نے کہا کہ میں نے یحیٰی بن سعید کو کہتے سنا کہ ہم سے اسمٰعیل نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ ہم سے عیزار نے عمر بن سعد سے روایت کی (اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ) ان سے بنی ضبیعہ قبیلے کے ایک شخص موسٰی نے کہا کہ اے ابو سعید یہ تو قاتلِ حسین ہیں، پس وہ خاموش ہو گئے، پھر ان سے کہا کہ تم ہم سے قاتلِ حسین کی روایت کرتے ہو پھر بھی وہ خاموش ہی رہے، اور ابن خراش نے بھی عمرو بن علی سے اس

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جیسی روایت کی ہے اور یہ بھی بیان کیا کہ اس شخص نے کہا کہ "تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ عمر ابن سعد سے روایت کرتے ہو" اس پر وہ رو پڑے، اور فرمایا کہ میں اب دوبارہ ان (عمر ابن سعد) سے روایت نہ کروں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یحییٰ بن معین اور سعید بن القطان، ابن ابی خیثمہ اور قبیلہ بنی ضبیعہ کے موسیٰ وغیرہ جو ائمہ رجالِ حدیث ہیں عمر بن سعد کو ثقہ نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے مقابلہ میں تنہا العجلی کے قول کو نقل کر دینا ریسرچ کے پردہ کو چاک کر دیتا ہے۔ یحییٰ بن معین جیسے امام الجرح والتعدیل کے مقابلہ میں محدث عجلی کا قول کوئی زیادہ وزن نہیں رکھتا۔ عیزار بن حریث وہی شخص ہے جن کو "تہذیب" میں عمر بن سعد کے شاگردوں میں ذکر کیا ہے، جس کی تصریح خود عباسی صاحب نے کی ہے، ان ہی عیزار سے "تہذیب" کے اسی صفحہ میں محدث موسیٰ کہہ رہے ہیں کہ قاتلِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہمارے سامنے روایت بیان کرتے ہو جس پر عیزار بن حریث نے معذرت کی کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا اور یہی روایت بواسطہ شعبہ عن ابی اسحٰق عن العیزار کی سند سے میزان الاعتدال ص ۲۵۸ جلد ۲ میں موجود ہے۔ فقط (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، جنوری سنہ ۱۹۶۰ء)

ماہنامہ دارالعلوم کے اسی شمارہ میں

جناب ابوالمنظور شیخ احمد استاذ احیاء العلوم بانسواڑہ دکن کا مضمون بھی ہے، اس سے چند ضروری اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

"میں نے کتاب "خلافتِ معاویہ و یزید" اوّل سے آخر تک دیکھی ہے اور اس پر بطور تبصرہ ایک کتاب لکھی ہے جو زیرِ طبع ہے، اس میں میں نے پوری صراحت و وضاحت سے بتایا ہے کہ کتاب کس تحریک کے زیرِ اثر لکھی گئی ہے، کس غرض اور مقصد کے لئے لکھی گئی ہے، کس ذہنیت اور کس نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے اور اس کا اصل موضوع کیا ہے۔ دراصل اس کا موضوع مذہبی عقائد ہیں نہ کہ تاریخی واقعات، اس میں تاریخی واقعات پر جس انداز سے بحث کی گئی ہے اس کی براہِ راست زد مذہبی عقائد پر پڑتی ہے اور وہ نہ صرف الٹ پلٹ کر رہ جاتے ہیں بلکہ اُمت سے وہ سارا سرمایۂ علوم ہی چھن جاتا ہے جس پر اس کے مذہب کا دار و مدار ہے، مؤلف نے پچھلے ہزار بارہ سو سال کے تمام مؤرخین، محدثین، مفسرین اور دوسرے علوم و فنون کے ماہرین کو مجروح و ناقابلِ اعتبار ٹھیرا کر ماضی سے اُمت کا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

رشتہ بالکلیہ کاٹ دینے کی کوشش کی ہے۔ مؤلف نے ابن جریر طبری، ابن کثیر دمشقی اور جلال الدین سیوطی وغیرہم تک کو جن جن الفاظ میں یاد کیا ہے وہ کتاب میں جابجا پھیلے ہوئے ہیں، خصوصاً کتاب کے دوسرے ایڈیشن پر مؤلف نے جو مقدمہ لکھا ہے وہ تو پوری طرح اسکی ذہنیت اور اس کے نقطۂ نظر کا آئینہ دار ہے۔ یہاں تعصب اس درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مسلک و موقف کو پوری سنگدلی کے ساتھ مسخ کیا گیا ہے آپ پر سخت سے سخت الزامات لگائے گئے ہیں، آپ کو بد سے بدتر الفاظ میں مطعون کیا گیا ہے، آپ کی سیرت کا حلیہ بگاڑ کر رکھدیا گیا ہے، یہاں تک کہ "مَاتَ میتۃ الجاھلیۃ" اور "فمن اراد ان یفرق امر ھذہ الامۃ وھی جمیع فاضربوہ بالسیف" وغیرہ احادیث کو نقل کر کے انھیں امام عالی مقام پر چسپاں کیا گیا ہے، اب ان احادیث کا کیا حشر ہوگا جن سے امام کے مسلک اور موقف پر بخوبی روشنی پڑتی ہے، اور وہ حدیثیں کہاں جن میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن و حضرت حسین کا نام لے کر آپ کو "سیدا شباب اھل الجنۃ" فرمایا ہے، کیا جاہلی اور حرام موت مرنے والے بھی جنت میں جا سکتے ہیں؟ چہ جائیکہ وہ اہلِ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں، پھر وہ ساری احادیث کہاں چلی گئیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا محبوب بھی بتایا ہے، اللہ تعالیٰ سے آپ کی محبوبیت کے لئے دعا بھی کی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ "حسین اہلِ آسمان کے نزدیک۔ تمام اہلِ زمین میں محبوب ہیں" کیا خدا و رسول اور ساری خلق کے محبوب کی وہی سیرت ہے جسے یہاں پیش کیا گیا ہے؟ یہاں تو تعصب نے یزید کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پر فوقیت دیدی ہے اور ان کے مقابلہ میں یزید کو پہلا متفق علیہ خلیفہ تسلیم کیا گیا ہے۔ پھر تعصب کے اندھے پن کا حال یہ ہے کہ شاہانِ بنی اُمیہ کو حدیثِ نبوی "لایزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشرۃ خلیفۃ" کا مصداق بناتے ہوئے حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سرے سے اُڑا دیا گیا ہے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہلا خلیفہ قرار دیا گیا ہے، اسکے بعد مروان بن محمد کو تو اس لئے خارج کر دیا گیا ہے کہ اس پر بنی اُمیہ کی حکومت ختم ہوگئی، لیکن جب اس کے باوجود یہ دقت پیش آئی کہ بارہ کے تیرہ بادشاہ رہے جاتے ہیں تو درمیان سے اُمتِ محمدیہ کے مجددِ اوّل عمرِ ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے خلیفۂ راشد کو پوری بے دردی سے ہٹا دیا گیا ہے اور مابقی شاہانِ بنی اُمیہ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ یہی وہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بارہ خلفاءِ اسلام ہیں جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ ان کے زمانے میں اسلام زبردست اور طاقتور رہے گا۔ احادیثِ نبویہ کے ساتھ یہ سلوک دوسرے مقامات پر بھی کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ صحیحین کی ایک حدیث کو "محلِ نظر" قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس کی رُو سے ابن سعد عہدِ نبوی کا مولود نہیں اور مؤلف کو یہ ثابت کرنا تھا کہ وہ عہدِ نبوی کا مولود تھا۔ ایک اور مقام پر ابوداؤد وغیرہ صحاح کی حدیث "الخلافۃ فی امتی ثلاثون سنۃ ثم ملکٌ بعد ذلک" کو وضعی ٹھیرایا گیا ہے کیونکہ وہ مؤلف کے نقطۂ نظر کے بالکل خلاف ہے،

اگر کسی کے نزدیک حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرے سے دینی پیشوا تھے ہی نہیں اور اسی لئے ان کی شان میں کسی گستاخی و بے ادبی کا سوال نہیں پیدا ہوتا، تب تو خیر۔ لیکن جو لوگ انھیں اپنا دینی پیشوا مانتے ہیں وہ کتاب کے حسب ذیل مقامات دیکھ کر خود فیصلہ کریں کہ ان تحریروں کو کم سے کم کن الفاظ میں یاد کیا جا سکتا ہے۔

صفحات ۷۶، ۸۴ تا ۹۵، ۹۷، ۹۸ تا ۱۰۶، ۱۳۳، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۰

ان دونوں مضامین میں جن تلبیسات کی نشاندہی کی گئی ہے بندہ نے کتاب "خلافتِ معاویہ و یزید" میں ان سے متعلقہ مقامات کی طرف مراجعت نہیں کی، کتاب کے اسلوبِ تحریر کے پیشِ نظر اس میں مذکورہ تلبیسات کا وجود بعید نہیں بلکہ ان کے ارتکاب کا ظن غالب ہے، بندہ نے اہلِ تنقید کی سہولت کے لئے یہ مضامین نقل کر دیئے ہیں، فقط واللہ العاصم من سائر الفتن

رشید احمد

۱۰ رجب سنہ ۷۹ھ

فاروق

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مسلح پہرہ

اور

توکل

تحریر

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب

نائب رئیس دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

حفاظتی تدابیر کی اہمیت

حفاظتی تدابیر اور مسلح پہرہ توکل کے خلاف نہیں

حفاظتی تدابیر اور مسلح پہرے پر وارد کردہ اعتراضات کے مفصل ومدلل جوابات

- نصوص قرآنیہ
- احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- تعامل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
- تصریحات حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ
- فطرت مستقیم وعقل سلیم
- بشمول حمقاء پوری دنیا کا اجماع وتعامل

فاروق

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

زمانہ بہترین اُستاذ ہے

جب .....

حضرتِ اقدس دامت برکاتہم نے اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ بے مثال بصیرت سے ٹھیک وقت پر حالات کا ادراک فرماکر مسلح پہرے کی اجازت مرحمت فرمائی تو چاروں طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ شروع ہوگئی، حتیٰ کہ عقل وشرع دونوں لحاظ سے یہ بالکل بدیہی مسئلہ سمجھانے کے لئے رسالہ لکھنا پڑا، فہم سلیم رکھنے والے کچھ حضرات نے حضرتِ اقدس کے علم وبصیرت کو داد دی لیکن صد افسوس کہ پھر بھی اکثریت ایسے لوگوں کی رہی جن کو قرآن وحدیث کے واضح ارشادات، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اسلاف کے تعامل کے سامنے آجانے کے بعد بھی عقل نہ آئی۔

مگر جب جگہ جگہ مساجد اور دینی اداروں پر اندرونی وبیرونی دہشت گردوں نے حملے شروع کئے تو بے شمار مساجد کی بے حرمتی، سیکڑوں مسلمانوں کو شہید اور ہزاروں کو زخمی کروانے کے بعد عام مساجد اور دینی اداروں میں مسلح پہرے کے انتظامات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔

کاش! اللہ تعالیٰ کے حکم خذوا حذرکم کی اہمیت سمجھتے اور وقت پر اس کو اختیار کر لیتے تو اس قدر نقصان نہ ہوتا۔

جن لوگوں کے دماغوں میں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بداہت عقل کا واضح فیصلہ سمجھنے کی صلاحیت نہ تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمنوں سے مروا پٹوا کر انکے دماغ درست کر دیئے اور گردش زمانہ سے عبرت کے سبق پڑھوا دیئے۔

اللہ تعالیٰ ان کو حکم شرع سے انحراف بلکہ اس پر اعتراض کے سنگین جرم سے توبہ کی توفیق عطا فرمائیں ؎

ظالم ابھی ہے فرصتِ توبہ نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

فہرست مضامین

نمبر		صفحہ
۱	تقدیم	۷
۲	کیا مسلح پہرہ خلاف توکّل ہے ؟	۱۲
۳	دفاعی انتظامات کو خلاف توکل سمجھنا الحاد ہے	//
۴	دفاع کی اہمیت اور ترک دفاع کے بھیانک نتائج	۱۴
۵	دشمنان اسلام کے لئے بہتر سے بہتر ہتھیار رکھا کرو	۲۰
۶	حفاظت کے لئے اسلحہ و دیگر تدابیر کا حکم	۲۱
۷	اسلحہ سے غفلت تباہی و بربادی ہے	//
۸	پہرے کا حکم	//
۹	رائفل و دیگر فائرنگ، کے آلات رکھنے کا حکم	۲۲
۱۰	فائرنگ سیکھنے کا حکم	//
۱۱	فائرنگ سیکھ کر بھلا دینا یا چھوڑ دینا نافرمانی ہے	۲۳
۱۲	پہرے کے فضائل	//
۱۳	شب قدر سے افضل رات	//
۱۴	خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت مسلح محافظ	۲۴
۱۵	ایسا منظر جس کی نظیر آسمان و زمین پیش کرنے سے عاجز	//
۱۶	کیا پہرہ خلاف سنت ہے ؟	۲۵
۱۷	مسلح پہرہ کو خلاف سنت سمجھنا جہالت ہے	//
۱۸	آج ہماری پہریداری کون کرے گا ؟	//
۱۹	آج رات ہمارا محافظ کون ہوگا ؟	۲۷
۲۰	صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبوت کے مسلح محافظ، نرالی شان	۲۸
۲۱	عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبوت کے مسلح محافظ	۲۹
۲۲	فتح مکہ میں نبوت کے محافظ	//
۲۳	مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہرہ	۳۰
۲۴	مدینہ میں قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہریداری کا معمول	۳۱
۲۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے نیزہ بردار	۳۲

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

۲۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے لٹھ بردار	۳۲
۲۷	منبر رسول پر بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہریداری کا دلکش نظارہ	۳۳
۲۸	ریاض الجنۃ میں اسطوانہ حارس	//
۲۹	مدینہ طیبہ میں باری باری صحابۂ کرام کا پہرہ دینا	۳۴
۳۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کے وقت صحابہ کا اردگرد پہرہ دینا	//
۳۱	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی محافظین میں	۳۵
۳۲	خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے محافظ	۳۶
۳۳	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہرہ آخر عمر تک رہا	//
۳۴	اسلحہ اور دہشت گردی	۳۸
۳۵	اسلحہ سے نفرت درحقیقت قرآن وحدیث وسنت نبویہ سے نفرت ہے	//
۳۶	دفاع وجہاد کے آلات اور ہتھیار رکھنے کے فضائل	۳۹
۳۷	جہاد کے گھوڑے کی لید اور پیشاب میزان قیامت میں نمازوں کے ساتھ	۴۰
۳۸	اسلام سے دفاع کے لئے ہتھیار عبادت اور ریا ونمود کے لئے وبال	//
۳۹	اسلحہ سے محبت	۴۱
۴۰	صحابہ کرام ہر وقت اسلحہ سے لیس	//
۴۱	نبوت اور اسلحہ لازم وملزوم	۴۲
۴۲	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دہری زرہ (بلٹ پروف جیکٹ) استعمال کرنا	//
۴۳	خود (بلٹ پروف جنگی ٹوپی) کا استعمال	//
۴۴	نگاہِ نبوت میں مصارف مال میں سب سے مقدم واہم مصرف	۴۳
۴۵	خاتم الانبیاء کی مدینہ طیبہ تشریف آوری پر اہلِ مدینہ کا اسلحہ سے استقبال	//
۴۶	اسلحہ مسلمانوں کی عزت ہے جسے وہ اپنے تن سے جدا نہیں کرسکتے	۴۴
۴۷	جو زیور ہمیں اللہ کے رسول پہنا گئے ہیں اسے نہیں اُتارا جاسکتا	//
۴۸	ہم نے تلواروں سے سرکش اور اہل شرک کا علاج کیا	//
۴۹	خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ (میراث)	۴۵
۵۰	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور انٹیلی جنس	//
۵۱	میراث نبوی کی حیرت انگیز تفصیلات	۴۶
۵۲	کیا مسجد میں اسلحہ لانا مسجد کی بے ادبی ہے؟	۴۸

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

۵۳	اسلحہ مسجد و دیگر شعائر اسلام کی زینت و عزت ہے	۴۹
۵۴	مسجد میں اسلحہ	〃
۵۵	مسجد نبوی میں اسلحہ سے جہاد کی مشق	〃
۵۶	خطبۂ جمعہ و عید اسلحہ کے ساتھ ۵۱ خطیب ہاتھ میں ہتھیار رکھے	۵۲
۵۷	کیا مساجد میں حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے حفاظتی انتظامات کئے؟	۵۳
۵۸	مساجد میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی حفاظتی تدابیر	۵۴
۵۹	خیر القرون میں مسجد کے اندر حفاظتی کمرے	〃
۶۰	امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مسجد نبوی میں حفاظتی مقصورہ	〃
۶۱	امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور مسجد میں مسلح پہرہ اور حفاظتی کمرہ	۵۵
۶۲	مساجد میں حفاظتی کمرے تمام اسلامی قلمرو میں بنائے گئے	۵۷
۶۳	حفاظتی کمروں میں خلفاء راشدین، صحابہ کرام، اجلہ تابعین فقہاء نے نمازیں پڑھیں	〃
۶۴	حفاظتی کمرے تعمیر ہونے کے بعد فقہاء کا صف اول کی تعیین میں اختلاف	۵۸
۶۵	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محافظ کیوں نہیں رکھے ؟	〃
۶۶	حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا مدبر شخص حفاظتی تدابیر سے کیسے غافل رہ سکتا ہے؟	۵۹
۶۷	سرکاری فرمان کی وجہ	۶۰
۶۸	حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ نے حفاظتی تدبیر کیوں نہیں کی ؟	۶۳
۶۹	خصومت دینیہ ہو اور خصم کافر تو دفاع واجب ہے، بیان القرآن میں اسکی تصریح	〃
۷۰	نمازیوں کی تلاشی کیا اللہ کے گھر سے روکنے کے مترادف ہے ؟	۶۶
۷۱	محراب میں مسلح محافظ باعث تشویش کیوں ؟	〃
۷۲	تلاشی کے باوجود محراب میں مسلح محافظ کیوں ؟	۶۷
۷۳	کیا اتنے حفاظتی انتظامات بلا ضرورت و اسراف نہیں؟	〃
۷۴	دار الافتاء والارشاد میں حفاظتی انتظامات کے مختلف مراحل کی مفصل کہانی	〃
۷۵	اہل بصیرت کے لئے درس احتیاط	۶۹
۷۶	اعتراضات کوئی اچنبھے کی چیز نہیں	〃
۷۷	مسئلہ تلاشی کا	۷۰
۷۸	ائر پورٹ پر تلاشی	〃
۷۹	حرمین شریفین میں تلاشی	〃

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

۸۰	خطرہ ہے تو گھر میں نماز ادا کیوں نہیں کرتے ؟	۷۳
۸۱	خطرہ کی وجہ سے بند ہو بیٹھنا خلاف معقول بھی ہے اور منقول بھی	//
۸۲	مسجد عالم کے لئے پارلیمنٹ ہے	۷۴
۸۳	محاسبہ کیجئے	//
۸۴	لمحۂ فکریہ	۷۵
۸۵	توکل کی رٹ لگانے والو ایک نظر اپنی طرف بھی	//
۸۶	درس عبرت	۷۶
۸۷	مشہور کہاوت بھی شرما گئی	//
۸۸	کیا اسلحہ نمازیوں کو دہشت زدہ کرنے کے لئے ہے ؟	۷۸
۸۹	اسلحہ نمازیوں پر نہیں اللہ کے دشمنوں پر دہشت ڈالنے کے لئے ہے	//
۹۰	صحابہ کرام کو اسلحہ سے ڈر کیوں نہیں لگتا تھا ؟	۸۰
۹۱	اسلحہ سے خوف کا علاج	۸۱
۹۲	دھوتی کی دھلائی	۸۲
۹۳	جہاد ہی بزدلی کا علاج ہے	۸۴
۹۴	کیا محافظین و دربان استفادہ میں رکاوٹ ہیں ؟	۸۶
۹۵	یہ خیال سراسر باطل ہے	//
۹۶	اس اعتراض کے اصل سبب کی صحیح نشاندہی	//
۹۷	حضرت نانوتوی قدس سرہ کا عجیب واقعہ	۸۸
۹۸	علماء حق کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والے کا شرعی حکم	//
۹۹	علماء کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کی دوسری وجہ	۸۹
۱۰۰	اوقات میں نظم و ضبط اور قرآن و سنت	۹۰
۱۰۱	حضرت والا سے استفادہ کی پندرہ صورتیں	۹۱
۱۰۲	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوقت ضرورت دربان متعین فرمانا	۹۴
۱۰۱	دارالافتاء والارشاد میں مسلح پہرہ قابلِ ستائش یا ہدفِ تنقید ؟ (از قلم مولانا محمد مسعود اظہر صاحب ناظم عمومی حرکۃ الانصار و سفیر علی صدائے مجاہد)	۱۰۱

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تقدیم

جیسا کہ اپنے اور پرائے سب بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت اقدس دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ نے جن اخلاق عالیہ وصفاتِ فاضلہ سے ہم کنار وسرفراز فرمایا ہے ان میں شجاعت وحق گوئی اور حُبِّ الٰہی بہت ممتاز ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت میں حضرت اقدس اس قدر سرشار رہتے ہیں کہ غیر اللہ کے خوف ومحبت کا قلب کے قریب سے گزر بھی نہیں ہوتا، آپ کا فتویٰ ہو یا آپ کا بیان آپ کی جرأت وشجاعت کا منہ بولتا ثبوت ہوتا ہے، وقت کے جابر حکمرانوں اور دین کے خلاف اُٹھنے والے ہر فتنے کے خلاف آپ کی للکار ہمیشہ مصلحت اور بزدلی کے شائبہ سے بھی پاک رہی ہے، آپ بفضلہ تعالیٰ ملاحدہ، زنادقہ، دشمنانِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اعدار اسلام کے خلاف ننگی تلوار "انا النذیر العریان" کا مصداق اور "لایخافون فی اللہ لومۃ لائم" کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔

ایسے میں دشمنان اسلام اور موافق ومخالف، تنگی وفراخی، صحت وبیماری ہر حال میں گلشن اسلام کی آبیاری کے لئے اپنی عمریں صرف کرنے والے علمار ربانیین کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی تمنا رکھنے والے یہودی ایجنٹوں کی جانب سے قتل کی سازشیں اور منصوبے کوئی اچنبے کی بات نہیں، احیار اسلام اور اُمّتِ مسلمہ کو مغرب کی تقلید، عقائد میں تزلزل، چال ڈھال، وضع قطع، رہن سہن، معاشرت ومعاملات غرض ہر چیز میں انگریز کی غلامی کی ذلت سے نکال کر اس کی عظمت رفتہ کو بحال کرنے کے لئے جو بھی ذرا جرأت وشجاعت کے ساتھ میدان میں آئے گا وہ ان یہودی ایجنٹوں اور دہشت گرد فتنوں کی باگ ڈور سنبھالنے والوں کے دل میں کانٹے کی طرح چبھے گا، اس کو اور اس کی تحریک کو سر اٹھانے سے پہلے ہی کچل دینے کے لئے ان کی خفیہ ایجنسیاں حرکت میں آجائیں گی۔ ایسے حالات میں اپنا دفاع کرنا شرعاً وعقلاً نہ صرف جائز یا مستحب ہے بلکہ واجب وفرض ہے، ورنہ اعدار اسلام کی جرأت روز بروز بڑھتی جائے گی اور وہ ایک ایک کرکے ہمارے علمار کو بلا خوف وخطر شہید کرتے جائیں گے۔ ایسے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

خطرے کی صورت میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا اور سانحہ کے بعد افسوس میں ہاتھ ملنا اور اخبار میں بیان دے دینے پر اکتفار کرنا کوئی دانشمندی نہیں۔

چنانچہ جب حضرت اقدس دامت برکاتہم اور دارالافتار والارشاد پر دشمنان اسلام اور ملکی وغیر ملکی دشمنان صحابہ کے ایجنٹوں کی یلغار شروع ہوئی اور حفاظتی انتظامات کیے گئے تو ساتھ ہی مفسرین، محدثین اور فقہار کی تصریحات کے مطابق وجوب دفاع کے ثابت ہونے کے باوجود مختلف قسم کے اعتراضات وسوالات کی یلغار بھی شروع ہوگئی مثلاً:

① مسلح پہرہ توکل کے خلاف ہے۔

② نمازیوں کی تلاشی لینا نمازیوں کی توہین ہے۔

③ مسجد میں اسلحہ لانا احترام مسجد کے خلاف ہے۔

④ تلاشی کے بعد پھر منبر پر باڈی گارڈ کھڑا کرنا نمازیوں کو مرعوب کرنیکے مترادف ہے۔

⑤ یہ اسراف ہے۔

⑥ یہ ریاکاری ہے۔

⑦ اگر مفتی صاحب کو خطرہ ہے تو وہ نمازیوں کو پریشان کرنے کی بجائے نماز گھر ہی کیوں نہیں ادار فرمالیتے؟

⑧ حضرت مفتی صاحب نے خود کو محافظوں اور دربانوں میں ایسا جکڑا رکھا ہے کہ عام مسلمان تو ملاقات وزیارت کا تصور بھی نہیں کرسکتا، پابندیٔ وقت کی زحمت اور تلاشی جیسے خلاف انسانیت عمل سے دوچار ہونے کے باوجود بھی مفتی صاحب کے گھر اور مجلس تک پہنچنا بدون واسطہ ممکن نہیں ہوتا۔

⑨ یہ روم وفارس کے بادشاہوں سے ملتی جلتی بلکہ اس سے بھی بڑھی ہوئی حالت ہے۔

⑩ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفار راشدین نے دربان متعین کرکے عوام الناس کے لئے یوں دروازے بند نہیں کیے تھے، بلکہ حدیث میں اس کی ممانعت ہے۔

"من تولی شیئا من امر المسلمین فاحتجب عن حاجتھم وفقرھم احتجب اللہ دون حاجتہ"۔ (ترمذی)

⑪ اسلحہ، پہریدار، تلاشی کبر کی علامت ہے۔

⑫ یہ بزدلی ہے۔

مسلح پہرہ ——— ۸

اس قسم کے بیسیوں سوالات و اعتراضات کانوں میں پڑتے اور نظروں سے گزرتے رہے، جن کے جواب تحریری، تقریری اور باقاعدہ فتوی کی صورت میں مختصراً دیئے جاتے رہے۔

چونکہ یہاں حفاظتی تدابیر کی بنا کوئی گروہی، جماعتی، سیاسی یا دنیوی جھگڑا نہیں بلکہ خالص دینی خصومت تھی اور یہ انتظام و اہتمام نقلی و عقلی ہر اعتبار سے نہ صرف جائز بلکہ ضروری تھا، نیز زیادہ تر سوالات دیندار طبقہ کی طرف سے اٹھائے جاتے رہے اس لئے مختصر جواب پر اکتفا کیا جاتا رہا لیکن قرائن و شواہد سے برابر احساس ہوتا رہا کہ یہ جوابات فی نفسہا مسکت بھی ہیں اور شافی بھی مگر بعض خارجی عوامل مثلاً جہاد سے دوری، قتال فی سبیل اللہ سے اجنبیت، جبن اور بزدلی، اسلحہ سے نفرت و خوف، سیرت نبویہ کے ایک اہم باب و جزء لاینفک کے عدم استحضار نے اُمتِ مسلمہ کے دل و دماغ کو سُن اور اعضاء و اعصاب کو شل کر کے رکھ دیا ہے، جس کی وجہ سے اختصار فی نفسہ کافی ہونے کے باوجود ناکافی ہو رہا ہے۔

اسی دوران فیصل آباد سے لکھا ہوا حفاظتی تدابیر سے متعلق ایک استفتاء جواب کے لئے سامنے آیا (جس کی "تمہید" اس "تقدیم" کے آخر میں نقل کر دی ہے) تو خیال ہوا کہ ایک بار اس کا حکم شرعی قدرے تفصیل سے لکھ دیا جائے اور اس میں ان سوالات کا بھی اضافہ کر دیا جائے جو اب تک بصورتِ اعتراض یا استفسار آتے رہے تاکہ مضمون میں ممکن حد تک جامعیت پیدا ہو جائے۔

بتوفیقہ تعالیٰ اس استفتاء میں کئے گئے سوالات مع اضافات اور ان کے مفصل جوابات آپ کے سامنے ہیں، اُمید ہے طالب حق و منصف کے لئے یہ تحریر بیش از بیش کافی اور شافی ہوگی، رہا متعنت تو اس کے لئے دفاتر کے دفاتر بھی بے سود بلکہ مضر ہیں، اس لئے وہ اس تحریر کا مخاطب ہی نہیں۔

ایسے ناعاقبت اندیشوں کے اعتراضات کتنے بڑے جلیل القدر علامہ، کیسے عالی مقام ولی اللہ، کیسے بطل جلیل مجاہد پر ہیں؟

جن کے مندرجہ ذیل کمالات کا دنیا بھر میں شہرہ ہے اور موافق و مخالف سبھی میں مسلمات بلکہ بدیہیات اور عام زبان زد۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۱) علوم کے تعمق و وسعت میں سمندر، بحرِ ناپیدا کنار۔
(۲) عمل میں ایسی مضبوطی اور تصلّب کہ جبلِ استقامت۔
(۳) ولایت عظمیٰ، تعلق مع اللہ، تقوی و توکل میں شہرۂ آفاق اور عوام و خواص میں ضرب المثل۔
(۴) آپ کی شجاعت، بیباکی، حق گوئی، دین کے خلاف ہر بڑے سے بڑے فتنہ کی سرکوبی اور دنیا بھر میں کفار سے برسرِ پیکار مجاہدین کی سرپرستی نے بفضل اللہ تعالیٰ دنیا بھر میں کفر، شرک، الحاد، زندقہ اور فسق و فجور کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کر دیا ہے اور انکی بنیادیں ہلا کر رکھدی ہیں۔
(۵) دورِ حاضر کے اکثر علماء اور مفتیان کرام آپکے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد ہیں یا شاگردوں جیسے۔

پھر اعتراضات بھی کیسے؟ جو نقلاً قرآن و حدیث کے ذخائر و اجماع امت کے خلاف اور عقلاً بدیہیات، پوری دنیا کے مسلمات اور خود اپنے روزمرہ کے عام حالات، اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں شب و روز کے معمولات کے خلاف۔

ان حالات کی روشنی میں وجہ اعتراضات کی تشخیص کچھ مشکل نہیں، درحقیقت وجہ وہی ہے جو حضرت امام اعظم اور آپکے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ کی مخالفت شدیدہ کی تھی، ان ائمہ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مخالفین ان کے کمالات عالیہ اور دنیا میں مقبولیت پر حسد کی آگ سے جل رہے تھے، کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

محسودون وشر الناس کلهم
من عاش فی الناس یوما غیر محسود

"ان پر حسد کیا جارہا ہے، اور سب لوگوں سے بدترین وہ شخص ہے جس پر کبھی کوئی ایک دن بھی ایسا گزرا ہو جس میں اس پر حسد نہ کیا گیا ہو۔"

اگر صفحہ ۲۷ پر مندرج "درس عبرت" پڑھ کر بھی آنکھوں پر پردۂ تعنت کا یہی حال رہا تو مزید عذاب عظیم کا انتظار کیجئے۔ فتربصوا انا معکم متربصون ؎

ستبدی لك الایام ما کنت جاهلا ویأتیك بالاخبار من لم تزود
ویأتیك بالاخبار من لم تبع له بتاتا ولم تضرب له وقت موعد

عبد الرحیم

۲۷ ربیع الاوّل ۱۴۱۴ ہجری

مسلح پہرہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں :

یہاں پنجاب سے کچھ دوست کراچی گئے اور انھوں نے جمعہ کی نماز حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ کی مسجد میں ادا کی ، وہاں انھوں نے چند نئی چیزیں دیکھیں ، انھوں نے مجھ سے اس بارہ میں سوالات کئے جو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں ، آپ براہ کرم شریعت کی روشنی میں ان سوالات کا تفصیل سے جواب دیجیے ۔

(. . . . . فیصل آباد)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تقدیم میں مذکورہ وجوہ اور سائل کی خواہش کی بناء پر جواب قدرے تفصیل سے لکھا جاتا ہے۔

کیا مسلح پہرہ خلاف توکل ہے؟

اعتراض نمبر ۱:

مفتی صاحب ایک متقی اور اللہ والے انسان ہیں اللہ والوں کی اللہ خود حفاظت کرتا ہے اور اللہ والوں کو اللہ کی ذات پر خوب توکل بھی ہوتا ہے، لیکن حضرت مفتی صاحب نے اپنی حفاظت کے لئے اتنے مسلح باڈی گارڈز رکھے ہوئے ہیں، کیا ان کو اپنے اللہ پر اعتماد اور بھروسہ نہیں؟

دفاعی انتظامات کو خلاف توکل سمجھنا الحاد ہے

جواب:

دشمنانِ اسلام، زنادقہ وملاحدہ سے بچاؤ کے لئے حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کو خلاف توکل سمجھنا بے دینی اور الحاد ہے کوئی صحیح العقل والدماغ مسلمان اسکا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

جہاد و قتال فی سبیل اللہ فرائض قطعیہ بدیہیہ متواترہ میں سے ہے جو بدوں اختیار اسباب وحفاظتی تدابیر واسلحہ کے نہیں ہوسکتا، اس لئے حفاظتی تدابیر کو خلاف توکل سمجھنا درحقیقت جہاد کی فرضیت بلکہ اس کے وجود ہی سے انکار ہے، جہاد و قتال میں اقدام سے زیادہ دفاع کو اہمیت ہے، جو دفاع نہ کرے وہ جہاد کر ہی نہیں سکتا۔

دنیا بھر کے مسلمات میں سے ہے کہ ہر ملک ہر جگہ ہر شعبہ میں اجتماعی وانفرادی تمام محکموں میں حفاظتی تدابیر کو اہمیت دی جاتی ہے۔

اہمیت کے لحاظ سے سب سے مقدم ایمان ہے پھر جان پھر عزت پھر مال، سب سے مؤخر اور گھٹیا چیز مال کی حفاظت کے لئے کتنے جتن اور کیا کچھ اسباب اختیار کئے جاتے ہیں۔

مگر دنیا کا کوئی ذی شعور انسان اسے نہ تو خلاف توکل سمجھتا ہے نہ خلافِ مروت،

شرعاً بھی مال کی حفاظت مأمور بہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

من قتل دون ماله فهو شهید (رواہ احمد فی المسند ص ۲۲۱ ج ۲)

"جو اپنے مال کا دفاع کرتے ہوئے قتل ہو جائے وہ شہید ہے"

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

قاتل دون مالك حتّى تحوز مالك او تقتل فتكون من شهداء الأخرة ۔

(حدیث صحیح رواہ احمد اتحاف العباد ص ۱۲۴)

"اپنے مال کے دفاع میں (قتال کرنا پڑے تو) قتال (بھی) کرو یہاں تک کہ اپنے مال کی حفاظت کر لو یا پھر قتل کر دیئے جاؤ تو تمہیں آخرت میں شہداء کی فہرست میں شمار کر لیا جائے گا"

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله ارأيت ان جاء رجل يريد اخذ مالى قال فلا تعطه مالك قال ارأيت ان قاتلنى قال قاتله قال ارأيت ان قتلنى قال فانت شهيد قال ارأيت ان قتلته قال هو فى النار (صحیح مسلم ص ۸۱ ج ۱)

"ایک صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا :

"اگر کوئی شخص مجھ سے میرا مال چھیننے کی کوشش کرے تو کیا کروں ؟"

آپ نے فرمایا :

"اسے مت دو"

اس نے عرض کیا :

"اگر وہ مجھ سے قتال شروع کر دے تو ؟"

فرمایا :

"تم بھی اس سے قتال کرو"

عرض کیا :

"اگر وہ مجھے قتل کر دے ؟"

فرمایا :

"پھر تم شہید ہو گے"

عرض کیا :

"اگر میں اسے قتل کر ڈالوں ؟"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

فرمایا:

"وہ جہنم میں گیا"

جس اسلام نے سب سے کمتر چیز یعنی مال کی حفاظت کا حکم دیا ہے اس اسلام میں عزت، جان اور ایمان کی حفاظت اور اس کے لئے اختیار اسباب کیسے خلاف توکل ہو سکتے ہیں ع

ایں خیال است و محال است و جنوں

دفاع کی اہمیت اور ترک دفاع کے بھیانک نتائج

فقہاء حنفیہ کے سرخیل امام جصاص رازی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۷۰ھ فرماتے ہیں:

والذی یدل علی ان ھذا الحکم (ترک الدفع) غیر ثابت فی شریعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان الواجب علی من قصدہ انسان بالقتل ان علیہ قتلہ اذا امکنہ وانہ لا یسعہ ترک قتلہ مع الامکان قولہ تعالیٰ: (وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احداھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ) فامر اللہ بقتال الفئۃ الباغیۃ ولا بغی اشد من قصد انسان بالقتل بغیر استحقاق فاقتضت الآیۃ قتل من قصد قتل غیرہ بغیر حق۔

وقال تعالیٰ: (ولکم فی القصاص حیوۃ) فاخبر ان فی ایجاب القصاص حیاۃ لنا لان القاصد لغیرہ بالقتل متی علم انہ یقتص منہ کف عن قتلہ وھذا المعنی موجود فی حال قصدہ لقتل غیرہ لان فی قتلہ احیاء لمن لا یستحق القتل۔

وقال تعالیٰ: (وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ) فامر بالقتال لنفی الفتنۃ ومن الفتنۃ قصدہ قتل الناس بغیر حق (الی ان قال)

وقد روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اخبار مستفیضۃ "من قتل دون نفسہ فھو شھید ومن قتل دون اھلہ فھو شھید ومن قتل دون مالہ فھو شھید" (الی) فاخبر صلی اللہ علیہ وسلم ان الدافع عن نفسہ واھلہ ومالہ شھید ولا یکون مقتولا دون مالہ الا وقد قاتل دونہ ویدل علیہ قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ: "من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان" فامر بتغییر

المنکر بالید واذا لم یمکن تغییرہ الا بقتلہ فعلیہ ان یقتلہ بمقتضی ظاہر قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا نعلم خلافا ان رجلا لو شہر سیفہ علی رجل لیقتلہ بغیر حق ان علی المسلمین قتلہ فکذلک جائز لمن قصد بالقتل قتلہ وقد قتل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ الخوارج حین قصدوا قتل الناس واصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم معہ موافقون لہ علیہ وقد روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم آثار فی وجوب قتالہم (الی) وقد تلقتہا السلف بالقبول واستعملتہا فی وجوب قتالہم وقتالہم وروی ابوبکر بن عیاش قال: حدثنا ابوالاحوص عن سماک عن قابوس بن ابی المخارق عن ابیہ قال: "قال رجل یا رسول اللہ! الرجل یأتینی یرید مالی قال ذکرہ اللہ تعالی قال فان لم یذکر قال استعن علیہ من حولک من المسلمین قال فان لم یکن حولی منہم قال فاستعن علیہ السلطان قال فان نأی عنی السلطان قال قاتل دون مالک حتی تمنع مالک او تکون شہیدا فی الآخرۃ۔

وذہب قوم من الحشویۃ الی ان علی من قصدہ انسان بالقتل ان لا یقاتلہ ولا یدفع عن نفسہ حتی یقتلہ (الی) ولو کان الامر فی ذلک علی ما ذہبت الیہ ہذہ الطائفۃ من حظر قتل من قصد قتل غیرہ ظلما والامساک عنہ حتی یقتل من یرید قتلہ لوجب مثلہ فی سائر المحظورات اذا اراد الفاجر ارتکابہا من الزنا واخذ المال ان نمسک عنہ حتی یفعلہا فیکون فی ذلک ترک الامر بالمعروف والنہی عن المنکر واستیلاء الفجار وغلبۃ الفساق والظلمۃ ومحو آثار الشریعۃ وما اعلم مقالۃ اعظم ضررا علی الاسلام والمسلمین من ہذہ المقالۃ ولعمری انہا ادت الی غلبۃ الفساق علی امور المسلمین واستیلائہم علی بلدانہم حتی تحکموا فحکموا فیہا بغیر حکم اللہ وقد جر ذلک ذہاب الثغور وغلبۃ العدو وحین ترکن الناس الی ہذہ المقالۃ فی ترک قتال الفئۃ الباغیۃ والامر بالمعروف والنہی عن المنکر والانکار علی الولاۃ والجور واللہ المستعان (الی) قال ابوبکر: ذکر ابن رستم عن محمد عن ابی حنیفۃ رحمہما اللہ تعالی انہ قال فی اللص ینقب البیت یسعک قتلہ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم: "من قتل دون مالہ فہو شہید" ولا یکون شہیدا الا ہو مأمور بالقتال ان امکنہ فقد تضمن ذلک ایجاب قتلہ اذا قدر

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

علیہ وقال ایضا فی رجل برید قلع سنّک قال : فلک ان تقتلہ اذا کنت فی موضع لا یعینک الناس علیہ (احکام القرآن للجصاص الرازی ص ۴۰۱ تا ۴۰۳ ج ۲)

وقال الجصاص رحمہ اللہ تعالیٰ : وازالتہ (ای المنکر) بالید تکون علی وجوہ منہا ان لا یمکنہ ازالتہ الا بالسیف وان یأتی علی نفس فاعل المنکر فعلیہ ان یفعل ذلک کمن رأی رجلا قصدہ او قصد غیرہ بقتلہ او باخذ مالہ او قصد الزنی بامرأۃ ونحو ذلک وعلم انہ لا ینتہی ان انکرہ بالقول او قاتلہ بما دون السلاح فعلیہ ان یقتلہ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم : "من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ" فاذا لم یمکنہ تغییرہ بیدہ الا بقتل المقیم علی ہذا المنکر فعلیہ ان یقتلہ فرضا علیہ (احکام القرآن للجصاص ص ۳۱ ج ۲)

وقال الجصاص الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ ایضاً : ولم یدفع احد من علماء الامۃ وفقہائہا سلفہم وخلفہم وجوب ذلک (ای الدفاع) الا قوم من الحشو وجہال اصحاب الحدیث فانہم انکروا قتال الفئۃ الباغیۃ والامر بالمعروف والنہی عن المنکر بالسلاح وسموا الامر بالمعروف والنہی عن المنکر فتنۃ اذا احتیج فیہ الی حمل السلاح وقتال الفئۃ الباغیۃ مع ما قد سمعوا فیہ من قول اللہ تعالیٰ : (فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ) وما یقتضیہ اللفظ من وجوب قتالہا بالسیف وغیرہ (الی) وانما ینکر علی غیر السلطان بالقول او بالید بغیر سلاح فصاروا شرا علی الامۃ من اعدائہا المخالفین لہا لانہم اقعدوا الناس عن قتال الفئۃ الباغیۃ وعن الانکار علی السلطان الظلم والجور حتی ادی ذلک الی تغلب الفجار بل المجوس واعداء الاسلام حتی ذہبت الثغور وشاع الظلم وخربت البلاد وذہب الدین والدنیا وظہرت الزندقۃ والغلو ومذاہب الثنویۃ والخرمیۃ والمزدکیۃ والذی جلب ذلک کلہ علیہم ترک الامر بالمعروف والنہی عن المنکر والانکار علی السلطان الجائر واللہ المستعان (احکام القرآن ص ۳۴ ج ۲)

عبارات بالا میں بیان کئے گئے امور اختصار کیساتھ نمبروار

(۱) دین، جان، عزت ومال پر حملہ کے وقت دفاع فرض ہے۔ اور اس کی فرضیت میں کسی کا اختلاف نہیں۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اعتراض : اگر دفاع فرض ہے تو حضرت ہابیل نے قابیل سے یہ کیوں کہا تھا :

لئن بسطت الیّ یدك لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیك لاقتلك (۵ - ۲۸)

جواب :

ہابیل کے اس قول کا مطلب سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ بیان فرمایا ہے :

معناہ لئن بدأتنی بقتل لم ابدأك به ولم یرد انی لا ادفعك عن نفسی اذا قصدت قتلی۔

فروی انہ قتلہ غیلۃ بان القی علیہ صخرۃ وھو نائم فشدخہ بھا وروی عن الحسن ومجاھد انہ کتب علیھم اذا اراد رجل قتلہ ان یترکہ ولا یدفعہ عن نفسہ، قال ابوبکر: وجائز فی العقل ورود العبادۃ بمثلہ فان کان التأویل ھو الاول فلا دلالۃ فیہ علی جواز ترك الدفع عن نفسہ بقتل من اراد قتلہ وانما فیہ انہ لا یبدأ بقتل غیرہ وان کان التأویل ھو الثانی فھو منسوخ لا محالۃ وجائز ان یکون نسخہ بشریعۃ بعض الانبیاء المتقدمۃ وجائز ان یکون نسخہ بشریعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم۔ (احکام القرآن للجصاص ص ۲۰۱ ج ۲)

اس تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دو جواب دیئے ہیں :

① حضرت ہابیل کا یہ کلام اقدام سے متعلق ہے نہ کہ دفاع سے، یعنی اگر تمہارے دل میں اقدام کا ارادہ ہو تو ہو، میں تو اقدام نہیں کروں گا، یہ مطلب نہیں تھا کہ دفاع بھی نہیں کروں گا، چنانچہ روایات میں ہے کہ ہابیل کو سوتے میں اچانک قتل کیا گیا۔

② اور اگر ہابیل کا مقصد ترک دفاع ہی لیا جائے تو یہ ہماری شریعت میں منسوخ ہو چکا ہے۔

② وجوب دفاع کے دلائل :

① قولہ تعالیٰ : فقاتلوا التی تبغی (۴۹ - ۹)

اور اس سے بڑی کیا بغاوت اور سرکشی ہو سکتی ہے کہ کسی انسان کو ناحق قتل کیا جائے۔

② قولہ تعالیٰ : ولکم فی القصاص حیوٰۃ (۲ - ۱۷۹)

قصاص بھی تو دفاع ہے، جب قاتل کو معلوم ہو جائے کہ مجھے بھی قصاصاً قتل کیا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جائے گا تو وہ اقدام قتل سے باز رہے گا، بالکل یہی صورت حال بوقت قصد قتل بھی ہے کہ دفاع اور مزاحمت کے وجوب کی وجہ سے اسے قتل کیا جاسکتا ہے۔

③ قولہ تعالیٰ : قاتلوھم حتّٰی لاتکون فتنۃ (۲-۱۹۳)

لوگوں کا ناحق قتل کرنا بہت بڑا فتنہ ہے اور دفاع فتنے کا علاج ہے۔

④ حدیث : من قتل دون نفسہ فھو شھید، الخ

یعنی جو نفس، اہل اور مال کی وجہ سے مارا جائے وہ شہید ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ یہ مارا جانا دفاع ہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

⑤ حدیث : من رأی منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ

"جب تم کوئی منکر دیکھو تو اسے اپنے ہاتھ سے بدلو"

دین، جان، عزت اور مال پر حملہ کرنا بہت بڑا منکر ہے، لہٰذا اگر یہ تغییر بدون قتل نہ ہوسکتی ہو تو قتل کرنا ہی متعین اور فرض ہے، بلکہ ہمارے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ اگر کوئی شخص کسی پر ہتھیار سے حملہ آور ہو تو دوسرے مسلمانوں پر حملہ آور کا قتل فرض ہے۔

⑥ حدیث : ایک شخص نے عرض کیا :

"یا رسول اللہ! کوئی میرے مال کو چھیننا چاہے تو میں کیا کروں ؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"اسے نصیحت کرو۔"

صحابی نے عرض کیا :

"اگر وہ نصیحت حاصل نہ کرے تو ؟"

آپ نے فرمایا :

"اس کے خلاف اپنے اردگرد کے مسلمانوں سے مدد لو۔"

صحابی نے عرض کیا :

"اگر وہاں مسلمان نہ ہوں تو ؟"

آپ نے فرمایا :

"بادشاہ وقت سے مدد لو۔"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

صحابی نے عرض کیا :

"یہ بھی نہ ہوسکے تو ؟"

آپ نے فرمایا :

"اپنے مال کے دفاع کے لئے قتال کرو ، یہانتک کہ اپنے مال کو بچالو یا پھر شہید ہوجاؤ۔"

(۷) خوارج نے جب لوگوں کے قتل کا ارادہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو قتل کرایا اور اس عمل سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم متفق تھے۔

(۳) پوری اُمت کے علماء وفقہاء سلف وخلف سب کے سب وجوب دفاع کے قائل ہیں ہاں حشویہ کا ایک گروہ اور ظاہریہ میں سے (بہت ہی) جاہل قسم کے لوگ وجوب دفاع کے قائل نہیں، وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بالسلاح کے منکر ہیں اور اسے فتنہ گردانتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات خوب واضح ہیں کہ فتنہ کو ختم کرنے کے لئے اسلحہ کا استعمال ناگزیر ہے اس میں غفلت دین و دنیا دونوں کی تباہی کا باعث۔

(۴) جو لوگ وجوب دفاع بالسلاح کے قائل نہیں وہ پوری امت کے مجرم ہیں اور اسلام کے دشمن ، ان کے اس ایک جملے نے کہ "دفاع واجب نہیں" امت مسلمہ کو بڑی بڑی تباہیوں اور بربادیوں سے دوچار کردیا ہے۔

(۵) صلحاء پر فسّاق وفجار کا تسلط مجوسیوں اور دیگر اعداء اسلام کا تغلب، سرحدوں کا سکڑجانا، ظلم کا عام ہوجانا، مملکت اسلامیہ کا ویران ہوجانا دین و دنیا کا رخصت ہوجانا، زندقہ والحاد اور مختلف قسم کی گمراہیوں کا ظہور سب دفاع بالسلاح کے چھوڑنے کی وجہ سے ہوا۔

(۶) میرے (امام ابوبکر جصاص رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کے) نزدیک اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے جو کچھ کیا گیا اس میں سب سے زیادہ نقصان دہ یہ کلمہ ہے۔ یعنی ترک دفاع بالسلاح اھ

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

فالعدو الصائل الذی یفسد الدین والدنیا لاشیء اوجب بعد الایمان من دفعہ۔
(اتحاف العباد ص۱۸)

"وہ دشمن جو دین اور دنیا (یعنی دین کی وجہ سے جان) پر حملہ آور ہو تو ایمان کے بعد (فرائض اسلام میں سے) پہلا فرض اس کا دفاع ہے۔"

دشمنان اسلام سے دین واہل دین، بالخصوص علماء حق کی حفاظت کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا فرض اور بلاشبہہ نہایت اہم فرض ہے، اس کی فرضیت اور اختیار اسباب کا خلاف توکل نہ ہونا عقل ونقل، قرآن وحدیث، اجماع، تعامل امت وتعامل خلفاء راشدین سے اس قدر واضح اور بدیہی ہے کہ اس پر دلائل قائم کرنا دوپہر کے وقت چمکتے سورج پر دلائل پیش کرنا ہے مگر "تقدیم" میں مذکورہ وجوہ کے پیش نظر ذیل میں قرآن، حدیث، آثار صحابہ وتابعین، اقوال فقہاء ومجتہدین وتعامل خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی نصوص پیش کی جاتی ہیں۔

ویسے تو قرآن میں دوسو سے زائد آیات جہاد وقتال ہیں اور جہاد وقتال بدون اختیار اسباب نہیں ہوسکتا تاہم یہاں ان میں سے چند آیات نقل کی جاتی ہیں جن میں صراحۃً اختیار اسباب کا حکم ہے۔

دشمنانِ اسلام کیلئے بہتر سے بہتر ہتھیار تیار رکھا کرو

(۱) واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترہبون بہ عدو اللہ وعدوکم واٰخرین من دونہم لا تعلمونہم اللہ یعلمہم (۸-۶۰)

"اور ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہوسکے ہتھیار اور پلے ہوئے گھوڑے اور دوسرا سامان درست رکھو (کیونکہ) اس کے ذریعہ سے تم رعب جمائے رکھوگے ان پر جو کہ اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے، ان کو اللہ ہی جانتا ہے۔"

"اٰخرین من دونہم" کی ایک تفسیر جنات وشیاطین سے کی گئی ہے، اس تفسیر کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں یہ ہے کہ جس گھر میں دین سے دفاع کے لئے اسلحہ ہو اس میں شیطان نہیں آسکتا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حفاظتی تدابیر کا حکم :

(۲) یاایّھا الذین اٰمنوا خذوا حذرکم فانفروا ثبات او انفروا جمیعا (٤-۷۱)

"اے ایمان والو! (پہلے) اپنے بچاؤ کی تدبیر کرو پھر (ان سے مقابلہ کے لئے) متفرق طور پر نکلو یا مجتمع ہوکر"

حفاظت کے لئے اسلحہ و دیگر تدابیر کا حکم :

(۳) ولیأخذوا حذرھم واسلحتھم (۴ - ۱۰۲)

"اور وہ (مسلمان میدان جہاد میں بوقت صلاۃ الخوف) اپنا دفاع اور اسلحہ مضبوط رکھیں"

اسلحہ سے غفلت تباہی و بربادی ہے :

(۴) ودّالذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ (حوالہ بالا)

"یہ کفار چاہتے ہیں کہ تم اپنے اسلحہ و اسباب سے غفلت اختیار کرلو پھر یکبارگی تم پر سخت حملہ کردیں"

پہرے کا حکم :

(۵) یاایھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا (۳ : ۲۰۰)

"اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلے میں ڈٹے رہو اور (اسلام و اہل اسلام کے دفاع کے لئے) پہرہ دو"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا سب سے ممتاز باب جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا ہے، اگر سیرت سے جہاد کو نکال دیا جائے تو سیرت کے چند اوراق بچ جاتے ہیں آٹھ سالہ قلیل عرصہ میں آپ نے ستائیس جنگوں کی بنفس نفیس کمان کی اور ستر سے زائد جنگوں کے منصوبے بنا کر مجاہدین کے لشکر بھیجے، اس سے اندازہ لگائیں کہ اسلام میں دفاع کس قدر اہم ہے۔

ذیل میں چند احادیث و نصوص فقہ لکھی جارہی ہیں جن میں کفر کو دبانے کے لئے اختیار اسباب کا حکم بڑی وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

رائفل اور دیگر فائرنگ کے آلات رکھنے کا حکم :

(۶) عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول : سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی المنبر یقول: واعدّوا لھم ما استطعتم من قوۃ الا ان القوّۃ الرمی الا ان القوّۃ الرمی الا ان القوّۃ الرمی (صحیح مسلم ص ۱۴۳ ج ۲)

"حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سنا :

اور ان کفار کے لئے اپنی استطاعت کے موافق قوت تیار کر کے رکھو، خبردار تیر اندازی ہی (اصل) قوت ہے، خبردار! تیر اندازی ہی قوت ہے، خبردار! تیر اندازی ہی قوت ہے"

فائرنگ سیکھنے کا حکم :

(۷) عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : مرّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی نفر من اسلم ینتضلون فقال ارموا بنی اسمٰعیل فان اباکم کان رامیا وانا مع اسلم بنی فلان الخ (صحیح بخاری ص ۴۰۶ ج ۲)

"حضرت سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر صحابہ کرام کی ایک جماعت پر ہوا جو تیر اندازی کی مشق کر رہی تھی، آپ نے فرمایا : اے بنی اسمٰعیل! تیر اندازی کیا کرو، تمہارے ابا (حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بھی) بڑے (ماہر) تیر انداز تھے"

تیر اندازی (فائرنگ) کا ہنر بڑے نفع کی چیز ہے :

(۸) عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفعہ قال علیکم بالرمی فانہ خیرا ومن خیر لھوکم - رواہ البزار والطبرانی فی الاوسط وسندھما جید قوی -

(الترغیب للمنذری ص ۲۷۸ ج ۲)

"حضرت سعد (فن تیر اندازی کے سرخیل) رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں :

اپنے اوپر تیر اندازی کو لازم کر لو کیونکہ تیر اندازی بڑے نفع کی چیز ہے"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

فائرنگ سیکھ کر بھلا دینا یا چھوڑ دینا نافرمانی ہے :

(۹) عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من علم الرمی ثم ترکہ فلیس منا او قد عصی (صحیح مسلم ص ۱۴۳ ج ۲)

« حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: جس نے تیر اندازی سیکھی پھر اسے چھوڑ دیا تو وہ ہم میں سے نہیں، یا آپ نے یہ فرمایا کہ اس نے نافرمانی کی »

فائدہ :

تیر اندازی کے فضائل بے شمار ہیں، حضرت والا کے "سفرنامہ جہاد افغانستان" میں اس پر مستقل باب رکھا گیا ہے جس میں بیسیوں احادیث مع ترجمہ منقول ہیں، یہ سفرنامہ (مفصل) کتابت کے آخری مراحل میں ہے۔

پہرے کے فضائل :

(۱۰) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : عینان لا تمسھما النار عین بکت من خشیۃ اللہ وعین باتت تحرس فی سبیل اللہ ۔ (رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن غریب ص ۲۵۴)

« حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا :

دو آنکھیں ایسی ہیں جن کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی، دوسری وہ آنکھ جو رات بھر جہاد میں پہرہ دیتی اور جاگتی رہی »

شب قدر سے افضل رات

(۱۱) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : الا اخبرکم لیلۃ افضل من لیلۃ القدر حارس حرس فی ارض خوف لعلہ ان لا یرجع الی اھلہ ۔ (رواہ الحاکم وقال : صحیح علی شرط الشیخین ووافقہ الذھبی)

« حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

نے ارشاد فرمایا:

کیا میں تم کو ایسی رات نہ بتاؤں جو (ثواب کے اعتبار سے) لیلۃ القدر سے (بھی) افضل ہے (یعنی وہ رات جس میں) پہریدار ایسے خوفناک علاقہ میں پہرہ دے جہاں اس کی زندگی خطرہ میں ہو۔"

فائدہ:

جہاد میں پہرے کے بڑے فضائل ہیں، حضرت اقدس کے "سفرنامہ جہاد افغانستان" میں اس پر مستقل رسالہ ہے جو بیس سے زائد صحیح حدیثوں پر مشتمل ہے۔

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت مسلح محافظ

ایسا منظر جس کی نظیر آسمان و زمین پیش کرنے سے عاجز:

(۱۲) عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس واجود الناس واشجع الناس قال وقد فزع اهل المدينة ليلة سمعوا صوتا قال فتلقاهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی فرس لابی طلحة عری وهو متقلد سيفه فقال لم تراعوا لم تراعوا ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجدته بحرا يعنی الفرس۔

(صحیح بخاری ص ۴۲۶ ج ۱)

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کے حسینوں سے زیادہ حسین اور دنیا بھر کے سخیوں سے زیادہ سخی اور دنیا بھر کے بہادروں سے زیادہ بہادر تھے (اس کا مشاہدہ جنگوں کے علاوہ بے شمار مواقع میں ہوتا رہا من جملہ ان کے یہ ہے کہ) ایک رات اہل مدینہ کسی خوفناک آواز پر گھبرا اُٹھے، مقابلہ کے لئے خطرہ کی طرف نکلے تو (کیا دیکھتے ہیں کہ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہیں گلے میں اپنی تلوار پہنے خطرہ کا جائزہ لے کر واپس تشریف لا رہے ہیں اور فرماتے جا رہے ہیں مت گھبراؤ، مت گھبراؤ (یعنی میں دیکھ آیا ہوں ڈرنے کی بات نہیں) پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے اس گھوڑے کو چلنے میں سمندر (کی طرح) پایا۔"

صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھوڑے پر زین

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کے بغیر تھے، محدثین کہتے ہیں کہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ماہر گھڑ سوار تھے نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امیر لشکر بذات خود بھی حالات کا جائزہ لے۔

کیا مسلح پہرہ خلاف سنت ہے؟

اعتراض نمبر ۲ :

مسلح پہرہ خلاف سنت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلح پہرہ داروں کا رکھنا کہیں پڑھا نہ سنا، فرمان الٰہی ہے :

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

"اللہ کے رسول تمہارے لئے (تمام حالات میں) بہترین نمونہ ہیں"۔

اور ارشاد نبوی ہے : علیکم بسنتی

"میری سنت کو لازم پکڑو"

کیا علماء کے لئے یہ حکم نہیں؟

مسلح پہرہ کو خلاف سنت سمجھنا جہالت ہے

جواب :

یہ سمجھنا کہ مسلح پہرہ خلاف سنت ہے اور یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں مسلح پہرہ نہیں احادیث کا انکار، حقائق کی تکذیب یا پھر پرلے درجے کی جہالت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور سیرت کی کتابیں اور جہاد کی احادیث مسلح پہرہ سے پُر ہیں، اب ان میں سے چند احادیث پیش کی جاتی ہیں، قارئین احادیث "حراست" پڑھ کر ایک مرتبہ سوال کی عبارت پھر پڑھیں تاکہ صورت سوال کی سنگینی کا اچھی طرح احساس ہو سکے ع

شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

آج ہماری پہریداری کون کریگا :

(۱۳) عن ابی ریحانۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ فاتینا ذات یوم علی شرف فبتنا علیہ فاصابنا برد شدید

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حتّی رأیت من یحفر فی الارض حفرۃ یدخل فیھا ویلقی علیہ الحجفۃ یعنی الترس فلما رأی ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الناس قال من یحرسنا اللیلۃ وادعولہ بدعاء یکون فیہ فضل فقال رجل من الانصار انا یارسول اللہ قال ادنہ فدنا فقال من انت فنتسمی لہ الانصاری ففتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالدعاء فاکثر منہ قال ابوریحانۃ فلما سمعت ما دعا بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت انا رجل آخر قال ادنہ فدنوت فقال من انت فقلت ابوریحانۃ فدعالی بدعاء وھو دون ما دعا للانصاری ثم قال حرمت النار علی عین دمعت او بکت من خشیۃ اللہ وحرمت النار علی عین سھرت فی سبیل اللہ عزوجل الخ رواہ احمد واللفظ لہ ورواتہ ثقات للنسائی ببعضہ والطبرانی فی "الکبیر" و"الاوسط" والحاکم، وقال: صحیح الاسناد (الترغیب للمنذری ص ۲۵۱ ج ۲)

"حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ایک جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات بسر کرنے ایک اونچی جگہ پر ٹھہرے، بہت سخت سردی تھی اتنی کہ سردی سے بچاؤ کے لئے مجاہدین گڑھے کھود کر سر پر ڈھال رکھے زمین میں گھسنے لگے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کا یہ حال دیکھا تو فرمایا:

"آج ہماری پہریداری کون کرے گا؟ میں اس کے لئے بڑی فضیلت کی دعا کروں گا"

ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں پہرہ دونگا، فرمایا قریب ہو جاؤ، وہ قریب ہو گئے، فرمایا تم کون ہو؟ انصاری نے تعارف کروایا پھر آپ نے انصاری کے لئے دعا شروع کی اور بہت زیادہ دعائیں دیں، ابوریحانہ کہتے ہیں دعائیں سن کر (میرے منہ میں بھی پانی بھر آیا) میں نے عرض کیا کہ میں بھی پہرہ دونگا، آپ نے قریب بلا کر دریافت فرمایا تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا ابوریحانہ، پھر آپ نے میرے لئے بھی دعائیں فرمائیں مگر انصاری کی بنسبت کم، پھر فرمایا جہنم کی آگ اس آنکھ پر حرام کر دی گئی جو اللہ کے خوف سے روئی اور اس آنکھ پر بھی جو جہاد میں جاگی (یعنی پہرہ دیا)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

آج رات ہمارا محافظ کون ہوگا؟ :

(۱۴) عن سھل بن الحنظلیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہم ساروا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین (الی) ثم قال: من یحرسنا اللیلۃ؟ قال انس بن ابی مرثد الغنوی انا یا رسول اللہ (الی) فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استقبل ھذا الشعب حتی تکون فی اعلاہ ولا نغرّن من قبلک اللیلۃ۔ (الی) فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ھل نزلت اللیلۃ قال لا الا مصلیا او قاضی حاجۃ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: قد اوجبت فلا علیک ان لا تعمل بعدھا۔ رواہ ابوداؤد والنسائی، الترغیب للمنذری ص ۲۵۲ ج ۲، واخرجہ البیھقی وابونعیم کما فی المنتخب (حیاۃ الصحابۃ ص ۸۸ ج ۲)

"حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "غزوۂ حنین" میں ایک شب فرمایا:

"آج کی رات ہمارا محافظ کون ہوگا؟"

انس بن مرثد غنوی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں پہرہ دونگا، آپ نے فرمایا فلاں جگہ کے بالائی حصہ پر پہرہ دو اور دیکھنا تمہاری جانب سے ہم کہیں دشمن سے دھوکہ نہ کھا جائیں (بوقت صبح) آپ نے پہریدار سے پوچھا: تم رات میں گھوڑے سے نیچے بھی اترے؟ عرض کیا نہیں۔ مگر نماز اور قضاء حاجت کے لئے، آپ نے فرمایا "تم نے جنت واجب (الاٹ) کرالی، آج کے بعد تم کوئی نیک کام نہ بھی کرسکے تو پروا نہیں"

آج رات ہمارا پہریدار کون ہوگا؟ :

(۱۵) عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وفیہ) فقال: من یکلؤنا لیلتنا؟ فانتدب رجل من المھاجرین ورجل من الانصار قال فکونا بفم الشعب قال فلما خرج الرجلان الی فم الشعب اضطجع المھاجری وقام الانصاری یصلی واتی الرجل فلما رأی شخصہ عرف انہ ربیئۃ للقوم فرماہ بسہم فوضعہ فیہ فنزعہ حتی رماہ بثلاثۃ اسھم ثم رکع وسجد ثم انبہ صاحبہ فلما عرف انہم قد نذروا بہ ھرب فلما رأی المھاجری ما بالانصاری من الدم قال سبحان اللہ الا انبھتنی اول ما رمی قال کنت

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

فی سورۃ اقرؤھا فلم احب ان اقطعھا (سنن ابی داؤد ص۲۰ ج۱)

واخرج ابن اسحق وغیرہ : وھما عمار بن یاسر وعباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنھما (حیاۃ الصحابۃ ص۹۰ ج ۲)

"ایک غزوہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :"

"آج کی رات کون ہماری پہریداری کریگا ؟"

آپ کی اس آواز پر ایک مہاجر اور ایک انصاری نے لبیک کہی آپ نے فرمایا :

"دونوں اس گھاٹی کے منہ پر پہرہ دو"

جب دونوں گھاٹی کے منہ پر پہنچ گئے تو مہاجر لیٹ گئے اور انصاری نماز میں مشغول ہوگئے، دشمن نے انکے تیر مارا جوان کے جسم میں پیوست ہوگیا، انھوں نے اس کو کھینچ کر نکالدیا، حتی کہ ان کو تین تیر لگے، اس کے باوجود انھوں نے نماز پوری کر کے اپنے ساتھی کو جگایا تو دشمن بھاگ گیا، مہاجر نے انصاری پر خون دیکھا تو کہا : "سبحان اللہ ! آپ نے مجھے پہلا ہی تیر لگنے پر کیوں نہیں جگایا ؟" انھوں نے کہا : "میں ایک سورت پڑھ رہا تھا اس کو درمیان میں چھوڑنا پسند نہ کیا"

یہ دو خوش نصیب حضرت عمار بن یاسر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے"

صدیق اکبر نبوت کے محافظ، زالی شان

(۱۶) عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال ایھا الناس اخبرونی من اشجع الناس ؟ قالوا انت یا امیر المؤمنین قال اما انی ما بارزت احدا الا انتصفت منہ ولکن اخبرونی باشجع الناس قالوا لا نعلم فمن ؟ قال ابوبکر، انہ لما کان یوم بدر جعلنا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عریشا فقلنا من یکون مع رسول اللہ لئلا یھوی الیہ احد من المشرکین فواللہ ما دنا منہ احد الا ابوبکر شاھرا بالسیف علی رأس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یھوی الیہ احد الا اھوی الیہ فھذا اشجع الناس - اخرجہ البزار، المجمع ص ۴۶ ج ۹ (حیاۃ الصحابۃ ص ۱۲۴ ج ۲)

"ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگو ! بتاؤ سب

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سے بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا امیر المؤمنین آپ ہی ہیں، فرمایا نہیں، بتاؤ سب سے بہادر کون ہیں؟ لوگوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں آپ ہی ارشاد فرمائیں، فرمایا:

ابوبکر

(اس کی دلیل یہ ہے کہ) غزوۂ بدر کے دن ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھپر بنا دیا تھا پھر ہم نے اعلان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بطور محافظ کون ہوگا؟ اللہ کی قسم کسی نے بھی اس خطرناک کام کے لئے حامی نہیں بھری سوائے ابوبکر کے، ابوبکر تلوار سونتے آپ کے سر پر چاق چوبند کھڑے پہرہ دیتے رہے، جب بھی کوئی مشرک آپ کی طرف آنا چاہتا حضرت ابوبکر اس پر (عقاب کی طرح) جھپٹ پڑتے اور اسے مار بھگاتے۔"

عمر فاروقؓ نبوتؐ کے مسلح محافظ

(۱۷) قال الامام المحدث الحافظ الثقة الثبت عمر بن شبة النمیری البصری ۱۷۳ھ ۲۶۲ھ
حدثنا حرمی بن عمارة (قال ابن معین صدوق کما فی الخلاصة للخزرجی ص۶۵)
عن محمد بن ابراهیم الهاشمی۔

عن ادریس الاودی عن ابیه قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا صلی فی الحجر قام عمر بن الخطاب علی رأسه بالسیف (تاریخ المدینة لابن شبة ج۳ ص۳۰)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حطیم میں نماز ادا فرماتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار سونتے آپ کے سر پر کھڑے پہرہ دیا کرتے۔"

فتح مکہ میں نبوت کے محافظ:

(۱۸) عن هشام عن ابیه: لما سار رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عام الفتح فبلغ ذلك قریشا خرج ابوسفیان بن حرب وحکیم بن حزام وبدیل ابن ورقاء یلتمسون الخبر (الی) فرأهم ناس من حرس رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فادرکوهم فاخذوهم فاتوا بهم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فاسلم ابوسفیان الخ

(صحیح بخاری ص۶۱۳ ج۲)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ میں ابھی مکہ نہیں پہنچے تھے کہ اہل مکہ کو آپ کے حملہ اور لشکر کشی کا علم ہوگیا، قریش کے سردار ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا تینوں لشکر اسلام کا جائزہ لینے نکلے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظوں نے ان کو دیکھ لیا، محافظین ان کو پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ ابوسفیان فوراً مشرف باسلام ہوئے" الخ

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

"بعض روایات میں ہے کہ ان محافظوں میں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے"

مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مسلح پہرہ

(۱۹) بوب الامام البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ بباب الحراسۃ فی الغزو فی سبیل اللہ ثم روی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تقول: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سہر فلما قدم المدینۃ قال لیت رجلا من اصحابنا صالحا یحرسنی اللیلۃ اذ سمعنا صوت سلاح فقال من ھذا فقال انا سعد بن ابی وقاص جئت لاحرسک فنام النبی صلی اللہ علیہ وسلم (وفی روایۃ) حتی سمعنا غطیطہ (صحیح البخاری باب الحراسۃ ص ۴۰۴ ج ۱ و باب التمنی ص ۱۰۷۴ ج ۲، وزاد ابن شبۃ: سہر فقلت مالک یا رسول اللہ الخ، تاریخ المدینۃ ص ۳۰۰ ج ۱، صحیح مسلم ص ۲۸۰ ج ۲)

قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ: وفی الحدیث الاخذ بالحذر والاحتراس من العدو وان علی الناس ان یحرسوا سلطانہم خشیۃ القتل وفیہ الثناء علی من تبرع بالخیر وتسمیۃ صالحا وانما عانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذلک مع قوۃ توکلہ للاستنان بہ فی ذلک وقد ظاہر بین درعین مع انہم کانوا اذا اشتد البأس کان امام الکل وایضا فالتوکل لاینافی تعاطی الاسباب لان التوکل عمل القلب وھی عمل البدن وقد قال علیہ الصلاۃ والسلام اعقلہا وتوکل الخ (فتح الباری ص ۶۱ ج ۶)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جاگتے رہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ فکرمند کیوں ہیں؟ فرمایا کاش میرے صحابہ میں سے کوئی رجل صالح مجھ پر پہرہ دیتا، اتنے میں ہم نے ہتھیار کی آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: کون ہیں؟ عرض کیا: سعد بن ابی وقاص ہوں (ایک روایت میں ہے کہ میں نے اپنے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خطرہ محسوس کیا) پہرہ کے لئے حاضر ہوا ہوں، اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے اطمینان سے سوئے کہ ہم نے آپ کے خراٹے سُنے"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مسائل ثابت ہوئے:

(۱) حفاظتی تدابیر اختیار کرنا۔
(۲) دشمن سے دفاع کے لئے پہرہ دینا۔
(۳) لوگوں پر اپنے بڑوں کی حفاظت کا لازم ہونا۔
(۴) پہرہ دینے والے کا لائق ثنا رہونا۔
(۵) پہریدار کو لسانِ نبوت سے "صالح" کا لقب عطا رہونا۔
(۶) دوسروں کا اس سنت نبویہ پر عمل پیرا ہونا۔
(۷) اختیار اسباب کا توکل کے خلاف نہ ہونا۔

مدینہ میں قیس بن سعد کی پہریداری کا معمول:

(۲۰) عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ان قیس بن سعد کان یکون بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلۃ صاحب الشرطۃ من الامیر (صحیح البخاری ص ۱۰۵۹ ج ۲، جامع الترمذی ص ۵۴۸ ج ۱، ورواہ ابن حبان فی "صحیحہ"، فتح الباری ص ۱۱۹ ج ۱۳، نیل الاوطار ص ۲۸۱ ج ۸)

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (یا آگے آگے) بطور محافظ رہا کرتے تھے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب قائم فرمایا:

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

باب احتراز المصطفی من المشرکین فی مجلسہ اذا دخلوا

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکین سے حفاظت کا بندوبست کرنا۔

(فتح الباری، نیل الاوطار جلد و صفحہ بالا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے نیزہ بردار:

(۲۱) باب حمل العنزۃ والحربۃ بین یدی الامام یوم العید

"عید کے دن امام کے آگے آگے نیزہ اٹھا کر چلنے کا بیان"

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یغدو الی المصلی والعنزۃ بین یدیہ تحمل وتنصب بالمصلی بین یدیہ فیصلی الیھا (صحیح بخاری ص ۱۳۳ ج ۱)

وعنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا خرج یوم العید امر بالحربۃ فتوضع بین یدیہ فیصلی الیھا والناس وراءہ وکان یفعل ذلک فی السفر فمن ثم اتخذھا الامراء (صحیح بخاری ص ۷۱ ج ۱)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے روز نماز کے لئے تشریف لے جاتے تو ساتھ نیزہ اٹھانے کا حکم فرماتے، نیزہ بردار آپ کے آگے آگے ہوتا پھر اسی نیزہ سے سترہ کا کام (بھی) لیا جاتا، حکام کا مروجہ طریقہ اسی سنت سے ماخوذ ہے"

قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ: وفی الحدیث الاحتیاط للصلاۃ واخذ الۃ دفع الاعداء لاسیما فی السفر (فتح الباری ص ۴۷۳ ج ۱)

جبل حدیث حافظ ابن حجر شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں:

"اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ باہر جاتے ہوئے دشمنوں سے دفاع کے لئے ہتھیار ساتھ ہونا چاہئے اور سفر میں بطور خاص اس کا اہتمام کرنا چاہیئے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے لٹھ بردار:

(۲۲) قال ابن شیبۃ حدثنا عبید اللہ بن رجاء قال: حدثنا المسعودی عن القاسم قال: کان عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یلبس النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعلیہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ثم یأخذ العصا فیمشی امامہ الخ (تاریخ المدینۃ ص ۳۰۳ ج ۱)

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلین شریف پہناتے پھر آپ کا عصائے مبارک لیکر آگے آگے چلتے الخ"

منبر رسول پر بلال حبشی کی پہریداری کا دلکش نظارہ :

عن الحارث بن حسان قال : قدمت المدینۃ فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قائما علی المنبر وبلال قائم بین یدیہ متقلد سیفہ واذا رأیۃ سوداء فقلت : من ھذا فقال : ھذا عمرو بن عاص قدم من غزاۃ (سنن ابن ماجۃ ص ۲۰۲)

(۲۳) قال ابن شبۃ عن الحارث بن حسان البکری قال : قدمت المدینۃ فاذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر واذا بلال متقلد بالسیف واذا رأیات سود فقلت : ماھذہ الرأیات قالوا : ھذا عمرو بن العاص قدم من غزوۃ ذات السلاسل (تاریخ المدینۃ ص ۳۰۱ ج ۱)

"حضرت حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو میں نے یہ منظر دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں اور (ساتھ) بلال گلے میں تلوار لٹکائے کھڑے ہیں، کچھ سیاہ جھنڈے ہیں، میں نے لوگوں سے پوچھا یہ جھنڈے کیا ہیں؟ لوگوں نے بتایا : یہ حضرت عمرو بن العاص ہیں جو "غزوۂ ذات السلاسل" سے واپس لوٹے ہیں، (یہ جھنڈے ان کے مجاہدین کے ہیں)"

ریاض الجنہ میں اسطوانۂ حارس :

(۲۴) قال العلامۃ السمھودی رحمہ اللہ تعالیٰ : ومنھا اسطوان الحرس ویسمی اسطوان امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال یحیی : ..... قال جعفر بن عبداللہ بن الحسین : ان ھذہ المحرس کان علی بن ابی طالب یجلس فی صفحتھا التی تلی القبر مما یلی باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحرس النبی صلی اللہ علیہ وسلم (وفاء الوفاء ص ۴۸۴ ج ۱)

"مسجد نبوی میں "ریاض الجنہ" کے ستونوں میں ایک ستون "اسطوان المحرس" یا "اسطوان امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ" کے نام سے مشہور ہے اس لئے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا کرتے تھے۔"

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان :

(۲۵) عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت : کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحرس حتی نزلت ھذہ الآیۃ (واللہ یعصمک من الناس) رواہ الترمذی قال الحافظ : واسنادہ حسن (فتح الباری ص ۶۰ ج ۶)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہرہ کا معمول آیت واللہ یعصمک من الناس کے نزول تک برقرار رہا۔"

مدینہ طیبہ میں باری باری صحابہ کرام کا پہرہ دینا :

(۲۶) عن محمد بن کعب القرظی قال : کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتحارسہ اصحابہ فانزل اللہ تعالیٰ (یا یھا الرسول ..... الخ)"

(۲۷) عن عبداللہ بن شقیق : ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتقبہ ناس من اصحابہ فلما نزلت (واللہ یعصمک من الناس) خرج فقال یا یھا الناس الحقوا بملاحقکم فان اللہ قد عصمنی۔

(تاریخ المدینۃ ص ۳۰۴ ج ۱، تفسیر الطبری ص ۱۹۹ ج ۶)

"حضرت محمد بن کعب اور عبداللہ بن شقیق رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر باری باری پہرہ دیا کرتے تھے، جب آیت واللہ یعصمک من الناس نازل ہوگئی تو آپ نے (حجرۂ مبارکہ) سے نکل کر ارشاد فرمایا : لوگو ! اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ بیشک اللہ نے میری حفاظت کا وعدہ فرمالیا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کے وقت صحابہ کا اردگرد پہرہ دینا

(۲۸) واخرج ابو نعیم فی الدلائل عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاینام الا ونحن حولہ من مخافۃ الغوائل حتی نزلت آیۃ العصمۃ (الدر المنثور ص ۳۹۸ ج ۲)

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطرہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کے پیش نظر اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک کہ ہم آپ کے
ارد گرد نہ آجاتے، یہ معمول آیت "عصمت" کے نزول تک رہا"

آپکے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی محافظین میں :

(۲۹) واخرج الطبرانی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: کان العباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیمن یحرسہ فلما نزلت (واللہ یعصمک من الناس) ترک الحرس ۔ (تفسیر المظہری ص ۱۴۵ ج ۳)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بھی آپ کے
محافظوں میں تھے آیت "عصمت" کے نزول پر پہرہ چھوڑ دیا گیا"

(۳۰) واخرج ایضا عن عصمۃ بن مالک الخطمی رضی اللہ عنہ قال: کنا نحرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باللیل حتی نزلت (واللہ یعصمک من الناس) فترک الحرس (تفسیر المظہری ص ۱۴۵ ج ۳)

"حضرت عصمۃ بن مالک خطمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رات میں حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہرہ دیا کرتے تھے پھر جب آیت واللہ یعصمک
من الناس نازل ہوئی تو پہرہ ترک کر دیا گیا"

(۳۱) عن الادرع السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: جئت لیلۃ احرس النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا رجل قراءتہ عالیۃ الخ (سنن ابن ماجۃ ص ۱۱۲)

حضرت ادرع سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کا پہرہ دینے حاضر ہوا تو وہاں ایسا شخص پایا جس کی قرارت بلند تھی
پھر اسکا انتقال ہوگیا، جنازہ اٹھایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اس کے ساتھ نرمی (واکرام) کا معاملہ کرو، اللہ نے بھی اسکے ساتھ نرمی کی ہے
کیونکہ یہ اللہ اور اسکے رسول سے (بڑی) محبت رکھتا تھا، پھر جب اسکے لئے
قبر کھودنے لگے تو آپ نے فرمایا اس کی قبر (ذرا) وسیع کر دو اللہ نے اس پر وسعت
کی ہے .... یہ اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ (بڑی) محبت رکھتا تھا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان :

(۳۲) عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

یحرسه اصحابه فقمت ذات لیلة فلم أره فی منامه فاخذنی ما قدم وما حدث فذهبت انظر فاذا انا بمعاذ قد لقی الذی لقیت ....." الخ

(مسند احمد ص ۴۰۴ ج ۴ الفتح الربانی ص ۱۳۱ ج ۲۴)

"حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا کرتے تھے، ایک رات پہرہ کی غرض سے در دولت پر حاضر ہوا تو آپ کو اپنی خواب گاہ میں نہ پاکر بڑا پریشان ہوا اور نئے پرانے خطرات کے خیالات نے مجھے گھیر لیا، میں آپ کو ادھر ادھر ڈھونڈنے نکلا تو میری ملاقات حضرت معاذ بن جبل سے ہوئی، معلوم ہوا وہ بھی پہرہ کے لئے آئے تھے اور آپ کو ڈھونڈنے میں پریشان و سرگرداں ہیں۔

خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے محافظ:

(۳۳) ان عمر بن عبد العزیز رحمه الله غدا یوم عرفة من منی فسمع التکبیر عالیا فبعث الحرس یصیحون فی الناس ایها الناس انها التلبیة۔

(موطأ مالك ص ۳۴۹)

خلیفہ عادل و راشد امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ذی الحجہ کی نویں کو منیٰ کی صبح کے وقت لوگوں کو بلند آواز سے تکبیر کہتے سنا، آپ نے اپنے محافظین کو بھیج کر یہ اعلان فرمایا:

لوگو! یہ تلبیہ پڑھنے کا وقت ہے (خالی تکبیر کا نہیں)"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمارے اخر عمر تک رہا

قال بیہقی الوقت القاضی ثناء الله الفانی فتی رحمه الله تعالیٰ: قیل: نزلت هذه الآیة بعدما شج رأسه، لان سورة المائدة من آخر القرآن نزولا۔

وقال المحدث الشهیر والمفسر الکبیر الحافظ ابن کثیر رحمه الله تعالیٰ: والصحیح ان هذه الآیة مدنیة بل هی من اواخر ما نزل الله بها والله اعلم

(تفسیر ابن کثیر ص ۷۹ ج ۲)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وقال العلامة القسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ : وھو (ای قولہ یحرس حتی نزلت) یقتضی انہ لم یحرس بعد ذلک بناء علی سبق نزول الآیة لکن ورد فی عدة اخبار انہ حرس فی بدر واحد والخندق ورجوعہ من خیبر وفی وادی القریٰ وعمرة القضیة وفی حنین فکان الآیة نزلت متراخیة عن وقعة حنین الخ

(ارشاد الساری ص ۸۶ ج ۵)

حافظ ابن کثیر اور قاضی صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ کی تصریحات بالا سے ثابت ہوا کہ آیۃ واللہ یعصمک من الناس ان آیتوں میں سے ہے جن کا نزول بالکل آخر میں ہوا جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہرہ کا معمول اواخر عمر تک رہا۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق بھی پہرہ "غزوۂ حنین" تک ثابت ہے جو اس کی دلیل ہے کہ آیت "غزوہ حنین" کے بعد اتری ہے

اس تمام تر تفصیل کا حاصل یہ ہوا کہ نزول آیت پہرہ کے معمول کے لئے ناسخ ہے مگر مشہور مفسر و محدث علامہ قرطبی رحمہ اللہ اس رائے سے متفق نہیں، وہ فرماتے ہیں :

"لیس فی الآیة ما ینافی الحراسة کما ان اعلام اللہ بنصر دینہ واظہارہ ما یمنع الامر بالقتال واعداد العدد وعلی ھذا فالمراد العصمة من القتلة والاضلال او ازھاق الروح" (فتح الباری ص ۶۱ ج ۶، عمدۃ القاری ص ۱۷۰ ج ۱۴)

یعنی جس طرح اللہ کا یہ وعدہ کہ ہم دین اسلام کو غالب کر کے رہیں گے فی سبیل اللہ کے معارض نہیں، اسی طرح یہ آیت بھی "حراست" (پہرہ) کے منافی نہیں، آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فتنہ وغیرہ سے بچائیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظین

تفصیل مذکور سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور پہریداری کی سعادت عظمیٰ باری باری سب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاصل کرتے تھے لیکن بعض حضرات کو یہ دولت خصوصی طور سے میسر آئی وہ خوش قسمت جاں نثار یہ ہیں :

(۱) امیر المؤمنین حضرت ابوبکر (۲) امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق
(۳) امیر المؤمنین حضرت علی (۴) حضرت زبیر بن العوام

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۵) حضرت عباس (۶) حضرت سعد بن ابی وقاص
(۷) حضرت ابو طلحہ (۸) حضرت عبداللہ بن مسعود
(۹) حضرت بلال (۱۰) حضرت ابوذر غفاری
(۱۱) حضرت سعد بن معاذ (۱۲) حضرت حذیفہ
(۱۳) حضرت عمار (۱۴) حضرت ابو ایوب
(۱۵) حضرت محمد بن مسلمہ (۱۶) حضرت قیس بن سعد
(۱۷) حضرت عباد بن بشر (۱۸) حضرت انس بن مرثد
(۱۹) حضرت ابو ریحانہ (۲۰) حضرت ذکوان بن عبد قیس
(۲۱) حضرت عصمۃ بن مالک خطمی (۲۲) حضرت ادرع سلمی
(۲۳) حضرت محجن بن ادرع رضی اللہ عنہم اجمعین وارضاہم

(ارشاد الساری، حاشیۂ صحیح بخاری کتاب التمنی، فتح الباری، عمدۃ القاری، تفسیر مظہری، درمنثور، طبری، تاریخ مدینہ، حیاۃ الصحابۃ)

اسلحہ اور دہشت گردی

اعتراض نمبر ۳:

دارالافتاء والارشاد میں اسلحہ کی نمائش اور اس کا خوب مظاہرہ ہوتا ہے علماء کے پاس اسلحہ ہونا دین کے لئے فتنہ اور دین کی رہی سہی عظمت کو خاک میں ملانے کے مترادف ہے آج اسلحہ غنڈوں اور بدمعاشوں کا شعار بن چکا ہے جس کی وجہ سے علماء کے پاس اسلحہ کا ہونا درحقیقت مسلمانوں کو دین سے مزید متنفر کرنا ہے۔

اسلحہ سے نفرت درحقیقت قرآن و حدیث و سنت نبویہ سے نفرت ہے

جواب:

مسلمانوں پر یہ دور بھی آنے والا تھا جب اسلحہ جیسی عزت، نعمت و محبوب چیز کو

(۱) جو اللہ اور اسکے رسول کا حکم قطعی ہے۔
(۲) جو اسلام کی عزت و عظمت بھی ہے اور قوت و طاقت بھی۔
(۳) جس سے نبی کو والہانہ عقیدت و محبت تھی۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۴) جو نبی کی میراث تھی۔
(۵) جسے صحابہ کرام اپنے تن سے رات میں بھی جدا نہیں کرتے تھے۔
(۶) جس کی مشق مسجد نبوی کے اندر ہوتی تھی۔
(۷) جس کی خیرات مسجد نبوی کے اندر ہوا کرتی تھی۔
(۸) جس کو مسجد میں لانے کے آداب خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بتایا کرتے تھے۔

قابل نفرت اور اسے دہشت گردی کی علامت سمجھنے لگیں گے عزت کو ذلت اور بلندی کو پستی تصور کرنے لگیں گے۔

ایسے لوگ اگر مخلص ہیں تو ان کو ذرا سے غور سے خوب احساس ہو جائے گا کہ اسلحہ کو غنڈہ گردی اور دہشت گردی کی علامت سمجھنے اور کہنے میں بلاشبہہ ایمان خطرہ میں ہے۔

پھر یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ غنڈے اور بدمعاش تو اس عظیم چیز کو حاصل کر کے اسے دین کے خلاف استعمال کریں اور نبی السیف (تلوار والے نبی) کے اُمتی کہلانے والے اسے چھوڑ کر اسے نفرت و ذلت سمجھنے لگیں۔

کیا اگر بدمعاش لوگ نماز روزہ کر کے اس سے غلط مقاصد نکالنے لگیں تو یہ عقلمندی ہوگی کہ دوسرے مسلمان نماز روزہ چھوڑ کر بیٹھ جائیں اور نماز روزہ کو بدمعاشی اور غنڈہ گردی کہنے لگیں؟

اسلحہ رکھنے کے بارے میں آیات تو کچھ گزر چکی ہیں اب چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

دفاع و جہاد کے آلات اور ہتھیار رکھنے کے فضائل

گھوڑے پر خرچ کرنا صدقہ کرنے کے لئے ایسا ہاتھ پھیلانا ہے جو کبھی بند نہ ہو:

(۳۴) عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: المنفق علی الخیل کالباسط یدہ بالصدقۃ لا یقبضھا (سنن ابی داؤد ص۱۱۳ ج۲)

"حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا: گھوڑے پر خرچ کرنے والا ایسا ہے جیسے کسی نے صدقہ کرنے کے لئے ہاتھ ایسا پھیلا دیا ہو کہ وہ اسے بند ہی نہیں کرتا۔"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جہاد کے گھوڑے کی لید اور پیشاب میزان قیامت میں نماز روزہ کیساتھ

(۳۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من احتبس فرسا فی سبیل اللہ ایمانا باللہ وتصدیقا بوعدہ فانّ شبعہ وریّہ وروثہ وبولہ فی میزانہ یوم القیٰمۃ یعنی الحسنات۔

(صحیح بخاری ص ۴۰۰ ج ۱، سنن نسائی ص ۱۰۴ ج ۲)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے اللہ اور اس کے وعدوں پر ایمان و یقین کے ساتھ جہاد (اور اسلام سے دفاع) کے لئے گھوڑا پالا تو اس کا کھانا، پینا، لید اور پیشاب سب قیامت کے دن نیکیوں کے ساتھ تولا جائے گا"

اسلام سے دفاع کے لئے ہتھیار عبادت اور ریا و نمود کے لئے وبال

(۳۶) عن اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: الخیل فی نواصیھا الخیر معقود ابدا الی یوم القیٰمۃ فمن ارتبطھا عدۃ فی سبیل اللہ وانفق علیھا احتسابا فی سبیل اللہ فان شبعھا وجوعھا وریّھا وظمأھا وارواثھا وابوالھا فلاح فی موازینہ یوم القیٰمۃ ومن ارتبطھا ریاء وسمعۃ ومرحا وفرحا فان شبعھا وجوعھا وریّھا وظمأھا وارواثھا وابوالھا خسران فی موازینہ یوم القیٰمۃ۔ رواہ احمد باسناد حسن (الترغیب للمنذری ص ۲۶۱ ج ۲)

"حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

گھوڑوں کی پیشانی میں ہمیشہ کے لئے خیر رکھ دی گئی ہے (ان سے تا قیامت اسلام و اہل اسلام سے دفاع اور اللہ کا کلمہ بلند ہوتا رہیگا) پس جس نے ان کو جہاد کے لئے تیار کر کے رکھا اور ثواب سمجھ کر ان پر خرچ کیا تو ان کا کھانا، اور پینا، بھوک اور پیاس بول اور براز قیامت کے دن (نیکیوں کے) ترازوؤں میں بڑی وزن دار (نیکیاں) ہونگی اور جس نے دکھاوے اور شہرت، اکڑ اور فخر کے لئے گھوڑا (ہتھیار) رکھا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تو اس کا کھانا اور پینا، بھوک اور پیاس، بول اور براز (یہ سب چیزیں بدیوں کے) ترازوؤں میں وبال (ثابت) ہوں گی۔"

اسلحہ سے محبت

(۳۷) عن معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لم یکن شیء احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الخیل ثم قال اللّٰھم غفر الابل النساء۔ رواہ احمد ص۲۷ ج ۵ و رواتہ ثقات (الترغیب للمنذری ص ۲۶۳ ج ۲)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ تھی، پھر فرمایا بیویوں کے بعد۔"

(کیونکہ بیویاں بھی اسلام و اہل اسلام سے دفاع اور اعلاء کلمۃ اللہ کے اصل ذریعہ جہاد کے ذرائع ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک سو نکاح کئے تھے تاکہ مجاہدین زیادہ تعداد میں ہوں)

فائدہ مہمہ

روایات بالا سے ثابت ہوا کہ حفاظت دین و اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر صرف اسلحہ رکھنا ہی عبادت نہیں بلکہ اسلحہ کے تمام مصارف، دیکھ بھال اور صفائی، مرمت سب اعلیٰ درجہ کی عبادت اور میزان قیامت میں بہت وزن دار اور بڑی بھاری حسنات ہیں۔

صحابہ کرام ہر وقت اسلحہ سے لیس:

(۳۸) عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ المدینۃ اوتہم الانصار رمتہم العرب عن قوس واحدۃ وکانوا لا یبیتون الا بالسلاح ولا یصبحون الا منہ (مسند الدارمی)

"حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ مدینہ تشریف لائے اور انصار نے انکو ٹھکانہ دیا تو عرب کے تمام قبائل مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے کھڑے ہو گئے، ان

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حالات میں صحابۂ کرام رات دن اسلحہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔"

نبوّت اور اسلحہ لازم ملزوم

(۳۹) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: بعثت بین یدی الساعۃ بالسیف وجعل رزقی تحت ظل رمحی۔

(مسند احمد ص ۵۰ ج ۲، صحیح بخاری ص ۴۰۸ ج ۱)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

"مجھے قیامت سے پہلے تلوار دیکر بھیجا گیا ہے اور میرا (ذریعہ) معاش میرے نیزے کے سایہ کے نیچے رکھا گیا ہے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دُہری زرہ (بلٹ پروف جیکٹ) استعمال کرنا

(۴۰) کان علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم درعان یوم احد (جامع ترمذی ص ۲۶۰ ج ۱، سنن ابی داؤد ص ۲۵۶ ج ۱، سنن ابن ماجۃ ص ۲۰۱ ج ۱، مسند احمد ص ۴۴۹ ج ۳)

(۴۱) کان علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم درعان یوم احد ذات الفضول وفضۃ وکان علیہ یوم حنین درعان ذات الفضول والسعدیۃ۔

(شرح الزرقانی ص ۳۸۰ ج ۳)

"جنگ احد" میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود پر دو زرہیں "ذات الفضول" اور "فضہ" اور "غزوۂ حنین" میں "ذات الفضول" اور "سعدیہ" تھیں۔"

خود (بلٹ پروف) جنگی ٹوپی کا استعمال:

(۴۲) بَابُ لُبْسِ الْبَيْضَةِ

"جنگی ٹوپی استعمال کرنے کا بیان"

عن سھل انہ سئل عن جرح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد فقال جرح وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکسرت رباعیتہ وھشمت البیضۃ علی رأسہ الخ

(صحیح بخاری ص ۴۰۸ ج ۱)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"غزوۂ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور زخمی ہوا، دندان مبارک شہید ہوئے، جنگی ٹوپی ٹوٹ گئی۔"

نگاہِ نبوت میں مصارف مال میں سب سے مقدم واہم مصرف

(۴۳) قال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ: فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینفق علی اھلہ نفقۃ سنتھم من ھذا المال ثم یأخذ ما بقی فیجعلہ مجعل مال اللہ (صحیح بخاری ص ۴۳۶ ج ۱، ص ۵۷۵ ج ۲)

(۴۴) عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کانت اموال بنی النضیر مما افاء اللہ علی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم مما لم یوجف المسلمون علیہ بخیل ولا رکاب فکانت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ، وکان ینفق علی اھلہ نفقۃ سنتہ ثم یجعل ما بقی فی السلاح والکراع عدۃ فی سبیل اللہ۔

(صحیح بخاری ص ۴۰۷ ج ۱)

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اموال بنی نضیر سے امہات المؤمنین کے لئے سال کا نفقہ نکال کر بقیہ مال وہاں خرچ کرتے جہاں اللہ کا مال خرچ کیا جاتا ہے۔"

دوسری روایت میں صراحت ہے کہ باقی ماندہ مال سے آپ ہتھیار، گھوڑے اور جنگی آلات خریدتے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ کے مال کا اہم واعظم مصرف (دفاعی بجٹ) جنگی آلات خریدنا ہے۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد پر اسلحہ سے استقبال

(۴۵) عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ لعبت الحبشۃ لقدومہ فرحا بذلک لعبوا بحرابھم۔

(سنن ابی داؤد ص ۱۹۳ ج ۲)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حبشہ کے لوگوں نے خوشی میں نیزہ بازی کے ہاتھ دکھائے۔"

فائدہ: افغانستان کے مجاہدین حضرات علماء و مشائخ اور کمانڈروں کا اسلحہ سے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

استقبال کرتے ہیں مذکور بالا حدیث سے ان کے اس معمول کی اصل نکلتی ہے۔

اسلحہ مسلمانوں کی عزت ہے، جسے وہ اپنے تن سے جدا نہیں کر سکتے

سیف اللہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ "شاہ روم" کے پاس اپنے کچھ قیدیوں کے سلسلہ میں مذاکرات کے لئے تشریف لے گئے، جب بادشاہ کی جائے رہائش کے نزدیک پہنچے تو "جبلہ" سردار لشکر کفار نے کہا:

"اے گروہ عرب! تم اب بادشاہ کی رہائش گاہ تک پہنچ چکے ہو اس لئے اپنے گھوڑوں سے اتر جاؤ اور اپنی تلواریں یہیں رکھ دو"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

"گھوڑوں سے تو اتر جائیں گے لیکن تلواریں ہم کبھی نہیں رکھیں گے کیونکہ تلوار ہماری عزت ہے،

کیا ہم اس عزت کو اتار دیں جس کے ساتھ ہمارے نبی کی بعثت ہوئی؟"

(فتوح الشام صفحہ ۱۶۴ طبع کانپور)

جو زیور اللہ کے رسول ہمیں پہنا گئے ہیں اسے نہیں اتارا جا سکتا

فتح ارمینیہ کے موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ مع اپنے کچھ مجاہدین کے بحیثیت سفیر بادشاہ سے بات کرنے کے لئے تشریف لے گئے، جب شاہی محل میں داخل ہوئے تو بادشاہ کے محافظوں نے حضرت خالد اور آپ کے ساتھیوں سے اسلحہ لینا چاہا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا:

"(تم جانتے نہیں) ہم وہ لوگ ہیں جو اپنی تلواریں غیروں کو نہیں دیا کرتے اور (تم کو یہ بھی اچھی طرح معلوم ہونا چاہئے کہ) ہمارے نبی کی بعثت (ہی) تلوار کے ساتھ ہوئی اور یہ تلوار ہم کو ہمارے نبی ہی پہنا گئے ہیں پس جو شرف ہمیں ہمارے اللہ اور اس کے رسول نے عطا فرمایا اسے ہم اپنے سے ہرگز جدا نہیں کر سکتے" (فتوح الشام ص ۱۱۷ ج ۲ طبع مصر)

ہم نے تلواروں سے سر کس اور اہل شرک کا علاج کیا

جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تلوار سمیت شاہی محل میں داخل ہونے لگے تو

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بادشاہ کے محافظوں نے آپ کے گلے سے تلوار لینے کی کوشش کی، آپ نے فرمایا:

"میں بغیر تلوار کے داخل ہونے کا نہیں، واپس چلا جاؤں گا مگر تلوار تن سے جدا نہ کروں گا، تمھیں خبر نہیں ہم وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اسلام سے عزت بخشی، ایمان کے ذریعہ نصرت عطا فرمائی، اور تلوار کی برکت سے ہم کو مضبوط کیا اور یہی تو وہ تلواریں ہیں جن کے ذریعہ ہم نے اہل شرک اور سرکش لوگوں کے دماغ درست کر ڈالے ہیں۔" (فتوح مصر ص ۲۲ طبع کانپور)

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ (میراث)

(۴۶) عن عمرو بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: ما ترك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا سلاحه وبغلة بيضاء وارضا جعلها صدقة۔ (صحیح بخاری ص ۴۰۸ ج ۱)

وفی روایۃ: ما ترك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند موته درهما ولا دينارا ولا عبدا ولا امة (وفی روایۃ: ولا شاة ولا بعيرا) ولا شيئا الا بغلته البيضاء وسلاحه وارضا جعلها صدقة (صحیح بخاری ص ۴۱۴ ج ۲، مسند احمد ص ۲۷۹ ج ۴، سنن نسائی ص ۱۰۵ ج ۲)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کے وقت درہم چھوڑے نہ دینار، غلام نہ باندی، بکری نہ اونٹ نہ کوئی اور چیز مگر اپنے جنگی ہتھیار، سفید خچر اور ایک زمین جسے آپ (پہلے ہی) وقف فرما چکے تھے۔"

یہ خچر بھی جہاد میں آپ کے کام آتا تھا، غزوۂ حنین میں آپ اسی پر سوار تھے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی حدیث پر یہ عنوان قائم فرمایا ہے:

باب ما جاء فی میراث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا بیان"

(شمائل ترمذی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور زنانی جنس

(۴۷) یہ امر روایات کثیرہ صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگوں سے قبل اور جنگوں کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفار کے حالات

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کا دور، قریب سے اور اندر گھس کر جائزہ لینے کا حکم فرماتے تھے، ویسے بھی فریضۂ جہاد میں یہ شعبہ عقلاً و نقلاً ناگزیر ہے، امام بخاری و دیگر محدثین نے ایسی احادیث پر باب فضل الطلیعۃ "جاسوسی کی فضیلت کا بیان" جیسے عنوان باندھے ہیں۔
(صحیح بخاری صفحہ ۳۹۹ جلد ۱)

احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی جاسوسی کے لئے زیادہ تر عشرۂ مبشرہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔

آج دشمنان اسلام نے مسلمانوں کی ہر شعبہ میں جاسوسی کے لئے سیکڑوں ادارے قائم کر رکھے ہیں مگر مسلمان اس سے یکسر غافل ہیں کاش سنن و مستحبات کے گرویدہ و دلدادہ و مدعیان تقویٰ ان فرائض پر بھی عمل کریں، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

میراث نبوی کی حیرت انگیز تفصیلات

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ تلواروں کے نام

(۴۸) رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیارہ تلواریں تھیں جن میں سے بعض عرب کی مشہور تلواریں بھی تھیں۔

۱ — مَاثُوْرُ — آپ کی تلواروں میں سے سب سے پہلی تلوار ہے جو آپ کو آپ کے والد صاحب کے ترکہ سے ملی۔

۲ — اَلْعَضْبُ — جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کو چلنے لگے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں ھدیۃً پیش کی۔

۳ — ذُوالْفِقَار — یہ تلوار آپ کی تمام تلواروں میں مشہور ہے۔

یہی وہ تلوار ہے جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "احد" کے روز خواب دیکھا تھا، یہ تلوار عاص بن منبہ کافر کی تھی جو آپ کو بدر کے غنائم میں ملی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تلوار سے بڑی محبت تھی، اس کے دستے اور کنڈے پر جڑی چاندی آپ کی اس تلوار کے ساتھ والہانہ محبت کا اعلان تھا۔ یہ تلوار آپ کی ملک میں آنے کے بعد پھر کبھی آپ سے جدا نہ ہوئی۔

۴ — اَلْقَلَعِی — یہ آپ کو "قلع" نامی جگہ سے ملی۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

۵ – اَلْبَتَّار (بہت خوب کاٹنے والی)
۶ – اَلْحَتْف (موت)
۷ – اَلْمِخْذَم (کاٹنے والی)
۸ – اَلرَّسُوْب (جسم میں گھس کر ڈوب جانے والی)
۹ – اَلْقَضِیْب (تیز دھار والی تلوار)
۱۰ – اَلصَّمْصَامَة (کاٹنے والی ایسی مضبوط جو کبھی مڑ نہ سکے)
۱۱ – اللَّحِیْف (ادھیڑنے والی)

(زرقانی صفحہ ۳۷۸ ، ۳۷۹ جلد ۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہوں (بلٹ پروف جیکٹوں) کی تعداد اور انکے نام

(۴۹)

۱ – ذَاتُ الْفُضُوْل (لمبائی والی) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدر کو جاتے ہوئے تحفتہً پیش کی ، آپ کے انتقال کے وقت یہی "زرہ" ایک یہودی کے پاس بطور رہن رکھی ہوئی تھی۔
۲ – ذَاتُ الْوِشَاح
۳ – ذَاتُ الْحَوَاشِیْ
۴ – اَلسَّعْدِیَّة کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ ہے جسے پہن کر انھوں نے جالوت کو جہنم رسید کیا تھا۔
۵ – فِضَّة ۶ – اَلْبَتْرَاء ۷ – اَلْخَرْنَق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمانوں کی تعداد اور ان کے نام

(۵۰)

۱ – اَلزَّوْرَاء ۲ – اَلرَّوحَاء ۳ – اَلصَّفْرَاء
۴ – شَوْحَط ۵ – اَلْکَتُوْم ۶ – اَلسَّدَاد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکشوں (میگزینوں) کی تعداد اور انکے نام

(۵۱)

۱ – اَلْکَافُوْر اس میں چاندی کے تین حلقے (کڑے) تھے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

۲ — اَلْجَمْعُ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھالوں کی تعداد اور انکے نام

(۵۲)

۱ — اَلزَّلُوْق (دور رکھنے والی)

۲ — اَلْفُتَقُ ۳ — اَلْمُوْجَزُ ۴ — اَلذَّقَنُ

(زرقانی ص ۳۸۰ ج ۳ ، البدایۃ والنہایۃ ص ۹ ج ۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلموں، برچھیوں اور نیزوں کے نام اور انکی تعداد

(۵۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آٹھ عدد مختلف قسم کی برچھیاں اور نیزے تھے جن میں سے پانچ کے نام مل سکے ہیں۔

۱ — اَلْمُثْوِیٰ ۲ — اَلْمُثْنِیٰ ۳ — اَلْبَیْضَاءُ یہ نسبتہً بڑا تھا

۴ — اَلْعَنَزَۃ یہ نیزہ عصا نما نسبتہً چھوٹا نیزہ تھا جو حبشہ کے بادشاہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں بھی اسے ساتھ رکھتے، اسی سے نماز کے دوران "سترہ" کا کام لیتے، عید کے دن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے نیزہ بردار کے ہاتھ میں یہی نیزہ ہوتا اور اسی کو عید گاہ میں بطور سترہ گاڑ دیا جاتا۔

۵ — اَلسَّعْدَاءُ (زرقانی ص ۳۸۱ ج ۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خودوں (لوہے کی جنگی ٹوپیوں) کی تعداد اور نام

(۵۴)

۱ — ذَاالسَّبُوْغ ۲ — اَلْمُوَشَّح

(زرقانی ص ۸۲ - ۳۸۱ ج ۳)

کیا مسجد میں اسلحہ لانا مسجد کی بے ادبی ہے

اعتراض نمبر ۴:

مسجد اللہ کا گھر اور اسلام کے شعائر میں سے ایک شعار ہے جس کی حرمت قرآن حدیث میں جا بجا مذکور ہے، ایسی مقدس جگہ میں اسلحہ لانا مسجد کے تقدس کے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

خلاف اور اس کی حرمت کو پامال کرنا ہے اور اس اسلحہ کا علماء کے ہاتھ میں ہونا مسجد کے ساتھ علم و علماء کی بے وقعتی بھی ہے۔

اسلحہ مسجد و دیگر شعائر اسلام کی زینت و عزت ہے

جواب :

اسلام نے جیسے مسجد کو مقدس و محترم قرار دیا ہے اسی طرح اسلحہ کو بھی مکرم و معظم و لائق محبت فرمایا ہے۔

قرآن وحدیث وسیرت نبویہ وسیرت صحابہ کرام سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلحہ مسجد اور مسجد کے علاوہ دیگر تمام شعائر اسلام کا بھی محافظ اور مقدس ہے۔

اسلحہ کو مسجد اور علماء کی بے ادبی قرار دینا درحقیقت انگریزوں کے لگائے ہوئے جہاد دشمنی کے پودے کا برگ وبار ہے جو انھوں نے مسلمانوں کی عزت، آبرو، جان ومال پر ڈاکہ ڈالنے اور فتوحات صحابہ کرام کا انتقام لینے کے لئے لگایا تھا اور جس کی آبیاری کے لئے "مرزا قادیانی دجال" کو مبعوث کیا، افسوس آج بہت سے مسلمان اسی پودے کے برگ و بار بنے ہوئے ہیں اور جو اس نعمت (لعنت) سے محروم رہے وہ اس درخت کی شاخوں اور ٹہنیوں پر "اُلّو" بنے بیٹھے مسلمان بہن بیٹیوں کی عزت وآبرو لٹنے کا نظارہ کر رہے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عزت وآبرو، دین وایمان کی حفاظت کے لئے جو چیز دے گئے تھے آج مسلمان سب کچھ لٹوا کر بھی اسی ترکہ ومیراث نبوی پر تھوک رہے ہیں العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

آیئے دیکھیں کہ کیا اسلحہ واقعی مسجد کے تقدس کے خلاف ہے؟

صحاح ستہ کی روایات ملاحظہ ہوں :

مسجد میں اسلحہ

مسجد نبوی میں اسلحہ سے جہاد کی مشق :

(۵۵) قال الامام البخاری : باب اصحاب الحراب فی المسجد ثم قال : حدثنا (الی) عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت : لقد رأیت رسول اللہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

صلی اللہ علیہ وسلم یوما علی باب حجرتی والحبشۃ یلعبون فی المسجد۔ وفی روایۃ : یلعبون بحرابھم (صحیح بخاری ص ۱۲۶۵)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز حبشہ کے لوگ مسجد نبوی میں نیزہ بازی (کی مشق) کر رہے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ان کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔"

قال القسطلانی : بخلاف ما ترجم لہ فیما سبق من لعب الحبشۃ بالحراب واللدرق یوم العید للتدریب والادمان لاجل الجہاد مع الامن والایناء ۔

(ارشاد الساری ص ۲۱۳ ج ۲) (ومثلہ فی فتح الباری ص ۴۵۷ ج ۱)

"علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں :

" یہ جہاد کی تمرین ومشق تھی"۔

مسجد میں اسلحہ لانے کے آداب :

(۵۶) عن بردۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : من مرّ فی شیء من مساجدنا او اسواقنا بنبل فلیأخذ علی نصالھا لایعقر بکفہ مسلما ۔

(صحیح بخاری ص ۶۴ ج ۱)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جو شخص تیر کے ساتھ مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہیئے وہ اس کے پھل پر کوئی بندش لگا کر رکھے مبادا کسی کو زخمی کر دے۔"

اس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ مسجد یا مجمع میں بندوق لیجانے والا گولی "چیمبر" میں نہ رکھے۔

اسلحہ میں مسجد وغیر مسجد برابر ہے :

(۵۷) عن ابی موسی عن ابیہ (ای) فقال (ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم) : اذا دخلتم مساجد المسلمین واسواقھم او اسواق المسلمین ومساجدھم ومعکم من ھذہ النبل شیء فامسکوا بنصولھا لا تصیبوا احدا من المسلمین فتؤذوہ او تجرحوہ ۔

(مسند احمد ص ۴۱۳ ج ۴ ، سنن ابی داؤد ص ۱۲۵۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : "جب مسجدوں یا بازاروں

میں تیر سمیت جاؤ تو اس کے پھل کو پکڑے رکھو تاکہ کسی مسلمان کو زخم یا ایذا نہ پہنچے۔"

فعلم ان المراد من المرور الدخول ولذا بوب ابوداود بباب فی النبل یدخل به المسجد

قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ : فی الحدیث جواز ادخال المسجد السلاح۔
(فتح الباری ص ۴۵۵ ج ۱)

"حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ مسجد میں ہتھیار لانا جائز ہے۔"

مسجد میں اسلحہ خیرات کرنا

(۵۸) عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : انہ امر رجلا کان یتصدق بالنبل فی المسجد ان لا یمر بھا الا وھو اخذ بنصولھا (صحیح مسلم ص ۳۲۸ ج ۲)

"ایک صحابی مسجد میں تیر صدقہ کر رہے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا کہ ان کے پھلوں کو پکڑ کر رکھو تاکہ کوئی زخمی نہ ہو جائے۔"

اللہ اپنی رحمت سے وہ وقت لائے جب اُمتِ مسلمہ کو اسلحہ سے اس قدر لگاؤ ہو جائے کہ ہتھیاروں کا صدقہ اور اسلحہ کی خیرات ہونے لگے۔

مسجد میں اسلحہ کے ساتھ خطبہ دینا :

(۵۹) باب الخطبۃ علی القوس

فاقمنا بھا ایاما شھدنا فیھا الجمعۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام متوکئا علی عصا او قوس فحمد اللہ الخ (ابوداود ص ۱۰۹ ج ۱)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصا یا کمان پر ٹیک لگا کر خطبہ دیا۔"

اسلحہ کے ساتھ خطبۂ عید :

(۶۰) عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : لما کان یوم الاضحی اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم البقیع ننوّلُ قوسا فخطب علیھا۔
(مصنف عبد الرزاق ص ۲۸۷ ج ۳)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان پر سہارا لگا کر عید کا خطبہ دیا۔"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

خطیب ہاتھ میں ہتھیار رکھے :

(۶۱) قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ :

و (یخطب) الامام (بسیف فی بلدۃ فتحت بہ) کمکۃ (والّا لا) کالمدینۃ وفی الحاوی القدسی اذا فرغ المؤذنون قام الامام والسیف فی یسارہ وھو متکئ علیہ۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ :

(قولہ فتحت بہ الخ) ای بالسیف لیعلم انہا فتحت بالسیف فاذا رجعتم عن الاسلام فذلک باق فی ایدی المسلمین یقاتلونکم حتی ترجعوا الی الاسلام۔ (رد المحتار ص ۱۶۳ ج ۲، الفتاوی التاتارخانیۃ ص ۶۰ ج ۲، البحر الرائق ص ۱۴۸ ج ۱، الفتاوی الھندیۃ ص ۱۴۸ ج ۱)

"جو علاقہ جہاد سے فتح ہو وہاں خطیب ہاتھ میں تلوار لے کر خطبہ دے لوگوں کو یہ جتلانے کے لئے کہ یہ علاقہ تلوار سے فتح کیا گیا ہے، اگر لوگ اسلام سے پھرتے ہیں تو وہ یہ سوچ لیں کہ ابھی تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں یہ تلوار موجود ہے جو اسلام سے انحراف کرنے والوں کا دماغ درست کر دے گی۔"

تنبیہ :

بعض روایات میں حرم اور عید کے دن ہتھیار لے کر چلنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، حافظ ابن حجر، حافظ عینی، علامہ قسطلانی و دیگر شارحین حدیث رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کے دو محمل بیان فرمائے ہیں :

(۱) ازدحام اور بھیڑ کی وجہ سے ہتھیار سے زخم یا ایذا پہنچ سکتی ہے یہ وجہ خود احادیث میں موجود ہے۔

(۲) فخر و ریا کی نیت،

لیکن دشمنوں سے خطرہ ہو تو بلا کراہت جائز ہے چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وقال الحسن : نھوا ان یحملوا السلاح یوم العید الّا ان یخافوا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

عدوا ۔ (صحیح البخاری ص ۱۳۲ ج ۱)

ومثلہ فی المصنف عن الضحاک مرسلا (المصنف لعبد الرزاق ص ۲۸۹ ج ۳)

"حسن بصری اور ضحاک رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو عید کے دن ہتھیار لیکر چلنے سے منع کیا گیا الا یہ کہ دشمن سے خطرہ ہو (تو حفاظت کی خاطر اسلحہ لے جانا جائز ہے)"

غرضیکہ خطرہ کی صورت میں تو بہر حال جائز ہے، خطرہ نہ ہو تو اس شرط سے کہ کسی کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہو۔ چنانچہ عید کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تو آپ کے آگے آگے نیزہ بردار ہوتا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے :

باب حمل العنزۃ والحربۃ بین یدی الامام یوم العید

"عید کے دن امام کے آگے آگے نیزہ اٹھا کر چلنے کا بیان"

قال القسطلانی : آلتی عند خوف التأذی بہ ۔

(ارشاد الساری ص ۲۲۰ ج ۲)

یعنی ممانعت صرف ایذاء کے اندیشہ کے پیش نظر ہے ۔

اور یہی محمل ہے ان روایات کا جن میں مسجد کے اندر تلوار نیام سے نکالنے اور ہتھیار کو مسجد میں الٹنے پلٹنے سے منع فرمایا گیا۔

کیا مسجد میں حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے حفاظتی انتظامات کئے؟

اعتراض نمبر ۵ :

مسجد میں حفاظتی انتظامات اور مسلح پہرہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم، تابعین، ائمہ مجتہدین وسلف صالحین کے طریقہ کے خلاف ہے ۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مساجد میں خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حفاظتی تدابیر

جواب :

یہ کہنا کہ حفاظتی بندوبست طریقہ سلف سے متصادم ہے حدیث، سیرت وتاریخ سے ناواقفیت پر مبنی ہے روایات ذیل ملاحظہ ہوں۔

خیر القرون میں مسجد کی اور حفاظتی تدابیر

امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور مسجد نبوی میں حفاظتی مقصورہ (مورچہ)

(۶۲) قال العلامة السمهودی رحمه الله تعالیٰ :

الفصل الخامس عشر فی المقصورة التی اتخذها عثمان رضی الله تعالیٰ عنه فی المسجد وما کان من امرها بعده۔

روی ابن زبالة وابن شبّة عن عبد الرحمٰن بن سعد عن اشیاخه ان اوّل من عمل المقصورة بلبن عثمان بن عفان وانه کانت فیه کوی ینظر الناس منها الی الامام وانّ عمر بن عبد العزیز هو الذی جعلها من ساج حین بنی المسجد۔

روی الاول ایضا عن عیسی بن محمّد بن السائب ومحمّد بن عمرو بن مسلم بن السائب بن خبّاب وعمر بن عثمان بن عبد الرحمٰن انّ عثمان بن عفان اوّل من وضع المقصورة من لبن واستعمل علیها السائب بن خبّاب وکان رزقه دینارین فی کلّ شهر فتوفی عن ثلاثة رجال مسلم وبکیر وعبد الرحمٰن فتواسوا فی الدینارین فجریا فی الدّیوان علی ثلاثة منهم الی الیوم۔

(تاریخ المدینة ص ۶ ج ۱ للحافظ الثقة الامام ابن شبة ۱۷۳-۲۶۲ھ)

قال ابن زبالة :

وقال مالک بن انس : لمّا استخلف عثمان بعد مقتل عمر بن الخطاب عمل عثمان مقصورة من لبن فقام یصلی فیها للناس خوفا من الذی اصاب عمر ابن الخطاب رضی الله عنه وکانت صغیرة۔

وروی یحیی هذا کلّه فی زیادة عثمان رضی الله تعالیٰ عنه (وفاء الوفاء

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

للسمہودی المتوفی ۹۱۱ھ ص ۵۱۱ ج ۲)

"متعدد روایات میں یہ منقول ہے کہ مسجد نبوی میں حفاظتی کمرہ سب سے پہلے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بنوایا تھا جس کی نگرانی ماہانہ دو دینار کی تنخواہ پر سائب بن خباب کو سونپی گئی۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے حفاظتی کمرہ بنوایا، آپ اسی میں لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے اس خطرہ کے پیش نظر جو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت میں وقوع پذیر ہو چکا تھا۔ یہ مقصورہ بہت چھوٹا تھا۔"

امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

اور مسجد میں مسلح پہرہ اور حفاظتی کمرہ

(۶۳) واما صاحب معاویۃ وھو البرک، فانہ حمل علیہ وھو خارج الی صلوۃ الفجر فی ھذا الیوم، فضربہ بالسیف، وقیل: بخنجر مسموم، فجاءت الضربۃ فی ورکہ فجرحت الیتہ، ومسک الخارجی فقتل، وقد قال لمعاویۃ: اترکنی فانی ابشرک ببشارۃ، فقال: وما ھی؟ فقال: ان اخی قد قتل فی ھذا الیوم علی بن ابی طالب، قال: فلعلہ لم یقدر علیہ، قال: بلی انہ لاحرس معہ فامر بہ فقتل (الی) ومن حینئذ عملت المقصورۃ فی المسجد الجامع وجعل الحرس حولھا فی حال السجود فکان اول من اتخذھا معاویۃ لھذہ الحادثۃ (البدایۃ والنہایۃ ص ۳۳۰ ج ۷، والکامل لابن الاثیر ص ۳۹۳ ج ۳، شرح مسلم للنووی ص ۲۸۸ ج ۱)

وفی تاریخ الامم:

وامر معاویۃ عند ذلک بالمقصورات وحرس اللیل وقیام الشرط علی رأسہ اذا سجد (الطبری ص ۱۱۵ ج ۴)

"جب تین خارجیوں نے حضرت علی، حضرت عمرو بن العاص، حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہم کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا، طے یہ پایا کہ بوقت فجر جیسے ہی یہ حضرات نماز کے لئے نکلیں گے تو (نعوذ باللہ) اپنے اس ناپاک منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچادیں گے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے نائب خارجہ بن حذافہ شہید کردیئے گئے، برک نامی خارجی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قتل اپنے ذمہ لیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نماز فجر کے لئے نکلے تو "برک" نے تلوار یا خنجر سے آپ پر حملہ کیا لیکن خارجی جلد ہی پکڑا گیا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے (تعزیرًا) قتل کا حکم دیا تو وہ کہنے لگا۔ آپ مجھے قتل نہ کریں کیونکہ میں آپ کو بڑی خوشخبری سناتا ہوں وہ یہ کہ آج میرے ہی ایک بھائی نے علی بن ابی طالب کا کام تمام کردیا (چونکہ حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلافات تھے تو یہ احمق سمجھا کہ شاید حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس خبر سے خوش ہونگے) حضرت معاویہ نے فرمایا تمھیں کیسے پتہ چلا کہ تمہارا ساتھی کامیاب ہوگیا ہے۔ اس نے کہا اس لئے کہ علی کے ساتھ کوئی محافظ نہیں ہوتا، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بجائے خوش ہونے کے اس کے قتل کا حکم دیا۔

اس کے بعد جامع مسجد میں امام کے لئے حفاظتی کمرہ بنوایا گیا سجدہ کی حالت میں کمرے کے گرد اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے پاس مسلح پہرہ دار متعین کئے گئے۔"

حافظ ابن کثیر، علامہ ابن الاثیر و دیگر مورخین فرماتے ہیں کہ اس حادثہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حفاظت کے یہ انتظامات فرمائے:

(۱) رات میں پہرہ۔
(۲) مسجد میں حفاظتی کمرہ۔
(۳) مسجد میں نماز کے دوران مسلح محافظ حفاظتی کمرہ کے اردگرد متعین کئے۔

طبری کی روایت کے مطابق سجدہ کی حالت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مسلح پہرہ ——— ۵۶

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کے سر کے پاس بھی مسلح پہریدار متعین تھے۔

مساجد میں حفاظتی کمرے تمام اسلامی ملکوں میں بنائے گئے

کتب حدیث وفقہ وتاریخ سے یہ امر ثابت ہے کہ حفاظتی کمرہ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ نے حکام وامراء وائمہ کو مساجد میں حفاظتی کمرہ بنانے کا حکم فرمایا۔

حفاظتی کمروں میں خلفاء راشدین، صحابۂ کرام اجلۂ تابعین وفقہاء نے نمازیں پڑھیں

(۶۴)

(۱) امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲) امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳) امیر المؤمنین حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴) امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ
(۵) رئیس المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
(۶) خادم خاتم المرسلین حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۷) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۸) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۹) حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ تعالیٰ
(۱۰) حضرت نافع رحمہ اللہ (۱۱) حضرت سالم رحمہ اللہ
(۱۲) حضرت علی بن الحسین رحمہ اللہ (۱۳) حضرت ابو القاسم رحمہ اللہ
(۱۴) حضرت معمر رحمہ اللہ

(صحیح مسلم صفحہ ۲۸۸ جلد ۱، السنن الکبری للبیہقی صفحہ ۱۹۱ جلد ۲،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

باب الصلاۃ فی المقصورۃ المصنف لعبد الرزاق ص ۴۱۴ ج ۲،
باب الصلاۃ فی المقصورۃ المصنف لابن ابی شیبۃ ص ۴۹ ج ۲)

حفاظتی کمرے تعمیر ہونے کے بعد فقہاء کا صفِ اوّل کی تعیین میں اختلاف

(۶۵) صف اول میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وحضرات تابعین رحمہم اللہ کے اتفاق سے حفاظتی کمرے بنا دیئے گئے اور عوام الناس کو مقصورہ میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تو اب فقہاء کرام میں یہ بحث چلی کہ صف اول مقصورہ ہی کو قرار دیا جائے یا مقصورہ سے متصل پہلی صف کو، درحقیقت صف اول تو مقصورہ ہی کی تھی اس بنا پر عامۃ المسلمین ہمیشہ صف اول کے ثواب سے محروم رہتے، اسلئے بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے مقصورہ سے متصل صف کو صف اول قرار دیا۔ (ردالمحتار ص ۵۶۹ جلد ۱، البحر الرائق ص ۱۵۶ جلد ۲، فتح الباری ص ۱۷۴ جلد ۲، المصنف لعبد الرزاق ص ۴۱۵ جلد ۲، عمدۃ القاری ص ۲۵۵ جلد ۵، فتح الملہم ص ۶۷ جلد ۲)

ولیعلم ان ما ذکرنا من الاتفاق علی اتخاذ المقصورات فی الجوامع لاینافی ما نقل من بعض اھل العلم من کراھۃ بناء المقصورات فان مثل ھذا الخلاف القلیل لایقدح فی الاتفاق لاسیما اذا جری تعامل الائمۃ القدیمۃ فی جمیع امصار المسلمین فی عھد الصحابۃ والقرون المشھود لھا بالخیر، ولاعلینا لو ندعی الاجماع علی ذلک۔

واما کون عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول من بنی المقصورۃ فانہ وان کان خلاف المشھور ولکن التطبیق ورفع التعارض لیس بمتعسر علی المتفکر۔

(عبد الرحیم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محافظ کیوں نہیں رکھے؟

اعتراض نمبر ۶:

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کے خلفاء میں سب سے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

زیادہ ہوشیار، مدبّر اور دور اندیش تھے، آپ نے بھی اپنے ساتھ کوئی محافظ نہ رکھے راتوں میں مدینہ منورہ کی گلیوں میں اکیلے پہرہ دیا کرتے، جنگل میں تن تنہا نکل جاتے ہیں اور مساکین ویتامیٰ کی خبرگیری کر رہے ہیں، اگر دفاع وحفاظت کا مسئلہ اتنا ہی اہم تھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مدبر سلطنت ضرور اسکا اہتمام فرماتے، حد تو یہ ہے کہ جب غلام ابولؤلؤ نے دھمکی دی اور آپ سمجھ بھی گئے کہ اس نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے تب بھی آپ کو حفاظت کے اہتمام کا خیال نہ آیا؟

عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا مدبّر شخص حفاظتی تدابیر سے کیسے غافل رہ سکتا ہے؟

جواب :

گزشتہ اوراق میں آپ بالتفصیل پڑھ چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہرہ ہوتا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ازخود بھی پہرہ دیا کرتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہرے کی ترغیب اور اس کا حکم بھی فرمایا کرتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہریداری کا شرف خود امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خصوصیت سے حاصل رہا اس سے یہ بات اچھی طرح واضح اور ثابت ہوگئی کہ خطرہ کی وجہ سے پہرہ خلاف توکل ہے نہ خلاف سنت، ایسے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے ساتھ مسلح پہرہ نہ رکھنا اس لئے تھا کہ مدینہ طیبہ میں امیر المؤمنین کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔

جب خطرہ نہو تو پہرہ لازم نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہر وقت اور ہمیشہ پہریدار نہیں رکھے جیسا کہ احادیث وآثار گزشتہ سے عیاں ہے۔

سوال :

اب رہا یہ سوال کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے عظیم انسان کو کوئی خطرہ کیوں نہ تھا جبکہ پوری دنیا کے تمام کفار، یہود ونصاریٰ، مجوس ومشرکین آپ کے مخالف تھے؟

جواب :

مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کفار سے خطرہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کے آخر زمانہ ہی میں ختم ہوگیا تھا جب اسلام کی بے مثال فوج حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت اور آپ کی کمان میں یہود مدینہ کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا تھا اور بقیہ کو رسوا کرکے خیبر سے نکال باہر کیا تھا، مسلسل جہاد وقتال کی برکت سے اسلام کی سرحدیں روز بروز بڑھتی جاتی تھیں، مدینہ طیبہ میں یا اس کے قرب وجوار میں کوئی کافر باقی رہا نہ منافق، پورا مدینہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پُر تھا ایسے میں خطرے کا کیا گزر؟

معہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدود مدینہ میں بالغ اور مراہق (قریب البلوغ) ذمی کافر کے داخلہ پر سخت پابندی عائد فرما رکھی تھی، مشہور محدث، ثقہ ومعتبر مؤرخ امام ابن شبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدثنا حجاج بن نصیر قال حدثنا قرۃ بن خالد عن محمد بن سیرین ان عمر رضی اللہ عنہ کان یقول لاتدخلوا المدینۃ من السبی الا الوصفاء۔

(تاریخ المدینۃ المنورۃ ص ۸۸۸ ج ۳)

وعن الزھری قال کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یأذن لسبی بقل وجھہ فی دخول المدینۃ (تاریخ المدینۃ المنورۃ ص ۸۸۷ ج ۳)

عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکتب الی امراء الجیوش لا تجلبوا علینا من العلوج احدا جرت علیہ الموسی۔

(تاریخ المدینۃ المنورۃ ص ۸۹۲ ج ۳)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے افواج اسلام کے کمانڈروں اور بلاد اسلامیہ کے گورنروں کو یہ فرمان اور حکم نامہ جاری فرمایا:"

"مدینہ کی طرف کسی بھی بالغ ومراہق قیدی کو مت بھیجو ہاں وہ باندی جو ابھی مراہقہ بھی نہ ہو"

سرکاری فرمان کی وجہ:

یہ ہدایت اور فرمان احتیاطی تدبیر کے طور پر تھا، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت مغیرۃ بن شعبہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی سفارش سے ایک مجوسی غلام ابو لؤلؤ کو صنعت وحرفت میں مہارت کی بنیاد پر مدینہ میں لایا گیا اور اس نے حضرت عمر

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

رضی اللہ عنہ کو فجر کی نماز میں مسجد نبوی کے اندر خنجر مارا آپ زخمی ہوئے اور آپ کو گھر لایا گیا تو آپ نے پوچھا :

"مجھے کس نے مارا ہے؟"

لوگوں نے کہا :

"حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولؤلؤ نے"

آپ نے ارشاد فرمایا :

الم اقل لکم لا تجلبوا الینا من العلوج احدا فغلبتمونی

(تاریخ المدینۃ المنورۃ ص۸۹۳ ج۳)

عمل اصحابك كنت اريد ان لا يدخلها علج من السبى فغلبتمونى

(تاریخ المدینۃ المنورۃ ص۹۰۳ ج۳)

هذا عملك وعمل اصحابك والله لقد كنت انهاكم ان تجلبوا الينا منهم احدا۔

(تاریخ المدینۃ المنورۃ ص۹۰۴ ج۳)

"میں نے تم کو ان کفار کو مدینہ میں داخل کرنے سے ہمیشہ روکا لیکن تم (مصلحت کا شکار ہوکر) مجھ پر غالب آگئے، یہ سانحہ تمہاری وجہ سے وقوع پذیر ہوا ورنہ میں تو اپنی رائے پر پکا تھا"

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان وحکمنامہ حفاظتی تدبیر کے طور پر تھا۔

علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رعب اور دھاک سب پر ایسی بیٹھ گئی تھی کہ خود آپ کے خیال میں بھی پورے جزیرۂ عرب میں کسی کو امیر المؤمنین پر حملہ کا تصور تک نہ ہوسکتا تھا۔

امیر المؤمنین نے ان خیالات کا اظہار اس وقت کیا جب لوگوں نے تحقیق کرکے بتایا کہ حملہ "ابولؤلؤ" غلام نے کیا ہے۔

آپ نے فرمایا :

الله اكبر ما كانت العرب لتقتلنى (تاریخ المدینۃ المنورۃ ص۹۰۳ ج۳)

"اللہ اکبر (میں بھی سوچ رہا تھا کہ) عرب میں تو کسی کو مجھے قتل کرنے کی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جرأت نہ تھی "

سوال :

اب رہا یہ اشکال کہ جب ابولؤلؤ منحوس غلام نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ میرے آقا مجھ سے میری استطاعت سے زیادہ کموا تے ہیں آپ ان سے کہہ کر تخفیف کرا دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم بہت کچھ کما سکتے ہو ہمت کرو اور اللہ سے ڈرو اور سنو کیا تم مجھے ایک چکی بنا دو گے؟ غلام نے کہا :

" میں آپ کے لئے ایک ایسی چکی بناؤں گا کہ لوگوں میں مدتوں اس کی باتیں ہوا کریں گی "

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے اور فرمایا :

" یہ خبیث مجھے قتل کی دھمکی دے گیا ہے "

آپ نے اس پر بھی کوئی حفاظتی انتظامات نہ فرمائے؟

جواب :

یہ شخص اکیلا تھا اس کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جری اور بہادر کو کسی معاون و محافظ کی ضرورت نہ تھی، اسی لئے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ دھمکی سننے کے باوجود اسے قابل اعتنا نہ سمجھا، ویسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بالکل خالی ہاتھ رہتے بھی نہ تھے، آپ کی تلوار اور آپ کا دُرّہ ضرب المثل ہے۔

نیز آپ یہ سمجھے تھے کہ اس نے اشارۃً جو دھمکی دی ہے یہ اس کے وقتی جذبات ہیں فی الواقع اس ارادہ کے لئے کوئی عملی اقدام نہ کر یگا یا نہیں کر سکے گا ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو معمولی معمولی کوتاہیوں پر بڑے بڑوں کو تنبیہ فرما دیتے تھے اس کافر غلام کو سخت تعزیر لگاتے کم از کم مدینہ طیبہ سے اس کے اخراج کا فیصلہ تو یقیناً کرتے، بالخصوص جبکہ آپ کی رائے میں کسی کافر کا مدینہ میں وجود احتیاط کے خلاف تھا۔

اسی روایت میں الفاظ ذیل مضمون بالا کی تصدیق کرتے ہیں :

قال لو قتلت حدًا بسوء الظن لقتلت هذا العلج

(تاریخ المدینۃ المنورۃ ص ۸۹۳ ج ۳)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ حفاظتی تدابیر کیوں نہیں کی؟

اعتراض نمبر ۷:

بعض حضرات نے حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ کے اس معمول کو بنیاد بنا کر اشکال کیا ہے کہ جب آپ کو "تحریک خلافت" کے زمانہ میں قتل کی دھمکیاں دی گئیں تو آپ نے حفاظت کا کوئی بندوبست نہ فرمایا۔

خصومت دینیہ ہو اور خصم کافر تو دفاع واجب ہے بیان القرآن میں اسکی تصریح

جواب:

جب آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، معمولات نبویہ، تعامل خلفاء راشدین اجماع و قیاس سے حفاظتی تدابیر کا حکم خوب واضح ہوگیا تو اب اگر ہمیں سلف صالحین میں سے کسی بزرگ کا عمل بظاہر اس کے خلاف نظر آتا ہے تو اس متفق علیہ حکم شرعی میں شک کرنے کی بجائے اس عمل کی بنیاد تک رسائی حاصل کر کے مناسب و صحیح توجیہ کرنا لازم ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے حفاظت کا انتظام کیوں نہیں فرمایا؟ اسکا جواب سمجھنے کے لئے پہلے یہ مسئلہ ذہن نشین کرلیں کہ جب مسلمانوں کی دو جماعتوں کے مابین کسی مسئلہ شرعیہ میں اجتہادی اختلاف ہو تو احتیاطی تدابیر لازم نہیں۔

حکیم الامۃ قدس سرہ کو دھمکی دینے والے کافر نہیں مسلمان تھے جو تحریک خلافت کے حامی تھے، جانبین میں اختلاف اجتہادی تھا۔

دونوں جانب محق و محقق علماء تھے اور دونوں طرف دلائل شرعیہ، اس لئے آپ نے حفاظت کا اہتمام نہ فرمایا، اس وجہ سے نہیں کہ کفار ملاحدہ و زنادقہ اہل حق علماء پر

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حملہ آور ہوں تو آپ دفاع، مقابلہ و مقاتلہ کے قائل ہی نہ تھے، آپ بیان القرآن میں واضح طور پر دفاع کو واجب قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص اس کو قتل کرنا چاہے اور یہ شخص قرائن قویہ سے سمجھے کہ میں بدوں اس کے کہ اس کو قتل کر دوں بچ نہیں سکتا تو قتل کر دینا جائز ہے اور اگر اس حیص بیص میں یہ مارا گیا تو شہید ہوگا اور اگر یہ مدافعت نہ کرے بلکہ بے ہاتھ پاؤں ہلائے مارا جائے تب بھی جائز ہے۔"

البتہ جہاں انتقام و مدافعت میں اسلامی مصلحت ہو واجب ہے۔

(بیان القرآن ص ۳۷۳ جلد ۱)

حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ کی اس تحریر سے مسئلہ زیر نظر کا بہت واضح فیصلہ ہو گیا:

"ان حالات میں دفاعی تدابیر کا اختیار کرنا واجب ہے، اور اس میں کسی قسم کی غفلت جائز نہیں"

البتہ آپ کی رائے مذکور کے مطابق خصومت دنیویہ میں دفاع واجب نہیں، بعض دوسرے حضرات سے بھی یہ قول منقول ہے، مگر اس کے مقابلہ میں خالص خصومت دنیویہ میں بھی وجوب دفاع کا فیصلہ بوجوہ ذیل راجح ہے:

(۱) یہ فیصلہ چوتھی صدی کے بہت بڑے جلیل القدر امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۷۰ھ نے بہت مدلل بیان فرمایا ہے، اور دلائل نقلیہ و عقلیہ سے اس کے خلاف کی بہت پرزور تردید، نکیر شدید اور بہت سخت مذمت کی ہے، حتیٰ کہ اس کو دین و دنیا کے تمام تر فسادات اور تباہی و بربادی کی جڑ قرار دیا ہے، اس قول کو بعض حشویہ اور ظاہریہ میں سے جاہلوں کی طرف منسوب کیا ہے، اور ابوداؤد، ترمذی کی روایت کے علاوہ انکے اور بھی کئی مستدلات کا مکمل ابطال کیا ہے (احکام القرآن ص ۳۱، ۳۴، ۴۰۱ تا ۴۰۳ ج ۲)

(۲) عدم وجوب کے قائلین میں سے کہیں بھی "حشویہ وجہال" کے سوا کسی کا کوئی نام نہیں ملتا، "جہال" ہونے کے علاوہ مجہول بھی ہیں، بعض کتابوں میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے عدم وجوب منقول ہے جو خلاف راجح ہے، آپ کے ہاں بھی وجوب ہی راجح ہے، الا ان یکون الصائل مسلما محترما ای محقون الدم وتارك صلوة عندہ لیس بمحقون الدم (تحفۃ المحتاج بھامش حاشیۃ الشروانی ص ۱۸۴ ج ۹) والمسلم المحترم لایقدم علی قتل مسلم الا لشبهة اجتهادية ویؤیدہ ما استدل بہ من صنیع امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۳) امام جصاص رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی تفسیر، حدیث اور فقہ کے دوسرے ائمۂ عظام وعمائد اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ سب کا وجوب پر اجماع ہے، البتہ بعض نے مال سے ترک دفاع کی اجازت دی ہے، حضرات ائمۂ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے تطبیق کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اس کو دفاع کی صورت میں قتل نفس کے ظن غالب پر محمول کیا جائے، اور یہ شرط تو بہر حال لازم اور متفق علیہ ہے کہ عدم دفاع سے فساق وفجار کے فسادات کے شیوع کا خطرہ نہ ہو، کما ھو معقول ومنصوص فی الاصول ومجمع علیہ بلا خلاف احد من ذوی العقول۔

یہ بحث محض تنقیح مسئلہ واتمام فائدہ کے لئے لکھدی ہے ورنہ عداوت دینیہ کی صورت میں حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ نے بھی وجوب دفاع کی تصریح فرمائی ہے اور یہ بھی اوپر واضح کیا جاچکا ہے کہ آپ کا اختلاف علماء حق کے مابین اجتہادی اختلاف کی نوعیت کا تھا جس میں بالاتفاق دفاع واجب نہیں بلکہ عدم دفاع افضل ہے، کما صرح بہ الامام الجصاص وغیرہ من ائمۃ الاسلام رحمہم اللہ تعالیٰ وحملوا مستدلات الحشویۃ وجہال الظاہریۃ علیہ۔

علاوہ ازیں حفاظتی تدابیر کی اہمیت حالات وخطرات کی نوعیت کے مطابق ہوتی ہے، مثلاً: وجہ خصومت، دھمکی دینے والے کی شخصیت، جسے دھمکی دی گئی اسکی شخصیت، دھمکی کے وصول کا ذریعہ، دھمکی کے مضمون کی نوعیت، زمان، مکان، ماحول وغیرہ وکوائف۔

پھر اگر دھمکی کی بجائے سازش کی کوئی اڑتی ہوئی خبر ہے تو اسکی وقعت اور بھی کم ہے، جیسے حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ کا ایک بنئے پر گزر ہوا تو اس نے سازش کی مبہم سی خبر دی، کوئی اہم بات ہوتی تو وہ خود پہنچاتا۔

اس دور فساد سے چند سال پیشتر تک مذہبی وسیاسی اختلافات نہایت عروج پر ہونیکے باوجود باہم قتل وقتال کا کوئی تصور تک نہ تھا، تقریری وتحریری مناظرے، اسٹیجوں پر دوسرے مذاہب کی بھرپور تردید اور پرزور تنقید، اور اسمیں سخت سے سخت الفاظ کا استعمال بلکہ بسا اوقات ایک ہی اسٹیج پر بیک وقت مختلف مذاہب کے پیشواؤں کے اپنے مذہب کی تائید اور دوسرے مذاہب کی تردید میں بیانات، ایک دوسرے پر سخت چوٹیں۔ سننے والے بھی ان مختلف مذاہب کے لوگ باہم زانو بزانو گھٹنے سے گھٹنا ملائے بیٹھے مزے سے سن رہے ہیں، ایک دوسرے کے خلاف تالیاں بج رہی ہیں قہقہے لگ رہے ہیں، اس کے باوجود آپس میں ایسے گھلے ملے رہتے کہ گویا سگے بھائی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

یا گہرے دوست ہیں، گلے مل رہے ہیں بغل گیر ہو رہے ہیں، دنیوی معاملات میں باہم تعاون کر رہے ہیں ایک دوسرے کی دعوتوں اور تقریبات میں شامل ہو رہے ہیں، مذاہب میں شدید اختلاف کے باوجود کہیں بھی کبھی بھی قتل و قتال کا کوئی قصہ پیش نہیں آیا، بالفرض کہیں ہوا ہو تو شاذ و نادر۔

یہ تو اسلام و کفر کے مابین مقابلوں اور مناظروں میں رواداری کا عالم تھا، حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ کا اختلاف تو علماء دین سے تھا، یہ سب اہل حق علماء کبار تھے، باہم محبت و عقیدت اور عظمت و احترام کے بہت مضبوط رشتے تھے، کانگریسی ہندو بھی عام مسلمانوں کے ساتھ رواداری اور علماء اسلام کا احترام کرتے تھے، ایسے حالات میں کسی سازش کی افواہ کی بنیاد پر حفاظتی تدبیر کی ضرورت نہ تھی، اگر واقعۃً خطرہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو جواب وہی ہے کہ مسلمانوں کے باہم اجتہادی اختلاف کی صورت میں دفاع واجب نہیں۔

نمازیوں کی تلاشی کیا اللہ کے گھر سے دور کرنا مترادف ہے

اعتراض نمبر ۸:

مسجد اللہ کا گھر ہے جس میں ہر مسلمان کسی روک ٹوک کے بغیر داخل ہونے کا حق رکھتا ہے، تلاشی کو لوگ توہین سمجھتے ہیں، اس خوف سے نمازی اس مسجد کا رُخ نہیں کرتے تو تلاشی لینا کیا آیت ذیل میں مذکور وعید کا مصداق نہیں؟

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا (۲ : ۱۱۴)

"اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو لوگوں کو مسجدوں میں اللہ اللہ کرنے سے روکے اور مسجدوں کو ویران کرنے کی کوشش کرے"

محراب میں مسلح محافظ باعثِ تشویش کیوں؟

اعتراض نمبر ۹:

محراب میں مسلح محافظ سے خشوع خضوع میں خلل ہوتا ہے، کسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ بھی ہے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تلاشی کے باوجود محراب میں مسلح محافظ کیوں؟

اعتراض نمبر ۱۰ :

جب ایک مرتبہ تلاشی لے لی گئی تو اب محراب میں مسلح محافظ کی کیا ضرورت ؟ کیا یہ بلاوجہ لوگوں کو مرعوب کرنا اور دہشت پھیلانا اور ریاکاری نہیں ؟

کیا اتنے حفاظتی انتظامات بلا ضرورت اور اسراف نہیں؟

اعتراض نمبر ۱۱ :

اتنے محافظ رکھنے کی کیا ضرورت ؟ دوسری جگہوں میں جہاں خطرات ہوتے ہیں اور حفاظت کا بندوبست کیا جاتا ہے وہاں بھی ایسے کثیر و شدید انتظامات نہیں ہوتے تو یہ کیا اسراف نہیں ؟

دارالافتاء والارشاد میں حفاظتی انتظامات کے مختلف مراحل کی مفصّل کہانی

جواب :

قارئین مندرجہ بالا چاروں اعتراضات کے جواب سے قبل یہ بات خوب ذہن نشین کرلیں کہ جب حضرت والا کو نقصان پہنچانے کے لیے کفر نے ایک بیرونی حکومت کی مدد شہ پر یلغار شروع کی تو حضرت والا دامت برکاتہم کے خدام اور مجاہدین نے آپ سے حفاظتی تدابیر اور مسلح پہرے کی اجازت چاہی، جب مجاہدین کا اصرار بہت بڑھ گیا تو حضرت والا نے اپنے زرّیں اصول کے مطابق اُمور ذیل کا اہتمام فرمایا :

(۱) دفاع اور حفاظتی تدابیر کی شرعاً حدود و شروط کیا ہیں ؟ اس مسئلہ کو دارالافتاء والارشاد کے مفتی حضرات کی مجلس تحقیق میں رکھا، حضرت والا بذات خود بھی اجتماعی و انفرادی تحقیق فرماتے رہے، علاوہ ازیں اپنے تلامذہ و متعلقین میں سے دوسرے اہل افتاء و علماء کو قرآن و سنت و فقہ کی روشنی میں اس مسئلہ کی حدود و قیود کا حل تلاش کرنیکا حکم فرمایا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ان تمام مفتی حضرات نے دفاع کو شرعاً و عقلاً ہر طرح نہ صرف بہتر بلکہ لازم اور واجب قرار دیا۔

(۲) جب مسئلہ پوری طرح منقح ہو گیا تو حضرت والا نے اپنے متعلقین و خدام میں سے ماہرین اُمورِ حرب، جہادِ افغانستان و جہاد کشمیر کے گوریلے مجاہدین کے قائدین اور پاکستان آرمی ایس ایس جی کے کمانڈو زافسران کو دفاعی اقدامات کی ترتیب و لائحہ عمل بنا کر پیش کرنے کی اجازت دی۔

ان ماہرین نے ترتیب اور نظام بناتے وقت اُمور ذیل پر اجتماعی و انفرادی غور کیا:

(۱) دشمن کون ہے؟

(۲) فرد ہے یا گروہ؟

(۳) اس کا تعلق ایک جماعت سے ہے یا وہ مختلف جماعتوں سے وابستہ ہے؟

(۴) سرکاری ہے یا غیر سرکاری؟

(۵) بنائے عداوت کیا ہے؟

(۶) اب تک کیا واقعات ہو چکے ہیں؟

(۷) محلّہ میں کون کون لوگ قیام پذیر ہیں؟

(۸) دائیں بائیں آگے پیچھے متصل مکانات کن کے ہیں؟

(۹) حضرت والا کے فتاوی، خطابات و بیانات و مواعظ میں کن کن بے دین جماعتوں پر رَد کیا گیا ہے؟

جب ان کو تمام معلومات فراہم کر دی گئیں تو انھوں نے دارالافتاء والارشاد کے محل وقوع اور اردگرد کے مکانات کا جائزہ لیا اور باہمی مشورہ کے بعد مسلح پہرہ، تلاشی، مورچوں اور محراب میں مسلح محافظ اور کچھ اور انتظامات کا بھی جن کا اخفاء دفاع ہی کا حصّہ ہے لائحہ عمل بنا کر پیش خدمت کیا۔

(۳) ان کی تمام کاوشوں اور طے کردہ تجاویز کو حضرت والا نے مکرر دارالافتاء والارشاد کے مفتی حضرات کی مجلس میں مختلف اوقات میں متعدد بار رکھا، مجلس میں وہ تمام احتمالات بھی زیرِ غور آئے جو بصورت اعتراض لوگوں کی طرف سے ہو سکتے تھے خصوصاً محراب میں نمازیوں کی طرف منہ کر کے مسلح محافظ کے کھڑے ہونے کا مسئلہ خوب جانچا اور پرکھا گیا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تمام تجاویز و تدابیر شرعاً درست و جائز ہونے کے باوجود یہاں کی انتظامیہ کے بعض افراد نے ان کمانڈروں اور کمانڈز ماہرین کی بعض تجاویز کو غیر ضروری کہا تو انھوں نے جواب دیا:

"آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ تجویز ہماری طاقت سے باہر ہے یا کوئی عالم شرعی اعتبار سے کسی تدبیر کو غلط قرار دے لیکن اسے غیر ضروری، زائد، بے فائدہ اور غلو بتانا آپ کا کام نہیں ورنہ یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی جاہل کسی مفتی کے فتوے میں کاٹ چھانٹ اور ترمیم شروع کر دے یا فتوے کے کسی حصے کو فضول قرار دے"۔

حضرت والا نے اس تمام کوشش و تحقیق سے پاس ہونے والی تجاویز میں سے بہت سی ایسی تجاویز کو ترک بھی فرمایا جو خود ان ماہرین کے خیال میں بہت زیادہ اہم و لازم نہ تھیں۔

اطمینانِ کامل:

ویسے تو بحمداللہ ان تدابیر پر شرعی اعتبار سے ہر طرح اطمینان تھا ہی لیکن اس وقت اطمینان، شرح صدر و مسرت کی انتہا نہ رہی جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حفاظتی انتظامات میں مسلح محافظین کا محراب میں کھڑا ہونا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سجدہ کے وقت آپ کے سر کے پاس کھڑا ہونا نظر سے گزرا، اس کی تفصیل عنوان "حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور مساجد میں حفاظتی انتظامات" کے تحت گزر چکی ہے۔

اہل بصیرت کیلئے درسِ احتیاط:

تفصیل بالا کو پیش نظر رکھ کر ہر ذی شعور اس کا بخوبی ادراک کر سکتا ہے کہ ان حفاظتی انتظامات کے لائحہ عمل بنانے میں عقل و نقل، تفقہ و تحقیق، فہم و فراست کے تقاضوں کو کس قدر ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔

"یقیناً اس میں بصیرت والوں کو بڑا سبق ملتا ہے"۔

معہذا بعض لوگوں کی طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ شروع ہوئی جو تا حال جاری و ساری ہے۔

اعتراضات کوئی اچنبھے کی چیز نہیں:

اور اعتراض کوئی اچنبھے کی بات نہیں، دنیا میں ہر چیز خواہ وہ کتنی ہی اچھی، عمدہ اور لازم و واجب ہو جہاں اس کے چاہنے، سراہنے اور قبول کرنے والے کثیر تعداد میں ہوتے ہیں وہاں اس میں کیڑے نکالنے اور ناک چڑھانے والوں کی بھی کمی نہیں ہوتی۔ اور تو اور کتاب اللہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جیسی لاجواب کتاب اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے بے مثال وخلاصہ کائنات و مقصد کائنات کی مقدس ہستی کو بھی معاف نہیں کیا گیا۔

مگر حیرت وافسوس ان معترضین پر ہوا جو خود کو دیندار کہلاتے ہوئے پھولے نہیں سماتے اور دینی معاشرے میں واقعی وہ باحیثیت اور دین کے ..... مشہور ہیں جب انھوں نے عقل ونقل، فہم ودانش کو بالائے طاق رکھ کر مروت واخلاق کے تمام تقاضوں کو پس پشت ڈال کر اعتراضات کئے۔

مسئلہ تلاشی کا:

جب قرآن وحدیث، تعامل واجماع اور عقل وقیاس سے ثابت ہوگیا کہ حفاظتی و دفاعی انتظامات واجب ہیں اور امور حرب کے ماہر مجاہدین علماء اور دیندار اہل فن تلاشی اور محراب میں مسلح محافظ اور عمدہ انتظامات کو لازم قرار دیتے ہیں تو یہ اعتراض کہ تلاشی کی وجہ سے لوگ مسجد میں نہیں آتے اگر یہ درست ہے تو ناقابل اعتنار ہے۔ ایسے لوگوں کی ذاتی انا اور علماء دشمنی پر اسلام کے ایک عظیم مجاہد اور مفتی اعظم، مسجد، ادارے اور اپنے نمازیوں کو بھینٹ نہیں چڑھایا جاسکتا، دین وعلم اور اہل علم کی جان وعزت کو داؤ پر نہیں لگایا جاسکتا۔

ائرپورٹ پر تلاشی:

جو لوگ تلاشی کو اپنی توہین خیال فرماتے ہیں وہ بیشک اپنی توہین مت کروایا کریں، مساجد کی بحمداللہ کمی نہیں لیکن ان لوگوں سے جو تلاشی کی وجہ سے مسجد نہیں آتے کوئی یہ پوچھ سکتا ہے کہ وہ ائرپورٹ پر کس منہ سے برضا ورغبت تلاشی دیتے ہیں؟ کیا اللہ کے گھر اور اسلام کے ایک عظیم مفتی وعالم شریعت کی قدر واہمیت ائرپورٹ سے بھی کم ہے؟

ان معترضین کو چاہیئے کہ جب ائرپورٹ پر حکام تلاشی لینے لگیں تو وہاں سے لوٹ آیا کریں۔

حرمین شریفین میں تلاشی:

حرمین شریفین میں بھی تلاشی ہوتی ہے، اگر تلاشی ایسی ہی نفرت کی چیز ہے تو وہاں بھی حرم شریف میں داخل ہونے سے انکار کردیا کریں اور حرم کے پاسبانوں کو یہ آیت سنادیا کریں:

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا (۲ : ۱۱٤)

"اور اس شخص سے کون بڑا ظالم ہے جو لوگوں کو مساجد میں اللہ اللہ کرنے سے روکے اور انھیں ویران کرنے کی سعی کرے"

بندہ کو ۱۴۰۷ھ میں حج کی سعادت حاصل ہوئی، اس سال ہر نماز میں ہر حاجی و نمازی کی باقاعدہ تلاشی لی جاتی تھی، حرم شریف کی عقیدت و محبت کی وجہ سے سب لوگ نہایت خوشی سے تلاشی دیتے اور اس عمل کو خوب سراہتے تھے۔

معلوم ہوا کہ اعتراضات کی بنیاد تلاشی نہیں کچھ اور ہے، اب وہ اور کیا چور ہے جو دل میں چھپا ہے؟ اس کی تعیین کی دوسروں کو ضرورت نہیں اور جن کے دل میں ہے ان کو معلوم ہی ہے۔

جیسے حرمین شریفین میں تلاشی آیت مذکورہ کے منافی نہیں اور مسجد نبوی کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے رات میں بند کیا جانا آیت کے خلاف نہیں، پوری دنیا کی مساجد کا مخصوص اوقات نماز کے سوا مقفل کر دیا جانا آیت میں مذکور وعید میں داخل نہیں؛ اسی طرح اگر کسی مسجد میں شرپسندوں و دشمنان اسلام سے علماء، طلبہ اور خود نمازیوں کی حفاظت کے لئے تلاشی لی جاتی ہو تو یہ بھی اس آیت کے خلاف نہیں۔

اگر تھوڑی سی سمجھ سے کام لیا جائے تو تلاشی کے عمل پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیئے، اس میں انسانوں اور املاک کی حفاظت، مسجد کے تقدس کا بقاء، دشمنوں کی دسیسہ کاریوں کو ناکام بنانے اور اس میں تعاون، علماء کی قدر و منزلت پہچاننے اور کفر پر رعب بٹھانے کے ساتھ اپنے بارے میں اطمینان دلانے کا مظاہرہ بھی ہے۔

الحمد للہ بیشمار حضرات اہل علم اور دنیا کے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے ان اقدامات کا خیر مقدم کیا ہے اور دوسروں کے لئے قابل رشک و لائق تقلید قرار دیا۔

نیز اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محافظ زیادہ ہونے اور تلاشی و محراب میں مسلح محافظ کے اجتماع پر اعتراض کرنا ناواقفیت پر مبنی اور ماہرین کی رائے پر اپنی رائے کو ترجیح دینا ہے۔

نیز یہ بھی کہ حفاظتی تدابیر میں ایک جگہ کو دوسری جگہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

ماہرین امور حرب کے مطابق امور ذیل کی وجہ سے تدابیر مختلف ہو سکتی ہیں:

(۱) اختلاف زمان۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۲) اختلاف مکان۔
(۳) دشمن کا قوی وکمزور ہونا جو موقوف ہے دشمن کی حیثیت پر یعنی یہ کہ : انفرادی ہے یا گروہی، سرکاری ہے یا غیر سرکاری، دینی ہے یا دنیوی، ماہر ہے یا غیر ماہر۔
(۴) مہلک اشیاء کی ایجادات میں روز بروز اضافہ۔
(۵) بناء عداوت۔
(۶) محل وقوع۔
(۷) داخلی وخارجی حالات کا سازگار ہونا۔
(۸) استطاعت۔

اشکال :

بعض حضرات کو یہ اشکال ہوا ہے کہ محراب میں مسلح محافظ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمل پر قیاس نہیں کیا جاسکتا وہ تو امیر المؤمنین تھے، ظاہر ہے کہ امیر المؤمنین کے احکام دوسروں سے بہت سے معاملات میں مختلف ہوتے ہیں۔

جواب :

احادیث وفقہ وتاریخ سے یہ ثابت ہے کہ مسجد کے اندر حفاظتی کمرے تمام بلاد اسلامیہ میں بنائے گئے جس سے ثابت ہوا کہ یہ امیر المؤمنین کی کوئی خصوصیت نہ تھی۔

اور اگر کوئی اشکال کی یوں تقریر کرے کہ اس کا ثبوت صرف حکام کے لئے ہے لہٰذا غیر حکام کو حکام پر قیاس کرنا درست نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حکام نے ممکنہ خطرات کے پیش نظر مسجد کی جماعت ترک کرنے کی بجائے مسجد کے اندر ہی حفاظتی اقدامات اس لئے کئے تھے کہ امامت، خطابت ومسجد کے انتظامات ان کے سپرد تھے، آج حکام تو دین و ایمان سے ہاتھ دھو کر بیٹھے ہیں، اب امامت وخطابت وانتظام مسجد کے والی اور وارث علماء ہی ہیں اس لئے علماء گھروں میں بند رہنے کی بجائے سلف صالحین کے طرز پر مسجد کے اندر حفاظتی اقدامات کریں، اصلاً تو یہ فریضہ عامۃ المسلمین پر عائد ہوتا ہے لیکن اگر وہ غفلت کا مظاہرہ کریں تو خود علماء پر لازم ہے کہ وہ احتیاطی تدابیر اختیار کریں اور ظاہری اسباب کی حد تک کفر کو کوئی خوشی کا موقع نہ دیں۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

خطرہ ہے تو گھر میں نماز ادا کیوں نہیں کرتے؟

اعتراض نمبر ۱۲ :

اگر حضرت مفتی صاحب کو واقعۃً خطرہ ہے تو اپنے ساتھ مسلح محافظین کو مسجد میں لاکر نمازیوں کو پریشان کرنے کی بجائے گھر ہی میں نماز ادا کیوں نہیں فرما لیتے؟ آخر مرض میں بھی تو نماز گھر پر ہی پڑھتے ہیں۔

خطرہ کی وجہ سے گھر میں بند ہو کر بیٹھنا خلاف معقول بھی ہے اور منقول بھی

جواب :

یہ امر معقول بھی ہے اور مجرب و مشاہد بھی اور ماہرین کا فیصلہ بھی کہ دشمن مطلوب شخص کے اہل خانہ، اس کے متعلقین اور اس کی جائیداد و املاک کو بھی نشانہ بناتا ہے، دشمن کے ہدف کو مطلوب شخص کی محض جان تک مخصوص سمجھ لینا خطرناک ہے اس لئے حضرت یا کسی اور ایسے عالم دین کا جسے دشمنوں سے اندیشہ ہو گھر میں نظر بند رہنے کا فارمولا عقل و تجربہ اور ماہرین کے فیصلہ کے خلاف ہے۔

اسی طرح یہ رائے نقل سے بھی متصادم ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم و دیگر سلف صالحین کی سنت کتب حدیث و کتب سیرت و تاریخ میں منقول ہے کہ بیماری کی وجہ سے انھوں نے جماعت مسجد کا ترک تو فرمایا مگر دشمنوں کی طرف سے ممکنہ خطرات کے پیش نظر وہ ہمیشہ کے لئے گھروں میں بند ہو گئے ہوں ایسا کبھی نہیں ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سفر و حضر میں پہرے کی روایات کچھ گزر چکی ہیں، کچھ رسالہ کے آخری حصہ میں آنے والی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفاظتی انتظامات داقداماتؔ فرمائے گھر میں گوشہ نشینی و خلوت گزینی اختیار نہیں فرمائی۔ علاوہ ازیں ایام مرض میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا کر خود گھر میں نماز ادا فرمانا امیر المؤمنین حضرت عثمان، امیر المؤمنین حضرت معاویہ امیر المؤمنین حضرت

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حسن رضی اللہ عنہم اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے سامنے تھا۔ ظاہری اعتبار سے جیسی حفاظت گھر کے اندر ہو سکتی ہے ویسی باہر ممکن نہیں، صحابی رسول اور امیر المؤمنین ہونے کے ناطے ان حضرات کے نفوس مقدسہ کی قیمت تصور سے بالا بالا ہے، معہذا ان حضرات قدسی صفات نے دفاعی اقدامات کئے اور مسجد کی جماعت ترک نہیں فرمائی۔

یہ رائے دینے والے لوگ اپنے آپ میں کتنے ہی مخلص ہوں مگر اس کے عواقب پر غور کیا جائے تو یہ اسلام دشمنی کی راہ ہموار کرتی ہے، کیونکہ جیسے مسجد میں خطرہ ہے مدرسہ اور مجلس و اجتماع میں بھی ہے، ان سب جگہوں میں بہادر مسلمان ہوتے ہیں جو اسلحہ کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے تو اس رائے کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا نکلتا ہے کہ حق گو علماءِ کرام یا تو حق گوئی سے باز آجائیں ورنہ حق گوئی کی پاداش میں ان کو ہمیشہ کے لئے نظر بند کر دیا جائے، حق کی آواز کو ہمیشہ کے لئے دبا دیا جائے اور مسلمانوں کو حق سننے سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا جائے۔

مسجد عالم کے لئے پارلیمنٹ ہے:

علماء کے لئے مسجد ہی وعظ کہنے، عوام کی دینی راہنمائی کے لئے اصل جگہ ہے اس اعتبار سے مسجد عالم دین کے لئے پارلیمنٹ ہے اور عالم اس کا صدر اور رئیس۔ کیا کوئی باشعور شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ وزیر اعظم یا صدر خطرات کی وجہ سے ہمیشہ ہی پارلیمنٹ سے غائب و غیر حاضر رہے گا۔

محاسبہ کیجئے:

جو لوگ علماء حق کو اپنے خیال میں یہ خیر خواہانہ مشورہ دے رہے ہیں وہ اس پر بھی غور کریں کہ دشمنان اسلام میں تو اتنی جرأت کہ وہ ایک ملک کی سرحدیں عبور کر کے دُور دراز سے مشقت برداشت کر کے کفر کے لئے جان کی بازی لگاتے ہوئے علماء پر حملہ آور ہوں اور خود کو دیندار کہلانے والوں کی بہادری کا یہ عالم کہ علماء کی حفاظت کا فریضہ انجام دینے اور دشمن کے دانت توڑنے کی بجائے اُلٹا علماء کو گھروں میں بند کرنے کا مشورہ دیں۔ العیاذ باللہ ع

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

لمحۂ فکریہ :

تعجب بالائے تعجب و افسوس بالائے افسوس یہ کہ کفار تو اپنے زنادقہ و ملاحدہ کے روئیں روئیں کی حفاظت کریں اور ان کے جسم پر ایک آنچ نہ آنے دیں، سلمان رشدی جیسے منحوس و ملعون کی حفاظت یورپ اور امریکہ انجام دیں اور دین کے دعویدار اور علمار کے حبدار اپنے قیمتی قدسی نفوس کو جو اس وقت ہمارے لئے اصل سرمایہ ہیں چوپٹ مروادیں اور اگر کوئی آیاتِ قرآنیہ، احادیث نبویہ، نصوص فقہیہ و سنتِ نبویہ و تعامل خلفار راشدین کی تعمیل میں ایک ہستی کی حفاظت کا فریضہ انجام دے جس نے تمام فتنوں کی سرکوبی کے لئے اپنے آپ کو وقف فرمار کھا ہو اور بدون خوف لومۃ لائم "النذیر العریان" کی جیتی جاگتی تصویر بن کر دشمنان اسلام و دشمنان صحابہ اکفر الکفار واخبث الخبثار شیعوں کے کفر کو طشت از بام کر دیا ہو، جس کے فتوائے کفر نے ایران جیسی مضبوط اور کفر کے گڑھ کی بنیادیں ہلا کر رکھدی ہوں جس کے پیچھے حکومت ایران نے اپنے گماشتے چھوڑ رکھے ہوں ایسی ہستی کی حفاظت کرنے کو خلاف توکل، وخلافِ سنت وخلاف مروّت اور اس کو اسراف و ریار کاری گردانا غضب بالائے غضب اور قہر الٰہی کو دعوت دینا ہے ۔

غیرت کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

توکّل کی رَٹ لگانے والو!
ایک نظر ادھر بھی

دوسروں کو توکل کا درس دینے والے ذرا اپنی دنیا کی حفاظت کے اسباب کا بھی تو جائزہ لیں :

مکان کے بالکل اندرونی تہ خانوں میں تجوریاں، تجوریاں بھی ایسی قفل والی کہ اور چابی سے کھل ہی نہ سکیں، پھر کمروں، تہ خانوں اور گھروں کے تالے الگ، اس کے باوجود دل کی دھڑکن اور ڈاکے کے خیالات، پھر بینکوں کا رُخ، سود خوروں کے ساتھ تعاون پھر حسب منشا حفاظت نہ ہونے پر راتوں کی نیند حرام، دن کا چین و آرام غائب،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

گھروں کی دیوار پر کانچ کے لمبے لمبے نوکدار ٹکڑے، صحن کے سامنے لوہے کی مضبوط سلاخیں اور جنگلے، کمروں کے دروازوں پر کئی کئی کنڈیاں، بندشیں اور تالے، دروازہ پر چوکیدار، چھت پر پہریدار، فجر کی جماعت کے ترک پر دوام و اصرار، رات میں فون کی گھنٹی بجے تو رسیور اٹھانے سے انکار، غلطی سے اٹھالیا اور بولنے والا اپنا نہ ہوا تو جھوٹ کا اظہار کہ صاحب ملک سے باہر ہیں۔

یہ حالات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں، لیکن جب کسی عالم دین، وارث نبی اور ماہر شریعت حق گو عالم کی حفاظت اور اس کی قیمتی جان کے دفاع کا معاملہ ہو تو وہاں توکل یاد آجاتا ہے اور سنت بھی، ختنے اور خلاف شرع رسوم پر لاکھوں روپے اڑانے والوں کو اسراف بھی نظر آنے لگتا ہے اور ریاء کاری بھی۔

یہ لوگ دین کے محب نہیں دشمن ہیں، علماء کے ساتھ محبت کے دعوے میں کھرے نہیں کھوٹے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ علماء کرام دشمنان اسلام کے لئے لقمۂ تر بنے رہیں، یہ ظالم چاہتے ہیں کہ علماء چڑیوں کی طرح رہیں تاکہ ہر شخص ان کو بسہولت شکار کرسکے اور کافر لوگ اپنا ہر خواب شرمندہ تعبیر کرسکیں، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت دیں ورنہ ؎

نگل جا اے زمیں ناپیدا نہیں اے آسماں کردے

درسِ عبرت

اسلام کے دشمنوں اور فتنہ پردازوں کے مساجد پر چھپ کر اور کھل کر حملے اور تخریبی کارروائیاں روزمرہ کا معمول بن چکی ہیں، مساجد میں گھس کر نمازیوں پر اندھا دھند فائرنگ، بارودی دھماکے، خنجر زنی و چاقو زنی کے واقعات، ہنگامے، توڑ پھوڑ، مساجد کے دروازوں پر آکر حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینا اور ان پر تبرا کرنا، علماء حق کو برا بھلا کہنا، مساجد کے ائمۂ کرام کا اغوار، علماء دین کا قتل، ان کی ڈاڑھیاں مونڈنے کے حادثات آئے دن پاکستان کے تمام جرائد، رسائل اور اخباروں میں شہ سرخیوں کے ساتھ چھپتے ہیں۔

لاہور میں "مسجد احسان" کا دلدوز واقعہ، فیصل آباد کی "مسجد صدیق اکبر" کا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

دلخراش سانحہ، گوجرانوالا کی "محمدی مسجد" پر دہشت گردی، جھنگ، لیہ، اور ملتان اور اس کی مضافات کی بہت سی مساجد، کراچی میں ناگن چورنگی، اسکاؤٹ کالونی، کورنگی، اورنگی ٹاؤن، عزیزآباد، بنوری ٹاؤن، گرومندر اور نمائش کی مساجد میں دہشت گردی اور بربریت کے جھنجوڑنے والے حوادث اب کسی سے مخفی نہیں، ڈیڑھ دو سال کے قلیل عرصہ میں پاکستان کی کتنی مساجد کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا، کتنے نمازیوں کو خاک و خون میں تڑپایا گیا، کتنے نمازی ہاتھ، پاؤں، آنکھ اور جسم کے دوسرے قیمتی اعضاء کی نعمت سے محروم و معذور ہوئے، کتنے علماء کو قتل کیا گیا اگر کوئی ان سب کی فہرست بنائے تو یہ اعداد و شمار دشمنان اسلام کی طرف سے ہمارے لئے بڑے مہلک پیغامات اور مستقبل میں ہماری تباہی کے اعلان ہیں اور بربادی کی پیشگوئی۔

الحمد للہ! بعض معترضین ان عبرتناک حوادث سے عبرت حاصل کر چکے ہیں اور اپنے اعتراضات بصد معذرت وندامت واپس لے چکے ہیں۔

اس سلسلہ میں بیرون سندھ سے بعض خطوط بھی موصول ہوئے، ایک صاحب نے لکھا کہ مجھے مسلح پہرہ پر بڑا اشکال تھا لیکن ہمارے قریب ایک مسجد پر دشمنان اسلام نے حملہ کیا جس میں درجنوں نمازی شہید، زخمی و معذور ہو گئے اب میرا اشکال ختم ہو گیا ہے۔

ایسے ہی ایک عالم نے جو حضرت والا سے اصلاحی تعلق رکھتے ہیں لکھا:

دارالافتاء والارشاد میں مسلح پہرہ پر یہاں کے دیندار طبقے کو بہت تشویش تھی اور بڑے اشکالات، ان کے اعتراضات نے مجھے پریشان کر رکھا تھا اب حال ہی میں مختلف شہروں میں مساجد پر حملوں کے سنگین واقعات نے آنکھیں کھول دی ہیں اب سب کہنے لگے ہیں:

"واقعی حضرت مفتی صاحب کے ہاں پہرے کا معمول نہایت درست بلکہ بے انتہاء لازم وضروری ہے، بلاشبہہ اللہ والوں کی نگاہ بڑی دوررس ہوتی ہے ہم سب کو دفاعی انتظامات کرنا چاہئیں"

اگر کسی کے ایک ایک اشکال پر درجنوں مسلمان بھینٹ چڑھنے لگیں اور قرآن و حدیث وسیرت سے ناواقفیت کی بناء پر پیدا ہونے والے ایک ایک اعتراض کا جواب کوئی مسلمانوں کے خون، مساجد کے تقدس کی پامالی اور دین پر حملوں میں ڈھونڈنے لگے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تو سوچیے اس سے زیادہ نا عاقبت اندیش اور ظالم کون ہو سکتا ہے ؟
معھذا یہ لوگ غنیمت ہیں جو دھکا لگنے پر سمجھ گئے، گر کر سنبھل تو گئے ع
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا
لیکن خیر سے یہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو ان تمام تر حقائق و واقعات و حوادث کے باوجود بھی بیدار ہونے کا نام نہیں لے رہے اور وہ اپنی ہٹ پر قائم و دائم ہیں۔
مشہور کہاوت بھی شرما گئی :
کسی زمانہ میں یہ کہاوت مشہور تھی کہ ہندو خطرہ سے ایک ہفتہ پہلے بیدار ہو جاتا ہے مسلمان عین وقت پر اور سکھ ایک ہفتہ بعد، لیکن آج کا مسلمان پستی و ذلت اور بے حسی کے اس اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو گیا ہے جس میں بیداری اور حس کا کوئی نام و نشان تک موجود نہیں، یہ ہفتہ کیا مہینوں اور سالوں بعد بھی نہیں جاگ رہے۔
اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

کیا اسلحہ نمازیوں کو دہشت زدہ کرنے کیلئے ہے؟

اعتراض نمبر ۱۳ :
اسلحہ کی اہمیت اپنی جگہ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ لوگ اسلحہ کے تصور سے بھی خوفزدہ ہو جاتے ہیں، ایسی حالت میں مسجد اور مسجد کے ارد گرد مسلح محافظوں کے جتھے اور انکے ہاتھوں اور جسم کے مختلف حصوں پر مختلف قسم کے ہتھیار خوفناک منظر پیش کرتے ہیں جس سے نمازیوں کا خشوع و خضوع غارت اور امن و سکون تباہ ہو جاتا ہے۔

اسلحہ اللہ کے دشمنوں پر دہشت ڈالنے کیلئے ہے

جواب :
مسلح پہرہ پر جتنے اعتراضات بھی اب تک کیے گئے ہیں یہ اعتراض قدر مشترک کے طور پر سب میں موجود تھا یعنی اسلحہ سے خوف۔
گزشتہ اوراق میں وہ آیت لکھی جا چکی ہے جس میں اعداء اسلام سے دفاع کے لئے استطاعت کے مطابق بہتر سے بہتر اسلحہ تیار رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

نے اسلحہ کی حکمت ومصلحت اور اس کا فائدہ یہ بیان فرمایا ہے :

تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ

"اس کے ذریعہ تم اللہ کے دشمنوں کو بھی خوفزدہ کرسکو گے اور اپنے دشمنوں کو بھی"

جو مسلمان بھائی اسلحہ کو دیکھ کر ڈرتے ہیں ان سے دست بستہ گزارش ہے کہ یہ اسلحہ ان کی حفاظت اور مسلمانوں کے دشمنوں کو ڈرانے دھمکانے کے لئے ہے، ایسی حالت کو بدلیں جو قرآن میں اللہ کے دشمنوں کی بتائی گئی ہے۔

ایسے لوگ تنہائی میں پوری دیانتداری اور اخلاص کے ساتھ اپنی اس حالت کا جائزہ لیں اور ٹھنڈے دل سے سوچیں :

جو چیز اللہ نے اپنے دشمنوں کو ڈرانے کے لئے عطا فرمائی تھی آج ہم خود اس سے خوفزدہ کیوں ہیں ؟

جس اُمت کے قرآن نے اسلحہ رکھنے کو فرض اور نہ رکھنے کو جرم وہلاکت بتایا آج اسی قرآن کے ماننے والوں کو اس اسلحہ سے کیوں خوف آتا ہے ؟

جس امت کے نبی کی بعثت ہی اسلحہ کے ساتھ ہوئی اور اس کو اسکا ذریعۂ معاش قرار دیا گیا آج اسی نبی کی محبت کے دعویدار اسلحہ سے خائف کیوں ہیں ؟

جس شریعت میں اسلحہ سے محبت کا حکم ہو اور اس شریعت کو لانے والے رسول نے اپنی تلوار کے دستے میں چاندی جڑ واکر اسلحہ سے محبت وعشق کا مظاہرہ کیا ہو اور اس شریعت نے اسلحہ کے زور پر چھینے ہوئے اموال کفار کو تمام مالوں سے پاکیزہ قرار دیا ہو آج اسی شریعت کے پیروکاروں کو اسلحہ سے کیوں ہول آتا ہے ؟

جس اسلحہ کی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اہمیت کا یہ عالم ہو کہ آپ کی ذاتی ملکیت میں گیارہ گیارہ تلواریں، آٹھ آٹھ نیزے، سات سات زرہیں، چھ چھ کمانیں، دو دو ترکش، چار چار ڈھالیں متعدد جنگی ٹوپیاں، کئی کئی اونٹنیاں اور خچر تھے اور صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترکہ میں سوائے اسلحہ اور آلات جنگ کے اور کچھ نہیں چھوڑا آج حبِّ نبی وعشق رسول کے راگ الاپنے والے اس میراث نبوی کو دیکھنے کی تاب کیوں نہیں رکھتے ؟

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جس اسلحہ کو ہمارے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم دن کو اپنے تن سے جدا کرتے تھے نہ رات کو اور وہ اسے اپنی اور دین اسلام کی عزت سمجھتے اور کہتے تھے آج حُبِّ صحابہ کو ایمان کا جزء قرار دینے کے مدعی اسلحہ کو ایک نظر دیکھنے کی سکت کیوں نہیں رکھتے؟

جن کے آباؤ واجداد نے اسلحہ کے ذریعہ جزیرۂ عرب کو کفر و شرک سے پاک کر دیا، خیبر و بنو قریظہ کے یہودیوں کو ہمیشہ کے لئے ذلت کا طوق پہنا کر وہاں سے نکال باہر کیا، فارس کے کفار کو لوہے کے چنے چبوا دیئے اور روم و شام کے اعداء اسلام کے دانت توڑ دیئے، آج انہی کی اولاد اسلحہ کو دیکھ کر لرزتی کیوں ہے؟

جس اسلحہ کی خیرات مسجد نبوی میں ہوا کرتی تھی اور اس کی جنگی مشق کو مسجد نبوی میں محبت بھری نگاہ نبوت کا شرف حاصل تھا آج اسی اسلحہ کے تصور سے مسلمان کا وضو کیوں ٹوٹ جاتا ہے؟

للہ! سوچئے کیا آپ نبی السّیف (تلوار والے) کے اُمتی کہلانے کا منہ رکھتے ہیں؟ اگر آپ کو مسواک اور عمامہ کی سنت سے پیار ہے تو اسلحہ جیسے فرض سے کیوں پیار نہیں؟

کہیں "میٹھا میٹھا ہپ کڑوا کڑوا تھو" والا معاملہ تو نہیں؟

صحابۂ کرام کو اسلحہ سے ڈر کیوں نہیں لگتا تھا؟

الغرض گزشتہ اوراق سے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اسلحہ ڈرنے کی چیز نہیں محبت کی چیز ہے پھر ہمیں کیوں ڈر لگتا ہے؟

چند روز قبل ایک صاحب تشریف لائے جو دینی اعتبار سے بڑے ذی وجاہت و صاحب رتبہ ہیں، انھوں نے اسلحہ اور پہرے پر سخت اشکالات کئے بندہ نے ان کو گزشتہ اوراق کا خلاصہ بتایا تو وہ کہنے لگے:

"سب اشکالات دُور ہو گئے لیکن محراب میں مسلح محافظ سے تشویش ہوتی ہے اور دہشت پھیلتی ہے للہ! اسے کسی طرح ختم کریں"

بندہ نے عرض کیا:

"جب ایک چیز قرآن، حدیث، فقہ، اجماع و تعامل سے ثابت ہو گئی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمل سے باقاعدہ اس کی تصدیق

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ہوگئی تو اب میرے خیال میں اس تشویش وخوف کا علاج کیا جائے نہ کہ اسلحہ کو خیرباد کہا جائے، آخر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلحہ سے دہشت کیوں نہیں ہوتی تھی؟"

اس پر انھوں نے اُچھل کر ایک خاص انداز سے میرے کندھے پر زور سے ہاتھ مار کر کہا:

"بس ٹھیک ہے یار"

اسلحہ سے خوف کا علاج

ایسے مسلمان بھائی جو اپنی غفلت، غلط معلومات اور بعض دین کے ٹھیکیداروں کے غلط پروپیگنڈے سے متأثر ہوکر اسلحہ کو نعوذ باللہ قابلِ نفرت اور عار سمجھنے لگے اور اسلحہ سے خوف اور بزدلی کا مہلک مرض ان کے قلوب میں پیدا ہوگیا وہ آئندہ نسل کو بزدلی اور خوف کا سبق دینے کی بجائے جرأت سے کام لیں اور اس حالت کی اصلاح کریں، لیکن اسکا طریقہ یہ نہیں کہ اسلحہ سے آنکھیں بند کرلی جائیں یا اسے جلادیا جائے، سر میں جوئیں پڑجائیں تو جوئیں نکالی جاتی ہیں کھوپڑی نہیں اُڑائی جاتی، کپڑے میلے ہوجائیں تو میل کو نکالا جاتا ہے کپڑے نہیں پھینکے جاتے، لہٰذا اس ڈر کو دل سے نکالیں جس کے لئے امور ذیل کا اہتمام کریں:

(۱) اب تک اسلحہ سے نفرت اور خوف کا جو اظہار کیا دو رکعت پڑھ کر اس گناہ سے توبہ کریں۔

(۲) بزدلی سے پناہ مانگنے کا معمول بنائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (انتہائی بہادری کے باوجود) بزدلی سے یوں پناہ مانگتے تھے جیسے کفر وشرک سے (صحیح بخاری ص ۳۹۶ جلد ۱)

(۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جنگوں کے واقعات باقاعدہ مطالعہ میں رکھیں اس کے لئے کتب ذیل بہت مناسب ہیں:

(۱) "سیرۃ المصطفیٰ" جلد دوم تالیف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

② "ملک شام کی عظیم الشان فتوحات اور صحابۂ کرام کے مجاہدانہ کارنامے"۔
(تالیف حضرت مولانا فضل محمد صاحب مدظلہم استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی)

③ حکایات صحابہ (تالیف حضرت اقدس شیخ الحدیث قدس سرہ

④ پہلی فرصت میں جہاد کی تربیت (ٹریننگ) حاصل کریں، اہل حق کی نمائندہ عظیم متحدہ قوت "حرکۃ الانصار" کے معسکر (ٹریننگ سنٹر) کو غنیمت سمجھیں۔

⑤ پاکستان کے ہر شہری کو قانون کے مطابق اسلحہ رکھنے کی اجازت ہے اس قانون کو نعمت عظمیٰ سمجھیں اور حسب استطاعت اسلحہ رکھیں، خلاف قانون کوئی چیز نہ رکھیں۔

⑥ اس وقت جہاد فرض ہے اور کشمیر و تاجکستان، بوسنیا وغیرہ کئی جگہوں میں اہلِ حق کفر سے برسرِ پیکار ہیں، جو لوگ اس شرعی جہاد کی قیادت کر رہے ہیں ان سے رابطہ کر کے جہاد میں حصہ لیں اور ایک مرتبہ پھر یہ سوچ لیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو ستائیس مرتبہ بنفس نفیس جہاد میں نکلے ہم کم از کم ایک مرتبہ تو نکلیں، پھر قائدین جہاد خواہ ہمیں میدان میں لڑنے کی بجائے جہاد کا کوئی اور کام سپرد کر دیں ؎

اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے
پوری دُنیا میں کافر کفر کے لئے لڑ کر
اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ
"کافر کفر کی خاطر لڑتے ہیں"
کے مطابق کفر سے وفاداری کا ثبوت دے رہے ہیں، اہل ایمان بھی اُٹھیں اور دین کے لئے مسلح قتال کر کے اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
"اہلِ ایمان اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں"۔
کا مصداق بن کر کفر کی برتری کو ختم کریں۔

دھونی کی دھلائی

افسوس ہماری حالت ہندو بننے سے بھی ابتر و بدتر ہو گئی، ہندو بزدلی میں

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ضرب المثل تھے۔

کہتے ہیں کہ جب انگریزوں نے ہندوستان پر غاصبانہ قبضہ جمالیا تو متحد ہندوستان کی تمام اقوام کو فوج میں بھرتی کیا، ہندوؤں کو نہیں لیا، اس پر ایک "ہندو چوہدری" نے اپنی قوم کے ساتھ ہونے والی ناانصافی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی، انگریز افسر نے کہا:

"تمہاری ہندو قوم نہایت بزدل ہے اس لئے ہم کسی ہندو کو فوج میں نہیں لیتے۔"

ہندو چوہدری نے جواب دیا:

"صاحب! آپ کو غلط اطلاعات ملی ہیں، بہادری میں ہم کسی بھی قوم سے پیچھے نہیں۔"

انگریز افسر نے کہا:

"ٹھیک ہے پھر امتحان کر لیتے ہیں کسی ہندو کو لاؤ۔"

چوہدری ہندوؤں میں سے سب سے بہادر ہندو کو خوب سمجھا بجھا کر اور یہ کہہ کر لایا:

"دیکھنا ڈرنا مت، پوری قوم کی عزت کا مسئلہ ہے۔"

افسر نے سامنے بٹھا دیا اور ایک فوجی سے کہا:

"احتیاط سے اس کی ٹوپی کو نشانہ لگاؤ۔"

فوجی نے نہایت ٹھیک نشانہ مار کر ٹوپی گولی سے اُڑا دی اور ہندو اپنی جگہ ٹھیک بیٹھا رہا، افسر حیران ہوا اور چوہدری بڑا خوش کہ ہماری قوم کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔

افسر نے کہا:

"اسے ٹوپی کی قیمت دیدو اور آئندہ ان کو فوج میں لیا کرو۔"

ہندو کانپتا روتا ہوا بولا:

"حضور دھوتی کی دھلائی بھی دیدو۔"

ڈر کے مارے کم بخت کا پاخانہ نکل گیا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

لیکن آج کے مسلمان اسلحہ سے خوف اور اسے قابلِ نفرت سمجھنے کی وجہ سے ایسے ہوگئے کہ دھوتی کی دھلائی مانگنے والے بزدل ہندو بھی آج پورے ہندوستان میں مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں، بے گناہ بچوں کو ذبح کر رہے ہیں، معصوم بچیوں کی عزت کو تار تار کر رہے ہیں، مساجد کو شہید کر رہے ہیں قرآن کو جلا رہے ہیں، تاریخ کا وہ بدترین ظلم ڈھا رہے ہیں جو آسمان نے دیکھا نہ زمین نے، کیا ان حالات وحقائق سے کوئی عبرت حاصل کرنے والا ہے؟

ظالم ابھی ہے فرصتِ توبہ نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

جہاد ہی بزدلی کا علاج ہے

یہاں حضرت کی زیارت وملاقات کے لئے جہاد افغانستان وکشمیر کے مجاہدین، دنیا کے مختلف ممالک کے غازی اور مشہور زمانہ کمانڈر تشریف لاتے ہیں، ان میں عام سرفروش مسلمانوں سے لے کر طلبہ، علماء ومشایخ سب ہی ہوتے ہیں اور بحمداللہ سارا سال اسلام کے ان جانبازوں کا تانتا بندھا ہی رہتا ہے، یہ حضرات یہاں کے پہرے، اسلحہ اور تلاشی کے نظام کو دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے ہیں۔

اس دور کے عظیم گوریلا کمانڈر مشہور فاتح نامور عالم دین حضرت مولانا جلال الدین حقانی دامت برکاتہم بیسیوں کمانڈروں اور علماء کرام کے ہمراہ تشریف لائے تو بڑے خوش ہوئے اور فرمایا:

"مجھے یہاں پہرہ اور اسلحہ دیکھ کر یوں لگ رہا ہے جیسے میں سرزمین شہداء وارض جہاد افغانستان میں ہوں"

نیز فرمایا:

"مجھے یہاں بڑا لطف محسوس ہوا"

"حرکۃ الانصار" کے مرکزی نائب امیر اوّل حضرت مولانا فضل الرحمٰن خلیل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا:

"مجھے ایسی جگہ دکھائی یہ ان کا مجھ پر احسان ہے"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ایک مشہور عرب عالم نے جو جہاد میں متعدد بار حصّہ لے چکے ہیں اور ایک عرب ملک کی کسی وزارت میں اعلیٰ عہدہ پر بھی فائز ہیں یہاں پہرہ، اسلحہ اور تلاشی دیکھ کر فرمایا :

"مجھے یہاں وہی لذّت محسوس ہو رہی ہے جو جہاد کے اندر محاذ پر ہوتی ہے۔"

یہاں کے بعض محافظین کے بارہ میں یہ پیشین گوئی بھی کی :

"مجھے ان کے چہرہ سے شہادت کی مہک محسوس ہو رہی ہے۔"

چند روز قبل "حرکۃ الانصار" کے ایک سعودی عربی مجاہد حضرت والا کی زیارت کو تشریف لائے تو اسلحہ اور پہرہ دیکھ کر بے اختیار تڑپ گئے اور بے ساختہ پکار اُٹھے :

واللہ ھکذا ینبغی للعلماء ما قام الدّین الّا بالسّلاح ولا یقوم ولن یقوم الّا بالسّلاح۔

"اللہ کی قسم علماء کو یونہی رہنا چاہیئے، دین نہ پہلے ہتھیار کے بغیر مستحکم ہوا نہ اب ہو سکتا ہے نہ ہی آئندہ ہوگا۔"

فاتح خوست و گردیز حضرت مولانا جلال الدین حقانی کے ممتاز کمانڈر اور مشہور عالم جامعہ منبع الجہاد خوست کے مہتمم و رئیس حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب مدظلہم، مولانا حقانی کے مایۂ ناز استاذ عظیم مجاہد شیخ الحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب دامت فیوضہم شیخ الحدیث جامعہ منبع العلوم میران شاہ وزیرستان اور دیگر بعض بڑے بڑے علماء و مجاہدین تشریف لا چکے ہیں اور پہرے اور اسلحہ کا نظارہ دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر چکے ہیں۔

پاکستان میں اہل حق اکابر کی نمائندہ تنظیموں کے تمام مرکزی قائدین یہاں تشریف لاکر پہرے کے نظام کو خوب خوب داد دے چکے ہیں۔

خوشخبری :

الحمد للہ حضرت والا اور دیگر اکابر کی مسلسل کوششوں سے مجاہدین کی یہ تمام تنظیمیں مکمل طور پر متحد اور باہم منظم ہو چکی ہیں اس متحدہ عظیم عسکری قوت کا نام "حرکۃ الانصار" طے پایا ہے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کیا محافظین و دربان استفادہ میں رکاوٹ ہیں؟

اعتراض نمبر ۱۴ :

حضرت مفتی صاحب محافظوں اور دربانوں میں ایسے گھرے رہتے ہیں کہ ان سے علمی یا عملی استفادہ ممکن نہیں، تلاشی و مسلح محافظین سے گزر کر بھی زیارت و ملاقات و استفادہ کی تمنا پوری نہیں ہو پاتی، کیونکہ نظم اوقات اور پابندی معمولات کا بہانہ بہرحال موجود رہتا ہے۔

جب اللہ نے علم و معرفت کی دولت عطا فرمائی تو اسے یوں دبا کر کیوں بیٹھے ہیں؟

یہ خیال سراسر باطل ہے

جواب :

یہ خیال سراسر باطل ہے کہ محافظوں اور دربانوں کے ہجوم کے باعث حضرت سے ملاقات، آپ کی زیارت اور آپ سے استفادہ ممکن نہیں۔

اس اعتراض کے اصل سبب کی صحیح نشان دہی

اس اعتراض کا اصل منشا کیا ہے؟ حضرت تھانوی قدس سرہ کے مواعظ و ملفوظات میں بے شمار جگہوں پر اس پر مفصل و مبسوط کلام فرمایا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی کا ادب و احترام دو وجہ سے ہو سکتا ہے۔

① اقتدار و قوت،

② محبت و عقیدت

علماء کے پاس اقتدار و حکومت تو ہے نہیں (جب تھا تو پوری دنیا جھک کر سلام کرتی تھی جیسا کہ آج بھی افغانستان میں اس کا مشاہدہ بخوبی کیا جا سکتا ہے جہاں اللہ نے علماء کو مسلح جہاد کی بدولت اقتدار عطا فرمایا ہے) محبت و عقیدت کا مدار دینداری ہے، دیندار اہل علم و اہل اللہ کی دل سے قدر کرتے ہیں اور ان کی جوتی کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ تصور کرتے ہیں، لیکن جو لوگ دینداری سے محروم ہوتے ہیں وہ اہل دین یعنی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اہل علم و اہل اللہ کی محبت و عقیدت سے بھی یکسر محروم ہوتے ہیں، ایسے لوگ جب کسی عالم سے ملنے کا ارادہ کرتے ہیں تو شیخ چلی کی طرح از خود یہ خیالی منصوبہ بنا کر چلتے ہیں:

"جیسے ہی ہم وہاں پہنچیں گے اوّلاً تو مولانا صاحب پہلے ہی ہمارے استقبال کو کھڑے ہوں گے ورنہ جیسے ہی ہماری تشریف آوری کا علم ہوگا فوراً بلا تاخیر کھانا، پینا، نیند، آرام، کام اور تمام ضروری دینی خدمات چھوڑ کر ہمیں خوش آمدید کہیں گے، بیٹھتے ہی فریج میں لگی ٹھنڈی بوتل پیش کی جائے گی، ورنہ چائے تو ہر حال میں چلے گی پھر ہماری ہر معقول و نامعقول بات سنی جائے گی اور گپ شپ جو ہوگی وہ الگ۔"

عوام کا یہ خطرناک مزاج از خود نہیں بنا، مال و جاہ کے مریض بعض جعلی مولویوں اور نقلی پیروں نے اپنے مقاصد نکالنے کے لئے عوام کا مزاج بگاڑا ہے۔

حضرت تھانوی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے:

"ایسے لوگ علماء سے ملنے آتے ہیں تو عقل کو گھر ہی میں رکھ کر آتے ہیں مگر جب عدالتوں، تھانوں، ہسپتالوں، سرکاری و غیر سرکاری دفاتر میں جاتے ہیں تو صحیح صحیح انسان بن کر جاتے ہیں، صرف افسران صاحبان کے طویل انتظار کا تحمل ہی نہیں چپراسیوں کے نخرے بھی بصد خوشی برداشت کرتے ہیں اور ان کی ڈانٹ پر "سر جی" کہہ کر معذرت کرنے کو اپنے لئے فخر اور اسے تہذیب و ترقی قرار دیتے ہیں۔"

نیز حضرت تھانوی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے:

"ایسے ہی کوڑھ مغزوں سے تنگ آکر میں نے ملاقات، زیارت و استفادہ کے لئے اصول بنائے ہیں، اگر میں ایسا نہ کروں تو یہ ظالم مجھے ایک بار بھی اللہ کا نام تک نہ لینے دیں۔"

حضرت گنگوہی و حضرت تھانوی قدس سرہما ایسے لوگوں کو جو ان حضرات کے اصول کے مطابق چلنے کی بجائے اپنے اصول اور من مانی چلانے کی کوشش کرتے خانقاہ سے نکالدیا کرتے تھے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کا سبق آموز واقعہ

ایک نواب صاحب نے جو دینداری میں بھی شہرت رکھتے تھے اپنے خاص سکریٹری اور وزیر کو حضرت نانوتوی قدس سرہ کی خدمت میں یہ پیام دے کر بھیجا :

"میں حضرت والا کی زیارت کا بہت مشتاق ہوں حضرت مجھ سے مل لیں"

حضرت نانوتوی قدس سرہ نے اوّل اوّل تو اعذار شروع کر دیئے کہ میں غریب دیہات کا رہنے والا آداب امراء سے غیر واقف ہوں شاید آداب مجلس نہ بجا سکوں، اس پر وزیر صاحب نے کہا :

"حضرت! نواب صاحب تو خود حضرت کا ادب کریں گے حضرت تمام آداب سے مستثنیٰ ہونگے"

حضرت نانوتوی قدس سرہ نے فرمایا :

"پھر نواب صاحب ہی تو میری ملاقات کے مشتاق ہیں میں تو انکی زیارت کا مشتاق نہیں ہوں، اگر ان کو اشتیاق ہے تو خود مجھ سے ملنے آئیں ان کے پیروں میں مہندی تو نہیں لگی ہے"

حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں :

"بہرحال نہ جانا تھا نہ گئے اور امراء کے مقابلہ میں حضرت کا یہی طرز عمل رہا ہے" (ارواح ثلاثہ ص ۲۴۱ ج ۲)

علماءِ حق کے خلاف

ہرزہ سرائی کرنے والے کا شرعی حکم

ایسے لوگوں میں سے جن کا ذکر اوپر ہوا اگر کوئی شخص کسی عالم کے اصول میں دخل اندازی کرے یا وقت نہ ملنے پر بدتمیزی و بدتہذیبی کا مظاہرہ کرے تو ایسا شخص واجب الاخراج ہی نہیں واجب التعزیر بھی ہے۔

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے یہ مسئلہ بڑی وضاحت و صراحت کے ساتھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عالم دین کی توہین محض اس لئے کرتا ہے کہ یہ عالم دین ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہوگیا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی ایسے شخص کو دوبارہ مسلمان کرکے تجدید نکاح کرنا ضروری ہے اور اسے جلاوطن کرنا چاہئے اگر دوبارہ مسلمان نہ ہو تو شرعاً اسے قتل کرنے کا حکم ہے۔

یہ مسئلہ کتب ذیل میں مصرح ہے۔

(۱) المحیط (۲) الفتاوی البزازیۃ (۳) تبیین الحقائق
(۴) البحر الرائق (۵) الاشباہ والنظائر (۶) حاشیۃ البیری علی الاشباہ
(۷) شرح الکنز لابن الضیاء (۸) منیۃ المفتی (۹) مجموع النوازل
(۱۰) الخزانۃ (۱۱) عمدۃ الاسلام (۱۲) روضۃ العلماء
(۱۳) البریقۃ المحمودیۃ (۱۴) تنقیح الفتاوی الحامدیۃ (۱۵) الوھبانیۃ
(۱۶) الحاوی القدسی (۱۷) الفتاوی الخیریۃ

(البریقۃ المحمودیۃ ص ۹۲ ج ۳، تنقیح الفتاوی ص ۱۰۱ ج ۱، الفتاوی الخیریۃ ص ۲۳۵ ج ۲)

مذکورہ بالا کتب میں سے بعض میں تو یہاں تک ہے:

"غیر عالم کے لئے جائز نہیں کہ وہ اہل علم کے درمیان بیٹھے کیونکہ یہ بھی علم و اہل علم کی بے ادبی و گستاخی ہے، اگر کوئی ایسا کرے تو حاکم پر لازم ہے کہ اسے بزور اس بے ادبی سے روکے، اور اگر عالم سے بلند اور افضل جگہ پر بیٹھ گیا اور یہ حرکت اس سے علماء کی عظمت و وقعت نہ ہونے کی وجہ سے سرزد ہوئی تو یہ شخص کافر ہوگیا، بیوی نکاح سے نکل گئی اور اگر دل میں تحقیر نہیں یونہی مزاح کے طور پر بلند جگہ پر بیٹھ گیا تو گو کفر نہیں تاہم اسے تعزیر پھر بھی لگائی جائے۔ اس پر تمام ائمہ کا اجماع ہے"

(تنقیح الفتاوی للعلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ ص ۱۰۱ ج ۱)

علماء کے خلاف

پروپیگنڈا کرنے کی دوسری وجہ

چونکہ ایسے لوگوں کا علماء کے دروازوں پر غرور اچھی طرح پامال ہوتا ہے اور

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

آپریشن سے مادۂ فاسدہ خوب خارج ہوتا ہے اس لیئے وہ علماء کو طرح طرح بدنام کرکے انتقام لینے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے لیئے ان کے پاس سادہ لوح عوام کو دھوکا دینے کے لیئے اس عنوان کے سوا کوئی حربہ نہیں بنتا کہ علماء عوام کو وقت نہیں دیتے، حالانکہ ذرا سی عقل رکھنے والا یہ جان سکتا ہے کہ علماء کا سارا وقت عوام ہی کی خدمت میں گزرتا ہے، وعظ، تصنیف، تالیف، افتاء، تدریس، تزکیۂ نفس وغیرہ خدمات سے زمانہ حال ہی کے نہیں تا قیامت عوام وخواص مستفید ہوتے ہیں، علماء کا پورا وقت عوام ہی کے لیئے تو ہوتا ہے۔

یہ حضرات سونا اور آرام بھی اس نیت سے کرتے ہیں کہ صحت وقوت کے ساتھ تازہ دم ہوکر پھر مسلمانوں کی خدمت کریں گے اسی لیئے علماء کی نیند بھی عبادت ہے،

اوقات میں نظم وضبط اور قرآن وسنت

پھر ہر کام سلیقہ، طریقہ اور نظم وضبط کے ساتھ انجام دینا نہ صرف عقلاً لازم ہے شرعاً بھی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وأتوا البيوت من ابوابها

"اور گھروں میں دروازوں سے داخل ہو"

گھروں میں دروازوں سے دخول کے حکم سے ثابت ہوا کہ ہر کام سلیقہ اور اس کے خاص طریقہ سے کرنا لازم ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمام کام نظم کے ساتھ کرتے تھے، چنانچہ جامع ترمذی کی روایت ہے۔

قال الحسين فسألت ابى عن دخول رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال كان اذا اوى الى منزله جزأ دخوله ثلثة اجزاء جزء لله عزّوجل وجزء لاهله وجزء لنفسه ثم جزأ جزءه بينه وبين الناس فيرد ذلك بالخاصة على العامة لا يدّخر عنهم شيئا وكان من سيرته فى جزء الامة ايثار اهل الفضل باذنه وقسمه على قدر فضلهم فى الدين (شمائل الترمذی ص ۵۹۲ باب جامع فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے معمولات دریافت کیے، انھوں نے فرمایا کہ جب آپ گھر میں ہوتے تو اپنے اوقات کو تین حصوں میں بانٹ لیتے تھے، ایک حصہ اپنے رب کی عبادت کے لئے، دوسرا حصّہ گھر والوں کے لئے، تیسرا اپنے لئے، پھر اپنے حصہ کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما لیتے، پھر لوگوں کے حصّہ کو خواص کے ذریعہ عوام پر صرف فرماتے (یعنی خواص ہدایات وارشادات نبویہ باہر جاکر عوام کو بتاتے) اور آپ کی سیرت طیبہ یہ بھی تھی کہ امت کے حصہ میں آپ اہل فضل وکمال کو دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔"

اسی نظم وضبط کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے بوقت ضرورت محافظین کے علاوہ حاجب اور دربان بھی رکھے (اس پر عنقریب روایات آرہی ہیں)

پس اگر کوئی شخص پوری امت سے وابستہ دینی دائمی اجتماعی وانفرادی خدمات میں خلل ڈالنے کی کوشش کرے تو اسے تنبیہ نہ کرنا مروت نہیں کفران نعمت ہے اور اس منصب عظیم کی ناقدری اور مداہنت ہے۔

حضرت والا سے استفادہ کی پندرہ صورتیں

جن کے قلوب اہل اللہ واہل علم کی محبت وعظمت سے سرشار ہیں ان کے لئے حضرت والا کی زیارت تو روزانہ پانچ بار مسجد میں ہو ہی سکتی ہے، استفادہ ظاہر و باطن کی بھی درجن سے زائد صورتیں ہیں جن کے ذریعہ ہزاروں لاکھوں تشنگان علم وعمل پیاس بجھا رہے ہیں اور اس نعمت پر بصد ہزار بار حضرت کے ممنون و احسان مند ہیں۔

① جمعرات چھوڑ کر روزانہ آدھا گھنٹہ وعظ، اس میں ہر شخص بیٹھ سکتا ہے، حضرت والا اور سامعین کے درمیان کوئی واسطہ حائل نہیں ہوتا۔

② جمعہ کے روز عصر کے بعد سے مغرب تک طویل وعظ ہوتا ہے جس میں

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

عوام وخواص، علماء وطلبہ کی بڑی تعداد شرکت کرتی ہے۔

(۳) جمعہ کے روز مغرب کے بعد متصل تقریباً پون گھنٹہ علماء وطلبہ کے لئے دفتر میں مجلس ہوتی ہے، اسمیں کوئی بھی عالم اور کوئی بھی طالب علم آسکتا ہے۔

حضرت والا ہر آنے والے سے مصافحہ فرماتے ہیں، پھر نام، مقام اور مصروفیت دریافت فرماتے ہیں، ہجوم مشاغل وکثرت متعلقین کی وجہ سے نام ومقام ومصروفیت بار بار پوچھنے کے باوجود یاد نہیں رہتے، علاوہ ازیں یاد نہ رہنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ یاد رکھنا مقصود ہی نہیں، محض اظہار محبت، دلجوئی اور تطییب قلوب کی خاطر اس معمول کو ہر حال میں ادا فرماتے ہیں۔

اس مجلس میں حضرت والا سے سوالات کی بھی اجازت ہے۔

(۴) ہفتہ کے روز عصر کے بعد عوام متعلقین کے لئے دفتر میں نشست ہوتی ہے، اس میں بھی حضرت والا کا وارد ین کے ساتھ وہی معمول ہے جو نمبر "۳" میں گزرا، یہ نشست اگرچہ عوام متعلقین کے لئے ہے تاہم اس میں علماء کرام وطلبہ بھی شرکت کرسکتے ہیں۔

(۵) جمعہ کے سوا روزانہ نصف گھنٹہ صبح پونے گیارہ بجے سے سوا گیارہ بجے تک دفتر میں تشریف رکھتے ہیں، اس میں دارالافتاء والارشاد کے مفتیان کرام، اساتذہ، تخصص اور دوسرے درجات کے طلبہ اور خانقاہ میں اصلاح کے لئے قیام کرنے والے حضرات کے علاوہ باہر کے علماء، طلبہ اور خاص متعلقین بھی شرکت کرتے ہیں۔

یہ مجلس اصلاً تو آدھے گھنٹے کی ہوتی ہے مگر باہر سے زیارت وملاقات کے لئے آنے والے علماء کرام یا مجاہدین کی وجہ سے بسا اوقات گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک طویل ہوجاتی ہے۔

(۶) روزانہ دن میں دو مرتبہ ٹیلیفون پر پابند ہوکر بیٹھتے ہیں۔

صبح : ۹ ½ سے ۱۰ ½ تک

رات : ۹ ¾ سے ۱۰ ¼ تک، جمعہ چھٹی

اس میں کوئی بھی شخص حضرت والا سے فون پر بالمشافہہ بلاواسطہ بات کرسکتا ہے۔

حضرت والا ان اوقات کے لئے خود کو نہایت اہتمام سے فارغ رکھتے ہیں اور

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

شاذ و نادر ہی ناغہ ہوتے دیتے ہیں، اور عموماً اس ناغہ کا سبب بھی وہ ضرورت مند عوام یا علماء کبار مجاہدین ہوتے ہیں جن سے عام معمول سے ہٹ کر ملنا ضروری ہوتا ہے جو معمولات میں تقدم و تأخر کا باعث بن جاتا ہے۔

(۷) عصر سے ایک گھنٹہ قبل عوام و خواص دارالافتاء والارشاد میں پہنچ کر مسائل دریافت کر سکتے ہیں، اس کے لئے حضرت والا دوسرے مشاغل کی وجہ سے بذات خود نہیں بیٹھ سکتے اس لئے یہ کام دارالافتاء والارشاد کے مفتیان کرام کے ذمے لگا دیا ہے۔

(۸) اگر مسئلہ کی پیچیدگی، اہمیت، نوعیت یا کسی اور وجہ سے دارالافتاء والارشاد کے مفتیان کرام سائل کو حضرت والا سے ملانا مناسب یا ضروری سمجھیں تو سائل کو صبح پونے گیارہ بجے کی مجلس میں بلا لیا جاتا ہے، جس میں حضرت والا سے روبرو بات ہوتی ہے۔

(۹) ہر شخص بذریعہ تحریر مسئلہ شرعیہ معلوم کر سکتا ہے۔ البتہ ملک و بیرون ملک سے آنے والے بیشمار استفتاءات کے ہجوم کی وجہ سے فوری جواب ممکن نہیں ہوتا، دس یا پندرہ دن اور کبھی اس سے بھی زیادہ دیر لگ جاتی ہے، جواب نمبر سے دیا جاتا ہے ہاں ضرورت شدیدہ اور مجبوری الگ چیز ہے۔

(۱۰) اصلاحی تعلق رکھنے والے احباب کو بتائے گئے معمولات میں سے ایک نہایت اہم معمول "مکاتبت" ہے جس میں وہ اپنے دینی حالات و امراض و عیوب کی اطلاع دے کر نسخے لیتے ہیں، یہ ڈاک بھی اتنی کثیر مقدار میں ہوتی ہے کہ ایک خط کے جواب کا نمبر کم از کم دس دن بعد آتا ہے یہاں بھی ضرورت شدیدہ اور مجبوری مستثنیٰ ہے۔

(۱۱) اصلاحی تعلق رکھنے والے حضرات کے علاوہ بھی کوئی بھی شخص دینی دنیوی حاجت کی دعاء کیلئے، تعویذ کے لئے یا نجی حالات میں استشارہ کے لئے خط لکھ سکتا ہے، اس کا جواب بھی ترتیب سے دیا جاتا ہے نمبر "۱۰" اور نمبر "۱۱" کا استثناء یہاں بھی ہے۔

(۱۲) جو لوگ خلوت میں بات کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں اگر انکے کام کی نوعیت سے خلوت کی ضرورت ثابت ہو جائے تو حضرت والا خلوت میں بھی وقت عنایت فرماتے ہیں، لیکن اس کی نوبت کم ہی آتی ہے۔

(۱۳) عصر کے بیان کے بعد ایک مولوی صاحب اہلِ حاجات کو حضرت والا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کا تعویذ دیتے ہیں، یہ تعویذ عصر و مغرب کے درمیان ہی دیا جاتا ہے دوسرے اوقات میں نہیں تاکہ دین اور عامۃ المسلمین کی دوسری اہم خدمات میں خلل واقع نہو، جمعرات جمعہ کو تعویذ دینے کی چھٹی ہوتی ہے۔ ہر حاجت اور ہر مرض کے لئے ایک ہی تعویذ دیا جاتا ہے اس لئے حالات و حاجات بتانے اور سننے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

(۱۴) اگر کسی کو اچانک شدید ضرورت پیش آگئی تو ایسی ہنگامی حالت (ایمرجنسی) میں دوسرے معمولات کا حرج کرکے بھی اسے وقت دیا جاتا ہے۔

(۱۵) مذکورہ بالا معمولات و اوقات سے دو قسم کے حضرات مستثنیٰ ہیں

(۱) علماء کرام و مشایخ عظام (۲) مختلف جہادی تنظیموں کے قائدین۔

حضرت والا ارشاد فرماتے ہیں:

"ایک بہت بڑے عالم تشریف لائے، مجھ سے فرمانے لگے:

سنا ہے کہ آپ نے فون کے اوقات متعین کر رکھے ہیں دوسرے اوقات میں آپ فون پر بات نہیں کرتے۔

میں نے کہا:

"وہ تو عوام کے لئے ہے، علماء کے لئے تو کوئی پابندی نہیں آپ نے کبھی تجربہ کیا کہ آپ نے فون کیا اور اس طرف سے انکار ہوا ہو، علماء کے لئے نہ فون پر پابندی نہ بالمشافہہ بات پر پابندی، ان کے لئے دروازے کھلے ہیں دارالافتاء کے دروازے بھی کھلے ہیں اور دل کے دروازے بھی کھلے ہیں، جب چاہیں تشریف لائیں، کوئی تجربہ تو کرے، یہاں جو علماء تشریف لاتے ہیں وہ اور دوسرے حضرات اس بات کو خوب یاد رکھیں لوگوں نے یہاں پر پابندی کی بہت تشہیر کر رکھی ہے، لوگ جو بات اڑا دیتے ہیں پھر کچھ نہ پوچھئے بلا تحقیق ہی اس پر اعتماد کر لیا جاتا ہے۔"

(وقت کی قیمت صفحہ ۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت ضرورت زربان متعین فرمانا

حدیث و تاریخ سے یہ بات آفتاب نیمروز کی طرح عیاں ہے اور قرین قیاس

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بھی ہے کہ شروع زمانہ میں افراد کی قلت، حاجات کی قلت، اور معاملات کی قلت کے ساتھ آپس کے اختلافات ونزاعات، فتنہ وفساد نہیں تھے، نیز عام لوگوں میں سلامت طبع وسلامت فہم، سادگی وسچائی تھی، دین سے محبت اور قلوب میں اہل دین کا نہایت ادب واحترام تھا جس کی وجہ سے عامۃ المسلمین بلکہ عوام الناس بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خلوت دینی خدمات، عبادات اور اُمور سلطنت میں دخیل نہیں ہوا کرتے تھے، کوئی بہت ہی ضروری بات یا کام ہوا تو مختصر ملاقات کرلی۔

(فتح الباری صفحہ ۱۱۸ جلد ۱۳)

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۴۷۹ جلد ۲)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

"ہم یہ تمنا کرتے تھے کہ کوئی دیہاتی آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرلے تو ہمیں علم حاصل ہو، کیونکہ ہم زیادہ سوالات کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے تھے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بہتر لوگ نہیں دیکھے، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے وصال تک کل تیرہ مسئلے پوچھے جو قرآن میں منقول ہیں۔ یہ لوگ کام کی بات ہی پوچھا کرتے تھے۔" (ادب الفتیا للسیوطی صفحہ ۵۵)

حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اگر آج کے لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتے تو سارا قرآن "یسألونك" (یعنی سوالات) سے بھرا ہوتا۔

(ادب الفتیا صفحہ ۵۴)

مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی زیارت وملاقات روزانہ مسجد میں پانچ بار ہر مسلمان کو ہوجاتی تھی اس دوران بلا واسطہ کوئی بھی شخص بات کرسکتا تھا، اس کے علاوہ بھی دوسرے عام اوقات

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جن میں یہ حضرات عوام الناس کے لئے مسجد میں نشست فرماتے بالعموم سامنے کوئی دربان نہ ہوتا، اہلِ حاجات ومقدمات سیدھے آتے اور اپنی حاجت و مقدمہ پیش کرتے۔

لیکن یہ بھی بہت سی روایات سے ثابت ہے کہ بوقت ضرورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محافظین کے علاوہ دربان بھی رکھے۔

محدثین کہتے ہیں کہ جن روایات میں دربان رکھنے کی نفی ہے اس سے وظیفہ دار تنخواہ دار دربان مراد ہے، یا یہ کہ دربان رکھنے کا دائمی معمول نہ تھا (فتح الباری صفحہ ۳۰ جلد ۷، صفحہ ۱۷ جلد ۱۳) جیسا کہ بعد میں خلفاء راشدین و عادلین حضرت عثمان، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ و دیگر خلفاء مسلمین کا معمول رہا مطلقاً دربان کی نفی نہیں، کیونکہ:

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور محافظین کے بارے میں مفصل نصوص گزر چکی ہیں، محافظ دربان ہی تو ہوتا ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کا دربان محافظ ہی ہے، ان تمام روایات سے دربانی کا مسئلہ کلاً یا جزءاً واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔

(۲) علاوہ ازیں متعدد روایات صحاح میں دربان رکھنا منصوص بھی ہے:

ففی صحیح البخاری من حدیث عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (قال) فجئت المشربۃ التی فیھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت لغلام له اسود استأذن لعمر فدخل الغلام فکلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم رجع فقال کلمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وذکرتك له فصمت فانصرفت حتی جلست مع الرھط الذین عند المنبر ثم غلبنی ما اجد فجئت فقلت للغلام استأذن لعمر فدخل ثم رجع فقال قد ذکرتك له فصمت فرجعت الخ

(صحیح بخاری ص ۷۸۱ ج ۲)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس زمانہ میں کہ آپ امہات المؤمنین سے کچھ ناراض ہو کر الگ جگہ رہائش پذیر تھے جائے قیام کے دروازہ پر ایک حبشی غلام حضرت رباح رضی اللہ عنہ کو دربان متعین فرمایا ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دربان کے ذریعہ دو مرتبہ حاضری کی اجازت چاہی۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے تیسری مرتبہ اجازت مرحمت فرمادی"

وفی صحیح البخاری ایضاً من حدیث ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ قال فاذا هوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس علی بئر اریس وتوسط قفها وکشف عن ساقیه ودلاهما فی البئر فسلمت علیه ثم انصرفت فجلست عند الباب فقلت لاکونن بوّاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیوم فجاء ابوبکر فدفع الباب فقلت من هذا فقال ابوبکر فقلت علی رسلك ثم ذهبت فقلت یا رسول اللہ! هذا ابوبکر یستأذن فقال ائذن له وبشره بالجنة (الی) فاذا انسان یحرّك الباب فقلت من هذا فقال عمر بن الخطاب فقلت علی رسلك ثم جئت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسلمت علیه فقلت هذا عمر بن الخطاب یستأذن فقال ائذن له وبشره بالجنة (الی) فجاء انسان یحرّك الباب فقلت من هذا فقال عثمان بن عفان فقلت علی رسلك فجئت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرته فقال ائذن له وبشره بالجنة علی بلوی تصیبه الخ

(صحیح بخاری ص ۵۱۹ ج ۱)

وفی روایة اخری للبخاری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل حائطا و امرنی بحفظ باب الحائط الخ (صحیح بخاری ص ۵۲۲ ج ۱)

وفی صحیح ابی عوانة وفی مسند الرویانی فقال یا ابا موسی املك علی الباب

(فتح الباری ص ۳۰ ج ۷)

وعند الترمذی فقال لی یا ابا موسی املك علی الباب فلا یدخل علی احد

(جامع الترمذی ص ۵۳۲)

"حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے ایک باغ میں تشریف لے گئے، میں بھی حاضر ہوا سلام کیا، میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ آج تو دربانی کا شرف ضرور میں ہی حاصل کروں گا، اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی دروازہ کی حفاظت پر مجھے مأمور فرما دیا اور تاکیداً فرمایا:
"دروازہ کے مالک آج آپ ہیں دیکھنا (بلا اجازت) کوئی بھی اندر آنے نہ پائے"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

میں دروازے پر (خوش وخرم) بیٹھ گیا، ایک صاحب نے دروازے پر دستک دی، میں نے پوچھا کون؟ کہا: ابوبکرؓ میں نے کہا: ٹھہرو (میں پوچھ کر بتاتا ہوں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابوبکر دروازے پر حاضری کی اجازت چاہتے ہیں، فرمایا انھیں اجازت دے دو اور ساتھ میں جنت کی بشارت بھی، پھر حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما وقفہ وقفہ سے آئے ان کو بھی اسی طرح روک کر اجازت اور جنت کی بشارت دی گئی۔

اخرج الامام ابوداود عن نافع بن عبد الحارث الخزاعی قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حائطا من حوائط المدینۃ فقال لبلال امسك علی الباب فجاء ابوبکر الخ (فتح الباری ص ۳۱ ج ۷)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور حضرت بلال سے فرمایا:

"مجھ پر دروازہ بند رکھو (یعنی کسی کو آنے نہ دو)"

اخرج الترمذی وابن ماجۃ واحمد عن علی رضی اللہ عنہ قال جاء عمار بن یاسر یستأذن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ائذنوا له مرحبا بالطیب المطیب، قال الترمذی حدیث حسن صحیح (جامع الترمذی ص ۵۴۲، سنن ابن ماجۃ ص ۱۴، مسند احمد ص ۱۰۰ ج ۱)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر نے حاضری کی اجازت چاہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دربانوں سے فرمایا عمار کو آنے دو، آپ نے عمار کو طیب ومطیب یعنی طاہر ومطہر قرار دیا اور خوش آمدید فرمایا"

اخرج الامام البخاری عن مالك بن اوس (الی) فبینما انا جالس عنده (عمر) اتاه حاجبه یرفأ فقال هل لك فی عثمان وعبد الرحمٰن بن عوف والزبیر وسعد بن ابی وقاص یستأذنون قال نعم الخ

(صحیح بخاری ص ۴۳۶ ج ۱، ص ۵۷۵ ج ۲)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"حضرت مالک بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا آپکے دربان یرفأ نے آکر عرض کیا کہ حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اندر آنا چاہتے ہیں انھیں آنے دوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں آنے دو۔

قال الحافظ ابن حجر: "حاجبہ ای عثمان حمران"

(تہذیب التہذیب ص ۲۴ ج ۳)

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دربان حمران بن ابان تھے تابعین میں یہ بڑے درجہ کے محدث اور زبردست عالم تھے"

ویحجب علیا قنبر واحیانا بشر (تہذیب)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دربان قنبر ہوتے تھے اور کبھی کبھی بشر بھی"

فلما دفن عمر جمع المقداد اهل الشوری ب (الی و) امروا اباطلحة ان یحجبهم وجاء عمرو بن العاص والمغیرة بن شعبة فجلسا بالباب فحصبهما سعد واقامهما۔ (الکامل لابن الاثیر ص ۶۸ ج ۳)

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادت کے وقت نئے خلیفہ کے چناؤ کا اختیار چھ حضرات کو دیا تھا جب ان چھ کی مجلس شوری شروع ہوئی تو انھوں نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو دروازہ پر دربان متعین فرما دیا۔ حضرت عمرو بن العاص اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما بھی دروازہ پر آکر بیٹھ گئے، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو وہاں سے واپس فرما دیا"

ولما قدم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ الشام وجد معاویة رضی اللہ عنہ قد اتخذ حاجبا ومراکب وملابس نفیسة سأله عن ذلك فقال له انا فی ارض نحن فیها محتاجون لهذا فقال عمر لا آمرك ولا انهاك

(التراتیب الاداریة للکتانی ص ۲۶/۱۲، الطبری ص ۳۳۱ ج ۵)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسلح پہرہ ——— ۹۹

الحمد للہ !

حضرت اقدس دامت برکاتہم کے افاضات و
افادات حضرت ہی کی توجہ و برکت، دعاء اور
آپ کی راہنمائی میں قلمبند کیے گئے، اللہ تعالیٰ
اس مجموعہ کو حضرت والا اور اکابر کے لیے صدقۂ
جاریہ اور امت مسلمہ کے لیے مشعل راہ بنائے اور
اسے تعصب، ضد اور حسد سے بالاتر ہو کر پڑھنے
اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، انگریز ملعون
اور اس کے پٹھے قادیانی منحوس نے مسلمانوں
کے قلوب سے جذبۂ جہاد، اسلحہ سے محبت اور
شجاعت کھرچ کر دلوں میں جہاد اور اسلحہ سے
نفرت اور بزدلی و ذلت بھر دی تھی، اللہ تعالیٰ اس مجموعہ
کی برکت سے تمام مسلمانوں کو انگریز اور قادیانی دجال
کے زہر سے پاک و صاف کر دے، وما ذلک علی اللہ
بعزیز۔

عبد الرحیم

نائب مفتی دار الافتاء والارشاد

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ

دار الافتاء والارشاد

میں

مسلح پہرہ قابلِ سزا ہے یا عدمِ تنفیذ؟

تحریر مولانا محمد مسعود اظہر صاحب

مرکزی ناظمِ اعلیٰ "حرکۃ الانصار" و مدیر اعلیٰ ماہنامہ "صدائے مجاہد" اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو حکم دیا ہے:

"اے ایمان والوں صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور (اسلام اور حدود اسلام کی حفاظت میں) لگے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو"

آیت کریمہ میں "صابروا" سے مراد یہ ہے کہ دشمن کے مقابلے میں مضبوطی اور ثابت قدمی دکھاؤ اور "رابطوا" کے معنی اسلام اور حدود اسلام کی حفاظت میں لگے رہو جہاں سے بھی دشمن کے حملہ آور ہونے کا خطرہ ہو وہاں آہنی دیوار کی طرح سینہ سپر ہو کر ڈٹ جاؤ۔

آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو جب کافروں سے خطرہ ہو تو وہ میدان چھوڑ کر نہ بھاگیں اور نہ ہی بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کی طرح اپنے رسول سے یہ کہیں:

"تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں"

بلکہ اہل ایمان کو چاہئے کہ وہ کافروں کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں اور اپنے تحفظ کے لئے سینہ سپر ہو جائیں اور اپنی سرحدوں کو مضبوط رکھیں تاکہ کوئی کافر ان کی طرف میلی نگاہ سے بھی نہ دیکھ سکے۔ اسی میں اسلام کی شوکت ہے اسی میں مسلمانوں کا تحفظ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ ہجرت فرما کر تشریف لائے تو مشرکین مکہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

نے مدینہ منورہ کے منافقین عبداللہ بن ابی وغیرہ کے ساتھ مل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جانی نقصان پہنچانے کی سازش کی اور عبداللہ ابن ابی کو اس سلسلے میں خطوط بھی لکھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کی سازش کا مقابلہ کرنے کے لئے مندرجۂ ذیل حفاظتی اقدامات فرمائے۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات راتوں کو جاگتے رہتے اور ہر وقت چوکنا رہتے تھے رواہ النسائی (فتح الباری ص۶۰ ج۶)

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود مسلح رہتے تھے اور حالات پر کڑی نظر رکھتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ نے ایک مرتبہ رات کے وقت ایسی آواز سنی جس سے ان پر خوف طاری ہوگیا وہ سب اس آواز کی طرف نکلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے آگے تھے اور آپ ہی نے اس واقعہ کی تحقیق فرما کر لوگوں کو تسلی دی۔ اس وقت آپ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے اور آپکی گردن مبارک میں تلوار لٹک رہی تھی۔
(صحیح بخاری صفحہ ۴۰۷ جلد ۱)

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رات دن مسلح رہتے تھے اور اسلحے کو اپنے پاس سے جدا نہیں کرتے تھے جیسا کہ مسند دارمی کی روایت میں ہے:

"حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ مدینہ تشریف لائے اور انصار نے ان کو ٹھکانا دیا تو عرب کے تمام قبائل مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے کھڑے ہوگئے۔ ان حالات میں صحابہ کرام رات دن اسلحہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔"

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہرہ دیا کرتے تھے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تمنا فرماتے تھے کہ کوئی صالح مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر پہرہ دے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود جاگتے رہتے تھے اور جب کوئی پہرے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کے لئے آجاتا تو آپ آرام فرماتے۔ (صحیح بخاری صفحہ ۷۶ جلد ۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح سے جاگنا اور چوکنا رہنا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہر وقت مسلح رہنا، حضور صلی اللہ علیہ کے گھر مبارک پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا پہرہ دینا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے پاس اسلحہ رکھنا یہ سب کچھ اس لئے نہیں تھا کہ یہ حضرات (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) کافروں سے ڈرتے تھے یا بزدل تھے۔

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔

(صحیح بخاری ص ۳۹۵ ج ۱، نور الیقین ص ۲۷۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو بزدلی سے اس طرح پناہ مانگتے تھے جس طرح کفر اور شرک سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری صفحہ ۳۹۶ جلد ۱)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بزدلی کو بہت بڑا عیب اور بیماری سمجھتے تھے، اسی لئے ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میں بزدل ہوں اور زیادہ سونے کا عادی ہوں آپ میرے لئے دعا فرما دیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی اور ان سے بزدلی کا مرض جاتا رہا۔

(خصائل نبوی صفحہ ۱۳۴)

سنن ابوداود کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بزدلی اور بخل کو مرد کے لئے بدترین عیب قرار دیا۔

اس لئے یہ سوچنا بھی گناہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ عمل (اسلحہ ساتھ رکھنا، پہرہ دینا) بزدلی کی وجہ سے تھا۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے یہ اعمال اس وجہ سے بھی (نعوذ باللہ) نہیں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اعتماد نہیں تھا۔

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کس کا ایمان ہو سکتا ہے اور آپ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان کی گواہی تو خود قرآن مجید دیتا ہے اور قیامت تک کے آنے والے انسانوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ ان کا ایمان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان کی طرح ہونا چاہئے۔ پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان تو اتنا اعلیٰ اور ارفع ہے کہ آپ کے ایمان تک نہ کوئی نبی اور رسول پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی مقرب فرشتہ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلحہ کیوں اٹھایا؟ اپنے گھر مبارک پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مسلح پہرے کیوں بٹھائے؟ میدان جنگ میں جسم مبارک پر دو دو زرہیں کیوں باندھیں؟ سر مبارک پر جنگی ٹوپی (خود) استعمال کیوں فرمائی؟

ایسے وقت میں کیا کوئی دریدہ دہن یہ کہہ سکتا ہے کہ اسلحہ تو شانِ نبوت کے خلاف تھا جس طرح آج علماء کی شان کے خلاف ہے (نعوذ باللہ) پہرہ تو توکل اور بھروسے کے خلاف تھا (نعوذ باللہ) جسم پر دو دو زرہیں باندھنا اللہ تعالیٰ پر ایمان میں کمزوری کی وجہ سے تھا (نعوذ باللہ)

بلکہ ایسے موقع پر صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمایا اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اور اس کے حکم کو پورا کرنے کے لئے آپ نے یہ حفاظتی تدابیر فرمائیں۔

حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم مبارک پر دو زرہیں اس لئے باندھیں تاکہ اُمت کو اپنی حفاظت کی اہمیت اور طریقہ سکھائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک پر لوہے کی ٹوپی اس لئے رکھی تاکہ اُمت اپنے سر کی حفاظت سے غافل نہ ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلحہ اس لئے اُٹھایا تاکہ کافر مسلمانوں کو لقمۂ تر نہ سمجھیں بلکہ ہر وقت مسلمانوں سے مرعوب رہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی تیاری اس لئے فرمائی کہ آپ اور آپ کا دین دنیا میں مٹنے کے لئے نہیں آئے بلکہ دنیا سے کفر اور شرک کو مٹانے کے لئے آئے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"اور میرا نام ماحی (مٹانے والا) ہے، اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کفر کو مٹایا ہے۔

ویسے بھی دنیا کا عام اصول ہے کہ قیمتی اشیاء کی حفاظت کے لئے مختلف تدابیر اختیار کی جاتی ہیں جنھیں کوئی بھی معیوب نہیں سمجھتا، لوگ سونے چاندی کی حفاظت کے لئے کیا کیا جتن کرتے ہیں، بلکہ اور تو اور اپنی جوتی کی حفاظت کے لئے مختلف تدابیر استعمال کرتے ہیں، عام طور پر مالیاتی اداروں کے باہر مسلح چوکیدار کھڑے نظر آتے ہیں جنھیں کسی نے بھی بُرا نہیں سمجھا، گھروں اور مویشیوں کی حفاظت کے لئے کتے رکھے جاتے ہیں، خود شریعت مطہرہ نے بھی اس کی اجازت دی کہ مال مویشی کی حفاظت کے لئے کتے رکھے جائیں، گھر کی حفاظت کے لئے دیوار اور دروازے پر ہی اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ زنجیریں اور تالے اور چوکیدار بھی رکھے جاتے ہیں۔

جب دنیا کی گھٹیا چیزوں (سونے چاندی مال مویشی) کی حفاظت ایک مستحسن بلکہ ضروری امر سمجھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا دین اور اس دین پر چلنے والے مسلمان اور اس دین کے رہبر علماء تو ان تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کی جان اور مال اور آبرو کو حرمت عطا فرمائی ہے اور ان چیزوں کی حفاظت کے لئے محکم قوانین جاری فرمائے ہیں۔

تو کیا دین جیسی قیمتی چیز اور مسلمان جیسے قیمتی فرد کو بغیر حفاظت کے چھوڑ دیا جائے گا ہرگز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو حفاظت کے لئے بھی ایسے محکم قوانین نازل فرمائے ہیں کہ اگر مسلمان ان قوانین اور احکام پر عمل کریں تو کسی کافر کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ ہو۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کا تذکرہ فرمایا ہے تاکہ مسلمان خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ ان کا دشمن کون ہے اور ان کا دوست کون؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان دشمنوں کی دشمنیوں کی ترتیب تک بیان فرمائی کہ بڑا دشمن کون ہے اور چھوٹا دشمن کون، اور ان دشمنوں کے عزائم بھی بتائے اور انکا طریقۂ واردات بھی ذکر فرمایا، اس سلسلے میں آیات تو بہت زیادہ ہیں چند آیات بطور نمونے اور مثال کے ملاحظہ فرمائیے

"آپ یہودیوں کو سب لوگوں سے زیادہ مسلمانوں کا دشمن پائیں گے اور مشرکوں کو۔"

(مائدہ آیت : ۸۲)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"اور کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ تمہارے دین سے تم کو پھیر دیں اگر اس کی طاقت رکھیں"

(بقرہ آیت : ۲۱۷)

"اے ایمان والو نہ بناؤ بھیدی کسی کو اپنوں (مسلمانوں) کے سوا، وہ (کافر) کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں، ان کی خوشی ہے تم جس قدر تکلیف میں رہو، تمہاری دشمنی ظاہر ہو رہی ہے ان کی زبان سے اور جو کچھ چھپا ہوا ہے ان کے دلوں میں وہ اس سے بھی زیادہ ہے"

(آل عمران آیت : ۱۸)

اس موضوع پر قرآن مجید میں بے شمار آیات ہیں مقصد ان سب کا مسلمانوں کو کافروں کی دشمنی اور ان کی سازشوں سے آگاہ کرنا ہے اور یہ بیان کرنا ہے کہ کافروں کو اسلام اور مسلمان کسی حالت میں گوارا نہیں، ان کی کوششوں کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنا ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی جو کوششیں کی گئیں ان کے ذکر کے لئے بھی ایک دفتر چاہیئے۔ اجتماعی اور انفرادی حملوں کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی کئی کوششیں ہوئیں۔ زہر دے کر شہید کرنے کی ناپاک سازش بھی ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شبخون مارنے کے لئے جنگی کیمپ بھی وجود میں آئے، گھوڑوں کو بھی پال کر موٹا کیا گیا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سازش پر کڑی نظر رکھی اور ہر فتنے کو اٹھنے سے پہلے دبا دیا۔

کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صرف کافروں کی دشمنی اور ان کی سازشوں اور ہتھکنڈوں ہی کو بیان نہیں فرمایا بلکہ مسلمانوں کو ایسی ہدایات بھی عطا فرمائیں جن پر عمل کر کے وہ کافروں کے مکر و فریب سے بچ سکتے ہیں بلکہ ایسی ہدایات عطا فرمائیں جن پر مسلمان عمل پیرا ہو کر کفر اور شرک کا قلع قمع کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں کے لئے تر نوالہ بنا کر نہیں چھوڑا بلکہ مسلمانوں کے خلاف کافروں کے تمام راستے بند کر دیئے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو دنیا میں تمام ادیان پر غالب کرنے کیلئے بھیجا ہے اور یہ غلبہ اس وقت ہو سکتا ہے جب اس دین پر عمل کرنے والے اور اس دین کے نام لیوا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

محفوظ رہوں اور مضبوط ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے صرف غلبے اور سربلندی کا اعلان نہیں فرمایا بلکہ اس اعلان کے ساتھ ساتھ انھیں غلبے اور سربلندی کے راستوں سے بھی آگاہ فرمایا ہے اور کفار سے نمٹنے کے طریقے بھی بتائے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اس کا حکم دیا ہے کہ وہ کافروں سے اپنی حفاظت (اپنے دین، اپنی جان، اپنی آبرو) کو ہمیشہ مقدم رکھیں۔ اس پر بے شمار دلائل موجود ہیں، بات سمجھنے کے لئے صرف "صلوۃ الخوف" ہی کو لے لیجئے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کا حکم نہیں دیا کہ تم نماز میں کافروں سے بے فکر ہو کر میرے سامنے کھڑے رہو میں تمہاری حفاظت کرونگا بلکہ حکم دیا کہ جب نماز میں کافروں کے حملے کا خطرہ ہو تو نماز کے دوران اسلحہ اٹھائے رکھو اور زرہیں باندھے رکھو، جہاں کافروں سے لڑائی ہو رہی ہو وہاں ایک جماعت امام کے پیچھے رہے وہ بھی مسلح رہے، پھر یہ جماعت آدھی نماز پڑھ کر میدان میں کافروں کا مقابلہ کرے اور دوسری جماعت آکر نماز پڑھے پھر ان کے بعد پہلی جماعت آکر اپنی نماز مکمل کرے۔

ذرا غور فرمائیے نماز جیسی اہم عبادت جو دین کا ستون ہے اس میں بھی حفاظت کا یہ بہترین بندوبست فرما دیا۔ حالانکہ نماز سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے قرب اور کہاں ہو سکتا ہے مگر اس قرب اور مناجات کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اسلحے سے غافل نہ ہوں اور اپنے تحفظ کا بندوبست کر کے رکھیں اور کافروں کو کسی قسم کی کارروائی کا موقع نہ دیں، اسکے لئے انھیں اجازت دی کہ وہ نماز میں چلیں پھریں کافروں کو قتل کریں مگر ان کی نماز نہیں ٹوٹتی کیونکہ یہ سارے افعال (چلنا پھرنا جنگ کرنا کافروں کو قتل کرنا) بھی عبادت ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم۔

اس لئے نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

"صلوۃ الخوف" کی آیت میں اللہ رب العزت نے کافروں کی ایک خواہش اور ان کے ایک مکر کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ:

"اور (نماز میں) ساتھ رکھیں اپنا بچاؤ اور ہتھیار، کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم بے خبر ہو اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے تاکہ تم پر یکبارگی حملہ کر دیں۔"

(نساء آیت: ۱۰۲)

یہ قرآن کا فیصلہ ہے کہ کافر مسلمانوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں کہ کب یہ اسلحہ سے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

غافل ہوں اور کافر ان پر ٹوٹ پڑیں۔ یہ تو کافروں کی خواہش ہے لیکن اللہ تعالیٰ کیا چاہتے ہیں؟ ملاحظہ فرمائیے ارشاد باری تعالیٰ :

"اور اللہ چاہتا ہے کہ سچا کر دے حق کو اپنے کلاموں سے اور کاٹ دے جڑ کافروں کی" (انفال آیت : ۷)

یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مسلمان کافروں سے ٹکرائیں اور وہ ان کی نصرت کر کے حق کے سچا ہونے کو ایسا ثابت کر دے کہ ہر کسی کو اقرار کرنا پڑے۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو بغیر ٹکراؤ کے بھی حق کو غالب اور باطل کو مغلوب فرما دے مگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آزمانا چاہتا ہے کہ وہ اس کے حکم پر اسلحہ تھام کر میدان میں نکل کر بڑے دشمن سے ٹکراتے ہیں کہ نہیں، پھر جب مسلمان اس امتحان میں پورے اترتے ہیں اور کافروں سے ٹکراتے ہیں تو اللہ تعالیٰ خصوصی نصرت فرماتا ہے اور اس ٹکراؤ کے عوض دنیا سے فساد کا خاتمہ ہوتا ہے اور مسلمانوں کو بڑے بڑے مقامات ملتے ہیں، لیکن اگر مسلمان کافروں کے مقابلے میں آنے سے گریز کریں تو ان پر ذلت آتی ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کافر مسلمانوں کے دشمن ہیں اور وہ اسلام اور مسلمانوں کے مٹانے کے درپے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں کے شر سے بچنے کے لئے مختلف احکام دیئے جن میں سے ایک حکم یہ ہے کہ مسلمان ان کافروں پر اپنا رعب اور دہشت بٹھانے کے لئے خوب سامان جہاد جمع کریں، اچھے سے اچھا اسلحہ رکھیں اعلیٰ قسم کے تربیت یافتہ گھوڑے پالیں تاکہ کافر مرعوب رہیں اور کسی مسلمان کی جان مال اور آبرو کو تباہ نہ کر سکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"اور تیار کرو ان کفار سے لڑائی کے لئے جو کچھ تم جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک بیٹھے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر" (انفال آیت نمبر ۶۰)

آیت کریمہ سے واضح طور معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ہر وقت اسلحہ اور سامان حرب تیار رکھنا چاہئے بالخصوص جب کافروں کے حملے کا خطرہ ہو تو اس تیاری کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے تحفظ کے لئے کتنی زبردست تیاری فرمائی اور مسلمانوں کا لشکر جرار تیار فرمایا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اموال جمع فرمائے۔ آلات حرب خریدے اور سخت گرمی میں لمبا سفر فرمایا اور اس خطرے کے آثار کو بھی ختم کر دیا جو بعد میں بڑا خطرہ بن سکتا تھا، اس غزوے میں لڑائی نہیں ہوئی مگر اس کے باوجود جو لوگ اس میں شامل نہیں ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قطع تعلق فرمایا اور مسلمانوں کو بھی ان سے قطع تعلق کا حکم دیا۔ بالآخر پچاس دن کے بعد ان حضرات کی توبہ قبول ہوئی۔

مکہ مکرمہ کا ایک کافر خالد بن سفیان ہذلی منیٰ کے علاقے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے لئے ایک کیمپ بنا کر تیاری کر رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵ محرم سنہ ۴ ھ میں اپنے صحابی حضرت عبداللہ بن انیس انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے قتل کرنے کے لئے بھیجا اور جب وہ کامیاب ہو کر آ گئے تو انھیں ایک عصا بطور انعام واکرام عطا فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود باقاعدہ اسلحہ خریدا کرتے تھے جیسا کہ صحیح البخاری کی روایت میں ہے:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر سے حاصل شدہ اموال میں سے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا نفقہ نکال کر باقی مال جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اسلحہ اور گھوڑے خریدنے پر خرچ فرماتے تھے"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسلحہ کے ساتھ محبت اور دلچسپی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عرب کی مشہور معروف تلواریں تھیں جن میں سے بعض کے دستے پر چاندی تک چڑھائی گئی تھی۔ آپ ہمیشہ آلات حرب کو بڑھانے کی فکر فرماتے تھے، غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے اور چند تلواریں تھیں مگر آپ کے جذبۂ جہاد نے اسلحہ کے انبار لگا دیئے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیارہ تلواریں آٹھ نیزے، چھ کمانیں، دو ترکش، دو جنگی ٹوپیاں، سات زرہیں، چار ڈھالیں، جہاد کے لئے گھوڑے، خچر، اونٹ، اونٹنیاں تھیں۔

اسلحہ سے گھن کھانے والے اور نفرت کرنے والے اس روایت پر غور فرمائیں اور اپنے مزاج پر ماتم کریں۔

حضرت عمر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

علیہ وسلم نے اپنے ورثہ میں سوائے اپنے سفید خچر، اپنے اسلحہ اور اس زمین کے جو صدقہ کر دی تھی کچھ نہیں چھوڑا۔ (صحیح البخاری ص ۴۲۷ ج ۱)

دوسری روایت میں تصریح ہے کہ یہ خچر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد کے کام آتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تلوار رکھنا زرہ باندھنا وغیرہ تو تواتر کے ساتھ احادیث میں آیا ہے۔ اس یہودی کا واقعہ سب جانتے ہیں کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام کرتے دیکھا اور آپ کی تلوار درخت پر لٹک رہی تھی تو اس نے یہ تلوار اُٹھائی۔ (الحدیث)

بہرحال حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی کے وقت بھی تلوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں بھی دفاعی انتظامات کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ مسلمان تلوار کے دھنی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے منجنیق سیکھی تھی اور غزوۂ طائف میں استعمال بھی فرمائی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے صبور نامی ایک دفاعی اسلحہ ایجاد فرمایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تربیت یافتہ مجاہد اپنی تلواریں اور تیر لیکر روم اور فارس کی آہنی فوجوں سے ٹکرائے، اس وقت تک کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں تھا کہ تلوار اور اخلاق آپس میں متضاد چیزیں ہیں، کسی نے یہ نکتہ نہیں سوچا تھا کہ اسلحہ دہشت گردوں اور غنڈوں کا شعار ہے، کسی نے امت کو یہ مسئلہ نہیں سمجھایا تھا کہ اہل علم کے لئے اسلحہ سخت معیوب ہے۔ اس زمانے میں تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے محدث، سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے مفسر، سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے قاری، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مفتی، سیدنا ابو عبیدۃ ابن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے امین الامۃ، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے فقیہ، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے علم کے سمندر اور خلفاء راشدین خود اسلحہ رکھتے تھے، خود اسلحہ چلاتے تھے اور اسلحے سے محبت فرماتے تھے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نماز کے دوران مسلح پہریدار محراب میں پہرہ دیتے تھے، اس زمانے میں مساجد کے اندر مقصورے (حفاظتی مورچے) پہلی صف میں بنائے گئے اور حضرات صحابۂ کرام اور اجل تابعین اور ائمہ نے ان مقصوروں (مورچوں) میں نمازیں ادا کیں۔ اس زمانے کے مسلمان ایک لمحے کے لئے بھی اپنے اسلحے سے غافل اور اپنے دفاع سے بے پروا نہیں ہوتے تھے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اسلام کی عزت، مسلمانوں کی عزت اور تحفظ اسی میں ہے، اگر مسلمانوں کا تحفظ کمزور پڑ گیا اور سرحدیں کمزور ہو گئیں تو اسلامی شعائر بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح حضرات تابعین میں بھی یہی ذوق رہا۔ حضرت امام حسن بصری جیسے بلند پایہ امام نے خود اسلحہ اٹھایا اور میدانوں میں معرکے لڑے اور کابل کی لڑائی میں حصہ لیا، اس سے نہ تو حسن بصری کے علم پر کوئی آنچ آئی نہ ان کے فضل میں کوئی کمی آئی اور نہ تصوف کے اس بے تاج بادشاہ کو کسی نے طعنہ دیا کہ بزرگی اور اسلحہ تو الگ الگ چیزیں ہیں آپ نے یہ اسلحہ کیوں اٹھا رکھا ہے۔

حضرت حسن بصری کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ بڑھاپے میں بھی آپ نے جہاد کو ترک نہ فرمایا اور اسلحہ سے دل نہ ہٹایا حالانکہ طبیب روکتے رہے مگر حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ لذت جہاد سے سرشار رہے۔

تابعین کے بعد امت کے اہل علم اور اہل فضل محدثین اور فقہاء نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر جہاد کو جاری رکھا اور اسلحہ سے محبت کی حضرت عبداللہ بن مبارک جیسے محدث اور امام اوزاعی جیسے فقیہ میدانوں میں لڑتے رہے اور علم کی خدمت بھی کرتے رہے۔ ان علماء اور مشایخ کی ایک طویل فہرست ہے جنہوں نے علم و معرفت کے ساتھ جہاد کے دیپ بھی جلائے اور ان میں سے ہزاروں علماء و مشایخ نے جام شہادت بھی نوش فرمایا، سلف میں سے کسی نے اسلحے کو علم کے منافی اور جہاد کو بزرگی کی ضد قرار نہیں دیا بلکہ جس سے جس قدر ہو سکا اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ اس محکم اور قطعی فریضے کی خدمت کی، کوئی خود میدان میں نکلا، کسی نے کتابیں لکھیں، کسی نے جہاد کے مسائل کی گتھیاں سلجھائیں۔

آج کسی اسلامی کتب خانے کی تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول فقہ کی کوئی کتاب

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ایسی نہیں جس میں جہاد کے فضائل و مناقب اور اسلحے سے محبت کا درس نہ ملتا ہو، بلکہ ہمارے اسلاف کا تو ہمیشہ سے یہ نظریہ رہا ہے کہ جہاد افضل ترین عبادت ہے، اور جہاد کے ذریعہ علوم میں برکت ہوتی ہے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علوم میں برکت اسی جہاد کے مبارک عمل کی بدولت تھی، وہ جو کچھ قرآن میں سنتے تھے وہی کچھ میدان جہاد میں دیکھتے تھے، انکے نزدیک اللہ تعالیٰ کی نصرت اور طاقت ایک محسوس چیز تھی، اس لئے ان کے علوم بہت اونچے تھے۔ آخر میں ہمارے اکابر علماء دیوبند بھی اسی طرز عمل پر قائم رہے، چشم فلک نے برصغیر کے تصوف کے امام حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ، حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ، فقیہ النفس ابوحنیفۂ ثانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ، برکۃ العصر حضرت مولانا حافظ ضامن شہید رحمہ اللہ تعالیٰ، امام زمانہ حضرت مولانا سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ، عالم ربانی حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہاتھوں میں اسلحہ تھامے میدانوں میں لڑتے دیکھا، ان اہلِ علم اور اہلِ فضل اکابر نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی اور انھوں نے میدانوں میں نکل کر انگریز کا مردانہ وار مقابلہ کیا، مگر کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ ان اکابر پر طعن و تشنیع کرتا کہ دین کے محافظ یعنی اللہ رب العالمین کے ہوتے ہوئے ان حضرات نے اسلحہ اٹھا کر علم کو بٹہ لگایا اور دین کی توہین کی (نعوذ باللہ)

مگر افسوس صد افسوس انگریز کی مکاری کا آرہ چل گیا، مرزا قادیانی ملعون کا ناپاک جادو کچھ اثر کر گیا، انگریز علماء کو ذلیل و رسوا اور نہتا کرنا چاہتا تھا، وہ علماء کو کمزور اور دوسروں کا دست نگر بنا کر دین کو ذلیل کرنا چاہتا تھا، وہ علماء کی قوت اور عظمت سے خائف تھا، وہ اس نکتے کو سمجھ گیا تھا کہ دینداروں کی قوت میں دین کی عظمت کا راز پوشیدہ ہے اس لئے دینداروں کو نہتا کیا جائے۔

انگریز نے محنت کی، مرزا قادیانی نے کتابیں لکھ ڈالیں، ذرائع ابلاغ حرکت میں آگئے اور سب نے ملکر یہ راگ الاپا کہ اسلحہ دہشت گردی کا نشان ہے، اسلحہ اہل علم کی شان کے خلاف ہے، اسلحہ غنڈوں کے ناپاک عزائم کی تکمیل کا راستہ ہے، اسلحہ مشایخ کی دستار کو عیب دار بنانے والی چیز ہے، یہ پروپیگنڈہ اتنا زوردار ہوا کہ زرد

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بخار کی طرح مسلمانوں کے قلب وجگر پر چھا گیا۔

نبی السیف (تلوار والے نبی) کی امت تلوار سے نفرت کرنے لگی، اللہ تعالیٰ کے احکام کو نظر انداز کر کے علماء کو نہتا کر دیا گیا اہل علم کمزور ہو گئے، اسلحہ چوروں اور ڈاکوؤں کو دیدیا گیا، اسلحہ جاگیرداروں اور وڈیروں کے ظلم کا محافظ بنا دیا گیا، اسلحہ دین کے محافظوں سے چھین کر دین کے دشمنوں کو دیدیا گیا، ایمان اور جہاد جو کل تک لازم وملزوم تھے آج ایک دوسرے سے جُدا دکھائے گئے۔ فاسق طاقتور اور مؤمن کمزور ہو گیا، قاتل طاقتور اور دیندار مظلوم ہو گیا، اسلحے کے زور پر ملحدوں نے حکومتیں حاصل کیں، علماء کو مسجد ومدرسے میں محدود کر دیا گیا، اگر اہل علم نے آواز اٹھائی تو انھیں گولیوں سے چھلنی کر کے دوسروں کے لئے عبرت کا نشانہ بنا دیا گیا، کتے چھوڑ دیئے گئے اور پتھر باندھ دیئے گئے، ہر الحاد اور زندقے کے پیچھے آتشیں اسلحہ کی طاقت کو رکھا گیا اور دیندار لوگوں کو منہ کے نوالے بنا کر مذاق اور مسخرے پن کی چیز بنا دیا گیا، پھر زبانیں اسلام کے خلاف چلنے لگیں مگر ان زبانوں کو لگام دینے والے بے بس اور بے کس منہ دیکھتے رہ گئے، پھر قلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر ڈاکے ڈالنے لگے مگر اس ناموس کے محافظ نہتے تھے وہ کچھ نہ کر سکے، علماء کی ڈاڑھیاں نوچی گئیں، مسئلہ ختم نبوت جیسے اجماعی مسئلے کا خون کرنے کی کوشش کی گئی، اسلام کے نظام کو سربازار گالیاں دی گئیں، اہل حق علماء کے جسموں کو سنگینوں اور گولیوں سے چھلنی کیا گیا، مگر اہل دل تڑپتے رہے، اسلحے سے غفلت کا خمیازہ بھگتتے رہے۔

جس منبر پر سے عصماء یہودیہ کے قتل کا حکم ملا تھا اس منبر سے دین کی تباہی پر صبر کا پیغام نشر ہونے لگا، جس منبر سے کعب بن اشرف کو قتل کرنیکا حکم ملا تھا اس منبر سے سلمان رشدی کے قتل کا فیصلہ صادر نہ ہو سکا، کفر سربازار ناچ رہا تھا اور اہل ایمان سر چھپانے کے لئے پناہ گاہیں تلاش کر رہے تھے۔

ایسے وقت میں ہمارے پاکستان میں جہاں اسلام کے سوا ہر چیز کی آزادی ہے جہاں جمہوریت کا عفریب اسلام کے مقدس نظام کو منہ چڑا رہا ہے، جہاں کی زمین نے مولانا جھنگوی اور مولانا ایثار القاسمی کے خون کو پی لیا، جہاں صرف ختم نبوت

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جیسا متفقہ مسئلہ حل کرانے کے لئے ہزاروں نوجوانوں کی تڑپتی لاشیں دینی پڑیں، اور اب تو حالات یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ غنڈہ گرد عناصر کھلے عام مساجد میں نمازیوں پر فائرنگ کر رہے ہیں اور مساجد کا تقدس اسلامی ممالک میں پامال کیا جارہا ہے،

اس قدر سے تفصیلی تمہید کے بعد اب آتے ہیں اپنے اصل موضوع کی طرف۔

فقیہ العصر حضرت اقدس مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے، آپ کے علمی و روحانی فیوض سے پوری دنیا سیراب ہورہی ہے۔

افریقہ میں ایک مرتبہ بندہ کو ایک بہت بڑے شیخ الحدیث اور عارف باللہ بزرگ کی مجلس میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، یہ بزرگ عالم دین اعلیٰ درجے کے محقق بھی ہیں اور افریقہ میں ان کے مریدین اور متوسلین کی ایک بڑی تعداد موجود ہے سننے میں آیا ہے کہ یورپ میں بھی ان کا بہت بڑا حلقہ ہے، بندہ نے ان کی مجلس میں حضرت اقدس مفتی صاحب مدظلہ العالی کا تذکرہ کیا تو انھوں نے فرمایا:

"ارے آپ لوگ خوش قسمت ہیں، حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی تو اس وقت علوم میں فرد ہیں"

بہرحال عرب و عجم میں حضرت مفتی صاحب کے علوم و معارف کی کرنیں پھیلی ہوئی ہیں، آپ کے محققانہ ذوق اور علمی تحقیقات اور روحانی مقامات پر تو اس وقت امت مسلمہ بجا طور پر فخر کرسکتی ہے، بے شک آپ جیسے متقی فقیہ امت کے لئے عظیم سرمایہ ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی میں خوب برکت عطا فرمائے اور علم و معرفت کا یہ چشمۂ جاریہ امت کو سیراب کرتا رہے، آمین ثم آمین۔

حضرت اقدس مفتی صاحب مدظلہ سے اللہ تعالیٰ نے جہاں اور بہت سارے کام لئے وہاں آپ سے ایک اہم کام ان باطل فرقوں کے خلاف لیا جو امت کے ایمان پر ڈاکے ڈال رہے تھے۔ آپ نے تقریباً ہر فتنے کے خلاف لکھا اور لکھنے کا حق ادا کردیا۔ آپ کا حق پرست قلم تلوار کی طرح ان فتنوں کی شہ رگ پر پڑا تو علمی طور پر ان کی موت ثابت ہوا، آپ نے تحریر اور تقریر کے ذریعے اپنے خالص ایمانی جذبات کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر باطل کو للکارا مگر آج امت کے بہت سارے لوگ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ان جذبات سے محروم ہیں۔

حضرت اقدس مفتی صاحب جب افغانستان تشریف لے گئے اور ہم نے آپ کو کیمونسٹ فوج کے جرنل دکھائے، وہ جرنل جو مسلمانوں کے خلاف میدانوں میں اترے تھے اور انھیں روسی طاقت پر بڑا ناز اور گھمنڈ تھا مگر اللہ کے شیروں نے ان گیدڑوں کو زندہ پکڑ لیا تو وہ دوسروں کے لئے تماشۂ عبرت بن گئے، اب ان ظالم درندوں نے اپنے چہروں پر مظلومیت اور بے کسی کے ایسے پردے ڈال لئے کہ جو انھیں دیکھتا اسے ترس آتا، مگر اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت اقدس مفتی صاحب مدظلہ العالی کو کہ ان قاتلوں کو للکار کر فرمایا:

"میرے نزدیک تمہاری سزا موت ہے اگر میرا اختیار ہوتا تو میں تمھیں اپنے ہاتھوں سے قتل کرتا"

میں نے مذکورہ بالا واقعہ قصداً لکھا ہے تاکہ ہمارے ان بزدل مسلمانوں کو کچھ عقل آئے جو ظالم و جابر کافروں کی موت سے بھی گھبراتے ہیں، جو اپنے اسلاف کی تاریخ کو بھول چکے ہیں، جو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جہادی نعروں اور زمزموں کو فراموش کر کے بے بسی کی زندگی گزار رہے ہیں، جو بزدلی کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ اپنے ہاتھوں میں اسلحہ تک نہیں اٹھا سکتے۔ اگر کوئی ان کے ہاتھوں میں بندوق پکڑا دے تو تھر تھر کانپنے لگتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ کہیں کوئی گولی الٹی نہ چل جائے اور ان کی قیمتی جان وقت سے پہلے نہ نکل جائے۔

حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم جن کا ایک ایک عمل شریعت مطہرہ کے احکام سے عبارت ہے رافضیت کے فتنے کے خلاف شمشیر برہنہ بن کر میدان میں اترے اور اس فتنے کے صرف کفر ہی کا نہیں بلکہ ان کے بارے میں اسلامی حکم کا بھی آپ نے ببانگ دہل اعلان فرمایا، یہ اعلان کسی بند کمرے میں نہیں بلکہ کئی شہروں میں ہزاروں مسلمانوں کے بہت بڑے جلسوں میں آپ نے دشمنان صحابہ کو للکارا،

"فارس (ایران) کے محلات کانپ اٹھے خمینیت کراھنے لگی"

مسلح کمانڈو حرکت میں آگئے اور اس علم و عمل کے مرقع بطل جلیل کو ختم کرنے کے لئے عملی کوششیں ہونے لگیں۔ ان حالات کے پیش نظر حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کے خدام اور مجاہدین نے آپ سے حفاظتی تدابیر اور مسلح پہرے کی اجازت چاہی، جب مجاہدین کا اصرار بہت بڑھ گیا تو آپ نے دارالافتاء کے عملہ اور تلامذہ و متعلقین میں سے دوسرے اہل افتاء و علماء کو قرآن و سنت اور فقہ کی روشنی میں حدود شریعت کے اندر اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے کا حکم فرمایا، اہلِ علم اور مجاہدین سے مشورے ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے اوراق کی ورق گردانی کی گئی، جس کے نتیجے میں یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم اور آپکے ادارے اور طلبہ کی حفاظت کے لئے شرعی اصولوں پر مسلح پہریداری کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ اس کارخیر کے لئے نوجوانوں نے اپنی جوانیاں پیش کردیں، مجاہدین نے حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے علمی مرکز میں پہرے کی ترتیب بنائی، فوج کے بڑے آفیسر اس ترتیب پر عش عش کر اُٹھے، دارالافتاء والارشاد جو کہ دارالجہاد بھی تھا اب باقاعدہ دارالجہاد بن گیا، اسلحہ ہر طرف نظر آنے لگا۔

> کافروں کی ماں مرگئی، مسلمانوں کی کمزوری پر غنڈہ گردی کا سکّہ جمانے والے کھسیانی بلّی کی طرح دارالافتاء کی طرف دیکھنے لگے، کتوں کے دانت ٹوٹ گئے، بھیڑیئے کی دُم کٹ گئی، ایک دو مرتبہ کسی نے بہادری دکھائی تو منہ کی کھائی۔

مفتی صاحب کا یہ عظیم دارالافتاء مسجد نبوی کے اعمال کی آماجگاہ بن گیا کتنے مسلمانوں کو اسلحہ دیکھنے کی سعادت ملی، کتنوں کو پہرہ دینے کی فضیلت ملی، ہزاروں انسانوں کو اس عملی قدم نے جہاد کا گرویدہ بنا دیا، مرزا قادیانی کی قبر کی آگ اور بھڑک اٹھی، حضرت مفتی صاحب کا دارالافتاء اس کے عزائم کا قبرستان ثابت ہوا۔ اندرون ملک اور بیرون ملک سے آنے والے علماء ابتداء میں اس نئے طرز عمل سے پریشان ہوتے پھر آہستہ آہستہ مانوس ہوتے اور پھر چند روز میں اپنی پہلی زندگی پر لاحول پڑھ کر توبہ کرتے اور اسلحہ کو سینے سے لگا لیتے۔

دنیا داروں کو اہل علم کی عظمت کا احساس ہوا، ہزاروں مردہ احکام زندہ ہوئے، پہریداری اور تیر اندازی اور تلوار بازی کی حدیثیں کتابوں میں تلاش کی جانے لگیں، خوش قسمت ایک دوسرے سے نمبر لے جانے لگے، اسلحہ دارالافتاء میں کیا آیا کہ مولانا جلال الدین حقانی جیسے اس دور کے عظیم فاتح کو کھینچ لایا، علم و عمل کے دو بادشاہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اس دارالافتار میں جب جمع ہوئے تو:

"لینن کا مجسمہ اُسی وقت اپنی جگہ سے ہل گیا"

پھر تو دارالافتار کمانڈروں اور غازیوں کا ایسا مرکز بنا کہ دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے اور افغانستان کے فاتح دارالافتار والارشاد سے علم و روحانیت کے خزانے لوٹنے لگے اور دارالافتار کے طلبہ وعلمار جہاد کے خالی خانوں میں رنگ بھرنے لگے۔

ایسے وقت میں ہونا یہ چاہئے تھا کہ حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم کو اہل علم کی طرف سے اس عظیم تجدیدی کارنامے پر اور اس مردہ سنّت کے احیار پر مبارک باد کے پیغام ملتے (اور کچھ خوش قسمت علمار اور صلحار نے یہ پیغام بھیجنے میں پہل بھی کی) اہل حق حضرت مفتی صاحب کی پیروی کرتے ہوئے اپنے مدارس اور مساجد کی حفاظت کے لئے یہ انتظام کرتے، منبر و محراب پر خوشی کا اظہار ہوتا کہ علم اور جہاد کا ٹوٹا ہوا رشتہ پھر جڑ گیا۔

مگر بعض حضرات کو اہل دین کی یہ حفاظت پسند نہ آئی، انھیں ایک بڑے دینی مرکز کا تحفظ اچھا نہ لگا، جہاد سے ان کی طبعی نفرت اعتراضات اور اشکالات کی شکل میں وارد ہوئی، نبیّ السّیف صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض وارثوں نے سیف (تلوار) کو دہشت گردی کا نشان اور کلاشنکوف کو غنڈوں کا شعار قرار دیا، معلوم نہیں ان حضرات کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا گمان ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو خود کو "نبیّ الملاحم" گھمسان کی جنگوں والا نبی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم کا عمل تو قرآن، سنت، فقہ اور اجماع سے ثابت ہے، مگر معترضین کے پاس خوابوں اور خیالوں کے سوا کوئی دلیل نہیں، وہ لوگ جو جہاد کو صرف فوج کا کام سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کو دفاع تک کے لئے اسلحہ اٹھانے کی اجازت نہیں دیتے واقعی انھیں اسلحے کی ضرورت نہیں، کوئی کافر انھیں اپنے لئے خطرہ نہیں سمجھتا اور ان کے لئے اپنی تلوار کو تیز نہیں کرتا، یہ لوگ بزدلی کو امن اور کمزوری کو مصلحت کا نام دیتے ہیں، مسلمانوں کی ذلت اور رسوائی کو تواضع سمجھ کر عبادت جانتے ہیں، ہائے کاش! یہ ذلت اور تواضع کے فرق کو سمجھتے، یہ لوگ جس قرآن کی بات کرتے ہیں وہی قرآن اپنے دفاع کے لئے اسلحہ اٹھانے کو ضروری قرار دیتا ہے، وہ جس نبی کو مانتے ہیں اس نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اسلحہ اٹھایا، وہ جس گھر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں یہ گھر جہاد کی قوت سے فتح ہوا۔

جہاد کو فساد سمجھنے والے اپنے ایمان کی خیر منائیں، دوسروں پر انگلیاں اٹھانے سے پہلے اپنے ایمان کی تجدید کا سامان کریں اور امت مسلمہ کو مزید ذلت اور غلامی کا سبق نہ سکھائیں، اگر وہ بزدل ہیں، اسلحہ اٹھانے کی تاب نہیں رکھتے تو اپنی بزدلی کو اپنی حد تک رکھیں، قرآن وسنت کو توڑ مروڑ کر اپنی بزدلی کے لئے دلائل جمع کر کے اپنے مرض کو متعدی نہ بنائیں۔

یہ موضوع بہت تفصیل طلب ہے، اس وقت بے شمار دلائل اور نکات بحمداللہ تعالیٰ ذہن میں ہیں مگر "صد لئے بجاھد" کے حجم اور اپنی عدیم الفرصتی کی بنا پر آخر میں مختصر طور پر تین باتیں عرض کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اسلام کی سمجھ عطا فرمائے۔

اسلحہ رکھنا توکل کے قطعاً خلاف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اسی لئے کوئی شخص یہ سوچ کر کہ رازق تو اللہ تعالیٰ ہے روزی کمانا نہیں چھوڑتا، اپنے کاروبار کو چلانے کے لئے اسباب جمع کرنا نہیں چھوڑتا، کیونکہ توکل اسباب اختیار کرنے کے منافی نہیں، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پہرہ دیتے تھے حالانکہ آپ سے بڑھ کر کون متوکل ہے، بعض محدثین اور فقہاء کے نزدیک تو یہ پہرہ آخر عمر تک رہا۔ تفصیل کے لئے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر مظہری ملاحظہ فرمائیں۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کے ہاں پہرے کی وجہ سے کچھ لوگ متنفر ہوئے ہیں، یہ ایک من گھڑت مفروضہ ہے کیونکہ حضرت مفتی صاحب کے اس عمل سے تو عوام وخواص کو جہاد کی اہمیت کا احساس ہوا ہے اور ہزاروں لوگوں کو جہاد میں شرکت کا موقع ملا ہے، دو سو سے زائد علماء نے جہاد کی تربیت حاصل کی اور اس میں عملاً حصہ لیا، بہت سارے اہل علم کو جہاد پر تحقیقی کام کرنے کی ہمت ہوئی ہے۔

برطانیہ کے ایک بڑے عالم نے جب حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے ہاں یہ نظام دیکھا تو اس قدر متاثر ہوئے کہ آج ان کی کوئی مجلس جہاد کے تذکرے سے خالی نہیں ہوتی۔

اگر بفرض محال کچھ لوگوں کو یہ عمل اچھا نہیں لگا تو اس میں حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا کیا قصور ہے؟ اس میں قصور تو ان لوگوں کا ہے جنھوں نے امت کو اسلحہ سے دور رکھا اور جہاد کا سبق نہیں سکھلایا یہاں تک کہ امت اس حال تک جا پہنچی کہ آج جہاد کا نام سن کر بہت سارے لوگوں کے رنگ فق ہو جاتے ہیں اور چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حالانکہ قرآن مجید میں یہ علامت منافقین کی بیان فرمائی ہے کہ جہاد کا نام سن کر ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں اور ان پر موت چھا جاتی ہے۔

اہل علم اور اہل کمال حضرات غیر علماء کو عموماً اور فاسق فاجر لوگوں کو خصوصاً کتابیں لکھنے اور تفسیر وغیرہ کرنے سے روکتے ہیں کیونکہ اس سے گمراہی پھیلتی ہے، انکا یہ عمل درست ہے۔

اسی طرح اہل علم اور اہل دین کو چاہیئے کہ وہ فاسق فاجر لوگوں کے ہاتھوں میں اسلحہ نہ دیں کیونکہ اس سے فسق کو قوت ملے گی اور دین کا نقصان ہوگا، اسلحہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت ہے اس لئے یہ دین دار لوگوں اور اہل علم کے پاس ہونا چاہیئے تاکہ دین کو قوت ملے اور اسلام کو عظمت ملے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

محمد مسعود اظہر

(ماہنامہ "صدائے مجاہد" اسلام آباد ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ)

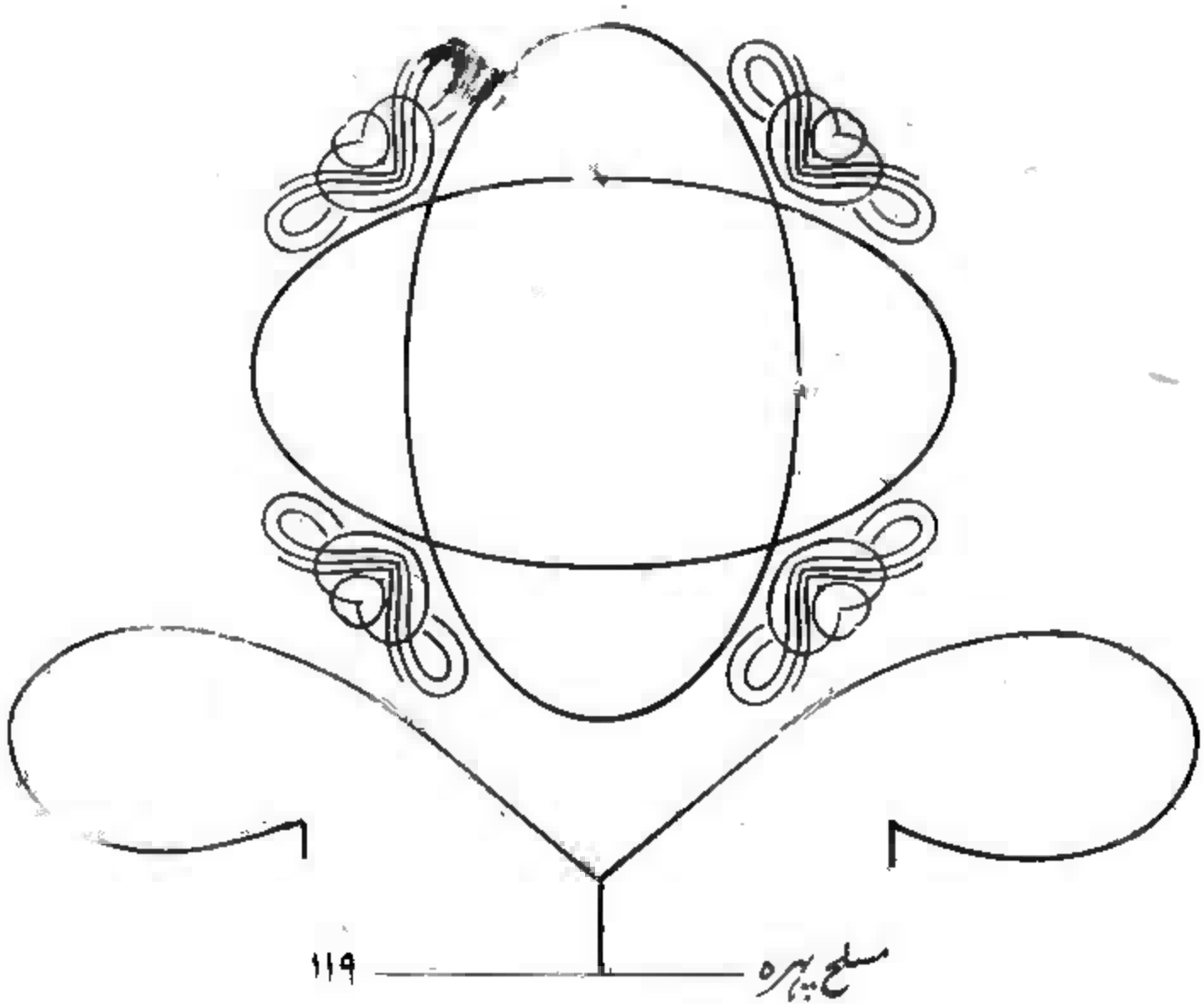

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الحق

حفاظتی تدابیر کے دلائل میں احادیث کے بیان میں مندرجہ ذیل حدیث کتابت سے رہ گئی تھی جو یہاں بصورتِ "الحاق" لکھی جاتی ہے۔

پہلے پینسٹھ روایات تھیں اب اس حدیث کے اضافہ سے چھیاسٹھ ہوگئیں۔

حدیث یہ ہے :——————

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الراکب شیطان والراکبان شیطانان والثلاثۃ رکب، رواہ مالک والترمذی وابوداؤد والنسائی (مشکوٰۃ ص۳۳۹)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :——————

"ایک سوار شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان ہیں اور تین سوار صحیح سواروں کی جماعت ہے"

یہ حدیث ابتداء اسلام کے زمانہ کی ہے، یعنی غلبۂ کفار کی وجہ سے حفاظتی تدابیر کی اسقدر تاکید کی جارہی ہے کہ تین سواروں سے کم ایک یا دو پیادہ تو درکنار سواروں کو بھی باہر نکلنے کی اجازت نہیں، اس پر ایسی سخت وعید فرمائی کہ تین سواروں سے کم نکلنے والے سواروں کو شیطان قرار دیا، جب تین سے کم سوار بھی شیطان ہیں تو پیادہ تو اور بھی بڑے شیطان ہونگے۔

عبدالرحیم

نائب مفتی دارالافتاء والارشاد

ناظم آباد کراچی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

باب المرتد والبغاۃ

مرتد کے مال کا حکم :

سوال : ایک مسلمان عورت مرتد ہوگئی اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہوگیا، اس کی جائیداد اس کے مسلمان بھائی کے ساتھ مشترک تھی، اس جائیداد کے شرعی وارث کون بنیں گے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ارتداد کی صورت میں مرد اور عورت کے اموال کے احکام مختلف ہیں اس لئے ہر ایک کا حکم الگ تحریر کیا جاتا ہے :

مرد مرتد ہوجائے تو اس کا مال اس کی ملک سے نکل جاتا ہے، البتہ دوبارہ قبول اسلام کے بعد اس کی ملک لوٹ آتی ہے۔

اور حالت ارتداد میں قتل کر دیا گیا یا مرگیا یا دارالحرب چلا گیا تو حالتِ اسلام کا کمایا ہوا مال مسلمان وارثوں میں تقسیم ہوتا ہے اور حالت ارتداد کی کمائی بیت المال میں داخل کی جاتی ہے، بیت المال نہ ہونے کی صورت میں مساکین پر صدقہ کیا جاتا ہے۔

عورت مرتد ہوجائے اور اسی حالت میں مرجائے یا دارالحرب چلی جائے تو اکتساب مال مسلمان ورثہ پر تقسیم ہوگا، خواہ حالتِ اسلام میں کمایا ہو یا حالتِ ارتداد میں۔

لہٰذا اس مرنے والی عورت کے ترکہ میں کافر رشتہ داروں کا کوئی حق نہیں۔

قال فی التنویر وشرحہ : (ویزول ملک المرتد عن مالہ زوالا موقوفا فان اسلم عاد ملکہ وان مات او قتل علی ردتہ) او حکم بلحاقہ (ورث کسبہ اسلامہ وارثہ المسلم) ولو زوجتہ بشرط العدۃ زیلعی (بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فیء بعد قضاء دین ردتہ) وقالا میراث ایضا ککسب المرتدۃ (رد المحتار ص۳۰۹ ج ۳)

واللہ تعالیٰ اعلم

۷ صفر ۸۸ھ

مرتد کے ہبہ، وصیت اور وراثت کا حکم :

سوال : زید کا باپ مرتد ہوگیا تو زید کو اس کے مکان میں رہائش رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟ نیز اس کی آمدن سے کھانا پینا اور دوسری ضرورت کی اشیاء لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے ترکہ میں زید کا حصّہ ہوگا یا نہیں ؟ زندگی میں اگر وہ زید کو کچھ دیدے یا مرنے سے پہلے زید کے لئے کچھ وصیت کر جائے تو زید کے لئے لینا جائز ہوگا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصّواب

مرتد کے مال سے اس کے مسلمان ورثہ اور بیت المال کا حق متعلق ہوجاتا ہے، اگر اسے قتل کیا گیا یا حالت ارتداد میں مرگیا یا دارالحرب چلا گیا تو حالتِ اسلام میں کمایا ہوا مال اس کے مسلمان ورثہ پر تقسیم ہوگا اور حالتِ ارتداد کی کمائی بیت المال میں جمع کی جائے گی۔ اس لئے مرتد اپنے مال میں کسی غیر وارث کے لئے ہبہ، وصیت وغیرہ تصرفات نہیں کرسکتا۔

اگر زید اس مرتد باپ کے مسلمان ورثہ میں اکیلا وارث ہے تو اس سے وہ مال قبول کرسکتا ہے جو اس نے حالتِ اسلام میں کمایا تھا، اسی طرح حالتِ اسلام میں تعمیر کردہ مکان میں رہائش بھی رکھ سکتا ہے، اس مال سے زید کے لئے ہبہ، وصیت وغیرہ قبول کرنا بھی درست ہے، بصورت وصیت یہ مال اس کے مرنے پر زید کو بطور وراثت ملے گا نہ کہ وصیت، اس لئے کہ وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔

اور اگر زید کے علاوہ اس کے دوسرے مسلمان ورثہ بھی ہیں اور سب عاقل وبالغ ہیں تو زید ان کی رضا سے اس مکان میں رہ سکتا ہے اور حالت اسلام کی آمدن سے کھا پی بھی سکتا ہے۔

بطور ہبہ و وصیت دوسرے ورثہ کی رضا سے ایسی چیز قبول کرسکتا ہے جو ناقابلِ تقسیم ہو یعنی تقسیم کی جائے تو کارآمد نہ رہے جیسے بہت چھوٹا مکان اور گاڑی وغیرہ۔

جو چیز قابل تقسیم ہو وہ قبول نہیں کرسکتا کیونکہ یہ مال تمام ورثہ کا مشترک ہے اور یہ ہبہ درحقیقت ورثہ کی طرف سے ہے اور اس قسم کی مشترک چیز کا ہبہ صحیح نہیں۔

مشترک چیز کی وصیت بھی درحقیقت ورثہ کی طرف سے ہبہ ہے، مگر مرتد کے قتل یا موت یا دارالحرب سے لحاق کے بعد زید کے قبضہ میں آئے گی اس لئے اسمیں یہ شرط ہے کہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اس وقت مسلمان وارث سب راضی ہوں اور سب عاقل بالغ ہوں۔ مرتد کے قتل یا موت یا دارالحرب سے لحاق سے پہلے ان کی رضا کا اعتبار نہیں، رضا وہی معتبر ہوگی جو وارث بننے کے وقت متحقق ہو۔

زید اگر مسکین ہے تو مصارف بیت المال میں داخل ہونے کی وجہ سے مرتد کے اس مال سے بھی نفع اُٹھا سکتا ہے جو اس نے حالتِ ارتداد میں کمایا۔

قال فی التنویر وشرحہ : (ویزول ملک المرتد عن مالہ زوالاً موقوفاً فان اسلم عاد ملکہ وان مات او قتل علی ردتہ) او حکم بلحاقہ (ورث کسبَ اسلامہ وارثہ المسلم) ولو زوجتہ بشرط العدۃ زیلعی (بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فی ء بعد قضاء دین ردت (وقال بعد صفحۃ) ویتوقف منہ المفاوضۃ والتصرف علی ولدہ الصغیر والمبایعۃ والعتق والتدبیر والکتابۃ والھبۃ والاجارۃ والوصیۃ ان اسلم نفذ وان ھلک او لحق بدارالحرب وحکم بطل (رد المحتار ص۳۰۹ ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵ محرم ۹۳ھ

قادیانیوں کے ساتھ تعلقات :

سوال : قادیانیوں کو ملک میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے اب یہ ذمّی کافر ہیں، سوال یہ ہے :

① اگر کوئی قادیانی مہمان آئے تو اس کا اکرام اور مہمانی جائز ہے یا نہیں ؟

② اگر کوئی قادیانی کسی مقصد سے درود شریف یا قرآن مجید کا ختم کرائے تو کسی مسلمان کو اس میں شرکت جائز ہے یا نہیں ؟

③ قادیانی کسی مسلمان کی دعوت کریں جس میں ذبیحہ بھی قادیانیوں کا ہو تو ایسی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسمہ ملہم الصواب

قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے باوجود ذمّی نہیں اس لئے کہ یہ زندیق ہیں اور زندیق کسی صورت بھی ذمّی نہیں قرار پاتا بہر صورت واجب القتل ہے، اسلئے قادیانیوں کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنا جائز نہیں۔ مذکورۃ الصدر تینوں

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سوالات کا جواب نفی میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۸ شعبان ۹۴ھ

شیعہ اور قادیانیوں وغیرہ کا زندقہ اور زنادقہ کے احکام کی تفصیل "کتاب الحظر والاباحۃ" میں ہے۔

سوال مثل بالا :

سوال : قادیانیوں کے بارے میں چند سوالات ہیں :

① قادیانی مسلمان کے جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے یا نہیں ؟

② قادیانی کے ساتھ بیٹھ کر مسلمان کھانا کھا سکتا ہے یا نہیں ؟

③ شادی یا کسی دیگر تقریب میں قادیانی مسلمانوں کو مدعو کر سکتا ہے یا نہیں ؟

④ قادیانی مسلمان کو سلام کرے تو جواب میں کیا کہا جائے ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

قادیانیوں کے ساتھ اس قسم کے تعلقات قطعاً ناجائز ہیں، یہ عام کفار سے بدتر زندیق اور واجب القتل ہیں، ان کی شادی غمی میں شرکت کرنا یا اپنی شادی غمی میں انھیں شریک کرنا، ان سے سلام و کلام غرض کسی قسم کا تعلق رکھنا جائز نہیں، مسلمان کے جنازہ کے ساتھ ایسے مغضوب لوگوں کو چلنے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳ جمادی الاخرہ ۹۵ھ

قادیانیوں سے تعلقات رکھنے کے چند احکام جلد اوّل "کتاب الایمان والعقائد" میں بھی ہیں اور زیادہ تفصیل "کتاب الحظر والاباحۃ" میں۔

ارتداد زوج سے نکاح فوراً ٹوٹ گیا :

سوال : کمپنی میں ایک ذمہ دار افسر نے یہ الفاظ کہے :

"اگر اللہ تعالیٰ کمپنی کے کام کو خراب کرے تو اس کو بھی پھانسی دیدیں گے، اگر اللہ تعالیٰ کا بچہ بھی آئے تو اس سے بھی کام لیں گے"

اس کے دین و ایمان اور نکاح کا کیا حکم ہے ؟ بیّنوا توجروا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ شخص مرتد ہوگیا اس کا نکاح بھی فوراً ٹوٹ گیا، اس کی بیوی پر فرض ہے کہ بلا تأخیر اس سے علیحدگی اختیار کرلے، اسے دوبارہ مسلمان کرکے از سرِ نو اس کا نکاح کیا جائے، اگر مسلمان نہ ہو تو حکومت پر فرض ہے کہ اسے عبرت ناک طریقہ سے قتل کرکے تمام لوگوں کے لئے نمونۂ عبرت بنائے۔

مرتد ہوتے ہی باجماع جمہور اُمت نکاح ٹوٹ جاتا ہے، اس میں قضاء قاضی کی ضرورت نہیں۔

قال فی التنویر : وارتداد احدھما فسخ عاجل۔

وفی الشرح : بلا قضاء۔

وفی الحاشیۃ : ای بلا توقف علی قضاء القاضی وکذا بلا توقف علی مضی عدتہ فی المدخول بھا کما فی البحر (رد المحتار ص۴۲۵ ج۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷ صفر سنہ ۹۰ھ

ارتداد زوجہ کا حکم :

سوال : معاذ اللہ! کسی کی بیوی مرتد ہوجائے تو اسکا نکاح ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

اگر ٹوٹ گیا تو اس پر عدت واجب ہے یا نہیں؟ یعنی اگر وہ پھر اسلام قبول کرلے تو دوسرے شخص سے فوراً نکاح کرسکتی ہے یا عدت گزارنے کے بعد؟

نیز اس عورت کو شوہر سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے جس نے یہ ہلاکت کا راستہ دکھایا اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس بارہ میں تین روایات ہیں :

(۱) عورت کا نکاح ٹوٹ گیا اور وہ باندی بن جائے گی، اس کا شوہر اسے امام وقت سے خرید کر اپنے پاس رکھ سکتا ہے، اگر شوہر مصرف ہو تو امام اسے مفت بھی دے سکتا ہے۔

(۲) اس کا نکاح ٹوٹ گیا مگر یہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی بلکہ اسے تجدید اسلام اور پہلے ہی شوہر سے تجدید نکاح پر مجبور کیا جائے گا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۳) اس کا نکاح نہیں ٹوٹا، اسی شوہر کے نکاح میں بدستور رہے گی۔

اس زمانہ میں پہلی دو صورتیں ممکن نہیں، صورت اولیٰ کا عدم امکان تو ظاہر ہے، حکومت سے صورت ثانیہ پر عمل کرنے کی بھی کوئی توقع نہیں، لہٰذا فتویٰ کے لئے صورت ثالثہ ہی متعین ہے، یعنی عورت کے ارتداد سے اس کا نکاح نہیں ٹوٹتا مگر تجدید اسلام سے قبل اس سے استمتاع جائز نہیں، کالموطوءۃ بالشبھۃ والحامل من الزنا، بلکہ تجدید اسلام کے بعد تجدید نکاح بھی ضروری ہے، اس لئے کہ روایت ثانیہ ظاہر الروایۃ ہے اس خاص جزء میں اس سے عدول کی کوئی ضرورت نہیں، لہٰذا تجدید اسلام کے بعد بھی تجدید نکاح سے قبل استمتاع حرام ہے۔

قال الامام الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ : وصرحوا بتعزیرھا خمسۃ وسبعین و تجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لھا بمھر یسیر کدینار وعلیہ الفتوی والوالوجبۃ، وافتی مشایخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتھا زجرا وتیسیرا لاسیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر قال فی النھر والافتاء بھذا اولی من الافتاء بما فی النوادر (الی قولہ) وحاصلھا انھا بالردۃ تسترق وتکون فیئا للمسلمین عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ، ویشتریھا الزوج من الامام او یصرفھا الیہ لو مصرفا۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قولہ زجرا لھا) عبارۃ البحر حسما لباب المعصیۃ والحیلۃ للخلاص منہ اھ۔ ولا یلزم من ھذا ان یکون الجبر علی تجدید النکاح مقصورا علی ما اذا ارتدت لاجل الخلاص منہ بل قالوا ذلک سدا لھذا الباب من اصلہ سواء تعمدت الحیلۃ ام لا کی لا تجعل ذلک حیلۃ، (رد المحتار ص۴۲۶ ج۲)

وفی تعزیر العلائیۃ : ارتدت لتفارق زوجھا تجبر علی الاسلام وتعزر خمسۃ وسبعین سوطا ولا تتزوج بغیرہ بہ یفتی ملتقط۔

قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قولہ ولا تتزوج بغیرہ) بل تقدم انھا تجبر علی تجدید النکاح بمھر یسیر وھذہ احدی روایات ثلاث تقدمت فی الطلاق، الثانیۃ انھا لا تبین رد القصدھا السیئ، الثالثۃ ما فی النوادر من انہ یتملکھا رقیقۃ ان کان مصرفا (رد المحتار ص۱۹۶ ج۳)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وفی باب المرتد من العلائیۃ : ولیس للمرتدۃ التزوج بغیر زوجھا بہ یفتی وعن الامام تسترق ولو فی دار الاسلام لو افتی بہ حسما لقصدھا السیئ لا بأس بہ وتکون قنۃ للزوج بالاستیلاء مجتبیٰ ۔ وفی الفتح انھا فیء للمسلمین فیشترھا من الامام او یھبھا لہ لو مصرفا ۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قولہ ولیس للمرتدۃ التزوج بغیر زوجھا : قال فی الفتح وقد افتی الدبوسی والصفار وبعض اھل سمرقند بعدم وقوع الفرقۃ بالردۃ ردا علیھا وغیرھم مشوا علی الظاھر ولکن حکموا بجبرھا علی تجدید النکاح مع الزوج وتضرب خمسۃ وسبعین سوطا واختارہ قاضیخان للفتویٰ الخ (قولہ عن الامام) ای فی روایۃ النوادر کما فی الفتح (قولہ ولو افتی بہ الخ) فی الفتح قیل ولو افتی بھذہ لا بأس بہ فیمن کانت ذات زوج حسما لقصدھا السیئ بالردۃ من اثبات الفرقۃ ۔ (قولہ وتکون قنۃ للزوج بالاستیلاء) قال فی الفتح قیل وفی البلاد التی استولی علیھا التتر واجروا احکامھم فیھا ونفوا المسلمین کما وقع فی خوارزم وغیرھا اذا استولی علیھا الزوج بعد الردۃ ملکھا لانھا صارت دار حرب فی الظاھر من غیر حاجۃ الی ان یشترھا من الامام اھ (قولہ وفی الفتح الخ) ھذا ذکرہ فی الفتح قبل الذی نقلناہ عنہ أنفا وحاصلہ انھا اذا ارتدت فی دار الاسلام صارت فیئا للمسلمین فتسترق علی روایۃ النوادر بان یشترھا من الامام او یھبھا لہ، اما لو ارتدت فیما استولی علیہ الکفار وصار دار حرب فلہ ان یستولی علیھا بنفسہ بلا شراء ولا ھبۃ کمن دخل دار الحرب متلصصا وسبی منھم وھذا لیس مبنیا علی روایۃ النوادر لان الاسترقاق وقع فی دار الحرب لا فی دار الاسلام (رد المحتار ص۳۱۳ ج ۳)

خلاصہ یہ کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ کفر کی لعنت کا طوق گلے میں ڈالنے کے باوجود اس عورت کے لئے شوہر سے خلاصی ممکن نہیں، بہرکیف اسی کے تحت رہے گی، بیوی کی حیثیت سے یا لونڈی بن کر علی اختلاف الاقوال ۔ اگر واقعۃً کوئی شرعی عذر ہے جس کی وجہ سے عورت خلاصی چاہتی ہے مثلاً شوہر عنین ہے یا متعنت ہے جو نہ تو نفقہ مہیا کرتا ہے نہ طلاق دیتا ہے، یا معسر ہے تو اس قسم کی تمام صورتوں میں

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

خلاصی کے لئے یہ شرعی حل موجود ہے :

"شوہر سے طلاق لی جائے، اگر یوں طلاق نہ دے تو خلع کی صورت اختیار کی جائے کہ اسے کچھ دے دلاکر آمادۂ طلاق کیا جائے اس پر بھی راضی نہ ہو تو عدالتی چارہ جوئی کی جائے، حاکم مسلم اسے عدالت میں طلب کر کے طلاق دینے پر مجبور کرے، اگر حاکم کے کہنے پر بھی طلاق نہ دے تو حاکم خود دونوں میں تفریق کر دے۔"

اس کے بعد عورت عدت گزار کر جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ بحالت مجبوری جماعت مسلمین بھی یہ فرض انجام دے سکتی ہے۔

ان مسائل کی تفصیل رسالہ "الافصاح عن حیل فسخ النکاح" مندرجہ احسن الفتاویٰ صـ۴۰۵ ج ۵ میں ہے۔

باقی رہے وہ لوگ جنھوں نے عورت کو کفر و ارتداد کی راہ دکھائی یا کسی درجہ میں وہ اس کارروائی میں شریک یا دل سے راضی رہے تو وہ سب دائرۂ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں، ان کی گردنوں پر دہرے کفر کا وبال ہے، ان مرتدین کے نکاح بھی فسخ ہو گئے، مگر ان کی بیویوں پر کسی قسم کا جبر نہیں بلکہ انھیں اختیار ہے کہ مضی عدت کے بعد جہاں چاہیں نکاح کر لیں اور خود یہ مرتدین واجب القتل ہیں، حاکم انھیں تین دن کی مہلت دے، اگر نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر اور علانیہ توبہ کر کے داخل اسلام ہوں تو بہتر ورنہ ان کی گردنیں اُڑا دے۔

داخلِ اسلام ہونے کے باوجود ان کی سابقہ بیویاں جو ان کے ارتداد کے سبب نکاح سے نکل گئی تھیں ان کو ان سے دوبارہ نکاح پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، انکو اختیار ہے کہ انہی سے نکاح کریں یا دوسرے مردوں سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷ صفر ۱۴۰۸ھ

قتل بغاۃ :

سوال : کیا بغاۃ و مفسدین کا قتل جائز ہے؟ جیسا کہ ایران میں خمینی نے یہ عمل شروع کیا ہے کہ بہت سے لوگوں کو مفسد فی الارض قرار دیکر تختۂ دار پر چڑھا دیا، اگر اس قسم کے لوگوں کا قتل جائز ہے تو کس صورت میں اور کن شرائط سے؟ بیّنوا توجروا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الجواب باسمہ ملہم الصواب

جو شخص یا جماعت حکومتِ مسلمہ کے خلاف بغاوت کرے، اس کی بغاوت کچلنے کے لئے حکومت کا اسے قتل کرنا جائز ہے، بشرطیکہ بدون قتل اس کی قوت توڑنا ممکن نہو، اگر قتل کے بغیر کسی ذریعہ سے اسکے شر کا دفعیہ ممکن ہو تو قتل کرنا جائز نہیں۔

بصورتِ قتال حاکم اگر عامۃ المسلمین سے باغیوں کے خلاف مدد طلب کرے تو مقدور بھر اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔

جو باغی اور مفسد حکومت کے ہاتھوں گرفتار ہوں اگر ان کی قوت و شوکت ٹوٹ چکی ہو تو انھیں قتل کرنا جائز نہیں، اور اگر ان کے پیچھے طاقت کار فرما ہے تو انکا فیصلہ حکومت کی صوابدید پر ہے، چاہے تو انھیں قتل کر دے اور چاہے تو قید ہی میں رہنے دے تاوقتیکہ توبہ کر کے ان خیالات سے رجوع کر لیں، توبہ کے بعد بھی جب تک حکومت کو اطمینان نہو انھیں قید رکھنا جائز ہے۔

لیکن غلبہ پانے کی صورت میں ان کے بچوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈی بنانا جائز نہیں، اسی طرح ان کے چھینے ہوئے اموال و اسلحہ کو غنیمت کے طور پر تقسیم کرنا جائز نہیں، وقتی طور پر اموال کو روک کر بغاوت تھم جانے کے بعد واپس کر دینا ضروری ہے۔

قال فی التنویر: فاذا خرج جماعۃ مسلمون عن طاعتہ وغلبوا علی بلد دعاھم الیہ وکشف شبھتھم فان تحیزوا مجتمعین حل لنا قتالھم بدءًا حتی نفرق جمعھم ومن دعاہ الامام الی ذلک افترض علیہ اجابتہ لو قادرا (الی قولہ) والامام بالخیار فی اسیرھم ان شاء قتلہ وان شاء حبسہ (الی قولہ) ولم تسب لھم ذریۃ وتحبس اموالھم الی ظھور توبتھم۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قولہ حل لنا قتالھم بدءًا) ولو اندفع شرھم باھون من القتل وجب بقدرما یندفع بہ شرھم زیلعی۔ (رد المحتار ص۳۲۰ ج ۳)

باقی رہا خمینی کا مسئلہ تو وہ خود رئیس المفسدین اور البغی البغاۃ ہے، اگر اسکے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے کچھ مفسدین اور باغین کو ٹھکانے لگا دیا تو یہ اسکے ارشاد "وکذلک نولی بعض الظالمین بعضا بما کانوا یکسبون" اور "یذیق بعضکم بأس بعض" کا مصداق ہے۔ واللہ اعلم

۶ ذی الحجہ ۹۹ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حکم اموال بغاۃ :

سوال : یہاں ظفار (سلطنت عمان) کے پہاڑوں پر حکومت اور باغیوں کے مابین لڑائی رہتی ہے، ایک دوسرے پر بمباری کے دوران بعض جانور گائے بکریاں وغیرہ زخمی ہوجاتی ہیں، مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ جانور باغیوں کے ہیں یا اپنی رعایا کے، اگر ان زخمی جانوروں کو ذبح نہ کیا جائے تو مردار ہوجاتے ہیں، اس لئے فوجی جوان انھیں ذبح کردیتے ہیں، اگر ذبح کے بعد یونہی چھوڑ دیئے جائیں تو بڑے بڑے درندے کھا جائیں گے، کیا فوجی انھیں کھا سکتے ہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جو جانور باغیوں کے مقبوضہ علاقہ میں پائے جائیں انھیں فروخت کرکے انکی قیمت محفوظ رکھی جائے جب وہ بغاوت سے توبہ کرلیں تو یہ رقم انھیں دیدی جائے۔

اور جو جانور اپنے علاقہ میں پائے جائیں یا اپنی اور دشمن کی مخلوط آبادی میں ہوں یا جن سے متعلق کچھ تحقیق نہ ہوسکے تو وہ بحکم لقطہ ہیں، اول ان کی تشہیر کی جائے، اگر مالک کا پتہ کسی صورت نہ چل سکے تو کسی مسکین فوجی کی ملک کردیئے جائیں وہ چاہے تو غنی فوجیوں کو بھی ہبہ کرسکتا ہے لیکن استعمال کرنے کے بعد اگر کسی جانور کا مالک مل جائے تو اسے جانور کی قیمت ادا کرنا پڑے گی۔

قال فی التنویر وشرحہ (وتحبس اموالہم الی ظہور توبتہم) فترد علیہم وبیع الکراع اولی لانہ انفع فتح ویقاس علیہ العبید نہر (ونقاتل بسلاحہم وخیلہم عند الحاجۃ ولاینتفع بغیرہما من اموالہم مطلقا) ولو عند الحاجۃ سراج۔ وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالی (قولہ لانہ انفع) ای انفع من امساکہ والانفاق علیہ من بیت المال او للرجوع علی صاحبہ کما یفیدہ کلام البحر (رد المحتار ص۳۲۱ ج ۳) واللہ تعالی اعلم

۱۴ ذوالحجہ ۹۵ھ

فاسق کی بغاوت :

اس کی تفصیل رسالہ "سیاست اسلامیہ" کے آخر میں حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ کی تحریر میں ہے، یہ رسالہ اسی جلد میں کتاب الجہاد کے آخر میں ہے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہٗ فَاقْتُلُوْہُ (بخاری)
جو مسلمان اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کرو

القتل المشتد
لقتل المرتد

مرتد کے وجوب قتل کا ثبوت
احادیثِ صریحہ اور اجماعِ امت سے

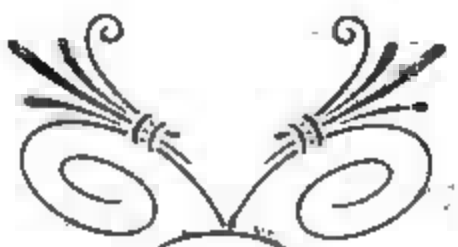

افاضہ

حضرت فقیہ العصر دامت برکاتہم

تحریر

حضرت مفتی محمد ابراہیم صاحب صادق آبادی مدظلہ

مکتبہ فاروقی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

القتل مشتد
لقتل المرتد

- مرتد واجب القتل ہے
- ارشاداتِ نبویہ
- اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
- اجماعِ اُمّت
- عقل سلیم
- مرتدین کی کٹ حجتی
- مرتد کے دوسرے احکام

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مُرتد واجبُ القتل ہے!

سوال : مرتد کی تعریف کیا ہے؟ اس کی سزا کیا ہے؟ بقیہ احکام کیا ہیں؟ بیّنوا توجروا،

الجوابُ باسم ملهم الصّوابُ

ارتداد کے معنیٰ ہیں کسی مسلمان کا دین اسلام سے پھر جانا، امام راغب رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

وھو الرجوع من الاسلام الی الکفر (المفردات ص۱۹۳)

ارتداد عام ہے خواہ صاف صاف اسلام سے پھر جائے مثلاً کوئی شخص اپنے ہندو، آریہ، قادیانی یا شیعہ ہونے کا اقرار کرلے۔

یا اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے ضروریات دین میں سے کسی ایک بات کا انکار کردے۔

ضروریات دین وہ تمام قطعی احکام ہیں جو نصِّ قرآن سے ثابت ہوں یا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہوں، ان میں سے کسی ایک حکم کا انکار بھی کفر وارتداد ہے، مثلاً کوئی شخص زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتا ہے مگر ختم نبوّت کا مفہوم ومطلب ایسا بیان کرتا ہے جو اُمت کے متفق علیہ اجماعی مفہوم سے مختلف ہے، اور کسی بھی مفہوم میں اجرار نبوت کا قائل ہے،

یا کوئی شخص دعوائے ایمان کے باوجود تحریف قرآن کا عقیدہ رکھتا ہے، یا ختم نبوت پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی کسی اُمّتی میں نبی کی سی صفات تسلیم کرتا ہے، مثلاً اسے معصوم عن الخطأ اور افضل الانبیاء قرار دیتا ہے تو یہ شخص مرتد اور زندیق ہے جو عام کفار کی بنسبت کہیں زیادہ خطرناک اور ضرر رساں ہے۔

خلاصہ یہ کہ جیسے پورے دین اسلام کو ترک کردینا کفر وارتداد ہے ایسے ہی دین کی قطعی اور بدیہی باتوں میں سے کسی ایک بات کا انکار بھی کفر وارتداد ہے، گو کہ ایسا شخص دین کی بقیہ تمام باتوں کو دل وجان سے تسلیم کرتا ہو، اپنے تئیں پابند عمل اور دیندار ہو۔ قرآن مجید کا واضح اعلان ہے:

فلا وربّك لا یؤمنون حتّٰی یحکّموك فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا ممّا قضیت ویسلموا تسلیما۔ (۴ : ۶۵)

"پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ (جو صرف زبانی ایمان ظاہر کرتے پھرتے ہیں خدا اللہ)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ایماندار نہ ہونگے جب تک یہ بات نہ ہو کہ انکے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے (اور آپ نہ ہوں تو آپکی شریعت سے) تصفیہ کرائیں (پھر جب آپ تصفیہ کرادیں تو) اس آپکے تصفیہ سے اپنے دلوں میں (انکار کی) تنگی نہ پائیں اور (اس فیصلہ) کو پورا پورا (ظاہر سے باطن سے) تسلیم کریں۔"

جلیل القدر تابعی حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لوان قوما عبدوا اللہ تعالیٰ واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وصاموا رمضان وحجوا البیت ثم قالوا لشیء صنعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا صنع خلاف ما صنع؟ او وجد وا فی انفسہم حرجا لکانوا مشرکین ثم تلا ھذہ الآیۃ (روح المعانی ص۱۷۱ ج ۵)

"کوئی قوم اگر اللہ تعالیٰ کی بندگی کرے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ دے، رمضان المبارک کے روزے رکھے اور حج بیت اللہ کرے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کے متعلق یوں کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ اس کے خلاف کیوں نہ کیا؟ یا اس حکم کے تسلیم کرنے میں دلوں میں تنگی محسوس کرے تو یہ قوم مشرک وکافر ٹھہرے گی۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔"

مرتد کی سزا:

مرتد کی سزا باجماع اُمت قتل ہے، البتہ اس حد تک اختلاف ہے کہ یہ حکم صرف مرتد مرد کے لئے ہے یا مرتدہ عورت کو بھی شامل ہے؟

جمہور کے نزدیک مرتد ومرتدہ دونوں واجب القتل ہیں، مگر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مرتد واجب القتل ہے اور مرتدہ واجبۃ الحبس، حتیٰ تعود الی الاسلام او تموت۔ قتل مرتد کا مسئلہ نصوصِ حدیث، اجماعِ اُمت اور عقلِ سلیم سے ثابت ہے، دلائل بالترتیب ملاحظہ ہوں:

ارشاداتِ نبویہ:

(۱) عن عکرمۃ رحمہ اللہ تعالیٰ قال: اتی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بزنادقۃ فاحرقہم فبلغ ذلک ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فقال لو کنت انا لم احرقہم لنہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تعذبوا بعذاب اللہ ولقتلتہم لقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بدل دینہ فاقتلوہ (صحیح بخاری ص۴۲۳ ج۱، ص۱۰۲۳ ج۲، سنن نسائی ص۱۶۹ ج۲، سنن ابی داؤد ص۲۵ ج۲، ترمذی ص۲۳ ج۱)

"حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ زندیق لائے گئے جنھیں آپنے آگ میں

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جلادیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بات پہنچی تو فرمایا: اگر میں ہوتا تو انھیں آگ میں نہ جلاتا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرح عذاب دینے سے منع فرمایا ہے، ہاں! میں انھیں قتل ضرور کرتا اسلئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو مسلمان اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کرو"۔

(۲) عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اقبلت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعی رجلان من الاشعریین احدھما عن یمینی والآخر عن یساری ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستاك فکلاھما سأل فقال یا اباموسیٰ او قال یا عبداللہ بن قیس قال قلت والذی بعثك بالحق ما اطلعانی علی ما فی انفسھما وما شعرت انھما یطلبان العمل فکأنی انظر الی سواکہ تحت شفتہ قلصت فقال لن او لا نستعمل علی عملنا من ارادہ ولکن اذھب انت یا اباموسیٰ او یا عبداللہ بن قیس الی الیمن ثم اتبعہ معاذ بن جبل فلما قدم علیہ القیٰ لہ وسادۃ قال انزل واذا رجل عندہ موثق قال ما ھذا؟ قال کان یھودیا فاسلم ثم تھوّد قال اجلس قال لا اجلس حتی یقتل قضاء اللہ ورسولہ ثلث مرات فامر بہ فقتل الحدیث (صحیح بخاری ص ۱۰۲۳/۲ج، سنن نسائی ص ۱۶۹/۲ج، سنن ابی داؤد ص ۲۵ ج ۲)

"حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور دو اشعری آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک آدمی میرے دائیں جانب تھا، دوسرا بائیں جانب۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسواک فرما رہے تھے۔ ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمیں حاکم مقرر کیجئے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو موسیٰ!

میں نے عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا مجھے ان دونوں نے اپنی دل کی بات سے مطلع نہ کیا اور نہ از خود مجھے اس کا احساس ہوا کہ یہ منصب کا مطالبہ کریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو طالب حکومت ہو ہم اسے ہرگز منصب نہیں دیتے، لیکن اے ابو موسیٰ! تمہیں بلا طلب منصب دیتا ہوں کہ یمن چلے جاؤ، پھر انکے پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی بھیج دیا۔ جب وہ پہنچے تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے انکی طرف تکیہ بڑھایا اور فرمایا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تشریف رکھئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اچانک دیکھا کہ ایک آدمی جکڑا ہوا ہے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ شخص یہودیت سے مسلمان ہوا پھر اسلام سے پھر کر یہودی بن گیا۔ ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تشریف رکھئے۔ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس وقت تک میں نہیں بیٹھوں گا جب تک اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نافذ کرتے ہوئے اس مرتد کو قتل نہ کر دیا جائے۔ یہ ارشاد تین بار دہرایا۔ چنانچہ اسے قتل کیا گیا تب بیٹھے۔

(۳) ان ابا هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: لما توفی النبیّ صلی الله علیه وسلم واستخلف ابوبكر وكفر من كفر من العرب قال عمر رضی الله تعالیٰ عنه يا ابابكر كيف تقاتل الناس وقد قال النبی صلی الله علیه وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی يقولوا لا اله الا الله فمن قال لا اله الا الله عصم منی ماله ونفسه الا بحقه وحسابه علی الله قال ابوبكر رضی الله تعالیٰ عنه والله لاقاتلن من فرّق بين الصلوٰة والزكوٰة الحديث۔

(صحیح بخاری ص۱۰۲۳ ج ۲)

"جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے ابوبکر! آپ صرف انکار زکوٰۃ پر مرتد قرار دے کر کیوں لوگوں سے قتال کر رہے ہیں؟ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کا حکم ہے جب تک وہ کلمہ نہ پڑھ لیں، جس نے کلمہ پڑھ لیا اس نے اپنا مال اور اپنی جان مجھ سے بچالی مگر اس کے حق کے ساتھ، یعنی کلمہ پڑھ کر بھی موجب قتل کام کیا تو قتل کا سزاوار ٹھہریگا اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: واللہ! میں اس شخص سے ضرور قتال کروں گا جو نماز و زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے، ایک کو مانے دوسرے کا انکار کرے۔"

(۴) عن انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه فی قصة رهط عكل، قتلوا الراعی واستاقوا الذود وكفروا بعد اسلامهم فاتی الصريخ النبی صلی الله علیه وسلم فبعث الطلب فما ترجّل النهار حتی اتی بهم فقطع ايديهم وارجلهم ثم امر بمسامير فاحميت فكحلهم بها

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وطرحهم بالحرة يستسقون فما يسقون حتى ماتوا۔

(صحیح بخاری ص۴۲۳ ج۱، ص۱۰۰۵ ج۲، صحیح مسلم ص۵۷ ج۲، سنن نسائی ص۱۶۶ ج۲)

"قبیلہ عکل کے لوگوں نے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹ لوٹ لے گئے اور اسلام کے بعد کفر اختیار کیا، منادی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور ماجرا بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے تعاقب میں کچھ لوگ بھیجے، ابھی دن چڑھا نہ تھا کہ وہ مرتد لائے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے، پھر انکی آنکھوں میں گرم سلائی پھروائی اور انھیں گرم پتھریلی زمین پر ڈلوا دیا۔ انھوں نے پانی طلب کیا مگر انھیں پانی نہ دیا گیا حتیٰ کہ اسی طرح جرم ارتداد میں ذلت کی موت مر گئے۔"

(۵) عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ: لایحل دم امرئ مسلم یشهد ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدیٰ ثلاث. الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینہ المفارق للجماعۃ (صحیح مسلم ص۵۹ ج۲، سنن ابی داؤد ص۲۵۰ ج۲، سنن ترمذی ص۲۵۹ ج۱، سنن نسائی ص۱۶۵ ج۲، سنن ابن ماجۃ ص۱۸۲)

"جو شخص مسلمان ہو کر گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اس کا خون حلال نہیں مگر ان تین وجوہ میں سے کسی ایک کے ساتھ، شادی شدہ زانی، جان کے بدلے جان اور اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت مسلمین سے الگ ہونے والا۔"

(۶) قالت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لایحل دم امرئ مسلم الا رجل زنیٰ بعد احصانہ او کفر بعد اسلامہ او النفس بالنفس (صحیح مسلم ص۵۹ ج۲، جامع ترمذی ص۲۵۹ ج۱، سنن نسائی ص۱۶۵ ج۲، سنن ابی داؤد ص۲۵۰ ج۲)

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کا خون حلال نہیں سوائے اس کے کہ شادی شدہ ہو کر زنا کرے یا اسلام کے بعد کفر اختیار کرے یا ناحق کسی کی جان لے۔"

(۷) ان عثمان رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لایحل دم امرئ مسلم الا باحدیٰ ثلاث رجل زنیٰ بعد احصانہ فعلیہ الرجم او قتل عمدًا فعلیہ القود او ارتد بعد

القتل المشتد ——————— ۷

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اسلامہ فعلیہ القتل (سنن نسائی ص۱۶۵ ج ۲، ص۱۶۸ ج ۲، سنن ابن ماجۃ ص۱۸۲)

"کسی مسلمان کا خون تین باتوں کے سوا حلال نہیں، شادی شدہ زنا کرے تو اس پر رجم ہے، عمداً قتل کرے تو اس پر قصاص ہے، اسلام کے بعد مرتد ہو جائے تو واجب القتل ہے۔"

(۸) عن علیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: سیخرج قوم فی آخر الزمان حدّاث الاسنان سفہاء الاحلام یقولون من خیر قول البریّۃ لایجاوز ایمانہم حناجرہم یمرقون من الدّین کما یمرق السہم من الرمیۃ فاینما لقیتموہم فاقتلوہم فانّ فی قتلہم اجرًا لمن قتلہم یوم القیٰمۃ (صحیح بخاری ص۱۰۲۴ ج ۲)

"آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی کمسن، کم عقل، تمام مخلوق کی بنسبت عمدہ ترین گفتگو کرینگے مگر ان کا ایمان حلق سے نیچے نہ اُتریگا، دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے جہاں کہیں انھیں پاؤ قتل کردو۔ انکے قاتل کے لئے روز قیامت اجر ہے۔" مراد زندیق خوارج ہیں۔

(۹) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: کان عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح یکتب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فازلّہ الشیطان فلحق بالکفار فامر بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقتل یوم الفتح فاستجار لہٗ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاجارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سنن ابی داؤد ص۲۵۱ ج ۲، سنن نسائی ص۱۶۹ ج ۲)

"عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے شیطان نے انھیں بہکایا تو مرتد ہو کر کفار سے مل گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز ان کے قتل کا حکم صادر فرمایا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے لئے پناہ طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پناہ دیدی۔" پھر وہ مسلمان ہو گئے۔

(۱۰) عن انس بن مالکؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل عام الفتح وعلی رأسہ المغفر فلمّا نزعہ جاءہ رجل فقال انّ ابن خطل متعلق بأستار الکعبۃ فقال اقتلوہ (صحیح بخاری ص۲۴۹ ج ۱)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر خود تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اُتاری تو ایک آدمی نے آکر بتایا کہ ابن خطل (مرتد) کعبہ کے پردوں کے ساتھ چمٹا ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے قتل کرو۔"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

چنانچہ اسی حال میں قتل کر دیا گیا۔

(۱۱) عن حارثۃ بن مضرّب انہ اتی عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال ما یبنی وبین احد من العرب حنۃ وانا مررت بمسجد لبنی حنیفۃ فاذا ھم یؤمنون بمسیلمۃ فارسل الیھم عبد اللہ فجیئ بھم فاستتابھم غیر ابن النوّاحۃ قال لہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لولا انک رسول لضربت عنقک فانت الیوم لست برسول فامر قرظۃ بن کعب فضرب عنقہ فی السوق ثم قال من اراد ان ینظر الی ابن النوّاحۃ قتیلا بالسوق (سنن ابی داؤد ص۲۷۴ ج۲)

"حضرت حارثہ بن مضرّب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کوفہ کے گورنر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے اہل عرب سے کوئی کینہ نہیں، لہٰذا سچ کہتا ہوں کہ میں قبیلہ بنی حنیفہ کی مسجد کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ بنو حنیفہ مسیلمہ کذاب پر ایمان لانے کی وجہ سے مرتد ہو گئے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کو بلوا بھیجا، جب وہ لائے گئے تو آپ نے ابن النواحہ کے سوا باقی مرتدین کو توبہ کی مہلت دی اور ابن النواحہ سے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیرے متعلق یہ ارشاد سنا تھا کہ "اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا" لیکن آج تو قاصد نہیں، پھر آپ نے حضرت قرظۃ بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ سرِ عام اس کی گردن اُڑا کر اسے لوگوں کے لئے نمونۂ عبرت بنائیں، انھوں نے بھرے بازار میں اس کی گردن اُڑا دی، پھر آپ نے فرمایا: جو شخص ابن النواحہ مرتد کو دیکھنا چاہے تو وہ بازار میں مقتول پڑا ہے۔"

(۱۲) اذا ابق العبد الی الشرک فقد حلّ دمہ (سنن ابی داؤد ص۱۳۹ ج۲)

"جب غلام اسلام سے مرتد ہو کر شرک کی طرف چلا جائے تو اسکا خون حلال ہے۔"

یہ وہ روایات ہیں جو معمولی جستجو سے ہمیں صحاح ستّہ میں دستیاب ہوئیں، کتب حدیث کی چھان بین کی جائے تو اس سے زائد روایات مل سکتی ہیں، لیکن جویائے حق کیلئے اتنی احادیث کافی ہیں۔

اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم:

کسی مسئلہ پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع پوری اُمت کے نزدیک حجتِ قطعیہ ہے، افضل الخلائق بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

منعقد ہوتے ہی سب سے پہلے جس مسئلہ پر بلا استثناء فرد واحد پوری جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کا قولاً، عملاً، سکوتاً ہر پہلو سے اجماع منعقد ہوا وہ قتل مرتد کا مسئلہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد نومسلم قبائل میں ہر طرف کفر و ارتداد کی لہر دوڑ گئی، خلیفۂ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی سرکوبی کے لئے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لشکر روانہ فرمائے، ان معرکوں میں جہاں ہزارہا مرتدین کو واصل جہنم کیا گیا وہاں بڑے بڑے جلیل القدر صحابۂ کرام نے بھی جام شہادت نوش فرمایا، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مشہور مؤرخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ قتل مسیلمہ کذاب کے ذیل میں لکھتے ہیں:

فکان جملۃ من قتلوا فی الحدیقۃ وفی المعرکۃ قریباً من عشرۃ الاف مقاتل و قیل احد وعشرون الفاً وقتل من المسلمین ستمائۃ وقیل خمسمائۃ فاللہ اعلم وفیھم من سادات الصحابۃ واعیان الناس (البدایۃ والنہایۃ ص۳۲۵ ج۶)

"مارے جانے والے کفار فوجیوں کی تعداد دس ہزار اور ایک قول کے مطابق اکیس ہزار تھی۔ مسلمانوں میں سے چھ سو اور ایک قول کے مطابق پانچ سو شہید ہوئے۔ ان شہداء میں کئی اکابر صحابہ اور دیگر معروف ہستیاں بھی شامل ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔"

ایک دوسرے معرکہ "مرتدین اہل عمان" کا حال لکھتے ہیں:

وترکب المسلمون ظھورھم فقتلوا منھم عشرۃ الاف مقاتل۔

(البدایۃ والنہایۃ ص۳۳ ج۶)

"مسلمانوں نے ان پر یلغار کی اور دس ہزار فوجی تہ تیغ کئے۔"

اس پوری مہم میں خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی خلیفۂ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوش بدوش رہے۔ معہٰذا قتل مرتد کے متعلق ان حضرات سے الگ تصریحات بھی منقول ہیں۔

ایک مرتد کو مہلت دیئے بغیر فوری طور پر مسلمانوں نے قتل کر دیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر فرمایا:

افلا ادخلتموہ بیتاً واغلقتم علیہ بابہ واطعمتموہ کل یوم رغیفا ثم استتبتموہ ثلاثاً فان تاب والا قتلتموہ (مصنف ابن ابی شیبۃ ص۱۳۷ ج۱۰ وغیرہ)

"تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ اسے ایک کوٹھڑی میں بند کر دیتے اور ہر روز ایک چپاتی

اسے کھانے کو دیتے، پھر اسے توبہ کا موقع فراہم کرتے، اگر توبہ کر لیتا تو درست، ورنہ قتل کر دیتے۔"

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اوپر روایت ۷ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گزر چکا ہے کہ مسلمان کا خون تین باتوں کے سوا حلال نہیں۔

مزید آپ سے منقول ہے :

انہ کفر انسان بعد ایمانہ فدعاہ الی الاسلام ثلاثاً فابی فقتلہ۔

(کتاب الخراج لابی یوسف ص۲۱۴، المحلّٰی لابن حزم ص۱۹ ج۱۱ بحوالہ عبد الرزاق)

"ایک شخص اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ نے اسے تین بار دعوت اسلام پیش کی مگر اس نے انکار کیا، بالآخر آپ نے اسے قتل کر دیا۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اوپر صحیح بخاری کی روایت گزر چکی ہے کہ آپ نے زنادقہ کو زندہ جلا دیا۔

مزید منقول ہے :

قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ : یستتاب المرتد ثلاثا فان عاد یقتل۔

(ابن ابی شیبۃ ص۱۳۸ ج۱۰، سنن کبریٰ للبیہقی ص۲۰۷ ج۸)

"مرتد کو تین روز تک توبہ کی مہلت دی جائے اگر اسلام قبول لے تو بہتر، ورنہ قتل کر دیا جائے۔"

اجماعِ اُمّت :

خلفاء راشدین سمیت پوری جماعت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع نقل کرنے کے بعد مزید کوئی حوالہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں تاہم یہ دکھانے کے لئے کہ بعد کے تمام ادوار میں بھی پوری اُمت مسلمہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نقش قدم پر قائم رہی اور آج تک کسی فرد بشر کو اس اجماعی حکم سے سرمو اختلاف کی جرأت نہ ہوئی ذیل میں مذاہب اربعہ وظاہریہ کا اجماع نقل کیا جاتا ہے :

حنفیہ :

قال الامام المرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ : واذا ارتد المسلم عن الاسلام والعیاذ باللہ عرض علیہ الاسلام فان کانت لہ شبہۃ کشفت عنہ (الی قولہ) ویحبس ثلاثۃ ایام فان اسلم والاقتل۔ وفی الجامع الصغیر المرتد یعرض علیہ الاسلام فان ابی قتل (ھدایۃ ص۵۸ ج۲)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

"العیاذ باللہ کوئی مسلمان اسلام سے پھر جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے، اسے کوئی شبہہ ہو تو دُور کیا جائے۔
اور تین دن تک اسے قید رکھا جائے، اگر مسلمان ہو جائے تو بہتر ورنہ قتل کر دیا جائے۔
اور الجامع الصغیر میں ہے کہ مرتد پر اسلام پیش کیا جائے، اگر قبول اسلام سے انکار کر دے تو قتل کر دیا جائے"۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: اعلم ان المرتد یقتل بالاجماع کما مرّ
(رسائل ابن عابدین ص۳۱۸ ج۱)

"یقین کرلو کہ مرتد باجماع اُمت واجب القتل ہے جیسا کہ ہم مفصّل دلائل کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں"

مالکیہ:

مالك عن زيد بن اسلم رحمه الله تعالى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من غيّر دينه فاضربوا عنقه قال مالك ومعنى قول النبى صلى الله عليه وسلم فيما نرى والله اعلم من غيّر دينه فاضربوا عنقه انه من خرج من الاسلام الى غيره مثل الزنادقة واشباههم فان اولئك اذا ظهر عليهم قتلوا ولم يستتابوا لانه لا يعرف توبتهم وانهم كانوا يسرّون الكفر ويعلنون الاسلام فلا ارى ان يستتاب هؤلاء ولا يقبل منهم قولهم، واما من خرج من الاسلام الى غيره واظهر ذلك فانه يستتاب فان تاب والّا قتل ذلك اھ (موطأ مالك ص۶۳۹)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مرتد کی گردن مار دو"۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص دین اسلام چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلے اس کی گردن مار دو، جیسے زندیق اور ان جیسے دوسرے لوگ، غلبہ پانے کے بعد انھیں توبہ کی مہلت دیئے بغیر قتل کر دیا جائے، اسلئے کہ ان کی توبہ کا حال معلوم نہیں ہوسکتا، یہ لوگ پہلے سے کفر چھپاتے تھے اور اسلام کا اظہار کرتے تھے اس لئے انھیں توبہ کا موقع نہ دیا جائے گا، اور انکی زبان سے توبہ کے الفاظ قبول نہ کئے جائیں گے، اور جو شخص اسلام چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلے اور اس کا اظہار بھی کرے تو اسے توبہ کی مہلت دی جائے اگر توبہ کرلے تو بہتر،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ورنہ قتل کر دیا جائے۔"

شافعیہ :

(وقال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ) فلم یجز فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم (لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث) احدھن الکفر بعد الایمان الا ان تکون کلمۃ الکفر تحل الدم کما یحلہ الزنا بعد الاحصان او تکون کلمۃ الکفر تحل الدم الا ان یتوب صاحبہ (الی قولہ) فلم یختلف المسلمون انہ لا یحل ان یفادی بمرتد بعد ایمانہ ولا یمن علیہ ولا تؤخذ منہ فدیۃ ولا یترک بحال حتی یسلم او یقتل (کتاب الام ص۱۵۶ ج ۶)

"امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی : "مسلمان کا خون تین باتوں کے سوا حلال نہیں" کے دو ہی مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ زانی محصن کی طرح مرتد توبہ کے بعد بھی واجب القتل ہے، دوسرا یہ کہ توبہ سے قتل کی سزا معاف ہو جاتی ہے، یہی راجح ہے، اُمّتِ مسلمہ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مرتد سے فدیہ لینا یا احسان کر کے چھوڑ دینا، کسی حال میں بھی چھوڑنا جائز نہیں، بس ایک ہی صورت متعین ہے کہ وہ اسلام قبول کرے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔"

شارح موطا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

وفی المحلی قال النووی رحمہ اللہ تعالیٰ اجمعوا علی قتلہ واختلفوا فی استتابتہ فقال الائمۃ الاربعۃ والجمہور رحمہم اللہ تعالیٰ انہ یستتاب ونقل ابن القصار رحمہ اللہ تعالیٰ اجماع الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم علیہ - وقال طاؤس والحسن والماجشون وابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ لا یستتاب ولو تاب نفعتہ توبتہ عند اللہ ولا یسقط قتلہ اھ (اوجز المسالک ص۲۸۷ ج ۵)

"امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قتل مرتد کے مسئلہ پر پوری اُمت کا اجماع منعقد ہے اور اسے توبہ کی مہلت دینے میں اختلاف ہے۔

ائمہ اربعہ اور جمہور رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے کہ مہلت دی جائے، ابن قصار رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع نقل کیا ہے۔

اور امام طاؤس، حسن، ماجشون اور ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کہ مہلت نہ دی جائے۔ اگر توبہ کر بھی لے تو یہ توبہ صرف عند اللہ نافع ہوگی مگر حکم قتل ساقط نہ ہوگا۔"

حنابلہ:

قال الامام ابن قدامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ: واجمع اھل العلم علیٰ وجوب قتل المرتد وروی ذلک عن ابی بکر وعثمان وعلی ومعاذ وابی موسیٰ وابن عباس وخالد وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنھم ولم ینکر ذلک فکان اجماعًا۔

مسألۃ: قال ومن ارتدّ عن الاسلام من الرجال والنساء وکان بالغًا عاقلا دعی الیہ ثلاثۃ ایّام وضیق علیہ فان رجع والاقتل (المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰)

"قتل مرتد کے وجوب پر علماء اُمت کا اجماع قائم ہے اور یہ حکم حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاذ، ابوموسیٰ، ابن عباس، خالد اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے اور کسی صحابی نے اس کا انکار نہ کیا لہٰذا سب کا اجماع منعقد ہوگیا۔

مسئلہ: جو بالغ عاقل مرد یا عورت اسلام سے پھر جائے اسے تین دن حراست میں رکھ کر اسلام کی دعوت دی جائے، اگر اسلام کی طرف لوٹ آئے تو درست ورنہ قتل کر دیا جائے۔"

ظاہریہ:

اصحاب ظاہر کے مسلّم امام علامہ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی المحلّیٰ میں قتل مرتد کا مسئلہ احادیث و آثار صحابہ کی روشنی میں پورے بسط و تفصیل سے بیان کیا ہے۔
(ص ۱۸۸ تا ص ۱۹۴ ج ۱۱)

مرتد کو جرم ارتداد کے بعد فوری قتل کر دیا جائے یا مہلت دی جائے؟ اور مہلت دی جائے تو کس حد تک؟ اس بارے میں مختلف مذاہب نقل کرنے کے بعد موصوف اپنا فیصلہ تحریر فرماتے ہیں:

ولیس قول من قال یستتاب مرتین باولیٰ ممّن قال ثلاثۃ ولا ممن قال اربعًا او خمسًا او اکثر من ذٰلک وکل ھذہ الاقوال بلا برھان فسقط ھٰذا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

القول بلاشك فلم يبق الا قول من قال يدعى مرّة فيقال له : ان من اسلم ثم ارتد قد تقدّم دعاؤه الى الاسلام حين اسلم بلاشك ان كان دخيلا فى الاسلام وحين بلغ وعلم شرائع الدين هذا ممّا لاشكّ فيه وقد قلنا ان التكرار لا يلزم فالواجب اقامة الحدّ عليه اذ قد اتفقنا نحن وانتم على وجوب قتله ان لم يراجع الاسلام اھ (المحلی ص۱۹۲ ج ۱۱)

"جو حضرات کہتے ہیں کہ مرتد کو قتل سے پہلے دو بار مہلت دی جائے ان کا یہ قول ان حضرات کے قول سے کچھ زیادہ اولیٰ و راجح نہیں جو مرتد کو تین یا چار یا پانچ یا اس سے زائد بار مہلت دینے کے قائل ہیں، یہ تمام اقوال بلا دلیل ہیں، سو دو بار مہلت دیئے جانے کا قول بھی یقیناً گر گیا۔ اب صرف ان حضرات کا قول رہ گیا جو کہتے ہیں کہ اسے قتل سے پہلے ایک بار مہلت دی جائے لیکن اسکے جواب میں کہا جائے گا کہ جو شخص اسلام لاکر مرتد ہو گیا اگر وہ نو مسلم تھا تو اس سے پہلے ہی جب اس نے اسلام قبول کیا تھا بلاشک و شبہہ اسے دعوت اسلام مل چکی تھی، اور اگر پیدائشی مسلمان تھا تو جونہی بالغ ہوا اور احکام دین کی اسے سمجھ حاصل ہوئی تو دعوت اسلام مل گئی، یہ بات کسی شک و شبہہ سے بالا ہے۔ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ بار بار دعوت پیش کرنا ضروری نہیں، لہٰذا اس پر حد قائم کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ اس پر تو ہم اور تم متفق ہیں کہ اگر مرتد اسلام میں لوٹ کر نہ آئے تو اسے قتل کرنا واجب ہے۔"

قاضی شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی قتل مرتد کا مسئلہ حسب عادت بہت مدلل بیان کیا ہے۔

(نیل الاوطار ص۲۰۱ تا ص۲۰۶ ج ۷)

اختصار کے پیش نظر ہم صرف انہی حوالہ جات پر اکتفار کرتے ہیں ورنہ ائمۂ حدیث، فقہاء کبار اور دوسرے اساطین کی تصریحات اس کثرت سے ہیں کہ ان کا استقصار ایک ضخیم کتاب کا موضوع ہے، شاید ہی حدیث یا فقہ کی کوئی مستند کتاب ہو جس میں قتل مرتد کی تفصیل نہ ہو۔

عقل سلیم :

عقل سلیم کی رو سے بھی مرتد گردن زدنی ہے، اس لئے کہ وہ دین فطرت سے بغاوت کا علم بلند کر کے دین کا مذاق اُڑاتا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے، پوری اُمّتِ مسلمہ کے جذبات سے کھیلتا ہے، دنیا میں اس سے بڑا فتنہ و فساد اور کیا ہوگا ؟

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

روئے زمین پر کوئی ایسی حکومت نہیں جو اپنے نظام مملکت کو یوں تتر بتر ہوتا دیکھ کر بھی خاموش تماشائی بنی بیٹھی رہے، اس لئے دنیا کے ہر قانون میں باغی کی سزا قتل سے کم نہیں۔

مرتد صرف ایک ملک کا نہیں بلکہ پوری انسانیت کا دشمن ہے، اس کے وجود نامسعود سے انسانی معاشرہ کو پاک کرنا ضروری ہے، ناسور زدہ عضو کا کاٹ پھینکنا بے رحمی نہیں بلکہ جسم وجان کی حفاظت و بقاء کا ذریعہ ہے، اور اس سے غفلت برتنا موت کو دعوت دینا ہے۔

مرتدین اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لئے کچھ دلائل بھی پیش کرتے ہیں انکی حقیقت ملاحظہ ہو۔

مرتدین کی کٹ حجتی :

پہلی دلیل : لا اکراہ فی الدین قرآن مجید کا واضح اعلان ہے، لہٰذا کوئی مسلمان سوچ بچار کے بعد اپنا نظریہ تبدیل کرنا چاہتا ہے تو بجبر واکراہ اسے اسلام میں داخل رکھنا تنگ نظری ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قرآنی اصول اپنی جگہ مسلّم، مگر سزائے مرتد سے اسکا کیا تعلق؟ اس آیت کا شانِ نزول جو سنن ابی داؤد، نسائی، ابن حبان وغیرہ کے حوالہ سے تمام معتبر تفاسیر میں منقول ہے یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں انصار کی کسی بانجھ عورت کو اولاد نہ ہوتی تو وہ نذر مان لیتی کہ "اگر اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا دیدیں تو اسے مذہب یہود میں داخل کردونگی" بیٹے کی پیدائش پر وہ نذر پوری کردیتی، اس طرح بہت سی انصار عورتوں نے اپنے بیٹے یہود کے حوالہ کئے ہوئے تھے۔ جب یہود کے قبیلہ بنی نظیر کو انکے کرتوتوں کی پاداش میں جلاوطن کیا گیا تو یہ انصاری نسل کے یہود بھی انکے ساتھ جانے لگے، اس پر بعض انصار بولے: "ہم اپنے بیٹے انکے حوالہ نہ کریں گے بلکہ انھیں جبراً داخل اسلام کریں گے" اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ایک روایت میں انصار کے الفاظ ہیں :

انما فعلنا ما فعلنا ونحن نری ان دینہم افضل مما نحن علیہ واما اذا جاء اللہ بالاسلام فنکرھہم علیہ فنزلت لا اکراہ فی الدین (تفسیر قرطبی ص۲۸۰ ج ۳ وغیرہ)

"ہم نے یہ سوچ کر اپنے بیٹے ان کے حوالہ کئے تھے کہ ان کا دین ہمارے دین سے افضل ہے، لیکن اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دولتِ اسلام سے نوازا تو اب ہم اپنے بیٹوں کو اسلام پر مجبور کریں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی"

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

شانِ نزول میں مفسرین نے اور بھی کئی واقعات نقل فرمائے ہیں جو سب کے سب اصلی کفار سے متعلق ہیں، ان واقعات میں کسی مرتد کا دُور دُور تک کوئی ذکر نہیں۔

پھر یہ آیت بھی اپنے اطلاق پر نہیں، جزیرۃ العرب میں بسنے والے غیر اہل کتاب کفار اس سے مستثنیٰ ہیں۔

بلکہ بعض حضرات نے اسے منسوخ قرار دیا ہے، امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وقد ذهب طائفة كثيرة من العلماء ان هذه محمولة على اهل الكتاب ومن دخل فى دينهم قبل النسخ والتبديل اذا بذلوا الجزية وقال آخرون بل هى منسوخة بآية القتال وانه يجب ان يدعى جميع الامم الى الدخول فى الدين الحنيف دين الاسلام فان ابى احد منهم الدخول فيه ولم ينقد له او يبذل الجزية قوتل حتى يقتل وهذا معنى الاكراه۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۳۱۱ ج ۱)

"علماء کا ایک بڑا گروہ اس طرف گیا ہے کہ یہ آیت اہل کتاب اور ان لوگوں پر محمول ہے جو نسخ و تحریف سے پہلے انکے دین میں داخل ہوئے، بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ دینا قبول کرلیں۔

اور دوسرے حضرات کہتے ہیں یہ آیت قتال سے منسوخ ہوگئی، اب تمام لوگوں کو دین حنیف میں داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی، اگر کوئی دین میں داخل ہونے سے انکار کردے، نہ دین میں مخلص ہوکر آنا چاہے نہ جزیہ دے تو اس سے قتال کیا جائے گا حتیٰ کہ قتل کردیا جائے، اکراہ کے یہی معنیٰ ہیں"

غرض لا اکراہ فی الدین کا اصول عام کفار سے متعلق ہے، قتل مرتد کا مسئلہ اس سے بالکل الگ تھلگ ہے، اس سلسلہ میں ہم اُمت کا اجماعی موقف بالتفصیل تحریر کرچکے ہیں۔

دوسری دلیل: سزائے قتل ہر مرتد کے لئے نہیں بلکہ خاص اس مرتد کے لئے ہے جو محارب و باغی ہو جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں تصریح گزر چکی ہے:

التارك لدينه المفارق للجماعة،

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں "المفارق للجماعة" کی قید احترازی نہیں واقعی ہے، ہر مرتد باغی و مفسد اور جماعت مسلمین سے الگ تھلگ ہے، ورنہ دوسری احادیث جو پیچھے مفصل نقل کی گئی ہیں ان میں کہیں اس کا اشارہ تک نہیں کہ مستوجب قتل ہونے کے لئے جرم

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ارتداد کے ساتھ بغاوت بھی شرط ہے۔

اگر مرتدین کی یہ اپج تسلیم کرلی جائے تو اس کا صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ ارتداد کوئی جرم نہیں، اس لئے کہ ہر باغی خواہ وہ مسلمان ہی ہو حالت بغاوت میں واجب القتل ہوتا ہے، جب جرم بغاوت کی مستقل سزا قتل ہے تو جرم ارتداد کو اس کے ساتھ نتھی کرنے کی کیا ضرورت ؟

حقیقت یہ ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے خواہ وہ باغی ہو خواہ مطیع، جیسا کہ باغی کی سزا قتل ہے خواہ وہ مرتد ہو خواہ مسلمان، خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور پوری اُمت کا متوارث عمل اس پر شاہد ہے، کتب حدیث میں بھی بغاۃ و محاربین اور مرتدین کی سزاؤں کے لئے الگ الگ ابواب قائم کئے گئے ہیں، دونوں کو خلط ملط کرنا پوری اُمت کی تجہیل اور احادیث کے ایک پورے باب کا انکار ہے۔

تیسری دلیل : دنیا میں مرتد کی کوئی سزا نہیں ہے، اس لئے کہ یہ جرم قانون کی زد میں نہیں آتا، یہ خالص اُخروی معاملات میں سے ہے، خود قرآن مجید اس کی شہادت دے رہا ہے :

ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاٰخرۃ واولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون (۲-۲۱۷)

اس دلیل کا کھوکھلا پن بھی ظاہر ہے، اُخروی جرم ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ دُنیا میں اس جرم سے متعلق کوئی باز پرس نہ ہو، یوں تو زنا، ڈکیتی، قتل سب ہی جرائم آخرت ہیں، آخران پر شریعت نے دنیا میں ایسی شدید سزائیں کیوں رکھی ہیں ؟ اگر ہر جرم کا فیصلہ آخرت پر ہی چھوڑ دیا جائے تو دنیا میں جرائم کی کھلی چھوٹ مل جائے گی، کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتدین کے متعلق جو قتل کا فیصلہ صادر فرمایا، خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں مرتدین کو جہنم رسید کیا، کیا یہ سب حضرات قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت سے ناآشنا اور ظالم تھے ؟ العیاذ باللہ !

چوتھی دلیل : ایک چلتی ہوئی دلیل یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ اسلام میں آزادیٔ فکر پر کوئی قدغن نہیں، اسلامی ریاست میں ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے، اور قتل مرتد کا قانون اس حق کو سلب کرتا ہے لہٰذا اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

آزادیٔ فکر کی دہائی دینے والے ان اسیران فکر فرنگ سے کوئی پوچھے کہ آزادیٔ فکر کی کوئی حد بھی ہے؟ اگر ہر فرد کو بے لگام چھوڑ دینے کا نام آزادیٔ فکر ہے تو قتل و غارت گری، فتنہ و فساد اور بغاوت کے الفاظ مہمل اور بے معنی رہ جاتے ہیں، ان پر کسی باز پرس یا سزا کا جواز باقی نہیں رہتا، اس لئے کہ ان جرائم کے مرتکب اپنی اپنی "آزادی" کا مظاہرہ کر رہے ہیں، انکا راستہ روکنا انھیں انکے جمہوری حق سے محروم کرنے کے مترادف ہے، اسلام میں ایسی آزادی کا کوئی تصور نہیں۔

بچپن میں ایک سیاسی لیڈر اور عالم دین کے مابین اس موضوع پر ایک دلچسپ مکالمہ نظر سے گزرا تھا جسے موضوع کی مناسبت سے یہاں دہرایا جاتا ہے:

مسٹر: مولانا! آپ یوں تو غیروں کے آگے یہ صفائی دیتے نہیں تھکتے: "ہمارے دین میں فرد کی آزادی پر کوئی روک نہیں، نہ ہی ہم دین کے معاملہ میں کسی کو مجبور کرتے ہیں"
مگر دوسری جانب کوئی شخص آزاد فکری سے سوچ بچار کر کے اسلام سے نکل جانیکا فیصلہ کرتا ہے تو آپ اسکے قتل کا فیصلہ صادر کر دیتے ہیں، یہ کیا تک ہوئی؟

مولانا: ذرا یہ فرمائیے کہ کوئی غیر ملکی باشندہ اپنے ملک میں بیٹھ کر پاکستان کی مخالفت کرے اور بانیانِ پاکستان پر کیچڑ اُچھالے تو آپ اس سے کیا سلوک روا رکھیں گے؟

مسٹر: وہ تو ہماری دسترس سے باہر ہے ہم اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟

مولانا: اچھا اگر وہ پاکستان آجائے اور یہاں کی شہریت قبول کر کے ایسا کرے تب؟

مسٹر: تب تو وہ ملک کا غدار کہلائے گا جسے ہم گولی سے اُڑا دیں گے۔

مولانا: بس! بس! یہی کچھ ہم دین کے معاملہ میں کہتے ہیں۔
"اگر کوئی کافر حضیضِ کفر میں پڑے ہوئے اسلام پر کیچڑ اُچھالے اس کی مقدس ہستیوں پر دست درازی کرے تو اس سے کسی حد تک چشم پوشی ممکن ہے مگر یاد رکھئے اسلام کے حظیرۃ القدس میں قدم رکھنے کے بعد اگر ایسی جسارت کرے تو یہ غدار کسی رُو رعایت کا مستحق نہیں" اگر آپ مُلک کے غدار کو گولی سے اُڑا سکتے ہیں تو کیوں نہ ہم مسلمان اپنے دین کے غدار کو توپ سے اُڑا دیں؟

خلاصہ:

یہ کہ قتلِ مرتد کا مسئلہ اُمتِ مسلمہ میں نہ کبھی مختلف فیہ تھا نہ اب ہے، ایسے بدیہی مسئلہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کا انکار بجائے خود بدترین کفر وارتداد اور لائق گردن زدنی جرم ہے۔

مرتد کے دوسرے احکام :

① حبطِ اعمال : مرتد کے تمام نیک اعمال ضائع ہوجاتے ہیں، البتہ مسلمان ہونے پر ان کی قضاء واجب نہیں سوائے حج کے، اگر مرتد ہونے سے پہلے حج کیا تھا تو دوبارہ مسلمان ہونے پر بشرطِ استطاعت حج کا اعادہ ضروری ہے۔

بہت سے محقق علماء کے نزدیک ارتداد سے قبل کی قضا شدہ نماز روزوں کی قضا بھی واجب ہے اور اس زمانہ کے حقوق العباد بھی واجب الادا رہیں۔

② بیوی بائنہ ہوجائے گی قبول اسلام کے بعد نئے سرے سے نکاح کرنا ضروری ہوگا۔

③ مرتد ہوتے ہی اپنے اموال سے اس کی ملکیت زائل ہوجائے گی، لیکن یہ زوال موقوف رہے گا۔

اگر مسلمان ہوگیا تو ملکیت حسب سابق لوٹ آئے گی۔

اور حالت ارتداد میں ہی مرگیا یا دارالحرب بھاگ گیا تو حالت اسلام کی کمائی ہوئی ملکیت سے زمانۂ اسلام کے مالی حقوق ادا کرنے کے بعد باقی مسلمان وارثوں کو ملے گی، اور زمانۂ ارتداد کی کمائی سے زمانۂ ارتداد کے حقوق ادا کرنے کے بعد باقی فیئ قرار پائے گی۔

④ دیگر مالی تصرفات بیع، ہبہ، رہن، اجارہ وغیرہ بھی موقوف ٹھہریں گے، اگر مسلمان ہوگیا تو نافذ ہوجائیں گے ورنہ کالعدم قرار پائیں گے۔

⑤ مرتد کا وقف باطل ہوجائے گا۔

⑥ حالت ارتداد میں کیا گیا نکاح، ذبیحہ، شکار (جو بسم اللہ پڑھ کر مثلاً شکاری کتے، باز یا تیر کے ذریعہ مارا ہو) گواہی اور میراث (جو اسے ملنا تھی) باطل و کالعدم ہیں۔

نیز اس کے مالی حقوق حلال ہوجائیں گے، انکی ادائیگی ضروری نہیں۔

⑦ حاکم وقت کے لئے بہتر ہے کہ مرتد پر اسلام پیش کرے اور تین دن قید رکھ کر اسکے شبہات دور کرے، اس دوران اگر مسلمان ہوجائے تو بہتر، ورنہ اسے قتل کردے۔

مرتد کا اسلام اس صورت میں معتبر ہوگا کہ کلمۂ شہادت پڑھ کر اسلام کے سوا تمام ادیان سے برأت کا اعلان کرے، یا فقط اس دین سے بیزاری کا اظہار کرے جسے اختیار کرکے مرتد بنا تھا، یوں رسمی طور پر صرف کلمہ پڑھ لینے سے مسلمان نہ سمجھا جائے گا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۸) مرتدہ جب تک مسلمان نہو قید میں رکھی جائے گی، اس دوران اسکی پٹائی بھی کیجاتی رہے گی اور اس سے ہر قسم کا مقاطعہ رکھا جائیگا تا وقتیکہ مسلمان ہوجائے یا اسے موت آجائے۔

اس دوران اگر اسے کسی نے قتل کر دیا تو قاتل پر کوئی ضمان نہیں۔

یہ حکم عام مرتدہ کا ہے، ساحرہ (جادوگر) کے لئے سزائے قتل ہی متعین ہے۔

خنثیٰ مشکل کے بھی یہی احکام ہیں۔

(۹) نابالغ مگر عاقل و متمیز بچے کا اسلام و ارتداد بھی معتبر ہے۔

اگر کسی کافر کا بچہ مسلمان ہوگیا یا والدین کے ساتھ تبعاً مسلمان تھا اور بلوغ سے قبل مرتد ہوگیا تو واجب القتل نہیں، نہ بلوغ سے قبل نہ بعد، البتہ قید کرکے اور مار پیٹ کر اسے اسلام پر مجبور کیا جائے گا، اگر اس حال میں کسی نے قتل کر دیا تو اس پر ضمان نہیں۔

اگر بالغ ہونے کے بعد اس نے اسلام کا اقرار کیا پھر مرتد ہوگیا تو واجب القتل ہے۔

کسی شخص کو جبراً مسلمان بنایا گیا وہ مرتد ہوگیا تو واجب القتل نہیں۔

(۱۰) مرنے پر مرتد کو کسی قبرستان میں (خواہ مسلمانوں کا ہو یا کفار کا) دفنانا جائز نہیں بلکہ الگ سے ایک گڑھا کھود کر اس میں اس کی لاش ڈالدی جائے۔

محمد ابراہیم

نائب مفتی دارالافتاء والارشاد

۶ ربیع الآخر ۱۴۱۲ ہجری

تتمہ

من العبد الفقیر الی رحمۃ ربہ الغنی الحمید رشید احمد وفقہ اللہ لما فیہ رضاہ

زنادقہ اور ان کے احکام

عوام بلکہ اکثر خواص بھی شیعہ اور قادیانی وغیرہ زنادقہ کو بھی مرتد ہی سمجھتے ہیں، حالانکہ ان کے احکام مرتدین سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

زندیق کی تعریف:

جو اسلام کا مدعی ہو اور اپنے کفریہ عقائد کا برملا اعلان کرتا ہو اور انہی کفریہ عقائد

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کو اسلام قرار دیتا ہو۔

دورِ حاضر کے زنادقہ :

① شیعہ، یہ زنادقہ کا قدیم ترین فرقہ ہے اور سب سے بڑا دشمن اسلام اور سب سے زیادہ بدترین خبیث، زنادقہ کے اس اخبث الخبائث فرقہ نے اسلام اور مسلمانوں کو جتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے اور پہنچا رہے ہیں اتنا نقصان زنادقہ کے دوسرے سب فرقوں کا مجموعہ بھی نہیں پہنچا سکا بلکہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں کر سکا۔

② مرزائی، قادیانی ولاہوری۔

③ آغاخانی، اسماعیلی ④ بوہری ⑤ بہائی

⑥ مہدوی، اور اس کی شاخیں ذکری وغیرہ۔

⑦ منکرین حدیث، چکڑالوی اور پرویزی وغیرہ۔

⑧ انجمن دیداران، مدعی الوہیت "چن بسویشور" کے بندے۔

زنادقہ کے احکام :

① حکومت پر فرض ہے کہ ان کے قتل کا حکم دے، خواہ کوئی خود زندیق بنا ہو یا باپ دادا سے اس مذہب میں چلا آتا ہو، جبکہ مرتد کی اولاد واجب القتل نہیں، اسی طرح عورت مرتدہ ہو جائے تو واجب القتل نہیں مگر زندیقہ عورت بھی واجب القتل ہے۔

② گرفتار ہونے کے بعد انکی توبہ قبول نہیں، جبکہ مرتد کی توبہ گرفتاری کے بعد بھی قبول ہے۔

③ ان کے کسی مرد یا عورت سے کسی مسلمان کا نکاح جائز نہیں۔

④ ان کا ذبیحہ حرام قطعی ہے۔

⑤ ان سے کسی قسم کا کوئی معاملہ بھی جائز نہیں۔ تجارتی لین دین میں سخت مجبوری کا حکم "کتاب الحظر والاباحۃ" میں ہے۔

⑥ ان کے جنازہ میں شرکت جائز نہیں۔

⑦ مسلمانوں بلکہ کافروں کے قبرستان میں بھی دفن کرنا جائز نہیں، کہیں گڑھا کھود کر اس میں پھینک کر مٹی ڈال دی جائے۔ واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔

رشید احمد

۱۱ ذی الحجہ سنہ ۱۴۱۴ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کتاب اللقطۃ

کافر کا لقطہ :

سوال : زید کسی کافر کا مقروض تھا وہ قرضخواہ ہندوستان میں جاکر کہیں لاپتہ ہوگیا، اس تک رسائی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، زید اس رقم کا کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اوّلاً خط وکتابت یا دیگر ممکنہ ذرائع سے قرضخواہ یا اس کے ورثہ کا پتہ لگانے کی کوشش کرے، انتہائی کوشش کے بعد جب مایوسی ہو تو اس رقم کا صدقہ کردے۔

اس صورت میں اصل حکم تو بیت المال میں جمع کرانے کا ہے مگر چونکہ حکومت اسلامیہ نہ ہونے کی وجہ سے بیت المال مفقود ہے، اس لئے فقراء پر تصدق کردے۔

قال فی البھندیۃ کل لقطۃ یعلم انھا لذمی لاینبغی ان یتصدق ولکن یصرف الی بیت المال لنوائب المسلمین، کذا فی السراجیۃ (عالمگیریۃ ص۲۹۰ ج ۲) ومثلہ فی الشامیۃ ص۲۷۹ ج ۴، واللہ تعالیٰ اعلم

۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

گھڑی ساز کو گھڑی دیکر واپس نہیں آیا :

سوال : زید گھڑیوں کی مرمت کا کام کرتا ہے لوگ مرمت کے لئے گھڑیاں اسے دے جاتے ہیں ان میں سے کچھ گھڑیاں کئی سال سے اس کے پاس پڑی ہیں جن کا کوئی مالک اب تک نہیں آیا۔ اور نہ آیندہ آنے کی اُمید ہے، گھڑی ساز کو ان مالکان کے متعلق کچھ معلوم نہیں کہ کون لوگ ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ مزید رکھے رہنے سے گھڑیاں زنگ آلود ہوکر بے کار ہوجائیں گی ان کا کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

گھڑی ساز اگر مالکان کی آمد سے مایوس ہوچکا ہے تو ان گھڑیوں کو صدقہ کردے، صدقہ کرنے کے بعد اگر کسی گھڑی کا مالک آجائے تو اسے اختیار ہوگا کہ اس تصدق

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

موقوف کو نافذ کر دے یا لقطہ اٹھانے والے سے اس کا ضمان وصول کرے یا فقیر سے گھڑی لے لے اگر گھڑی اس سے ضائع ہو چکی ہو تو اس سے ضمان وصول کرے۔

اگر لقطہ اُٹھانے والے نے ضمان ادا کیا تو صدقہ کا ثواب اس کو ملے گا۔

گھڑی ساز کے لئے اس گھڑی کا فروخت کرنا جائز نہیں۔

قال الامام المرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ : قال فان جاء صاحبها والا تصدق بها ایصالا للحق الی المستحق وهو واجب بقدر الامکان وذلک بایصال عینها عند الظفر بصاحبها وایصال العوض وهو الثواب علی اعتبار اجازته التصدق بها وان شاء امسکها ورجاء الظفر بصاحبها۔

قال فان جاء صاحبها یعنی بعد ما تصدق بها فهو بالخیار ان شاء امضی الصدقة وله ثوابها لان التصدق وان حصل باذن الشرع لم یحصل باذنه فیتوقف علی اجازته والملک یثبت للفقیر قبل الاجازة فلا یتوقف علی قیام المحل بخلاف بیع الفضولی لثبوته بعد الاجازة فیه وان شاء ضمن الملتقط لانه سلم ماله الی غیره بغیر اذنه الا انه باباحة من جهة الشرع وهذا لاینافی الضمان حقا للعبد کما فی تناول مال الغیر حالة المخمصة وان شاء ضمن المسکین اذا هلک فی یده لانه قبض ماله بغیر اذنه وان کان قائما اخذه لانه وجد عین ماله (هدایة ص۶۱۵ ج۲)

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷ صفر ۱۳۸۸ھ

مالک مکان لاپتہ ہوگیا تو کرایہ کس کو دے؟

سوال : زید کرایہ کے مکان میں رہتا ہے، جب تک مالک مکان کرایہ وصول کرتا رہا زید کرایہ ادا کرتا رہا، مگر اب کچھ عرصہ سے وہ غائب ہے، مارکیٹ میں اس کی دکان ہے، وہاں جاکر معلوم کیا تو وہ بھی بند پڑی ہے، نہ معلوم زندہ ہے یا فوت ہوگیا؟ اس کا کرایہ کس کو ادا کیا جائے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

اسے تلاش کرنا ضروری ہے، ہر ممکن حد تک تلاش و جستجو سے سُراغ نہ لگے تو مزید

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

انتظار کیا جائے، اگر اس کی آمد سے بالکل مایوسی ہوجائے اور اس کا کوئی وارث بھی موجود نہ ہو تو یہ رقم اس کی طرف سے مساکین پر صدقہ کی جائے، اگر کسی وقت وہ آگیا اور یہ صدقہ اس نے منظور کرلیا تو فبہا، ورنہ وہ پوری رقم اسلے دوبارہ ادا کی جائے، اس صورت میں صدقہ کا ثواب کرایہ دار کو ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶ر جمادی الآخرۃ ۸۹ھ

قلم پڑا ملا :

سوال : زید کو ایک قلم راستہ میں پڑا ہوا ملا، کیا یہ قلم زید خود رکھ سکتا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

زید پر اس کا اعلان واجب ہے جب اسے یقین ہوجائے کہ اب اسکا کوئی مالک نہ آئے گا تو صدقہ کردے، زید مسکین ہے تو خود بھی رکھ سکتا ہے۔

قال فی التنویر : فینتفع الرافع بها لو فقیرًا والّا تصدق بها علی فقیر ولو علی اصله وفرعه وعرسه (رد المحتار ص۳۳۲ ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ر ربیع الثانی ۹۳ھ

ماہانہ رسالہ کا خریداروں تک پہنچانا مشکل ہوگیا :

(۱) مشرقی پاکستان کے کچھ لوگ الابقار منگاتے تھے، بعد میں بنگلہ دیش بن گیا، اب کسی کے نو رسالے کسی کے دس رسالے باقی ہیں، ڈاکخانہ کا خرچہ اب کافی بڑھ گیا ہے وہاں سے لوگوں کے خطوط بھی آئے اپنے رسالے وصول کرنے کے لئے، ان کو میں نے لکھدیا کہ دعا کریں منی آرڈر کھل جائے تو جن حضرات کے رسالے رُکے ہوئے ہیں انکی جتنی رقم میرے پاس بچتی ہے ان سب کو کل نقد روپیہ روانہ کردوں گا، لیکن منی آرڈر اب تک نہ کھلا۔

اتفاق سے مولانا محمد اللہ صاحب کے صاحبزادہ تشریف لائے، میں نے ان سے کہا کہ تمام حضرات کی رقوم مع پتہ اور خرچہ منی آرڈر کے آپ کو دے دیتا ہوں آپ وہاں جاکر روانہ کردیں، انھوں نے منظور کرلیا، کیا اس صورت میں میں قرض سے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سبکدوش ہوجاؤں گا ؟

(۲) پھر میں نے کہا کہ ان میں بہت سے بہاری ہونگے جو کہ ہجرت کرگئے ہونگے یا بہت سے فوت ہوگئے ہونگے، جن کے منی آرڈر واپس آئیں گے، لہٰذا ان کی رقم اپنے مدرسہ کے مستحق طلبہ کو دیدیں، کیا مدرسہ کے مستحق لوگوں کے دینے سے میں سبکدوش ہوجاؤں گا ؟

(۳) کچھ لوگ اپنے رسالے دستی لے جاتے ہیں جواب عرصہ سے نہیں آرہے ہیں، میری نیت ہے کہ تمام رسالے کسی دینی مدرسہ میں مستحق طلبہ میں تقسیم کرادوں، پھر اگر وہ آگئے تو ان کو دوبارہ دیدونگا ایسے ہی ہندوستان سے لوگ رسالہ منگاتے تھے، اب نہیں منگا رہے ہیں انکے بارے میں بھی یہی خیال ہے یعنی تقسیم کرنے کا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسمہ ملہم الصواب

(۱) اگر تمام رقوم آپ نے کسی بھی معتبر آدمی کے ہاتھ روانہ کردیں اور منی آرڈر کا خرچ بھی آپ نے دیدیا تو آپ اس قرض سے سبکدوش ہوجائیں گے، بشرطیکہ مالکان کو رقوم مل جائیں، اگر ان کو نہ ملیں تو آپ سبکدوش نہ ہونگے۔

(۲) جن لوگوں کا انتقال ہوگیا ہے ان کے ورثہ کو تلاش کیا جائے اگر ورثہ نہ ملیں تو یہ رقوم مستحق طلبہ کو دیدینے سے سبکدوش ہوجائیں گے۔

جو بہاری ہجرت کرگئے اگر کوشش کے باوجود ان تک یا ان کے ورثہ تک رسائی نہ ہوسکے تو یہ رقوم بھی مدرسہ کے مستحق طلبہ کو دیدیں، پھر اگر کوئی اتفاق سے آجائے اور وہ صدقہ پر رضامند نہ ہو تو اس کو دوبارہ رقم دینا ہوگی۔

(۳) جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ رمضان ۹۷ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کتاب الشرکۃ

باپ اور بیٹوں کی مشترک کمائی باپ کی ملک ہے:

سوال: زید نے اپنے دو بیٹوں کے ساتھ مل کر کاروبار کیا اور ایک معقول رقم جمع کرلی، زید کا ایک نابالغ بیٹا بھی تھا جو اب بالغ ہوگیا ہے لیکن اس نے کچھ کمایا نہیں، اب اگر زید جمع کردہ رقم تینوں بیٹوں میں برابر سرابر تقسیم کرنا چاہے تو یہ جائز ہوگا یا نہیں؟ یعنی تیسرے بیٹے کا اس رقم میں کچھ حق بنتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب ومنہ الصّدق والصّواب

باپ اور بیٹوں کے مشترک کاروبار کی صورت میں تمام ملک باپ کی شمار ہوتی ہے، لہٰذا باپ اپنی زندگی میں جو تصرف چاہے کرسکتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے تیسرے بیٹے کو بھی ترکہ میں برابر کا حصہ ملے گا۔

قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ معزیا الی القنیۃ: الاب وابنہ یکتسبان فی صنعۃ واحدۃ ولم یکن لھما شیء فالکسب کلہ للاب ان کان الابن فی عیالہ لکونہ معینا لہ الا تری لو غرس شجرۃ تکون للاب (الی ان قال) وفی الخانیۃ زوّج بنیہ الخمسۃ فی دارہ وکلھم فی عیالہ واختلفوا فی المتاع فھو للاب وللبنین الثیاب التی علیھم لا غیر الخ (ردالمحتار ص۳۶ ج۳)

واللہ تعالیٰ اعلم

یوم العاشوراء ۷۶ھ

مشترک کمائی میں سب کا برابر حصّہ ہے:

سوال: ایک شخص کے چھ لڑکے ہیں، اور سب کے سب کمائی میں شریک ہیں، لیکن ان میں سے بعض ہشیار اور تجربہ کار ہیں، جن کی کمائی نسبۃً زیادہ ہے اور بعض بے محنت اور سُست ہیں جن کی کمائی کم ہے، ان سب نے مل کر ایک زمین خریدی اور پھر فروخت کردی۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اب زیادہ کمانے والے بھائی کہتے ہیں کہ اس میں زیادہ حصّہ ہمارا ہے اور دوسرے بھائی کہتے ہیں سب کا حصّہ برابر ہے، فریقین میں سے کس کی بات درست ہے اور اس رقم کی شرعی تقسیم کس طرح ہوگی ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب ومنہ الصّدق والصواب

یہ رقم مشترک ہے، اور اس میں تمام بھائی برابر کے حصّہ دار ہیں۔

قال فی التنویر وشرحہ : وما حصلہ احدھما فلہ وما حصلاہ معا فلھما نصفین ان لم یعلم ما لکل وما حصلہ احدھما باعانۃ صاحبہ فلہ ولصاحبہ اجر مثلہ بالغا ما بلغ الخ

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : یوخذ من ھذا ما افتی بہ فی الخیریۃ فی زوج امرأۃ وابنھا اجتمعا فی دار واحدۃ واخذ کل منھما یکسب علی حدۃ ویجمعان کسبھما ولا یعلم التفاوت ولا التساوی والتمییز فاجاب بانہ بینھما سویۃ وکذا لو اجتمع اخوۃ یعملون فی ترکۃ ابیھم ونما المال فھو بینھم سویۃ ولو اختلفوا فی العمل والرأی اھ (رد المحتار ص۳۶۶ ج۳)

لیکن اگر مشترک کاروبار میں تفاوت معلوم ہو اور معین زیادتی اقرار یا بینہ سے ثابت ہو تو اس صورت میں اس کا اعتبار ہوگا کما ھو مفھوم من العبارۃ المذکورۃ ومصرح قبیلھا فی الشامیۃ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یوم العاشوراء ۷۶ھ

ایک شریک کے لئے زائد منافع کی شرط :

سوال : زید ایک کرائے کی دکان کا مالک ہے جس میں وہ کاروبار کرتا ہے اب زید اور بکر نے اس میں مشترک کاروبار شروع کیا، کاروبار میں زید نے دو ہزار اور بکر نے چھ ہزار روپے شامل کئے، طے یہ پایا کہ نفع میں سے پینتیس فیصد زید لیگا اور پینسٹھ فیصد بکر لے گا اور اسی تناسب سے دونوں نقصان بھی برداشت کریں گے، لیکن یہ بھی طے پایا کہ زید نہ تو کوئی کام کریگا اور نہ ہی انتظامی اُمور میں کسی قسم کی مداخلت کرے گا، ہر ماہ کے اختتام پر حساب کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد نفع تقسیم کرتے رہیں گے، مگر ہوا یوں کہ بکر ابتدا میں تو چند ماہ تک باقاعدہ حساب کر کے زید کو نفع دیتا رہا، بعد

میں باقاعدگی سے حساب کرنا چھوڑ دیا، یونہی اندازہ سے زید کو نفع کی کچھ رقم دیتا رہا، زید نے اس پر اعتراض بھی کیا، مگر بکر ٹالتا رہا، البتہ کبھی کبھار اسے مطمئن کرنے کے لئے رقم کی مقدار میں معمولی سا ردّو بدل کر دیتا، اور اب اس کا یہ معمول چلا آرہا ہے، سوال یہ ہے کہ اس انداز سے نفع کی تقسیم جائز ہے یا ناجائز؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

اگر عند العقد شریکین میں سے کسی ایک کے لئے کاروبار میں کوئی کام نہ کرنا طے پایا تو اس کے لئے اس کے رأس المال کی مقدار سے زائد منافع کی شرط جائز نہیں، ہر شریک کا نفع و نقصان دونوں میں اس کے سرمایہ کے مطابق حصہ ہوگا، زید کا پچیس فیصد اور بکر کا پچھتر فیصد، البتہ زید دوکان کا کرایہ لے سکتا ہے۔

منافع کی تقسیم میں حساب کی پوری جانچ پڑتال ضروری ہے، تخمینہ سے کچھ لینا دینا جائز نہیں، اس سے پہلے تخمینہ سے جس قدر نفع کی تقسیم ہوتی رہی اس پر فریقین توبہ و استغفار کریں۔

قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ:

(قوله ومع التفاضل فی المال دون الربح) ای بان یکون لاحدهما الف وللآخر الفان مثلا واشترطا التساوی فی الربح (وقوله وعکسه) ای بان یتساوی المالان ویتفاضلا فی الربح لکن هذا مقید بان یشترطا الاکثر للعامل منهما اولاکثرهما عملا اما لو شرطاه للقاعد اولاقلهما عملا فلا یجوز کما فی البحر عن الزیلعی والکمال قلت والظاهر ان هذا محمول علی ما اذا کان العمل مشروطا علی احدهما وفی النهر اعلم انهما اذا شرطا العمل علیهما ان تساویا مالا وتفاوتا ربحا جاز عند علمائنا الثلاثة خلافا لزفر والربح بینهما علی ما شرطا وان عمل احدهما فقط وان شرطاه علی احدهما فان شرطا الربح بینهما بقدر رأس مالهما جاز ویکون مال الذی لا عمل له بضاعة عند العامل له ربحه وعلیه وضیعته وان شرطا الربح للعامل اکثر من رأس ماله جاز ایضا علی الشرط ویکون مال الدافع عند العامل مضاربة ولو شرطا الربح للدافع اکثر من رأس ماله لا یصح

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الشرط ویکون مال الدافع عند العامل بضاعۃ لکل واحد منھما ربح مالہ والوضیعۃ بینھما علی قدر رأس مالھما ابدا ھذا حاصل ما فی العنایۃ اھ ما فی النھر، قلت وحاصل ذلک کلہ انہ اذا تفاضلا فی الربح فان شرطا العمل علیھما سویۃ جاز ولو تبرع احدھما بالعمل وکذا لو شرطا العمل علی احدھما وکان الربح للعامل بقدر رأس مالہ او اکثر ولو کان الاکثر لغیر العامل اولا قلھما عملا لایصح ولہ ربح مالہ فقط وھذا اذا کان العمل مشروطا اھ

(رد المحتار ص۳۵۱ ج ۳)
غرۃ ربیع الاول ۸۸ھ

مشترک مال میں بلا اجازت تصرف کرنا :

سوال : چار بھائیوں کی مشترک جائداد تھی، ان کے والد کا انتقال ہوگیا، بعد ازاں دو بڑے بھائی جائداد میں تصرف کرتے رہے اور دو چھوٹے بھائی جو عاقل و بالغ تھے ان کے تابع ہوکر رہے، ان چاروں بھائیوں کی ایک مشترک زمین کسی شخص نے بلا اجازت فروخت کردی، بائع کا انتقال ہوگیا، بڑے بھائیوں نے مشتری کے خلاف دعویٰ دائر کردیا، بالآخر عرصہ آٹھ سال بعد یہ زمین ان کو واپس مل گئی، لیکن دونوں بڑے بھائیوں نے آٹھ سال کی پیداوار مشتری کو معاف کردی اور پھر زمین دوبارہ اسی کے ہاتھ فروخت کردی، یہ پورا تصرف چھوٹے بھائیوں کے اذن کے بغیر کیا، سوال یہ ہے کہ یہ تصرف صرف بڑے بھائیوں کے حق میں نافذ ہوگا یا چھوٹے بھائیوں کے حق میں بھی؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملھم الصواب

مالکان کو زمین کے خریدار سے زمین کا اجر مثل یعنی ٹھیکے کی معروف رقم لینے کا حق تھا، بڑے بھائیوں کا معاف کرنا صرف ان ہی کے حق میں نافذ ہوگا، چھوٹے بھائیوں کا حصہ معاف نہیں ہوگا، لہٰذا مشتری کے ذمہ زمین کے اجر مثل سے ان کا حصہ ادا کرنا دیانۃً واجب ہے۔

یونہی بعد میں جو دو بڑے بھائیوں نے زمین مشتری کے ہاتھ فروخت کی تو یہ تصرف بھی صرف ان کے اپنے حصے میں صحیح ہے، چھوٹے بھائیوں کے حصہ میں صحیح نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ رمضان ۸۸ ہجری

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سامان میں شرکت عنان صحیح نہیں :

سوال : زید، بکر اور عمرو مشترک کاروبار کرنا چاہتے ہیں، زید کی ایک دکان ہے جو کرایہ پر چلائی ہوئی ہے جس کی قیمت تیرہ ہزار اور کرایہ پینتیس روپے ماہوار ہے، بکر اور عمرو چار چار ہزار روپے شامل کرتے ہیں، دکان سمیت یہ پوری مالیت اکیس ہزار روپے بن جاتی ہے، اب فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ اصل نفع کا نصف تو کام کرنے والے شرکاء کی محنت کا معاوضہ ہوگا اور باقی نصف شرکاء کے سرمایہ کے مطابق شرکاء میں تقسیم ہوگا، شرعاً یہ معاملہ درست ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ،

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ شرکت عنان ہے جس میں نقد روپے کا وجود شرط ہے۔

صورت سوال میں ایک طرف سامان اور دوسری طرف نقد ہے، لہذا یہ شرکت صحیح نہیں، اس کو صحیح کرنے کی صورت یہ ہے کہ پہلے زید بکر اور عمرو کو مکان میں شریک کرے، پھر برابر یا کم و بیش سرمایہ لگا کر عقد شرکت کریں۔

قال فی التنویر وشرحہ : ولا تصح مفاوضۃ وعنان ذکر فیھما المال والا فھما تنقلب ووجوہ بغیر النقدین والفلوس النافقۃ والتبر والنقرۃ ای ذھب وفضۃ لم یضربا ان جری مجری النقود التعامل بھما۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قولہ (بغیر النقدین) فلا تصحان بالعرض ولا بالمکیل والموزون والعدد المتقارب قبل الخلط بجنسہ واما بعدہ فکذلک فی ظاھر الروایۃ فیکون المخلوط شرکۃ ملک وھو قول الثانی رحمہ اللہ تعالیٰ وقال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ شرکۃ عقد۔ (رد المحتار ص ۳۵ ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۶ ذی قعدہ ۸۸ھ

مشترک کاروبار میں نقصان ہوگیا :

سوال : دو ہزار روپے بکر کے اور ایک ہزار روپیہ زید کا ہو اور کاروبار میں نقصان ہو جائے تو زید پر کتنا نقصان آئے گا اور بکر پر کتنا ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اس نقصان کو پہلے نفع سے پورا کیا جائے گا، اگر نفع سے پورا نہیں ہوتا تو دونوں پر بقدر حصہ نقصان آئے گا، یعنی ایک ہزار والے پر ایک تہائی اور دو ہزار والے پر دو تہائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷ ذی قعدہ ۸۸ھ

ہر شریک کو شرکت ختم کرنے کا اختیار ہے:

سوال: زید نے چند دوسرے شرکاء کے ساتھ مل کر مشترک کاروبار کے لئے ایک دکان خریدی، ان کے ساتھ عمرو نے بھی شرکت کی خواہش ظاہر کی تو اسے اس شرط پر شریک کر لیا گیا کہ وہ حسب معمول تعلیم قرآن کی خدمت میں مشغول رہے گا اور کاروبار میں کسی قسم کا عمل دخل نہ رکھے گا، نیز یہ بھی طے پایا کہ زید کام زیادہ کرے گا، اس لئے منافع میں اس کا حصہ بھی زیادہ ہوگا یعنی چالیس فی صد نفع زید کے لئے اور ساٹھ فی صد بقیہ شرکاء کے لئے۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد شرکاء زید کی خیانت پر مطلع ہوئے، اس لئے وہ اسے شرکت سے الگ کرنا چاہتے ہیں، کیا شرعاً وہ اس کے مجاز ہیں، نیز زید کا مطالبہ ہے کہ الگ ہونے کی صورت میں دکان کی موجودہ قیمت لگا کر اسے اسکا حصہ دیا جائے، اس لئے کہ دکان کی موجودہ قیمت پہلے سے زیادہ ہے، کیا زید کا یہ مطالبہ درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ہر شریک کو ہر وقت اختیار ہے کہ دوسرے شرکاء کی رضا کے بغیر جب چاہے شرکت کو ختم کر دے، اس صورت میں اشیاء مشترکہ کی قیمت لگا کر اصل بقدر حصہ اور منافع حسب شرط تقسیم کر لیں۔

اگر کوئی چیز لینے کا ہر شریک خواہش مند ہو تو بصورت نیلام جو شریک زیادہ قیمت پر خریدنے کو آمادہ ہو اسے دیدی جائے۔

لہٰذا شرکاء کا زید کی شرکت کو ختم کر دینا صحیح ہے خواہ اس کی کوئی معقول وجہ ہو یا نہ ہو، البتہ زید دکان کی موجودہ قیمت سے اپنے حصہ کا مستحق ہے اور اگر تمام شرکاء سے زیادہ قیمت دیکر دکان خود رکھنا چاہے تو زید کو اس کا بھی اختیار ہے جیسا کہ دوسرے ہر شریک کو بھی یہ اختیار ہے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : وفی البحر عن البزازیۃ اشترکا و اشتریا امتعۃ ثم قال احدھما لا اعمل معک بالشرکۃ وغاب فباع الحاضر الامتعۃ فالحاصل للبائع وعلیہ قیمۃ المتاع لان قولہ لا اعمل معک فسخ للشرکۃ معہ واحدھما یملک فسخھا وان کان المال عروضا بخلاف المضاربۃ ھو المختار اھ (رد المحتار ص ۳۶۲ ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۷ ربیع الاول ۸۹ھ

بلا اذن شریک تصرف جائز نہیں :

سوال : عنایت اللہ اور علی محمد دونوں نے پینتیس ۳۵ ہزار میں گاڑی خریدی جس میں سے سولہ ۱۶ ہزار روپے نقد ادا کئے اور اُنیس ۱۹ ہزار ایک مدت معینہ تک اُدھار رہے، دو تین مہینے کے بعد علی محمد ایران چلا گیا جب روپیہ دینے کا وقت مقرر آیا تو عنایت اللہ کے پاس پیسے نہیں تھے۔ قرضخواہ نے عنایت اللہ کو مجبور کیا کہ روپیہ ادا کرو ورنہ میں گاڑی پر قبضہ کرلوں گا، مجبور ہوکر عنایت اللہ نے گاڑی تیس ۳۰ ہزار میں فروخت کردی، چند دن کے بعد علی محمد بھی آگیا اور اعتراض کیا کہ تم نے پانچ ہزار کے نقصان پر گاڑی کیوں دی ؟ عنایت اللہ نے اپنا عذر پیش کیا کہ مالک نے بہت تنگ کیا آخر میں کیا کرتا ؟ اب یہ بیع ہوئی یا نہیں اور نقصان کس پر آئے گا ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملھم الصواب

صرف عنایت اللہ کے حصہ کی بیع صحیح ہے، گاڑی علی محمد اور خریدار کے درمیان مشترک ہے، اگر خریدار اشتراک پر راضی نہیں تو وہ بیع کو فسخ کرکے گاڑی واپس کرسکتا ہے۔

قال فی شرح التنویر : نحو حمام وطاحون وعبد ودابۃ حیث یصح بیع حصتہ اتفاقاً اھ (رد المحتار ص ۳۴۶ ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳ شعبان ۹۵ھ

مشترک زمین میں بلا اجازت شریک پودے لگا دیئے :

سوال : دو آدمی ایک زمین میں شریک ہیں ایک شریک نے کھجور کے پودے مشترک زمین میں لگا دیئے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

چند سال بعد جب پودے پھل دینے لگے تو لگانے والے شریک نے کہا کہ چونکہ میں نے پودے لگائے ہیں اس لئے میں شریک ثانی کو حصّہ نہیں دیتا۔

شریک ثانی کہتا ہے کہ چونکہ آپ نے زمین مشترک میں بلا اجازت پودے لگائے ہیں اس لئے یہ پودے بھی تقسیم کئے جائیں گے، اب اس صورت میں کیا فیصلہ ہوگا؟

واضح رہے کہ ہمارے دیار میں یہ عرف ہے کہ کھجور کے پودے لگانے والے کو نصف درخت ملا کرتا ہے لیکن یہ نصف اس وقت ملا کرتا ہے جبکہ مالک زمین کی اجازت صراحۃً یا دلالۃً موجود ہو، بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

یہ زمین دونوں میں تقسیم کی جائے گی، پودے لگانے والے کے حصّہ میں اس کے پودے برقرار رہیں گے، اور دوسرے شریک کے حصّہ سے پودے لگانے والا اپنے پودے اکھاڑ لے اور پودے اکھاڑنے سے زمین میں جو نقص واقع ہو وہ اس کے مالک کو ادا کرے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ارض بينهما زرع احدهما كلها تقسم الارض بينهما فما وقع في نصيبه اقر وما وقع في نصيب شريكه امر بقلعه وضمن نقصان الارض هذا اذا لم يدرك الزرع فلو ادرك او قرب يغرم الزارع لشريكه نقصان نصفه لو انتقصت لانه غاصب في نصيب شريكه (رد المحتار ص۳۴۶ ج۳)

اگر پودے اکھاڑنے سے زمین کو بہت زیادہ نقصان پہنچتا ہو تو زمین کے مالک کو اختیار ہے کہ وہ اپنے حصّہ میں لگے ہوئے پودوں کی قیمت ادا کر کے ان کا مالک بن جائے قیمت ایسے پودوں کی لگائی جائے گی جو واجب القلع ہوں۔

قال في التنوير: ومن بنى او غرس في ارض غيره بغير اذنه امر بالقلع والرد وللمالك ان يضمن له قيمة بناء او شجر امر بقلعه ان نقصت الارض به۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله ان نقصت الارض به) اى نقصانا فاحشا بحيث يفسدها اما لو نقصها قليلا فيأخذ ارضه ويقلع الاشجار ويضمن النقصان سائحانى عن المقدسى (رد المحتار ص۱۳۷ ج۵) والله تعالى اعلم۔

۲۷ ذی الحجہ ۹۵ ہجری

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

شرکت میں تعیینِ نفع کا اُصول :

سوال : دو شخصوں نے مل کر ایک کتاب چھاپی، ان میں سے ایک اس کتاب کو فروخت کرتا ہے اور جو کچھ نفع ہوتا ہے اس کو بحصۂ مساوی یا کم و بیش جیسا کہ طے ہو جائے آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، کیا اس قسم کی شرکت شرعاً جائز ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے، البتہ اگر عقد میں پورا یا اکثر کام ایک شریک کے ذمّہ مشروط ہو تو دوسرے شریک کے لئے اس کے حصۂ رأس المال سے زیادہ نفع کی شرط جائز نہیں، اگر نفس عقد میں یہ شرط نہ ہو بلکہ تبرعاً کام کر رہا ہو تو کام نہ کرنے والے کے لئے بھی زیادہ نفع کی شرط جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۸ محرم ۹۶ھ

مشترک مکان کی بلا اجازت مرمت :

سوال : زید کی تحویل میں اس کے مرحوم والد کا متروکہ ایک مکان ہے جو ہنوز ورثہ میں تقسیم نہیں ہوا، مکان کے ایک حصّہ سے جو کرایہ حاصل ہوا وہ زید نے تمام ورثہ کا حق سمجھتے ہوئے بطور امانت محفوظ رکھا تاوقتیکہ شرعی تقسیم ہو جائے، اسی اثنار میں مکان کا ایک حصّہ بوسیدہ ہونے کی وجہ سے قابلِ مرمت ہو گیا، مکان کی شرعی تقسیم میں دفتری کارروائی کی وجہ سے تاخیر ہو رہی ہے، زید کے پاس اتنی گنجائش نہیں کہ وہ مکان کے اس حصّہ کی مرمت وغیرہ کروالے۔

کیا اس صورت میں کرایہ سے حاصل شدہ رقم جو زید کے پاس امانت ہے اس سے مکان کی مرمت کروائی جا سکتی ہے؟ اگر مکان کی مرمت نہیں کروائی جاتی تو بوقتِ فروخت مکان کی پوری قیمت وصول نہ ہوگی۔

نیز یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ اگر اس رقم میں سے مرمّت کروائی جا سکتی ہے تو دوسرے ورثہ سے اس رقم کے خرچ کرنے کی اجازت لینی پڑے گی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر مکان ورثہ میں قابلِ تقسیم ہے تو کرایہ کی مشترک رقم خرچ کرنے کے لئے دوسرے شرکاء سے اجازت لینا ضروری نہیں۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اور اگر مکان قابلِ تقسیم نہیں یعنی تقسیم کی صورت میں ناقابلِ انتفاع ہوجاتا ہے تو دوسرے شرکاء سے مرمت پر خرچ کرنے کی اجازت لینا ضروری ہے، اگر وہ اجازت نہ دیں تو حاکم کو درخواست دیکر انھیں مرمت پر مجبور کرسکتے ہیں، اگر حاکم سے اسکی اُمید نہ ہو تو بدون اجازت شرکاء بھی مرمت پر انکی رقوم خرچ کرنیکی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

لانہ صار مضطرا الی المرمۃ کالمشترک الذی یقبل القسمۃ۔

قال العلائی رحمہ اللہ تعالیٰ : والضابط ان کل من اجبران یفعل مع شریکہ اذا فعلہ احدھما بلا اذن فھو متطوع والّا لا، ولا یجبر الشریک علی العمارۃ الّا فی ثلاث وصی وناظر وضرورۃ تعذر قسمۃ کبئر ونھر ومرمۃ وقناۃ وبئر ودولاب وسفینۃ معیبۃ وحائط لا یقسم اساسہ فان کان الحائط یحتمل القسمۃ وبنی کل واحد فی نصیبہ الستر ۃ لم یجبروالا اجبر وکذا کل ما لا یقسم کحمام وخان وطاحون وتمامہ فی متفرقات قضاء البحر والعینی والاشباہ (رد المحتار ص۳۶۵ ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

نابالغ کے ساتھ مشترک مصارف :

سوال : مرحوم کی بیوہ کے نام کچھ رقم بطور پینشن دس سال کے لئے منظور ہوئی ہے اور چھبیس ۲۶ روپے ماہوار ملنے بھی شروع ہوگئے ہیں۔

اسی طرح دوسرے امدادی فنڈ سے سولہ ۱۶ روپے ماہوار بچوں کے بلوغ تک کے لئے منظور ہوئے ہیں جو ملنے شروع ہوگئے ہیں۔

بیوہ اور چاروں بچے جن میں سے دو بالغ ہیں سب اکٹھے ساتھ رہتے ہیں اور اکٹھے کھاتے پیتے ہیں، اس رقم کو مجموعہ خرچہ میں صرف کریں یا علیحدہ کرکے اخراجات کا حساب رکھیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جو رقم نابالغوں کے لئے منظور ہوئی ہے اس میں سے بالغوں پر خرچ کرنا جائز نہیں، صرف نابالغوں کے مصارف میں خرچ کی جائے، البتہ کھانے پینے میں سب کا حساب مشترک رکھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ رمضان ۹۷ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

شرکت مع مضاربت جائز ہے :

سؤال : زید وعمر میں یہ طے پایا کہ دونوں کاروبار میں برابر سرمایہ لگائیں گے، عمر چونکہ کام بھی کریگا لہٰذا کام کے عوض نصف ربح عمر کا ہوگا اور باقی نصف اصل سرمایہ کے مطابق دونوں میں برابر تقسیم ہوگا، یہ طریقہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیا یہ صفقۃ فی صفقۃ یا عقد بشرط میں داخل نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

شرکت میں عمل من الجانبین شرط ہے جو یہاں مفقود ہے اس لئے یہ شرکت نہیں مضاربت ہے، پھر اگر رب المال کی طرف سے مال لگانا درجہ شرط میں نہ ہو تو کوئی اشکال نہیں، اور اگر مشروط ہو تو بھی مضاربت و شرکت میں ملایمت کی وجہ سے جائز ہے، چونکہ اس صورت میں مضاربت اصل ہے اور شرکت بالتبع، اس لئے عمل من الجانبین کی شرط مرتفع ہوگئی،

اسی طرح اشتراط العمل من الجانبین کے ساتھ تفاضل فی الربح بھی اسی لئے جائز کہ یہ صورت اولی کے برعکس اصل میں شرکت ہے اور مضاربت بالتبع، اس لئے اشتراط العمل علی الجانبین مضر نہیں۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالی فی الشرکۃ : وفی النہر اعلم انہما اذا شرطا العمل علیہما ان تساویا مالاً وتفاوتا ربحاً جاز عند علمائنا الثلاثۃ رحمہم اللہ تعالی خلافا لزفر رحمہ اللہ تعالی والربح بینہما علی ما شرطا وان عمل احدہما فقط وان شرطاہ علی احدہما فان شرطا الربح بینہما بقدر رأس مالہما جاز ویکون مال الذی لا عمل لہ بضاعۃ عند العامل لہ ربحہ وعلیہ وضیعتہ وان شرطا الربح للعامل اکثر من رأس مالہ جاز ایضاً علی الشرط ویکون مال الدافع عند العامل مضاربۃ ولو شرطا الربح للدافع اکثر من رأس مالہ لا یصح الشرط ویکون مال الدافع عند العامل بضاعۃ لکل واحد منہما ربح مالہ والوضیعۃ بینہما علی قدر رأس مالہما ابدا ہذا حاصل ما فی العنایۃ اہ ما فی النہر، قلت وحاصل ذلک کلہ انہ اذا تفاضلا فی الربح فان شرطا العمل علیہما سویۃ جاز ولو تبرع احدہما بالعمل وکذا لو شرطا العمل علی احدہما وکان الربح للعامل بقدر رأس مالہ او اکثر ولو کان الاکثر لغیر العامل او لاقلہما عملا لا یصح ولہ ربح مالہ فقط ہذا اذا کان العمل مشروطا الخ (رد المحتار ص ۳۵۱ ج ۳)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وقال العلامۃ الرافعی رحمہ اللہ تعالیٰ : (قولہ وان شرطاہ علی احدھما فان شرطا الربح بینھما بقدر (الخ) فی الدر رمن کتاب المضاربۃ مانصہ والثالث ای من شروط المضاربۃ تسلیمہ الی المضارب حتی لا تبقی لرب المال فیہ ید لان المال یکون امانۃ عندہ فلا یتم الا بالتسلیم کالودیعۃ بخلاف الشرکۃ لان المال فی المضاربۃ من احد الجانبین والعمل من الجانب الآخر فلابد ان یخلص المال للعامل لیتمکن من التصرف فیہ واما العمل فی الشرکۃ فمن الجانبین فلو شرط خلوص الید لاحدھما لم تنعقد الشرکۃ لانتفاء شرطھا وھو العمل منھما اھ وظاھرہ ما فیھا ینافی ماتقلہ المحشی ویقال فی دفع المنافاۃ ان شرط العمل منھما شرط لتحقق الشرکۃ واذا شرط علی احدھما تکون مضاربۃ او بضاعۃ علی ما ذکرہ المحشی تأمل (الی قولہ) وتخصیص العمل باحدھما یخرج المسألۃ عن ان تکون من مفردات مسائل الشرکۃ بل ھی حینئذٍ بضاعۃ ان شرط العمل علی احدھما مع التساوی فی الربح و مضاربۃ ان شرط الفضل للعامل (التحریر المختار ص ج ۲)

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الاصل اذا جاء احدھما بالف درھم والآخر بالفین واشترکا علی ان الربح بینھما نصفان والعمل علیھما فھو جائز ویصیر صاحب الالف فی معنی المضارب الا ان معنی المضاربۃ تبع لمعنی الشرکۃ والعبرۃ للاصل دون التبع فلا یضرھما اشتراط العمل علیھما (منحۃ الخالق علی البحر الرائق ص۱۷۵ ج ۵) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ محرم ۹۹ ہجری

باپ اور بیٹے کی مشترک جائداد کا حکم :

سوال : کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام کہ مسمی رحیم بخش کے دو بیٹے ہیں کریم بخش، دھنی بخش، دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں، کریم بخش جدائی کے ایک سال بعد باپ کے ساتھ شریک ہوگیا اور اس شرکت کو عرصہ سولہ سال کا گزر گیا، پھر رحیم بخش کی وفات ہوگئی، اب مرحوم کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملھم الصواب

بوقت اشتراک دونوں کے اموال میں جو تناسب تھا اسکے مطابق ترکہ سے کریم بخش کے حصہ کا وہ مالک ہے، باقی ترکہ سب وارثوں پر بقدر سہام تقسیم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۸ صفر ۹۹ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مشترک مکان میں بلا اذن تعمیر کا حکم :

سوال : زید کا انتقال ۱۹۷۳ء میں ہوا اور مندرجۂ ذیل وارث چھوڑے :

① بیوی ایک ② نو بیٹے ③ چھ بیٹیاں۔

والدین کا انتقال مرحوم سے پہلے ہو چکا تھا۔

تمام وارث اپنے اپنے پلاٹ میں رہتے تھے صرف بکر والد کے گھر رہتا تھا، اس دوران دوسرے ورثہ سے پوچھے بغیر بکر نے والد کے مکان میں ایک باورچی خانہ اور دو کمروں کا مزید اضافہ کر دیا، والد کے انتقال کے سولہ سال بعد ورثہ نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ پلاٹ بیچ دیا جائے اور رقم تمام ورثہ پر تقسیم کر دی جائے، سب نے عمر کو مختار نامہ دیکر امیر بنایا، بکر نے بھی اپنا مختار نامہ عمر کو دیدیا، مگر دو تین دن کے بعد بکر نے اپنے مختار نامہ سے رجوع کر لیا کہ مجھے اپنے اضافی مکانوں کی قیمت الگ دی جائے جو تقریباً ساٹھ ہزار روپے بنے گی ورنہ میں مختار نامہ نہیں دونگا، اس کو اخبار میں بھی شائع کیا، عمر نے مجبوراً اس کی یہ شرط قبول کر لی۔ عمر کے دل میں تھا کہ یہ صرف ایک حیلہ ہے تاکہ مکان بیچنے پر بکر آمادہ ہو ورنہ بہت دشواریاں پیش آئیں گی۔

مکان بیچ دیا گیا عمر نے حسب وعدہ رقم سارے وارثوں میں بقدر حصص تقسیم کر دی، اب بکر دعوی کرتا ہے کہ مجھے اضافی مکانوں کی رقم دو جس کا تم نے وعدہ کیا تھا، اب دریافت طلب یہ اُمور ہیں :

① بکر کا بوقت فروخت یہ شرط لگانا کہ مجھے اضافی مکانوں کی رقم بھی دی جائے جائز تھا یا نہیں ؟

② بکر کا مشترک جگہ میں بلا اذن ورثہ اضافی مکان بنانا جائز تھا یا نہیں ؟

③ عمر نے جو بطور حیلہ رقم دینے کا وعدہ کیا تھا یہ وعدہ پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں ؟

④ بکر کو اپنے والد کے بعد اضافی مکانوں کی رقم ملنی چاہیئے یا نہیں؟

⑤ اگر بکر رقم کا حقدار ہے تو کتنی رقم کا ؟ اور اب جبکہ رقم سارے وارثوں میں تقسیم کر دی گئی ہے تو کیا سب سے واپس لی جائے یا کیا صورت اختیار کی جائے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

بکر ایسی عمارت کی قیمت لے سکتا ہے جس کے گرانے کا فیصلہ کیا جا چکا ہو، جو شاید

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ملبہ کی قیمت سے زیادہ نہوگی۔ ہر وارث بقدر حصہ بکر کو ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۳ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ

مشترک زمین میں بلا اجازت مسجد بنانا:

کتاب الوقف باب المساجد میں آرہا ہے۔

شریک کو ملازم رکھنا:

کتاب الاجارہ میں ہے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کتاب الوقف

مسجد یا مدرسہ سے قرآن یا کتاب دوسری جگہ منتقل کرنا :

سوال : شریعت مطہرہ کا حکم اس بارہ میں کیا ہے کہ مسجد میں وقف شدہ قرآن کو دوسری جگہ منتقل کرنا، یا ایک مدرسہ کی کتاب کو دوسرے مدرسہ میں منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ومنہ الصدق والصواب

اگر واقف نے خاص مسجد یا خاص مدرسہ کے لئے قرآن یا کتاب کو وقف کیا ہے تو دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں۔ والتفصیل فی کتاب الوقف من الشامیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سلخ ذی الحجہ سنہ ۷۲ھ

ایک مدرسہ کی اشیاء دوسرے میں منتقل کرنا :

سوال : مسجد کی منتظمہ نے ایک عالم کو بلا کر مسجد کی خطابت و امامت تفویض کی، عالم نے یہ شرط رکھی کہ مدرسہ بھی ساتھ ہونا چاہیئے، منتظمہ نے مسجد سے ملحق مدرسہ بھی قائم کر دیا اور ان عالم صاحب کو اس کا مہتمم مقرر کر دیا، ارکان کمیٹی نے اس سے متعلق ایک تحریر بھی تیار کی جس پر سب کے دستخط ثبت ہیں۔

کچھ عرصہ گزرنے پر اہل محلہ عالم مذکور کے خلاف ہو گئے اور مطالبہ شروع کر دیا کہ ان کو مسجد و مدرسہ سے فارغ کیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ یہ عالم یہاں سے منتقل ہو کر دوسری جگہ نیا مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں، کیا یہ جائز ہوگا کہ پہلے مدرسہ کا پورا ملبہ اور اس کی جمع شدہ رقم اپنے ساتھ لیجا کر نئے مدرسہ کے قیام پر صرف کر دیں بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر عالم مذکور اپنے فرائض پابندی سے ادا کر رہے ہیں اور کسی قسم کی خیانت ان سے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

صادر نہیں ہوئی تو بلا وجہ اہلِ محلہ کا ان پر ناراض ہونا اور ان کے برطرف کرنے کا مطالبہ کرنا جائز نہیں، مدرسہ کا ملبہ یا جمع شدہ رقم کسی صورت منتقل کرنا جائز نہیں، یہ چیزیں اسی مدرسہ کے لئے خاص رہیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱ رجمادی الاولیٰ سنہ ۹۱ ہجری

سوال مثل بالا :

سوال : ایک مولوی صاحب مدرسہ میں تنخواہ دار مدرس مقرر کئے گئے، کچھ عرصہ بعد اعتماد کر کے منتظمہ نے انھیں مہتمم بھی مقرر کر دیا، اس دوران رسیدیں چھاپی گئیں، مدرسہ کے لئے چندہ ہوتا رہا اور کتابیں بھی خریدی گئیں، چند سال بعد یہ مولوی صاحب بلا اجازت مدرسہ چھوڑ کر قریبی علاقہ میں چلے گئے اور نئے مدرسہ کی بنیاد رکھ دی، سوال یہ ہے :

(۱) مولوی صاحب سابقہ مدرسہ کی رقوم اور وقف شدہ کتب اس مدرسہ کی طرف منتقل کر سکتے ہیں منتظمہ کی اجازت سے یا بلا اجازت ؟

(۲) سابقہ مدرسہ کی مطبوعہ رسیدوں پر چندہ کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

واضح رہے کہ اس مدرسہ کا نام بھی سابقہ مدرسہ کے نام پر رکھا گیا۔

(۳) یہ فیصلہ بھی تحریر فرمائیں کہ مدرسہ کس کا ہوتا ہے ؟ مقامی آبادی کا، معاونین کا یا مہتمم کا ؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

(۱) سابقہ مدرسہ کے لئے وقف شدہ کتب اور چندہ کی رقوم کسی دوسرے ادارہ میں منتقل کرنا جائز نہیں، نہ منتظمہ کی اجازت سے نہ بلا اجازت۔

(۲) جائز نہیں، نئے مدرسہ کا نام سابقہ مدرسہ سے الگ رکھنا چاہیئے۔

(۳) مدرسہ کسی بھی انسان کی ملک نہیں ہوتا، صرف اللہ تعالیٰ کے لئے وقف ہوتا ہے، البتہ محل وقوع یا مقامی آبادی کی طرف اس کی مجازاً نسبت کی جاتی ہے جو جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰ ربیع الاول سنہ ۹۸ھ

ایک قرآن کی جلد یا غلاف دوسرے پر منتقل کرنا :

سوال : قرآن مجید کے پھٹ جانے کے بعد اس کی جلد کو دوسرے قرآن پر یا ایک

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

قرآن کے غلاف کو دوسرے پر منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ومنہ الصدق والصواب

اگر قرآن مجید وقف نہیں تو مالک کو اختیار ہے کہ جلد اور غلاف کو تبدیل کرے، اور اگر قرآن مجید وقف کیا گیا ہے تو بالتبع جلد اور غلاف بھی وقف ہے۔ اس صورت میں ایک قرآن سے استغناء کی حالت میں اس کی جلد اور غلاف سے متعلق کوئی جزئیہ تو نظر میں نہیں آلات مسجد پر قیاس کیا جاسکتا ہے، ان کا حکم یہ ہے کہ عند الاستغناء مالک کی ملک میں عود کر آتے ہیں، لہٰذا مالک کی اجازت سے دوسری جگہ منتقل کئے جاسکتے ہیں، (الشامیۃ کتاب الوقف)

واللہ تعالیٰ اعلم

سلخ ذی الحجہ سنہ ۷۲ھ

پرانے قبرستان پر مسجد بنانا جائز ہے:

سوال: پرانا قبرستان جس میں قبروں کے نشان مٹ گئے ہوں اور لوگوں نے اسمیں اموات کو دفن کرنا چھوڑ دیا ہو، ایسے قبرستان پر مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ومنہ الصدق والصواب

اس قبرستان میں اگر لوگوں نے اموات کو دفن کرنا ترک کر دیا ہو اور سابقہ قبروں کے نشان مٹ گئے ہوں تو وہاں مسجد بنانا جائز ہے، ایسے ہی اگر قبرستان کسی کا مملوک ہے اور اس میں قبور مٹ چکی ہوں تو مالک کی اجازت سے وہاں مسجد بنانا جائز ہے۔

قال الحافظ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ: فان قلت ھل یجوز ان تبنی المساجد علی قبور المسلمین؟ قلت قال ابن القاسم رحمہ اللہ تعالیٰ لو ان مقبرۃ من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم علیھا مسجدا لم ار بذلک بأسًا وذلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاھم لا یجوز لاحد ان یملکھا فاذا درست واستغنی عن الدفن فیھا جاز صرفھا الی المسجد لان المسجد ایضًا وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملیکہ لاحد فمعناھما علی ھذا واحد (عمدۃ القاری ص ۱۷۹ ج ۴)

وفی الشامیۃ عن الزیلعی ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ وزرعہ والبناء علیہ اھ ومقتضاہ جواز المشی فوقہ (رد المحتار ص ۸۳۵ ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم

غرۃ محرم سنہ ۷۳ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وقف معلّق بالموت صحیح ہے :

سوال : ایک شخص نے کہا کہ میری زمین میں سے چھ بیگھے زمین میرے مرنے کے بعد مساکین کے لئے وقف ہیں۔ اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

یہ وقف صحیح ہے اور بعض احکام میں بحکم وصیت ہے۔

قال فی التنویر وشرحہ او بالموت اذا علق بہ ای بموتہ کاذا مت فقد وقفت داری علی کذا فالصحیح انہ کوصیۃ تلزم من الثلث بالموت لاقبلہ قلت ولو لوارثہ وان ردوہ لکنہ یقسم کالثلثین، الی اٰخر التفصیل مع مابینہ فی الشامیۃ (رد المحتار ص ۳۷۳ ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۸ ذی قعدہ سنہ ۷۳ھ

وقف میں ناجائز تصرف کرنے والا متولی واجب العزل ہے :

سوال : ایسے متولی کو معزول کرنا کیسا ہے جو کہ وقف میں ناجائز تصرف کرتا ہو؟

الجواب ومنہ الصّدق الصواب

وقف میں ہر ناجائز تصرف خیانت ہے اور ہر خائن متولی واجب العزل ہے ایسے متولی کو معزول نہ کرنا گناہ ہے، البتہ بعد تجربہ وظہور صلاح دوبارہ متولی بنایا جاسکتا ہے۔

قال فی التنویر وشرحہ وینزع وجوبًا بزازیۃ لو الواقف فغیرہ بالاولی غیر مأمون۔

وفی الشامیۃ مقتضاہ اثم القاضی بترکہ والاثم بتولیۃ الخائن ولا شک فیہ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۹۶)

وایضًا فیہا انہ اذا اخرجہ وتاب واناب اعادہ وان امتناعہ من التعمیر خیانۃ وکذا الوباع الوقف او بعضہ او تصرف تصرفا غیر جائز عالما بہ (جلد ۳ ص ۳۹۶)

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳ ربیع الثانی سنہ ۷۵ھ

وقف پر شہادت بالتسامع جائز ہے :

سوال : ایک پرانا وقف ہے، جس کے واقف کا کوئی علم نہیں، اس پر ایک

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ظالم نے مالکانہ دعویٰ کردیا ہے، تو اس حالت میں اثبات وقف کی کیا صورت ہوگی ؟

الجواب ومنہ الصدق والصواب

وقف پر شہادت بالتسامع والشہرۃ مقبول ہے، جن مسائل میں شہادت بالتسامع جائز ہے ان میں یہ شرط ہے کہ عند القاضی اس کی تصریح نہ کرے کہ یہ شہادت محض تسامع سے ہے، مگر وقف اس سے مستثنیٰ ہے کہ اس میں صراحت عند القاضی کے باوجود شہادۃ بالتسامع جائز ہے اگرچہ واقف کا کچھ علم نہ ہو، البتہ موقوف علیہ کا علم ضروری ہے، یہ حکم اصل وقف میں ہے، شرائط و مصارف وقف پر شہادۃ بالتسامع جائز نہیں۔

قال فی شرح التنویر وتقبل فیہ الشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ النساء مع الرجال والشہادۃ بالشہرۃ لاثبات اصلہ وان صرحوا بہ ای بالسماع فی المختار۔

وفی الشامیۃ معزیا الی الخیریۃ وقف قدیم مشہور لایعرف واقفہ استولی علیہ ظالم فادعی المتولی انہ وقف علی کذا مشہور وشہدا بذلک فالمختار انہ یجوز (رد المحتار ج ۳ ص ۴۱۵) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳ ربیع الثانی سنہ ۷۵ھ

وقف علی المسجد میں قبر بنانا جائز نہیں :

یہ مسئلہ باب الجنائز میں گزر چکا ہے۔

تفصیل تقسیم الوقف بین المتولیین :

سوال : ایک موقوفہ زمین پر دو شخص متولی ہیں اور دونوں جداگانہ حصہ پر متصرف ہیں۔ کیا اس طریقہ سے تقسیم شرعاً جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

قال فی الہندیۃ ولو وقف ارضین وجعل لکل متولیا لایشارک احدہما الآخر (عالمگیریۃ ج ۲ ص ۴۱۰)

وفی شرح التنویر ولا یقسم بل یتہایؤن الا عندہما فیقسم المشائع وبہ افتی قاری الہدایۃ وغیرہ اذا کانت القسمۃ بین الواقف وشریکہ المالک او الواقف الآخر او ناظرہ ان اختلفت جہۃ وقفہما۔

وفی الشامیۃ (قولہ ان اختلفت جہۃ وقفہما) ای بان کان کل وقف منہما

علی جهة غیر الجهة الاخری لکن هذا التقیید مخالف لما فی الاسعاف حیث قال ولو وقف نصف ارضه علی جهة معینة وجعل الولایة علیه لزید فی حیاته وبعد مماته ثم وقف النصف الآخر علی تلك الجهة او غیرها وجعل الولایة علیه لعمرو فی حیاته وبعد وفاته یجوز لهما ان یقتسما ویأخذ کل واحد منهما النصف فیکون فی یده لانه لما وقف کل نصف علی حدة صارا وقفین وان اتحدت الجهة کما لو کانت لشریکین فوقفاها کذلك اھ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۸۰)

روایات بالا سے صور ذیل کا حکم مستفاد ہوا۔

(۱) دو زمینیں جُدا جُدا ہوں۔

(۲) ایک زمین کا نصف ایک جہت پر وقف ہو اور دوسرا نصف دوسری جہت پر۔

(۳) جہت اگرچہ متحد ہو مگر نصف الارض پہلے وقف کی اور نصف ثانی بعد میں۔

(۴) ایک زمین دو شخصوں میں مشترک ہو اور دونوں جُدا جُدا وقف کریں۔

(۵) ارض واحد بوقت واحد جہۃ واحدہ پر وقف کی گئی ہو۔

صور اربعہ اولیٰ میں ہر حصّہ پر مستقل تولیت جائز ہے اور صورت خامسہ میں جائز نہیں۔ حدیث نزاع علی وعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اسی صورت اخیرہ میں داخل ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳ ربیع الاول ۷۶ھ

وقف میں تاحیات آمدن خود لینے کی شرط :

سوال : ایک شخص اپنی صحرائی جائداد یا مکان یا دوکان یا کتب وغیرہ کسی مدرسہ کے لئے اس طرح وقف کرے کہ اپنی زندگی میں یا ایک مقررہ مدت تک وہ خود یا اسکی اولاد یا کوئی دوسرا شخص اس شیء موقوفہ سے متمتع ہوتا رہے پھر اس کی وفات کے بعد یا اس مقررہ مدت کے بعد وہ شیء اس مدرسہ وغیرہ میں صرف کی جائے، اس سے متعلق چند سوالات ہیں:

(۱) کیا یہ صورت شرعاً جائز ہے ؟

(۲) ایسی صورت میں وقف میں کیا الفاظ تحریر کئے جائیں ؟

(۳) اگر واقف جائداد زبانی یا تحریری طور پر وقف کر دے لیکن سرکاری طور پر وقف نامہ کی رجسٹری نہ کرائے یا اس کے رجسٹری کرائے ہوئے وقف کو تسلیم نہ کریں تو شرعاً اس کا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کیا حکم ہوگا ؟ اور کیا ایسی صورت میں بھی واقف اجر وثواب کا مستحق ہوگا ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

(۱) جائز ہے۔

(۲) وقف میں ایسے الفاظ کا استعمال ضروری ہے جو صدقہ علی سبیل التأبید پر دلالت کرتے ہوں۔

(۳) وقف نامہ کی رجسٹری کروانا یا تحریری طور پر وقف کرنا ضروری نہیں۔ صرف زبانی کہدینا کافی ہے۔ البتہ اگر وارثوں کی طرف سے خطرہ ہو تو رجسٹری کروانا ضروری ہے، اگر ورثہ نے اس وقف کو تسلیم نہ کیا تو وہ سخت گنہگار ہونگے، واقف کو بہرحال اجر و ثواب ملے گا۔

قال فی شرح التنویر وجاز جعل غلۃ الوقف او الولایۃ لنفسہ عند الثانی و علیہ الفتویٰ۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قولہ (وجاز جعل غلۃ الوقف لنفسہ) واما اشتراط الغلۃ لمدبریہ و امہات اولادہ فالاصح صحتہ اتفاقا لثبوت حریتہم بموتہ فھو کالوقف علی الاجانب وثبوتہ لھم حال حیاتہ تبع لما بعدھا وقید بجعل الغلۃ لنفسہ لانہ لو وقف علی نفسہ قیل لایجوز وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ جوازہ وھو المعتمد (وبعد سطر) (قولہ وعلیہ الفتوی) کذا قالہ الصدر الشہید وھو مختار اصحاب المتون ورجحہ فی الفتح واختارہ مشایخ بلخ وفی البحر عن الحاوی انہ المختار للفتوی ترغیبا للناس فی الوقف و تکثیرا للخیر (رد المحتار ص۳۹۸ ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴ جمادی الثانیہ سنہ ۸۷ھ۔

وقف قبرستان میں ذاتی تعمیر :

سوال : ایک قبرستان کی موقوفہ زمین شہر کے اندر واقع ہو جانے کے بعد دفن اموات کے لئے استعمال نہیں کی جاتی۔ شہری لوگ قابض ہو کر تعمیرات کر رہے ہیں اور اس طرح ایک وسیع آبادی اس پر واقع ہو گئی ہے محکمہ اوقاف نے کرایہ پر یا بیع کر کے قابضین کو وہ حصہ دیدیا ہے تاکہ وصول شدہ رقم دیگر مصارف اوقاف میں استعمال کرے، تو آیا یہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اجارہ اور بیع وشراء شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ اور جن لوگوں نے متولی یا محکمہ اوقاف سے وہ زمین حاصل کی ہے ان سے وہ زمین اور اس پر تیار کردہ تعمیر کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

قبرستان کے لئے وقف زمین پر لوگوں کا قبضہ کرنا ناجائز ہے، اور ان کی بیع وشراء باطل ہے، حکومت یا متولی پر ضروری ہے کہ اس جگہ کو فوراً خالی کرائے اور یہ جگہ دفن کے کام نہ آتی ہو تو اس پر مسجد یا اور کوئی رفاہِ عامہ کی چیز تعمیر کرے۔

قال الحافظ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ : فان قلت هل يجوز ان تبنى المساجد على قبور المسلمين ؟ قلت قال ابن القاسم رحمه الله تعالى لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجدا لم ار بذلك بأسًا وذلك لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لا يجوز لاحد ان يملكها فاذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضًا وقف من اوقاف المسلمين لا يجوز تمليكه لاحد فمعناهما على هذا واحد (عمدۃ القاری ص۱۷۹ ج ۴)

۱۸ ربیع الاول سنہ ۸۹ھ

وقف میں ذاتی تصرف حرام ہے :

سوال : ایک جگہ مسلمانوں نے کچھ زمین دینی کاموں کے لئے وقف کر کے ایک مقامی بزرگ کو اس کا متولی بنا دیا، مگر ان کی وفات کے بعد انکے دو بیٹوں میں سے ایک نے وقف کا کچھ حصہ اپنے نام کرا کے فروخت کر دیا، باقی کچھ حصہ پر اب بھی مدرسہ قائم ہے لیکن کچھ حصہ پر اسکا قبضہ اور تصرف ہے۔

کیا مسلمانوں کا یہ وقف صحیح تھا ؟

اگر صحیح تھا تو متولی کے بیٹے کا اسے اپنے نام کرانا اور بیچنا درست تھا ؟

نیز ان کے بیٹوں کا اس وقف شدہ عمارت میں رہائش رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟

بینوا توجروا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الجواب باسم ملہم الصواب

جس زمین کو مسلمانوں نے دینی کام کے لئے وقف کیا اور کسی صالح متقی شخص کی بزرگی پر اعتماد کر کے اسے متولی بنا دیا اور حکومت کے کاغذات میں اندراج وقف کی ضرورت محسوس نہ کی تو یہ وقف صحیح ہے۔

اگر سرکاری اندراج میں کسی غلطی کے سبب یا کسی اور وجہ سے متولی کی اولاد نے اپنے نام کروالیا تو ان کا یہ فعل غصب ہے اور اس کا فروخت کرنا حرام۔

متولی کے بیٹے اس شرط پر وقف کی عمارت میں رہ سکتے ہیں کہ دینی تعلیم کیلئے اس طرح وقت دیں جس طرح کوئی مدرس پابندی کرتا ہے۔

مقامی اہلِ صلاح حضرات کسی متقی عالم کو اس وقف کا متولی مقرر کریں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶ شعبان سنہ ۸۹ھ

وقف کتب خانہ سے کتب کا اخراج :

سوال : ایک دارالعلوم کے منتظمین کتب خانہ سے ایک مخصوص جماعت کی کتابیں جو کہ مختلف حضرات کی جانب سے وقف ہیں خارج کرنا چاہیں یا یونہی اس جماعت سے اظہار نفرت کریں تو جن لوگوں نے وہ کتابیں وقف کی تھیں انھیں یہ اختیار ہے کہ اپنی وقف کردہ کتابیں واپس لے کر کسی دوسرے ادارہ میں دیدیں یا خود استعمال میں لائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

صرف اظہار نفرت کے لئے کتابوں کا نکالنا جائز نہیں البتہ اس دارالعلوم میں ان کتابوں کی ضرورت نہ ہو تو کسی دوسرے قریب ترین مدرسہ میں دیدی جائیں۔

یہ تفصیل ایسی کتب سے متعلق ہے جن کے مندرجات دین کے خلاف نہ ہوں اور اسلاف امت کی آراء سے ہٹ کر کوئی بات ان میں نہ لکھی گئی ہو۔

دین کے نام پر آجکل جو غلط اور گمراہ کن لٹریچر مختلف تنظیموں کی طرف سے پھیلایا جا رہا ہے اسے کسی دینی ادارہ کے وقف کتب خانہ میں رکھنا جائز نہیں، اس قسم کی کتابوں کو تلف کر دیا جائے یا ایسے ذی استعداد متصلب علماء کے حوالہ کر دیا جائے جو پڑھ کر ان کی تردید کر سکیں اور عوام و خواص کو انکے زہر سے بچا سکیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸ ربیع الاول سنہ ۸۹ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اوقاف کی ملازمت جائز ہے :

سوال : اوقاف کی ملازمت مثلاً امامت خطابت وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اوقاف کی اکثر مدات ناجائز ہیں، اور حکومت نے اس محکمہ کو بالکل الگ رکھا ہے یا کہ سرکاری املاک میں پہنچنے کے بعد پھر وہاں سے اس محکمہ کے ملازمین کو تنخواہ ملتی ہے؟ ذرا تفصیل فرمادیں ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اوقاف کی اکثر آمدن ناجائز ہونے کا کوئی ثبوت نہیں اس لئے ملازمت جائز ہے بشرطیکہ اس میں کوئی شرط خلاف شرع نہو ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

۲۳ ربیع الثانی سنہ ۸۹ھ

دراہم ودنانیر کا وقف :

سوال : دراہم و دنانیر کا وقف شرعاً صحیح ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

دراہم ودنانیر کا وقف صحیح ہے مگر چونکہ وقف میں انتفاع بالمنافع مع بقاء العین ہوتا ہے اس لئے وقف دراہم میں شرط یہ ہے کہ اصل دراہم کو خرچ نہ کریں بلکہ انکے منافع کو خرچ کریں یا ان سے کوئی چیز خرید کر اس کے منافع کو فقیر پر خرچ کریں وتفصیلہ فی الشامیۃ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۳ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۸۹ھ

مدرسہ میں دی ہوئی رقم واپس لینا :

سوال : ایک مدرسہ میں رقم دی گئی، مگر بعد میں تحقیق ہوئی کہ مدرسہ کا کام صحیح اصولوں پر نہیں ہو رہا، مدرسہ کے منتظمین میں دیانتداری نہیں، کیا رقم ان سے لے کر کسی دوسرے دینی مدرسہ پر صرف کی جاسکتی ہے ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب باسم ملہم الصواب

چندہ کی رقم مدرسہ میں داخل ہونے سے معطین کی ملک سے خارج ہوجاتی ہے کما حررت فی رسالتی "القول البدیع فی احکام التوزیع" لہٰذا دی ہوئی رقم واپس نہیں لی جاسکتی ،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اہل اثر پر فرض ہے کہ منتظمین مدرسہ کی اصلاح کی کوشش کریں، اگر وہ اصلاح قبول نہ کریں تو انھیں معزول کر کے نظم کسی صالح شخص یا جماعت صلحار کے سپرد کریں۔
واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ محرم سنہ ۹۰ھ

مدرسہ کی رقم قرض دینا:

سوال: مدرسہ کی جمع شدہ رقم میں سے کسی کو قرض دینا جائز ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز نہیں، اگر مہتمم نے ایسی خیانت کی تو وہ فاسق واجب العزل ہوگا اور اس رقم کا ضامن ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲ ربیع الآخر سنہ ۹۱ھ

وقف مشاع جائز نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مبین دریں مسئلہ کہ وقف مشاع جائز ہے یا نہیں مفتی بہ قول کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مفتی بہ قول پر وقف مشاع جائز نہیں۔

قال الامام الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ویفرز فلا یجوز وقف مشاع یقسم خلافا للثانی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قولہ ھذا بیان) واختارہ المصنف تبعا لعامۃ المشایخ وعلیہ الفتوی وکثیر من المشایخ اخذوا بقول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وقالوا ان علیہ الفتوی (رد المحتار ص ۳۷۶ ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۸ رجب سنہ ۱۳۹۳ھ

قبرستان کے درختوں کے پھل کا حکم:

سوال: ایک شخص نے اپنی زمین میں سے کچھ حصہ قبرستان کے لئے وقف کر دیا ہے، اس میں کئی درخت ہیں جن میں ایک درخت اخروٹ کا بھی ہے، آیا پھل

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

یا درختوں کا استعمال کسی کو جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر واقف نے صرف زمین وقف کی ہے درخت وقف نہیں کئے تو وہ اسی کی ملک ہیں، اس کی اجازت کے بغیر ان کی کوئی چیز استعمال کرنا جائز نہیں، مگر اس کو مجبور کیا جائیگا کہ ان درختوں کو اکھاڑ کر قبرستان کی زمین فارغ کر دے۔

اور اگر زمین کے ساتھ درخت بھی وقف کئے ہیں تو جو وقف کا مصرف ہے وہی ان درختوں کا بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳ر جمادی الاولیٰ ۹۴ھ

قبرستان کے درخت کاٹنا :

سوال : قبرستان کے درخت کاٹنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جن درختوں کے متعلق لوگوں کا شرکیہ عقیدہ ہو کہ یہ فلاں بزرگ یا فلاں پیر صاحب کے درخت ہیں جو انھیں ہاتھ لگائے گا اس پر آفت آجائے گی، ان کا کاٹنا عقیدۂ شرکیہ کے ابطال کے لئے ضروری ہے، مگر انھیں فروخت کر کے ان کی قیمت اسی قبرستان پر خرچ کی جائے، اگر اس قبرستان میں کوئی مصرف نہ ہو تو دوسرے کسی قریب تر قبرستان پر لگائی جائے

یہ حکم جب ہے کہ درخت خودرَو ہوں اگر کسی شخص نے لگائے ہیں تو وہ اسکی ملک ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ر ذی القعدہ ۹۴ھ

قبرستان کے درخت سے مسواک کاٹنا :

سوال : قبرستان میں جھاؤ کے بہت سے درخت ہیں، ان سے مسواک کے لئے لکڑی کاٹنا جائز ہے یا نہیں ؟ جبکہ منع کرنے والا بھی کوئی نہ ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر یہ قبرستان وقف ہے تو اس کے خودرو درخت بھی وقف ہیں، ان سے مصارف وقف کے سوا کوئی نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ر ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وقف میں تاحیات خود منتفع ہونے کی شرط :

سوال : ایک شخص ضعیف العمر بحالت صحت اپنا مکان کسی دینی مدرسہ میں وقف کرنا چاہتا ہے، تاحیات خود اپنے استعمال میں رکھنا چاہتا ہے، ان کا صرف ایک بھانجا اور ایک بھانجی ہے - باقی نہ بہن ہے نہ بھائی نہ ہی بیوی، سب فوت ہوچکے ہیں - لہٰذا ایصال ثواب کے لئے وہ وقف کرنا چاہتے ہیں، اس لئے کہ ان کو دوسرے وارثوں سے کوئی امید نہیں ہے ایصال ثواب کی - بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

وقف میں تاحیات خود منتفع ہونے کی شرط لگانا جائز ہے، مگر نفس وقف اس شرط سے جائز ہے کہ وارث غنی ہوں اور ان کو محروم کرنا مقصود نہو بلکہ ثواب کا ارادہ ہو۔

قال فی التنویر وشرحہ (وجاز جعل غلۃ الوقف) او الولایۃ (لنفسہ عند الثانی) وعلیہ الفتوی (رد المحتار ص۳۹۸ ج۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۳۰ ذی القعدہ ۱۳۹۵ھ

سوال مثل بالا :

سوال : میرا دو منزلہ مکان ہے جسے للہ وقف کرنا چاہتی ہوں، نچلی منزل کرایہ پہ اٹھی ہوئی ہے اوپر کی منزل میں اپنے تینوں بیٹوں سمیت رہتی ہوں، میری دو بیٹیاں بھی ہیں جن کا میری جائداد میں کوئی حق نہیں اس لئے کہ ان کو نقد روپیہ زندگی میں دے چکی ہوں، اپنا یہ پورا مکان مسجد کے لئے وقف کرنا چاہتی ہوں مگر اس شرط سے کہ میرے تیسرے بیٹے شاہد علی کے مصارف بھی بذمہ مسجد ہونگے، نیز اس مکان پر ابھی چالیس ہزار روپے قرض ہے یہ رقم بھی مسجد ادا کریگی، نیز مکان کی ضروری مرمت اور بقیہ حصہ کی تعمیر بھی مسجد کریگی کیا اس صورت میں یہ وقف مسجد کیلئے صحیح ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

آپ کی وفات کے بعد لڑکیاں بھی ترکہ سے حصہ پائیں گی، زندگی میں کسی وارث کو روپیہ وغیرہ دیدینے سے وہ وراثت سے محروم نہیں ہوتا۔

وقف اس طرح کریں :

"میرا مکان میری وفات کے بعد فلاں مسجد کے لئے ان شرائط کے ساتھ وقف ہے :

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۱) اس مکان کے سلسلہ میں مجھ پر جو قرض ہے اس کی آمدن سے پہلے وہ قرض ادا کیا جائے۔

(۲) میرے لڑکے شاہد علی کے مصارف مکان کے کرایہ سے ادا کئے جائیں اور زائد رقم مسجد کو دی جائے۔

(۳) شاہد علی کے انتقال کے بعد اس مکان کی پوری آمدن مسجد پر خرچ کی جائے۔"

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ محرم ۱۳۷۸ھ

وقف کی زمین کا بدلنا جائز نہیں :

سوال : جنازہ گاہ کی جگہ غیر موزوں یعنی نشیبی زمین میں واقع ہے اور غیر مسقف بھی ہے کیا اس کو متبادل مناسب زمین کی طرف منتقل کرنا درست ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر یہ جگہ نماز جنازہ کے لئے وقف ہے تو اس کا بدلنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱ محرم ۱۳۷۹ھ

حکم الوقف علی الاقارب :

سوال : زید لاولد ہے اور اس کا ایک ذاتی مکان ہے جس کا وہ کرایہ وصول کرتا ہے اس کے رشتہ داروں میں تین بھائی اور تین بہنیں زندہ ہیں جن میں کچھ تونگر اور کچھ مفلس ہیں اسی طرح ایک مرحوم بھائی کی اولاد موجود ہے جو مالی لحاظ سے تنگ حال ہے۔ اب زید کا ارادہ ہے کہ وہ تاحین حیات اس مکان سے خود نفع اُٹھاتا رہے۔ اس کے بعد یہ مکان ورثہ میں تقسیم نہو بلکہ ورثہ کرایہ وصول کرتے رہیں اور مکان زید کیلئے صدقہ جاریہ رہے۔ کیا ایسی صورت شرعاً ممکن ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

زید اپنی جائداد اس طرح وقف کرے :

"جب تک زید زندہ ہے اس وقت تک اس کے منافع وہ خود لیگا۔

زید کے انتقال کے بعد اس جائداد کے منافع زید کے اقارب میں سے مساکین کو ملیں گے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اگر زید کے اقارب میں سے کوئی مسکین نہ رہے تو عامۃ المسلمین میں سے مساکین پر صرف کئے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷ ربیع الاول ۹۸ھ

مسجد کے لئے وصیت کو مدرسہ پر صرف کرنا جائز نہیں:

سوال: زید نے وصیت کی کہ میرا مکان میرے مرنے کے بعد مسجد میں دیدینا مطلب یہ ہے کہ اس کی قیمت مسجد میں صرف کر دینا یا اس مکان کو مسجد میں ملا دینا، مسجد کے برابر یہ مکان ہے، اب مرنے کے بعد جس کو وصیت کی تھی اس نے کہا کہ مسجدیں تو محلہ میں دو پہلے سے موجود ہیں، مدرسہ کوئی نہیں ہے، لہٰذا بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے کے لئے مدرسہ بنا دینا بہتر ہوگا۔ سب کے مشورے سے مدرسہ بنا دیا گیا، تو شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس مرنے والے کا کوئی بھی وارث نہیں ہے نہ دُور کے رشتہ سے نہ قریب کے رشتہ سے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواف

وصیت کے مطابق مسجد ہی میں صرف کرنا ضروری ہے، مدرسہ بنانا جائز نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱ رجب سنہ ۹۸ ہجری

واقف خود متولی بن سکتا ہے:

سوال: زید نے زمین وقف کی، لیکن کسی متولی کے سپرد نہیں کی، بلکہ خود ہی متولی و منتظم بن گیا، کیا یہ وقف صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

خواہ واقف نے اپنے تولیت کی شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو، بہرکیف وقف اور اس کی تولیت صحیح ہے۔

قال فی التنویر وشرحہ: جعل الواقف الولایۃ لنفسہ جاز بالاجماع وکذا لو لم یشترط لاحد فالولایۃ لہ عند الثانی وھو ظاھر المذھب ثم رجحہ خلافا لما نقلہ المصنف (رد المحتار ص ۳۹۶ ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴ صفر سنہ ۹۹ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مدرسہ دینیہ کے لئے وقف زمین میں اسکول بنانا جائز نہیں :

سوال : ایک زمین محض ایک دینی درسگاہ کے لئے وقف کی گئی ہے اس زمین پر حکومت قبضہ کرکے ہائی اسکول بنا رہی ہے اور شہر کے لوگ بھی کوشش کر رہے ہیں کہ اسکول بن جائے، سوالات یہ ہیں :

(۱) مذکورہ زمین پر حکومت قبضہ کرکے ہائی اسکول بنا سکتی ہے یا نہیں؟
(۲) جو لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ اسکول بن جائے انکے متعلق کیا ہے ؟
(۳) اگر متولی اجازت دیدے تو اسکول بنانا جائز ہوگا یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

علوم دینیہ کے لئے جو زمین وقف ہے اس کو کسی دوسرے مصرف میں لانا حرام ہے، حکومت، شہر کے لوگوں اور متولی کسی کو بھی اس میں اسکول بنانے کا حق نہیں، جو لوگ ایسی کوشش کر رہے ہیں وہ سخت گنہگار ہیں۔

اگر متولی نے اجازت دی تو وہ بد دیانت وخائن ہونے کی وجہ سے واجب العزل ہوگا۔

حکومت پر فرض ہے کہ اوقاف اسلامیہ کی حفاظت کرے چہ جائیکہ وہ ایسا غاصبانہ اقدام کرکے دین کو نقصان پہنچائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

ورثہ محتاج ہوں تو وقف کرنا جائز نہیں :

سوال : بکر نے اپنی زندگی میں ایک مکان مسجد کے نام اسٹامپ پر لکھدیا اور یہ شرط رکھی کہ جب تک میں اور میری بیوی زندہ رہیں گے اس مکان میں رہیں گے اور جب ہمارا انتقال ہو جائے گا تو مکان مسجد کے حوالہ کر دیا جائے خواہ اس کو مسجد والے فروخت کر دیں یا اس کو کرایہ پر دیں۔ سوال یہ ہے کہ بکر نے مکان مسجد کے نام کرکے ورثہ کو محروم کر دیا کیا شرعاً اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

اگر بکر کے وارث محتاج ہیں تو بکر اس وقف سے گنہگار ہوگا ورنہ نہیں، وقف بہرحال نافذ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بدون قبض وقف صحیح ہے:

سوال : زید نے اپنا مکان مسجد کو دیدیا اور اسٹامپ پر دو گواہوں کے سامنے لکھوا دیا، اب زید کا انتقال ہوگیا تو کیا اب اسکی زوجہ انکار کرسکتی ہے کہ میں مکان مسجد کو نہیں دیتی ؟ جبکہ ابھی قبضہ مکان پر زید کی بیوی کا ہے اور زید کی بیوی نے اس مکان میں سے اپنا حصہ بھی مسجد کو دیدیا تھا اور کاغذ لکھوا کر اپنا انگوٹھا ثبت کر دیا تھا، تو کیا مسجد کو قبضہ دینے سے پہلے زید کی زوجہ کا انکار کرنا اور مکان مسجد کو نہ دینا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسمہ ملہم الصواب

صحت وقف کے لئے اشتراط قبض متولی میں اختلاف ہے، دونوں قول مرجح و مفتی بہ ہیں، عدم اشتراط احوط واسہل وانفع وارجح ہے، مع ہذا جانبین کی حاجت وحالات پر غور کرکے کسی جانب فتویٰ دینا چاہئے۔

قال التمرتاشی: ولا یتم حتی یقبض ویفرز ویجعل آخرہ لجہۃ لا تنقطع۔

وقال الحصکفی: ھذا بیان شرائط الخاصۃ علی قول محمد لانہ کالصدقۃ وجعلہ ابو یوسف کالاعتاق واختلف الترجیح والاخذ بقول الثانی احوط واسہل بحر، وفی الدرر وصدر الشریعۃ وبہ یفتی واقرہ المصنف۔

وقال ابن عابدین تحت (قولہ ھذا بیان) واختارہ المصنف تبعا لعامۃ المشایخ وعلیہ الفتوی وکثیر من المشایخ اخذوا بقول ابی یوسف وقالوا ان علیہ الفتوی ولم یرجح احد قول الامام (قولہ واختلف الترجیح) مع التصریح فی کل منہما بأن الفتوی علیہ لکن فی الفتح ان قول ابی یوسف اوجہ عند المحققین (رد المحتار ص۳۵۱ ج۴)

وقال الطحطاوی: (قولہ واختلف الترجیح) ای والافتاء ایضا کما فی البحر و مقتضاہ ان القاضی والمفتی یخیران فی العمل بایہما کان ومقتضی قولہم یعمل بانفع للوقف ان لا یعدل عن قول الثانی لان فیہ ابقاءہ بمجرد القول فلا یجوز نقضہ۔

(حاشیۃ الطحطاوی ص۵۳۲ ج۲)

واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

۲۳ / ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بابُ المساجِد

عیدگاہ میں اسکول بنانا :

سوال : شریعتِ مطہرہ کا حکم اس بارہ میں کیا ہے کہ عیدگاہ کی جگہ پر اسکول بنایا جائے اور عیدگاہ کے لئے دوسری جگہ معین کی جائے تو جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب ومنہ الصدق والصواب

اگر عیدگاہ وقف ہے تو اس میں اسکول بنانا جائز نہیں، اس لئے کہ جہت وقف کا بدلنا صحیح نہیں ، لان شرط الواقف کنص الشارع ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ ر سفر سنہ ۷۲ھ

مسجد کے پرانے گارڈر اور دروازے :

سوال : ایک مسجد کو تنگ ہونے کی وجہ سے گرا کر نئی مسجد تعمیر کروائی جارہی ہے۔ اس سے نکلے ہوئے دروازے اور گارڈر وغیرہ فروخت کر کے رقم اس مسجد پر خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب ومنہ الصدق والصواب

مسجد سے نکلے ہوئے دروازے اور گارڈر وغیرہ اگر بعینہ مسجد میں کام نہیں آسکتے تو جماعۃ المسلمین کے اتفاق سے انھیں فروخت کر کے مسجد پر خرچ کرنا جائز ہے۔

قال فی الھندیۃ اھل المسجد لو باعوا غلۃ المسجد او نقض المسجد بغیر اذن القاضی الاصح انہ لا یجوز کذا فی السراجیۃ (عالمگیریۃ جلد۲ ص ۴۴۹)

قلت فعلم انہ یصح باذن القاضی ،

وفی الشامیۃ ناقلا عن فتاوی النسفی سئل شیخ الاسلام عن اھل قریۃ رحلوا و تداعی مسجدھا الی الخراب و بعض المتغلبۃ یستولون علی خشبہ وینقلونہ الی دورھم ھل لواحد لاھل المحلۃ ان یبیع الخشب بامر القاضی ویمسک الثمن لیصرفہ الی بعض

المساجد او الی هذا المسجد قال نعم۔

وقال قبیل هذا الا سیما فی زماننا فان المسجد وغیرہ من رباط او حوض یأخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون کما هو مشاهد (رد المحتار ج ۳ کتاب الوقف)

قلت فی زماننا جماعة المسلمین بمنزلة القاضی لان ولایته مستفاد منهم فکأنهم وکأنهم هو، فان حکام زماننا لا یعبئون بمثل هذه الامور الدینیة، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۱ ربیع الاول سنہ ۷۲ھ

مسجد کی پرانی دریاں :

سوال : کیا مسجد کے نئے یا غیر مستعمل فرش یا مستعمل اور خستہ حال فرش کو بیچ کر اسکی قیمت میں مزید روپیہ ملاکر نسبتہً بہتر فرش لگانا شرعاً درست ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

قالین، دریاں، چٹائیاں وغیرہ یعنی ایسی چیزیں جو مسجد کی تعمیر میں داخل نہیں وہ بوقت استغناء معطی کی ملک میں داخل ہو جاتی ہیں لہذا اس کی اجازت سے انھیں بیچ سکتے ہیں، اگر وہ نہ ہو تو اس کا وارث، اور وارث بھی نہ ہو یا مالک معلوم نہ ہو تو باجازت قاضی یا باتفاق جماعت مسلمین بیع جائز ہے۔

قال فی وقف الهندیة : ذکر ابو اللیث رحمه اللہ تعالیٰ فی نوازله : حصیر المسجد اذا صار خلقا واستغنی اهل المسجد عنه وقد طرحه انسان ان کان الطارح حیا فهو له وان کان میتا ولم یدع وارثا ارجوا ان لا بأس ان یدفع اهل المسجد الی فقیر او ینتفع به فی شراء حصیر آخر للمسجد والمختار انه لا یجوز لهم ان یفعلوا ذلک بغیر امر القاضی کذا فی فتاوی قاضی خان (عالمگیریة ص ۴۵۸ ج ۲)

اگر ایسی چیزیں مال وقف سے ہوں تو منتظمین ان کو فروخت کر کے مسجد پر صرف کر سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۳ صفر سنہ ۱۳۹۳ھ

وقف علی المسجد میں قبر بنانا :

یہ مسئلہ کتاب الجنائز میں گزر چکا ہے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سرکاری زمین میں بلا اجازت مسجد کا بڑھانا :

سوال : ایک مسجد تنگ ہے، اس کے بڑھانے کی سخت ضرورت ہے، لوگ بیچارے بہت پریشان ہیں۔ مگر مسجد کے ساتھ متصل سرکاری زمین ہے اور گورنمنٹ مسجد کو بڑھانے کی اجازت نہیں دیتی، اس صورت میں بلا اجازت مسجد کو وسیع کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب ومنہ الصدق والصواب

حکومت پر مساجد کا انتظام اور تعمیر بقدر ضرورت فرض ہے معہذا اگر حکومت اپنا یہ فرض ادا نہیں کرتی تو بلا اذن حکومت زمین پر تعمیر جائز نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱ ربیع الاول سنہ ۷۲ھ

ایک مسجد کا سامان دوسری میں منتقل کرنا :

سوال : ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد کے کام میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

بینوا توجروا

الجواب ومنہ الصدق والصواب

مسجد کا سامان دو قسم کا ہوتا ہے :

ایک وہ جس کا تعلق مسجد کی بنا کے ساتھ ہو، جیسے اینٹیں، گارڈر، دروازے وغیرہ، اسے انقاض المسجد کہا جاتا ہے۔ ایسے سامان کا حکم یہ ہے کہ اگر مسجد آباد ہے اور اس میں نماز پڑھی جاتی ہے تو اس مسجد کا ایسا سامان دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں، ان کو بعینہا یا بیچ کر ان کی قیمت اسی مسجد میں صرف کی جائے۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : الفتوی علی ان المسجد لا یعود میراثا ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر (رد المحتار جلد ۳ کتاب الوقف مطلب فی نقل انقاض المسجد)

اور اگر مسجد غیر آباد ہو جائے کہ کوئی بھی اس میں نماز نہیں پڑھتا۔ مثلاً مسجد کے گرد و نواح کے لوگ وہ علاقہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جا بسے ہوں جس کی وجہ سے مسجد بالکل ویران ہو گئی ہو تو ایسی حالت میں اس مسجد کی اینٹیں، گارڈر اور دروازے وغیرہ جماعۃ المسلمین کے متفقہ فیصلہ سے دوسری مسجد کی طرف نقل کئے جا سکتے ہیں۔

قال فی الھندیۃ : اھل المسجد لو باعوا غلۃ المسجد او نقض المسجد بغیر اذن

القاضی الاصح انہ لا یجوز کذا فی السراجیۃ (عالمگیریۃ جلد ۲ ص ۳۴۹)

قلت فعلم انہ یجوز باذن القاضی

وقال فی الشامیۃ : نا قلا عن فتاوی النسفی سئل شیخ الاسلام عن اھل قریۃ رحلوا وتداعی مسجدھا الی الخراب وبعض المتغلبۃ یستولون علی خشبہ وینقلونہ الی دورھم ھل لواحد لاھل المحلۃ ان یبیع الخشبۃ بامر القاضی ویمسک الثمن لیصرفہ الی بعض المساجد او الی ھذا المسجد قال نعم۔

وقال قبیل ھذا الاسیما فی زماننا فان المساجد وغیرھا من رباط او حوض یأخذ انقاضہ اللصوص والمتغلبون کما ھو مشاھد (رد المحتار کتاب الوقف ج ۳)

مسجد کا دوسری قسم کا سامان جس کا بنا مسجد میں کوئی دخل نہیں، جیسے چٹائی اور فانوس وغیرہ اسے آلات المسجد کہا جاتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس مسجد میں ضرورت نہیں تو اس کا دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنا جائز ہے بشرطیکہ واقف بھی اجازت دے، اس لئے کہ ایسا سامان بوقت استغنار ملک واقف میں عود کر آتا ہے۔ لہٰذا واقف کا اذن ضروری ہے۔

قال فی الشامیۃ تحت (قولہ ومثلہ حشیش المسجد الخ) قال الزیلعی وعلی ھذا حصیر المسجد وحشیشہ اذا استغنی عنھما یرجع الی مالکہ عند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ وعند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ینقل الی مسجد آخر وعلی ھذا الخلاف الرباط والبئر اذا لم ینتفع بھما اھ وصرح فی الخانیۃ ان الفتوی علی قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ قال فی البحر وبہ علم ان الفتوی علی قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی آلات المسجد (رد المحتار ج ۳)

واللہ تعالیٰ اعلم

سلخ رجب سنہ ۷۲ھ

ایک مسجد سے قرآن دوسری میں منتقل کرنا :

یہ مسئلہ کتاب الوقف میں گزر چکا ہے۔

پرانے قبرستان پر مسجد بنانا :

یہ مسئلہ بھی کتاب الوقف میں گزر چکا ہے۔

عیدگاہ بحکم مسجد ہے یا نہیں :

سوال : کیا عیدگاہ بھی بحکم مسجد ہے ؟

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الجواب ومنہ الصدق والصواب

جمیع احکام میں عیدگاہ کا بحکم مسجد ہونا مختلف فیہ ہے، شامیہ سے جمیع احکام میں بحکم مسجد ہونے کو ترجیح معلوم ہوتی ہے، وھو احوط ومقابلہ اوسع۔

قال فی شرح التنویر واما المتخذ لصلوٰۃ جنازۃ او عید فھو مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نھایۃ۔

وفی الشامیۃ (قولہ بہ یفتی نھایۃ) عبارۃ النھایۃ والمختار للفتوی انہ مسجد فی حق جواز الاقتداء الخ (وبعد سطرین) ومقابل ھذا المختار ما صححہ فی المحیط فی مصلی الجنازۃ انہ لیس لہ حکم المسجد اصلاً وما صححہ تاج الشریعۃ ان مصلی العید لہ حکم المساجد وتمامہ فی الشرنبلالیۃ (رد المحتار ج ۱)

وایضا فی کتاب الوقف منھا (قولہ والمصلی) شمل الجنازۃ ومصلی العید قال بعضھم یکون مسجداً حتی اذا مات لا یورث عنہ وقال بعضھم ھذا فی مصلی الجنازۃ اما مصلی العید فلا یکون مسجداً مطلقاً وانما یعطی لہ حکم المسجد فی صحۃ الاقتداء بالامام وان کان منفصلاً عن الصفوف وفیما سوی ذلک فلیس لہ حکم المسجد وقال بعضھم یکون مسجداً حال ادائہ الصلاۃ لا غیر وھو والجنابۃ سواء ویجنب ھذا المکان عما یجنب عنہ المساجد احتیاطاً اھ خانیۃ واسعفنی والظاھر ترجیح الاول لانہ فی الخانیۃ یقدم الاشھر (رد المحتار ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ شوال سنہ ۷۳ھ

عیدگاہ میں کھیلنا کودنا:

سوال: عیدگاہ میں کھیلنا کودنا یا اس میں دعوت وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ومنہ الصدق والصواب

عیدگاہ کا احترام بہرکیف واجب ہے، اگرچہ اس کے مسجد ہونے میں اختلاف ہے، مگر بے حرمتی سے حفاظت بہرحال ضروری ہے، لہٰذا امور مسئولہ کی اجازت نہیں،

قال فی الشامیۃ (قولہ بہ یفتی نھایۃ) عبارۃ النھایۃ والمختار للفتوی انہ مسجد فی حق جواز الاقتداء الخ لکن قال فی البحر ظاھرہ انہ یجوز الوطء والبول والتخلی فیہ ولا یخفی ما فیہ فان البانی لم یعدہ لذلک فینبغی ان لا یجوز وان حکمنا بکونہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

غیر مسجد وانما تظهر فائدته فی حق بقیة الاحکام وحل دخوله للجنب والحائض اھ
(رد المحتار ج ۱)

وایضًا فی کتاب الوقف منها عن الخانیة ویجنب هذا المکان عما یجنب عنه المساجد احتیاطًا اھ (رد المحتار ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ شوال سنہ ۷۳ھ

بنائے مسجد کی نذر :

یہ مسئلہ کتاب النذر والیمین میں گزر چکا ہے۔

مسجد میں وضو کے لئے ٹنکی بنانا :

سوال : شریعت مطہرہ کا حکم اس بارہ میں کیا ہے کہ مسجد کے ایک کونے میں وضو کے لئے ٹنکی بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

اگر یہ جگہ ابتدا ہی سے مسجد میں داخل نہ کی جاتی تو اس میں ٹنکی بنانا جائز تھا۔ مسجد میں داخل کرنے کے بعد اس میں ٹنکی بنانا اور مسجد سے خارج کرنا جائز نہیں۔ اگر مسجد کی حدود متعین کر کے زبان سے بھی اس کا اظہار کر دیا کہ اتنی جگہ مسجد ہے اس کے بعد بانی مسجد نے کہا کہ اس جگہ شروع ہی سے میری نیت ٹنکی بنوانے کی تھی تو اس کا یہ قول قبول نہ کیا جائے گا، سو جب بانی مسجد کا ابتدا ہی سے اس جگہ کو وضو کے لئے معین کرنا ثابت نہ ہوا تو یہ جگہ مسجد میں داخل رہے گی اور مسجد میں وضو کا پانی گرانا جائز نہیں۔

یہ شبہہ نہ کیا جائے کہ وضو کا پانی فرش مسجد سے نیچے نالی میں گرے گا، اس لئے کہ تحت الثری سے لیکر عنان السما تک یہ جگہ بحکم مسجد ہے۔

نیز ٹنکی بنانے سے نمازیوں پر تضییق ہوگی جو ممنوع ہے، اگر مسجد وسیع ہو اور ٹنکی بنانے کے باوجود نمازیوں پر تضییق کا خطرہ نہ ہو تو بھی "ما اعدّ للصلوٰۃ" کو مشغول کرنا جائز نہیں۔

قال فی البحر لو بنی بیتًا علی سطح المسجد لسکنی الامام فانه لا یضر فی کونه مسجدا لانه من المصالح، فان قلت لو جعل مسجدا ثم اراد ان یبنی فوقه بیتًا للامام او غیره هل له ذلك قلت فی التتارخانیة اذا بنی مسجدا وبنی فوقه وهو

ای المسجد فی یدہ فلہ ذلك وان کان حین بناہ خلی بینہ وبین الناس ثم جاء بعد ذلك یبنی لایترکہ وفی جامع الفتاوی اذا قال عنیت ذلك فانہ لایصدق (البحر الرائق کتاب الوقف ج ۵)

وقال شارح التنویر فی بیان محرمات المساجد والوضوء الافیما اعد لذلك۔

وفی الشامیۃ (قولہ والوضوء) لان ماءہ مستقذر طبعا فیجب تنزیہ المسجد عنہ کما یجب تنزیہہ عن المخاط والبلغم بدائع (رد المحتار ج ۱)

وایضاً فی الشرح لانہ مسجد الی عنان السماء۔

وفی الشامیۃ وکذا الی تحت الثری (رد المحتار ج ۱)

وفی الشامیۃ فی بیان الاشجار فی المسجد ولا یضیق علی الناس (وبعد اسطر) لان فیہ شغل ما اعد للصلوٰۃ ونحوھا وان کان المسجد واسعاً (رد المحتار ج ۱)

واللہ تعالیٰ اعلم

۷ محرم سنہ ۷۴ھ

مشترک زمین میں بلا اجازت مسجد بنانا:

سوال: ایک مشترک زمین میں ایک شخص نے مسجد بنوائی جس میں شریک ثانی کے روبرو اذان وجماعت ہوتی رہی، تقریباً پانچ برس گزرنے کے بعد شریک ثانی اپنا حصہ مسجد میں دینے سے انکار کرتا ہے تو یہ مسجد شرعاً درست ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

قال فی شرح التنویر: باع الفضولی ملك رجل والمالك ساکت حیث لایکون سکوتہ رضا عندنا،

وفی الشامیۃ: عن فتاوی امین الدین عن المحیط اذا اشتری سلعۃ من فضولی وقبض المشتری المبیع بحضرۃ صاحب السلعۃ فسکت یکون رضا اھ ومثلہ فی البزازیۃ عن المحیط ایضاً فعلم بہ ان محل ماھنا ما اذا لم یقبض السلعۃ بحضرۃ صاحبھا وھو ساکت (رد المحتار مسائل شتی ج ۵ ص ۶۵۰)

وایضاً فیھا (قبیل ھذا) ومثل البیع الوقف۔

وایضاً فیھا (قولہ حاضر) المراد من الحضور الاطلاع۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وفی شرح التنویر فی احکام المسجد من کتاب الوقف وشرط محمد والامام رحمہما اللہ تعالیٰ الصلوٰۃ فیہ بجماعۃ۔

وفی الشامیۃ (قولہ بجماعۃ) لانہ لابد من التسلیم عندھما خلافا لابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وتسلیم کل شیء بحسبہ ففی المقبرۃ بدفن واحد وفی السقایۃ بشربہ وفی الخان بنزولہ واشتراط الجماعۃ لانہا المقصودۃ من المسجد ولذا اشترطان تکون جھرًا باذان واقامۃ والا لم یصر مسجدا (الی قولہ) ولو اتحد الامام والمؤذن وصلی فیہ وحدہ صار مسجدا بالاتفاق لان الاداء علی ھذا الوجہ کالجماعۃ قال فی النھر واذا قد عرفت ان الصلوٰۃ فیہ اقیمت مقام التسلیم علمت انہ بالتسلیم الی المتولی یکون مسجدا دونھا ای دون الصلوٰۃ (الی قولہ) وکذا لو سلمہ الی القاضی او نائبہ۔

(رد المحتار ص ۵۱۱ ج ۳)

وفی شرکۃ شرح التنویر وکل من شرکاء الملک اجنبی فی مال صاحبہ لعدم تضمنھا الوکالۃ (رد المحتار ص ۴۶۰ ج ۳)

ان جزئیات سے امور ذیل مستفاد ہوئے:

(۱) شرکت عین میں ہر شریک دوسرے کے حصہ میں اجنبی اور فضولی ہے۔

(۲) بیع الفضولی مع قبض المشتری وحضور المالک دال علی الرضا ہے۔

(۳) اطلاع مالک بحکم حضور ہے۔

(۴) وقف موقوف علی الاجازۃ ہونے میں عموماً اور مزیل ملک ہونے میں خصوصًا بحکم بیع ہے۔

(۵) مسجد میں صلوٰۃ مع الجماعۃ بمنزلہ تسلیم وقبض ہے۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ مسجد شرعی ہو چکی ہے، اب اس میں شریک کا دعویٰ غیر مسموع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ ربیع الاول سنہ ۷۵ھ

حرام مال سے تعمیر کردہ مسجد کا حکم:

سوال: ایک مسجد زنا کی آمدنی سے تیار کی گئی ہے، اس کا شرعًا کیا حکم ہے؟ بینوا بالبرھان توجروا عند الرحمٰن

الجواب ومنہ الصدق والصواب

حرام مال مسجد پر صرف کرنے کی مختلف صورتیں ہیں اور ان کا حکم بھی مختلف۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۱) حرام مال سے مسجد کی زمین نہ خریدی گئی ہو، بلکہ دیواروں پر خرچ کیا ہو۔ اس صورت کے بارے میں بعض اکابر نے تحریر فرمایا ہے :

"اس میں نماز پڑھتے وقت حرام کا استعمال نہیں پایا جاتا اس لئے اس میں نماز درست ہے، مگر حرام مال مسجد پر صرف کرنے کا گناہ ہوگا، لہٰذا مال حرام سے تعمیر کردہ دیواریں گرا کر حلال مال سے دوبارہ تعمیر کرنا ضروری ہے۔

قال فی الشامیة (قوله لو بماله الحلال) قال تاج الشریعة اما لو انفق فی ذلك ما لا خبیثاً او ما لا سببه الخبیث والطیب فیکره لان الله تعالیٰ لا یقبل الا الطیب فیکره تلویث بیته بما لا یقبله اهـ شرنبلالیة (رد المحتار ج۱)"

قول عدم استعمال خلاف ظاہر ہے، لہٰذا اس صورت کا حکم بھی صورت ثانیہ کی طرح معلوم ہوتا ہے۔

(۲) اگر حرام مال فرش پر لگایا گیا تو نماز پڑھنے سے حرام کا استعمال ہوگا، لہٰذا اسمیں نماز مکروہ تحریمی ہے، اس کا تدارک یوں ہو سکتا ہے کہ حرام مال سے طیار کردہ فرش اکھاڑ کر طیب مال سے فرش لگایا جائے۔

(۳) اگر حرام مال سے زمین خرید کر اس پر مسجد بنائی گئی تو اس میں بھی استعمال حرام کی وجہ سے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اس کا تدارک بھی ممکن نہیں، مگر چونکہ اس کا وقف صحیح ہو چکا ہے اس لئے بیع اول کا استرداد کر کے دوبارہ مال طیب سے اشتراء نہیں کیا جا سکتا۔

یہ مسجد اگرچہ غیر مقبول ہے، لحدیث ان اللہ طیب لا یقبل الا طیباً۔ مگر اس کے باوجود اس کی مسجدیت میں کوئی شبہہ نہیں، لہٰذا اسکی بے حرمتی جائز نہیں۔

مسجد کے لئے صرف یہ شرط ہے کہ موقوف للصلوٰۃ ہو، اور صحت وقف کے لئے فارغ عن ملك الغیر ہونا شرط ہے۔ یہ شرائط ایسی مسجد میں موجود ہیں کشاف اور مدارک کے جزئیہ "قیل کل مسجد بنی مباهاة او ریاءً وسمعة او لغرض سوی ابتغاء وجه الله او بمال غیر طیب فهو لاحق بمسجد الضرار" سے شبہہ نہ کیا جائے، اس لئے کہ :

اولاً تو یہ قول "قیل" سے منقول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ثانیاً اسے غیر مقبول ہونے پر محمول کرنا واجب ہے۔ یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ یہ مسجد

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ہی نہیں، اس لئے کہ مسجدیت کے شرائط موجود ہیں،

غرضیکہ اس مسجد میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اس کی بے حرمتی بھی جائز نہیں، اور نہ ہی اس کے تدارک کی کوئی صورت نظر آرہی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن مجید اوراقِ مغصوبہ پر لکھا گیا ہو تو اس کا پڑھنا جائز نہیں للزوم استعمال الحرام اور اسکی بے حرمتی بھی جائز نہیں، لانہ قرآن، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۱ ربیع الآخر سنہ ۷۴ھ

عیدگاہ کی فاضل زمین پر مدرسہ بنانا:

سوال: یہاں مدرسہ عربیہ میں تعمیرات کی تنگی ہے اور عیدگاہ بہت وسیع ہے، اسکا کچھ حصہ کاشت کروایا جاتا ہے اور اس کی آمدنی عیدگاہ پر خرچ کی جاتی ہے، خیال ہے کہ اگر مدرسہ کی تعمیر کے لئے عیدگاہ کی فاضل اراضی کا استعمال کرنا شرعاً جائز ہو تو مدرسہ کافی وسیع پیمانہ پر چلایا جاسکتا ہے۔ اس کے متعلق ایک استفتاء مرتب کرکے بعض حضرات علماء کی خدمت میں بھیجا گیا تھا۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے بلاشک جواز کا حکم دیا، لیکن خیر المدارس کے دارالافتاء سے اور سہارنپور سے جو جواب آیا، انھوں نے شرط الواقف کنص الشارع کی عبارت پیش کرکے اس کو خلاف شرط قرار دیکر عدم جواز کا حکم دیا، پھر حضرت مولانا خیر محمد صاحب یہاں تشریف لائے، ان سے گفتگو ہوئی، وہ بھی چاہتے یہ تھے کہ اگر مسئلہ کی گنجائش نکالی جاسکے تو ضرورت تو واقعی یہ ہے کہ مدرسہ منتقل کردیا جائے اور انھوں نے فرمایا کہ آپ کی خدمت میں استفتاء بھیج دو، آپ مفصل جواب دیدیں گے۔ لہٰذا عرض ہے کہ آپ تفصیلی جواب عطاء فرمائیں۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

بندہ نے صورت مسئلہ میں بار بار غور کیا مگر سمجھ میں یہی آیا کہ عیدگاہ کی زمین میں مدرسہ بنانا جائز نہیں، ہر چند سوچنے کے باوجود مجوزین حضرات کے خیال کی بناء سمجھ میں نہیں آتی، اگر آپ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ کے افتاء کے دلائل تحریر فرمادیتے تو اس پر کچھ غور کرسکتا، بہرکیف مسئلہ کی نوعیت بالکل واضح ہے جس میں ذرہ برابر شک وشبہہ کی گنجائش نہیں، معہذا جو امور موجبِ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

خلجان ہوسکتے ہیں اثنار جواب میں ان کی تنقیح بھی کر دی ہے۔

قال فی الشامیۃ فان شرائط الواقف معتبرۃ اذا لم تخالف الشرع وھو مالک فلہ ان یجعل مالہ حیث شاء مالم یکن معصیۃ ولہ ان یخص صنفاً من الفقراء ولو کان الوضع فی کلھم قربۃ (رد المحتار ص ۴۹۹ ج ۳)

وقال فی التنویر اتحد الواقف والجھۃ وقل مرسوم بعض الموقوف علیہ جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الآخر علیہ وان اختلف جدھما الا (رد المحتار ص ۵۱۵ ج ۳)

معلوم ہوا کہ شروط واقف کے خلاف کرنا اور جہت وقف کا بدلنا جائز نہیں، خود واقف بھی اپنی شرط کے خلاف نہیں کرسکتا۔

قال فی شرح التنویر وقف ضیعۃ علی الفقراء ثم قال لولیہ اعط من غلتھا فلانا کذا وفلانا کذا لم یصح لخروجہ عن ملکہ بالتسجیل (رد المحتار ص ۵۱۳ ج ۳)

درمختار کے مندرجہ بالا جزئیہ کے بعد "ان للواقف الرجوع فی الشرط ولو مسجلا (رد المحتار ص ۵۱۴ ج ۳) کے جزئیہ سے شبہہ نہ کیا جائے، کیونکہ اسی موقع پر علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وفیہ کلام سیأتی" چنانچہ آگے چل کر ایک موقع پر نہایت بسط سے اسکی تحقیق فرمائی ہے جس سے چند اقتباسات تحریر کئے جاتے ہیں:

لایجوز ان یفعل الامام شرط وقت العقد۔

وما کان من شرط معتبر فی الوقف فلیس للواقف تغییرہ ولا تخصیصہ بعد تقررہ ولاسیما بعد الحکم الخ (رد المحتار ص ۵۹۷ ج ۳)

غرضیکہ خود واقف بھی جہت وقف کو تبدیل نہیں کرسکتا،

اسی طرح حاکم بھی بیت المال کے وقف میں تبدیل جہت کا اختیار نہیں رکھتا،

قال فی شرح التنویر ان السلطان یجوز لہ مخالفۃ الشرط (الی ان قال) وان غایر شرط الواقف لان اصلھا لبیت المال،

وفی الشامیۃ قلت والمراد من عدم مراعاۃ شرطھا ان للامام او نائبہ ان یزید فیھا او ینقص ونحو ذلک ولیس المراد انہ یصرفھا عن الجھۃ المعینۃ الخ (رد المحتار ص ۵۷۹ ج ۳)

حاصل یہ کہ جملہ کتب معتبرہ میں وضاحت ہے کہ شرط واقف اور جہت وقف کے خلاف کرنا جائز نہیں، اگر موقوف علیہ سے استغنار ہوچکا ہو تو بھی وقف کی آمدن موقوف علیہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کے مجانس اقرب پر صرف کی جائے گی، اس حالت میں بھی جہت وقف کا بدلنا جائز نہیں۔

قال فی التنویر ومثله حشیش المسجد وحصیرہ مع الاستغناء عنهما والرباط والبئر اذا لم ینتفع بهما فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر (والحوض شرح) الی اقرب مسجد اور رباط او بئر (او حوض، شرح) الیه،

وقال فی الشامیة (قوله الی اقرب مسجد او رباط الخ) لف ونشر مرتب وظاهره انه لایجوز صرف وقف مسجد خرب الی حوض وعکسه وفی شرح الملتقی یصرف وقفها لاقرب مجانس لها (رد المحتار ص ۵۱۳ ج ۳)

مذکورہ جزئیہ اگرچہ مصرف اول کے خراب ہو جانے سے متعلق ہے مگر مصرف اوّل سے اوقاف کی آمدن اگر بہت زیادہ ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اس لئے کہ استغناء دونوں صورتوں کو جامع ہے۔

شرح التنویر مع الشامیہ ص ۵۲۰ میں یہ جزئیہ ہے:

ویبدء من غلته بعمارته ثم ما هو اقرب بعمارته کامام مسجد ومدرس مدرسته یعطون بقدر کفایتهم ثم السراج والبساط الی اٰخر المصالح وان لم یشترطه الواقف للثبوته اقتضاءً۔

اس سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ وقف مسجد سے مدرس کو دینا جائز ہے، اس سے مقصد یہ ہے کہ وقف مسجد سے امام کو اور وقف مدرسہ سے مدرس کو دینا جائز ہے اس لئے کہ مندرجۂ ذیل جزئیہ میں تصریح ہے کہ مسجد پر وقف کرتے وقت اگر مدرس بھی مشروط فی الوقف ہو تو وہ بھی مصارف لازمہ سے نہیں۔

قال فی شرح التنویر وانما یکون المدرس من الشعائر لو مدرس المدرسة کما مر امامدرس الجامع فلا لانه لایتعطل لغیبته بخلاف المدرسة حیث تقفل اصلا۔

(رد المحتار ص ۵۲۵ ج ۳)

خلاصہ یہ کہ اصل موقوف علیہ سے استغناء کے وقت بھی جہت وقف کا بدلنا جائز نہیں اقرب مجانس پر صرف کرنا ضروری ہے، عالمگیریہ میں بھی اس قسم کا جزئیہ موجود ہے:

سئل شمس الائمة الحلوانی عن مسجد او حوض خرب ولا یحتاج الیه لتفرق الناس هل للقاضی ان یصرف اوقافه الی مسجد اٰخر او حوض اٰخر قال نعم ولو لم

یتفرق الناس ولکن یستغنی الحوض عن العمارۃ وھناک مسجد محتاج الی العمارۃ اوعلی العکس ھل یجوز للقاضی صرف وقف ما استغنی عن العمارۃ الی عمارۃ ما ھو محتاج الی العمارۃ قال لاکذا فی المحیط (عالمگیریہ ص ۳۵۲ ج ۲)

اس عبارت میں اقرب مجانس کی تصریح نہیں، شرح التنویر اور شامیہ کے مذکورہ جزئیات میں وضاحت ہے کہ بحالت استغنار مسجد کا وقف قریب ترین مسجد پر اور حوض کا وقف قریب ترین حوض پر صرف کیا جائے گا۔ وھذا ما جاء فی فہم ھذا الفقیر والعلم عند اللہ اللطیف الخبیر۔

۱۸ رجب سنہ ۷۴ھ

مسجد کی زمین میں امام کا مکان بنانا:

سوال: ایک مسجد کافی وسیع ہے اس کا کچھ حصہ خارج کرکے اس میں امام مسجد کے لئے مکان تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب ومنہ الصدق والصواب

جو زمین ایک دفعہ مسجد میں داخل ہو چکی ہے وہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی کسی بھی ضرورت کے لئے اسے مسجد سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔

قال فی شرح التنویر ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدًا عند الامام والثانی ابدًا الی قیام الساعۃ وبہ یفتی۔

وفی الشامیۃ (قولہ ولو خرب ما حولہ الخ) ای ولو مع بقائہ عامرًا وکذا لو خرب ولیس لہ ما یعمر بہ وقد استغنی الناس عنہ لبناء مسجد آخر (رد المحتار ص ۵۱۳ ج ۳)

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹ شوال سنہ ۷۴ھ

نزد مسجد بیت الخلا وغسل خانہ ساختن:

سوال: نزد دیوار مسجد پائخانہ تیار کردہ در آن حاجت می کنند وہمچنیں غسلخانہ بنا می کنند دریں دو چیز و مسجد چند فاصلہ ضروری ہست؟ بحوالہ کتب جواب دہند،

الجواب ومنہ الصدق والصواب

قال فی الشامیۃ فی باب مکروھات الصلوٰۃ لو جعل الواقف تحتہ بیتا للخلاء ھل

یجوز کما فی مسجد محلة الشحم فی دمشق لم أره صریحًا نعم سیأتی متنًا فی کتاب الوقف انه لو جعل تحته سردابا للمصالحه جاز تأمل (رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۴)

این جزئیہ دال ست برجواز بناء بیت الخلاء نزد مسجد بلکہ بزیر مسجد ہم ابتداءً۔ مگر درین قیاس مع الفارق ست چراکہ بیت الخلاء را باغراض و مصالح مسجد ہیچ گونہ تعلق قریب نیست، واما تعلق بوسائط بعیدہ پس باین طور ہر فعل باغراض مسجد متعلق خواہد شد وایں مبطل ست برائے قید "لمصالحه"، ونیز بناء بیت الخلاء بقرب مسجد عرفًا خلاف احترام ست، ونیز موجب ایذاء مصلیان، و در حدیث آکل ثوم وبصل را از قرب مسجد بالفاظ "فلا یقربن مسجدنا" نہی آمدہ است، وظاہر ست کہ تعفن بیت الخلاء از بدبوئی ثوم وبصل بدرجہا زیادۃ ترست، شاید کہ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ بحکم تأمل بایں جانب اشارہ فرمودند۔

ہمچنیں غسلخانہ از اغراض و مصالح مسجد نیست، بلکہ مزید برین موضع اقذار و اوساخ است و بروغیر مصلیان فساق و فجار ہم جمع می شوند، بقرب مسجد امثال این چنین محدثات ساختن خلاف حرمت مسجد است۔ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ــــ ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۳ جمادی الاولیٰ سنہ ۷۵ھ

کافر کی متروک جائداد پر مسجد بنانا:

سوال: ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ہندوستان کی طرف جانے والے غیر مسلموں کی اراضی پر مساجد تعمیر کرنا جائز نہیں، اگرچہ حکومت پاکستان کی اجازت سے ہو، دلیل میں آیت قرآنیہ "ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ" بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ حدیث میں ہے کہ قبور مشرکین کی جگہ پر مسجد نبوی تعمیر کی گئی، مولوی صاحب مذکور کا قول اور استدلال کہاں تک صحیح ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ومنه الصدق والصواب

مولوی صاحب کا قول واستدلال صحیح نہیں، اس لئے کہ غیر مسلم کا اپنی مملوکہ زمین میں بنیت قربت مسجد تعمیر کروانا جائز ہے۔

قبور مشرکین کی جگہ پر مسجد نبوی کی تعمیر سے جواز تعمیر فی ارض الکفار پر استدلال صحیح نہیں، اس لئے کہ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت اس زمین کے مالکان اسلام لاچکے تھے، یہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مقبرہ ان کا مملوکہ تھا۔ تو تعمیر مسجد نبوی ارض مسلم پر ہوئی نہ کہ ارض کافر پر، ہاں ارض کافر پر بشرط مذکور تعمیر مسجد جائز ہے۔ اور صورت زیر بحث میں تو ارض کافر ہے ہی نہیں اس لئے کہ دونوں حکومتوں کے باہمی فیصلہ کے بعد ہر حکومت متروک جائداد پر قبضۂ وکالت رکھتی ہے یعنی تصرفات میں اصل مالک کی وکیل ہے، لہٰذا جب غیر مسلم کو اس کی جائداد کا عوض ہندوستان میں مل گیا تو یہ اس جائداد کی بیع بواسطہ وکیل ہوئی۔

اگر انتقال آبادی و معاوضۂ املاک کے اس معاہدہ کا اعتبار نہ کیا جائے جیسا کہ بعض حضرات کی رائے ہے تو املاک متروکہ بحکم فیٔ ہونے کی وجہ سے ملک کفار سے خارج ہوگئیں، لہٰذا بہرکیف متروکہ املاک میں حکومت کی اجازت سے تعمیر مساجد بلاشبہہ جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ رجب سنہ ۷۵ھ

سوال مثل بالا:

سوال: ایک شخص کی زمین شہر دریاخاں مری سے متصل ہے، اس مالک زمین اور دوسرے مسلمانوں کو مسجد محلہ کی ضرورت ہے، مالک زمین کہتا ہے کہ اس زمین سے میں مسجد کے لئے حسب ضرورت قطعہ وقف کرتا ہوں، مگر اس زمین میں ہندو میرا شریک ہے جو ہندوستان چلا گیا ہے، اس کا حق یوں ادا کروں گا کہ اس زمین سے اسے اس کا حصہ دیدوں گا یا نقد رقم۔ تو اس صورت میں اس زمین میں تعمیر مسجد جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ومنہ الصدق والصواب

حکومت کو درخواست دیکر اس زمین کو تقسیم کرواکر اپنے حصہ میں مسجد تعمیر کروائی جائے، مزید زمین کی ضرورت پڑے تو ہندو شریک کا حصہ بھی حکومت کی اجازت سے کام میں لایا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

غرۂ ذی حجہ سنہ ۷۱ھ

سوال مثل بالا:

سوال: پاکستان میں غیر مسلم کی متروکہ زمین پر مسجد طیار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الجواب ومنہ الصدق والصواب

متروکہ املاک پر حکومت کا قبضہ خواہ بطور استیلاء کہا جائے یا بطور انتظام بمنزلۃ الوکالۃ عن المالک وھوالظاھر ۔ بہرکیف حکومت کے اذن سے متروکہ زمین میں تعمیر مسجد جائز ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۰ ذی حجہ سنہ ۷۴ھ

کافر کا مسجد بنانا :

سوال : کافر اگر مسجد تعمیر کرے، یا تعمیر مسجد میں چندہ دے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب ومنہ الصدق والصواب

کافر اگر قربت کی نیت سے مسجد تعمیر کرے یا مسجد کے لئے چندہ دے تو جائز ہے ۔ آگے اس میں اختلاف ہے کہ مذہب واقف میں قربت ہونا شرط ہے یا کہ واقف کے خیال وعقیدہ میں قربت ہونا کافی ہے، راجح قول ثانی ہے،

قال فی الھندیۃ واما سببہ فطلب الزلفی (الی قولہ) واما الاسلام فلیس بشرط وفی کتاب الوقف من شرح التنویر بدلیل صحتہ من الکافر ،

وفی الشامیۃ حتی یصح من الکافر (الی قولہ) بخلاف الوقف فانہ لابد فیہ من ان یکون فی صورۃ القربۃ وھو معنی ما یأتی فی قولہ ویشترط ان یکون قربۃ فی ذاتہ اذلو اشترط کونہ قربۃ حقیقۃ لم یصح من الکافر (رد المحتار ج ۳)

وقف کافر بحکم وصیت کافر ہے اور ہدایہ وغیرہ جملہ کتب میں لکھا ہے کہ اگر جہت وصیت عند الکافر قربت ہو تو یہ وصیت جائز ہے

آیۂ کریمہ "ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ" سے کافر کی تعمیر مسجد کے عدم جواز پر استدلال صحیح نہیں، آیت کے سیاق وسباق اور شان نزول پر نظر ڈالنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس میں مسجد حرام کی تعمیر اور سقایہ حاج پر افتخار مشرکین کا رد ہے، اس طرح کہ مشرکین میں قبول عمل کی شرط (ایمان) موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان کا یہ عمل مقبول نہیں اور عمل غیر مقبول پر فخر کرنا لغو ہے، اس آیت میں جواز وعدم جواز سے کوئی تعرض نہیں، لہٰذا "للمشرکین" میں لام جواز نہیں بلکہ استحقاق وصلاحیت کا ہے، والتفصیل فی بیان القرآن ۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اس سے معلوم ہوا کہ بعض مفسرین کا اس آیت سے عدم جواز ثابت کرنا صحیح نہیں، اس لئے کہ آیت کے سیاق وسباق وشان نزول کے خلاف ہونے کے علاوہ تصریحات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی معارض ہے اور بوقت معارضہ مفسرین کا قول قابل قبول نہ ہوگا "فانہ لکل فن رجال"

خانۂ کعبہ کی تعمیر مشرکین کو برقرار رکھنے سے زیادہ قوی کون سی دلیل جواز پر ہوسکتی ہے؟ فبای حدیث بعدہ یؤمنون۔

غرضیکہ اگر کافر بنیت ثواب مسجد تعمیر کرے تو جائز ہے، البتہ اگر اس عمل کی وجہ سے مسلمانوں پر کفار کے افتخار واظہار منت کا اندیشہ ہو تو ان کے اس عمل کو قبول کرنا جائز نہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹ رجب سنہ ۷۵ھ

مسجد میں خرید وفروخت کرنا:

سوال: ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ مسجد میں بیع جب مکروہ ہے کہ مبیع بہت زیادہ ہو اور مسجد میں بیع بازار کی طرح عموماً کی جائے۔ اگر کسی چھوٹی چیز کی بیع کبھی کبھی مسجد میں کرلی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں؟ دلیل میں عبارت ذیل پیش کرتے ہیں:

وکذلك النهی عن البیع فیه هو الذی یغلب علیه حتی یکون کالسوق لانه صلی الله علیه وسلم لم ینه علیا رضی الله تعالیٰ عنه عن خصف النعل فیه مع انه لو اجتمع الناس لخصف النعال فیه کره فکذلك البیع والنشاد الشعر والتحلق قبل الصلوٰة فما غلب علیه کره وما لا فلا اھ

(رد المحتار ص ۶۱۸ ج ۱)

نیز کہتے ہیں کہ بذل المجہود شرح ابی داود میں اس سے بھی زیادہ جواز کی تصریح اور تشریح ہے نیز شامیہ باب الاعتکاف میں ہے:

ان المبیع لو لم یشغل البقعة لا یکره احضاره کدراهم یسیرة او کتاب ونحوه (الی قوله) ان احضار الثمن والمبیع الذی لا یشغل جائز اھ

(رد المحتار ص ۸۸۴ ج ۲)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کیا مولوی صاحب کا یہ خیال اور استدلال درست ہے۔ بینوا توجروا

الجواب ومنہ الصدق والصواب

شامیہ باب الاعتکاف کا جزئیہ تو صرف معتکف سے متعلق ہے، اس میں بیع کے جواز یا عدم جواز سے متعلق کوئی بحث نہیں، بلکہ صرف احضار مبیع فی المسجد للمعتکف کی تفصیل ہے، معتکف کے لئے بیع اشیاء ضروریہ تو ویسے ہی جائز ہے، صرف احضار مبیع میں تفصیل ہے۔

غیر معتکف کی بیع کے متعلق مطلقاً کراہت تحریمیہ کی تصریح عبارت مذکورہ کے ساتھ ہی شرح التنویر اور شامیہ میں موجود ہے:

قال فی شرح التنویر وکرہ ای تحریمًا لانہا محل اطلاقہم احضار المبیع فیہ کما کرہ فیہ مبایعۃ غیر المعتکف مطلقًا للنہی۔

وفی الشامیۃ (قولہ مطلقًا) ای سواء احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ او کان للتجارۃ احضرہ اولا کما یعلم مما قبلہ ومن الزیلعی والبحر (رد المحتار ص ۱۸۴ ج ۲)

اور شامیہ باب احکام المساجد میں علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنی تحقیق نہیں، بلکہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق نقل کی ہے، اگرچہ اس جگہ آپ نے اس پر سکوت کیا ہے، مگر باب الاعتکاف میں مطلقاً کراہت تحریمیہ کو ثابت کیا ہے، کما مرّ، امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول مذکور مذہب مشہور کے خلاف ہے، جیسا کہ سَوَر الہرۃ وغیرہ متعدد مسائل میں آپ کی تحقیق مذہب مشہور کے خلاف ہے۔ چنانچہ رافعی رحمہ اللہ تعالیٰ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق مذکور کے متعلق فرماتے ہیں:

(قولہ وکذلک النہی عن البیع فیہ ہو الذی یغلب علیہ الخ) ہذا خلاف المشہور فان المشہور کراہۃ البیع فی المسجد وان لم یغلب علیہ (التحریر المختار ص ۸۶ ج ۱)

بذل المجہود میں بھی امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کو بایں طور نقل کیا ہے:

قال الشوکانی اما البیع والشراء فذہب جمہور العلماء الی ان النہی محمول علی الکراہۃ (الی قولہ) وفرق اصحاب ابی حنیفۃ بین ان یغلب ذلک ویکثر فیکرہ او یقل فلا کراہۃ وہو فرق لا دلیل علیہ انتہی قلت وہذا الذی عزاہ الی اصحاب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ہو الذی ذکرہ الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی معانی الآثار الخ

(بذل المجهود ص ۱۷۶ ج ۲ باب التحلق یوم الجمعة قبل الصلوٰة)

اس عبارت سے مزید معلوم ہوا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ حنفیہ میں سے اس تحقیق میں متفرد ہیں، اسی لئے شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کا محمل امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو قرار دیا گیا۔

غرضیکہ حنفیہ کا مذہب مشہور اور مفتی بہ یہی ہے کہ بیع فی المسجد بہر صورت غیر معتکف کے لئے مکروہ تحریمی ہے اور واجب الرد ہے۔

قال فی شرح التنویر واعلم ان فسخ المکروہ واجب علی کل واحد منهما ایضًا بحر وغیرہ لرفع الاثم۔

وفی الشامیة (قولہ ایضًا) ای کما فی البیع الفاسد وقد منا عن الدرر انه لایجب فسخه وما ذکرہ الشارح عزاہ فی الفتح اول باب الاقالة الی النهایة ثم قال وتبعه غیرہ وهو حق لان رفع المعصیة واجب بقدر الامکان اھ قلت ویمکن التوفیق بوجوبه علیهما دیانةً بخلاف البیع الفاسد فانهما اذا اصرا علیه یفسخه القاضی جبرًا علیهما ووجهه ان البیع هنا صحیح قبل القبض ویجب فیه الثمن لا القیمة فلا یاتی القاضی فسخه لحصول الملك الصحیح (رد المحتار ص ۱۸۶ ج ۴)

جب یہ بیع واجب الرد ہے تو اس مبیع میں تصرف اکل وغیرہ حرام ہوگا، مگر یہ مبیع خود حرام نہیں، یعنی اکل حرام ہے ماکول حرام نہیں۔

قال فی شرح التنویر اشتری مکیلًا بشرط الکیل حرم ای کرہ تحریما بیعه و اکله حتی یکیله وقد صرحوا بفساده وبأنه لایقال لأکله انما اکل حرامًا لعدم التلازم کما بسطه الکمال۔

وفی الشامیة تحت (قولہ کما بسطه الکمال) لو اکله وقد قبضه بلا کیل لایقال انه اکل حرامًا لانه اکل ملك نفسه الا انه اثم لترکه ما امر به من الکیل فکان هذا الکلام اصلا فی سائر المبیعات بیعًا فاسدا اذا قبضها فملکها ثم اکلها (الی قولہ) وحاصله انه اذا حرم الفعل وهو الاکل لا یلزم منه ان یکون اکل حرامًا (الی قولہ) وکذا لو غصب شیئًا واستهلکه بخلطه ونحوہ حتی ملکه ولم یؤد ضمانه یحرم علیه التصرف فیه باکل ونحوہ وان کان ملکه (رد المحتار ص ۲۲۷ ج ۴)

واللہ تعالیٰ اعلم ـــــ ۱۸ صفر سنہ ۷۶ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مسجد پر مدرسہ بنانا :

سوال : مسجد کے اوپر مدرسہ کی تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

قال فی التنویر واذا جعل تحتہ سردابا لمصالحہ ای المسجد جاز کمسجد القدس

(رد المحتار ص ۳۸۲ ج ۳)

وقال الرافعی رحمہ اللہ تعالیٰ (قول المصنف لمصالحہ) لیس بقید بل الحکم کذلک اذا کان ینتفع بہ عامۃ المسلمین علی ما افادہ فی غایۃ البیان حیث قال اورد الفقیہ ابو اللیث سؤالا وجوابا فقال فان قیل الیس مسجد بیت المقدس تحتہ مجتمع الماء والناس ینتفعون بہ قیل اذا کان تحتہ شیء ینتفع بہ عامۃ المسلمین یجوز لانہ اذا انتفع بہ عامتھم صار ذلک للہ تعالیٰ ایضا اھ ومنہ یعلم حکم کثیر من مساجد مصر التی تحتھا صھاریج ونحوھا

(التحریر المختار ص ۸۰ ج ۲)

وفی الھندیۃ ومن جعل مسجدا تحتہ سرداب او فوقہ بیت وجعل باب المسجد الی الطریق وعزل لہ فلہ ان یبیعہ وان مات یورث عنہ ولو کان السرداب لمصالح المسجد جاز کما فی مسجد بیت المقدس کذا فی الھدایۃ (عالمگیریۃ ص ۴۵۵ ج ۲)

عبارت اولیٰ وثالثہ کا ظاہر عدم جواز پر دال ہے لان مفھوم الفقھاء رحمھم اللہ تعالیٰ حجۃ بالاتفاق۔ اور روایت ثانیہ میں جواز کی تصریح ہے، اس لئے بوقت ضرورت شدیدہ گنجائش معلوم ہوتی ہے، مگر یہ اجازت اس صورت میں ہے کہ ابتداء ہی سے مسجد کے اوپر یا نیچے مدرسہ بنانے کا ارادہ ہو، اگر ابتداءً ارادہ نہ تھا بلکہ مسجد کی حدود متعین کر کے اس رقبہ کے بارے میں زبان سے کہدیا کہ یہ مسجد ہے، اسکے بعد اوپر مدرسہ بنانے کا ارادہ ہوا تو جائز نہیں۔

قال فی شرح التنویر لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق (رد المحتار ص ۳۸۲ ج ۳)

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳ ربیع الاول سنہ ۷۶ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مسجد پر امام کا مکان بنانا :

سوال : امام کی سکونت کے لئے مسجد کے اوپر مکان تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملهم الصواب

زمین کے جتنے قطعہ کو ایک بار مسجد شرعی قرار دے دیا گیا اس کے اندر اور نیچے اوپر کوئی دوسری چیز بنانا جائز نہیں، مسجد شرعی قرار دینے سے قبل امام کیلئے مکان یا مصالح مسجد کے لئے اور کچھ بنانا طے کرلیا ہو اور اس کی عام اطلاع بھی کردی ہو تو جائز ہے، مسجد شرعی ہوجانے کے بعد اگر متولی نے شروع ہی سے نیت کا دعویٰ کیا تو یہ قبول نہ ہوگا۔

قال فی شرح التنویر : لو بنی فوقه بیتاً للامام لایضرّ لانه من المصالح اما لو تمّت المسجدیّة ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلك لم یصدق تاترخانیة (رد المحتار ص ۳۸۲ ج ۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱ر محرم سنہ ۱۳۸۶ھ

رفاہی پلاٹ پر مسجد بنانا :

سوال : ناظم آباد میں ایک خالی پلاٹ پڑا ہے جو اہل محلہ کے رفاہ کے لئے مخصوص ہے، بارہ تیرہ برس سے مقامی لوگ اسے اپنی انفرادی یا اجتماعی تقاریب میں استعمال کرتے آرہے ہیں، قریب میں کوئی مسجد نہ تھی، اس لئے ضرورت کے تحت اسی پلاٹ کے ایک کونے میں خام چبوترہ بناکر اس میں نماز پنجگانہ کی جماعت شروع کی گئی جو آج تک جاری ہے بلکہ جمعہ بھی پابندی سے ہورہا ہے، اس کارروائی سے پہلے مقامی حکام سے اجازت حاصل نہیں کی گئی، اب اس کی کوشش جاری ہے کیا اہل محلہ اس طرح مسجد تعمیر کرسکتے ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ بوقت ضرورت اہل محلہ راستہ کو بھی مسجد بنا سکتے ہیں بشرطیکہ گزرنے والوں کو اس سے ایذا نہ ہو، اس لئے کہ راستہ بھی انہی لوگوں کی ضرورت کے لئے ہے لہذا وہ اس میں تصرف کرنے کے مجاز ہیں، بنائً علیہ خالی پلاٹ میں جو اہل محلہ ہی کے مفاد اور راحت کیلئے چھوڑا گیا ہے،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اہل محلہ کی اجتماعی رائے سے مسجد کی تعمیر بطریقِ اولیٰ جائز ہے، مسجد مسلم آبادی کی بنیادی ضرورت ہے، حکومت پر ان لوگوں سے تعاون ضروری ہے نہ یہ کہ وہ اس کام میں رکاوٹ پیدا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵ر شوال سنہ ۸۶ھ

مسجد میں کپڑے سکھانا:

سوال: کپڑے دھوکر مسجد کے صحن یا دیوار پر سکھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

مسجد کے صحن یا دیوار پر کپڑے سکھانا جائز نہیں، مؤذن اور خادم وغیرہ کے لئے اگر کوئی دوسری جگہ کپڑے سکھانے کی نہ ہو تو مسجد سے باہر ملحق جگہ میں سکھا سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱ر شوال سنہ ۱۳۸۶ھ

مسجد میں چندہ کرنا:

سوال: ایک مسجد میں کئی ہزار روپے پہلے سے جمع ہیں مگر پھر بھی حسب عادت جمعہ کے روز نمازیوں کے آگے پیٹی گھما کر چندہ لیا جاتا ہے۔ کیا شرعاً یہ کام درست ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

ضرورت ہو تو بھی اس طریقہ سے چندہ مانگنا جائز نہیں۔ اس میں یہ مفاسد ہیں:

(۱) نماز میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

(۲) نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے صف کو پھلانگ کر جانا ناجائز ہے۔

(۳) کسی کے سامنے پیٹی کرنا چندہ دینے کے لئے خصوصی خطاب ہے جو جائز نہیں، اس لئے کہ اس میں دینے والے کی طیبِ خاطر معلوم نہیں، خصوصاً دوسروں کے سامنے خصوصی خطاب میں جبر و اکراہ ظاہر ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدون طیب خاطر کسی کا مال لینا حلال نہیں۔

چندہ کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ بذریعہ خطاب عام ترغیب دی جائے۔

اس کی تفصیل رسالہ "صیانۃ العلماء عن الذل عند الاغنیاء" میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

غرہ ذی القعدہ سنہ ۱۳۸۶ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مسجد کی بجلی کا بے جا استعمال :

سوال : مسجد کے قریب سڑک پر جلسہ منعقد کیا جارہا ہے، جس میں ایک بزرگ عالم دین کا وعظ ہوگا، شاید رات کے بارہ ایک بجے تک جلسہ کی کارروائی جاری رہے، اس ضرورت سے مسجد کی بجلی تار کے ذریعہ لے جاکر استعمال کرنا درست ہوگا جبکہ منتظمہ سے اسکی اجازت بھی لے لی جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مسجد کی بجلی مسجد ہی کے لئے خاص ہے، کسی ایسے کام کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں جو مصالح مسجد میں داخل نہیں گو کہ وہ کام اپنی جگہ کتنی ہی نیکی کا ہو، جب مسجد کی اشیاء کا استعمال دوسری مسجد میں بھی جائز نہیں تو عام جگہوں کے لئے کیونکر روا ہوگا، منتظمہ کی ایسی بے موقع بلکہ خلاف شرع اجازت، کا کچھ اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳ شوال سنہ ۱۳۸۶ھ

سوال مثل بالا :

سوال : مسجد کی بجلی امام یا مؤذن کے حجرہ میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ملحقہ مدرسہ میں منتظمہ کی اجازت سے اسے صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

امام ومؤذن کا حجرہ چونکہ متعلقات مسجد میں سے ہے لہٰذا اس کے لئے مسجد کی بجلی منتقل کرنا جائز ہے، اسی طرح مدرسہ بھی اگر مسجد کے تابع ہے اور عام طور پر لوگوں کو اسکا علم ہے اور چندہ دہندگان بھی اسکی کوئی تصریح نہیں کرتے کہ ان کا چندہ مدرسہ میں خرچ نہ کیا جائے تو اس صورت میں ملحقہ مدرسہ میں بھی بجلی دی جاسکتی ہے۔

اگر مدرسہ مسجد کے تابع نہیں تو اس کو مسجد کی بجلی دینا جائز نہیں، مسجد کی کوئی چیز کسی دوسری جگہ خواہ وہ دوسری مسجد ہی ہو، منتقل کرنا جائز نہیں۔

قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : لکن علمت ان المفتیٰ بہ قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ لایجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر کما مر عن الحاوی، (رد المحتار ص ۳۸۳ ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۳ ذی قعدہ سنہ ۱۳۸۶ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مسجد کے نل سے نہانا :

سوال : مسجد کا نل ہے، اس کے پانی سے غسلخانہ میں غسل کرنا یا کپڑے دھونا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب .

غسلخانہ اگر حدود مسجد میں ہے تو عام لوگوں کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں، صرف امام، موذن اور خدمت مسجد سے متعلقہ افراد ہی اسے استعمال کر سکتے ہیں۔

اور اگر ضرورات مسجد کے لئے زمین کا وقف تام ہونے سے پہلے رفاہِ عام کے لئے لگایا گیا ہے تو ہر شخص کو پانی لے جانے کی اجازت ہے بشرطیکہ مسجد کی تلویث نہ ہو اور اس سے نمازیوں کو تشویش و ایذا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴ ذی قعدہ سنہ ۱۳۸۶ھ

امام کو پیشگی تنخواہ دینا :

سوال : امام مسجد اپنے اہل و عیال کے لئے مکان بنانا چاہتا ہے، کیا یہ درست ہوگا کہ منتظمہ پیشگی اسے یہ پوری رقم دیدے اور تنخواہ سے ماہوار مثلاً دس روپے منہا کرتی رہے ؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

عام عرف کے مطابق پیشگی تنخواہ دی جا سکتی ہے بشرطیکہ ملازمت چھوڑنے کی صورتمیں بقیہ رقم واپس لینے اور بصورت وفات ترکہ سے وصول کرنے کی قدرت ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ ذی الحجہ سنہ ۸۶ھ

مسجد میں سونا :

سوال : طلبۂ علم کو مسجد میں سونا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

مسجد کی بنا ذکر و عبادت کے لئے ہے، اس قسم کے کاموں کے لئے نہیں، اس لئے عام حالات میں تو کسی کے لئے مسجد میں سونا جائز نہیں، خواہ طالب علم ہو یا کوئی اور، اگر یا مر مجبوری طلبہ کو مسجد میں سونا پڑتا ہے تو ان شرائط کے ساتھ اس کی گنجائش ہے :

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۱) مسجد کے سوا اور کوئی عارضی یا مستقل قیامگاہ موجود نہ ہو، نہ متولی و منتظم اس کا انتظام کر سکتے ہوں۔

(۲) مسجد کے آداب کا پورا لحاظ رکھیں کہ شور و غوغا، ہنسی مذاق اور لایعنی گفتگو سے پرہیز کریں، صفائی کا پورا اہتمام رکھیں اور اعتکاف کی نیت کر لیں۔

(۳) نمازیوں کو ان سے کسی قسم کی ایذا نہ پہنچے، اذان ہوتے ہی اُٹھ جائیں اور نمازوں کے بعد بھی جب تک لوگ سنن و نوافل یا ذکر و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں ان کی عبادات میں خلل نہ ڈالیں۔

(۴) طلبہ باریش یا کم از کم آداب مسجد سے واقف اور باشعور ہوں، کمسن بے شعور بچوں کو مسجد میں سُلانا جائز نہیں۔

الغرض ممکن حد تک اس سے بچنے کی کوشش کی جائے، مجبوری کی بات الگ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴ ربیع الآخر سنہ ۸۷ھ

سوال مثل بالا:

سوال: کسی مقیم شخص کے لئے مسجد میں چارپائی ڈال کر یا بلا چارپائی لیٹنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز آجکل دستور ہے کہ تبلیغی جماعت کے حضرات مسجد میں لیٹتے، مسجد ہی میں کھاتے پیتے اور دوسرے معمولات پورے کرتے ہیں، کیا شرعاً اس کی گنجائش ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

معتکف اور مسافر کے لئے مسجد میں کھانے پینے اور سونے کی گنجائش ہے لہذا تبلیغی جماعت کا یہ دستور جائز ہے، اس لئے کہ اہل تبلیغ بھی عموماً مسافر ہوتے ہیں، معہذا بہتر ہے کہ اعتکاف کی نیت بھی کر لیا کریں اور اس کا بھی اہتمام کریں کہ مسجد سے ملحق اگر کوئی حجرہ وغیرہ ہو جس میں تمام ساتھی سما سکتے ہوں تو مسجد میں نہ سوئیں اور کھانا بھی باہر کھائیں، اور مسجد میں چارپائی بچھانا کسی کے لئے جائز نہیں۔

قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: واکل ونوم الا لمعتکف وغریب الخ

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قولہ واکل ونوم) واذا اراد ذلک

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل ویذکر اللہ تعالیٰ بقدر ما نوی او یصلی ثم یفعل ما شاء فتاوی ھندیۃ (رد المحتار ص ۶۱۹ ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ ربیع الاول سنہ ۸۹ ھ

دوسرے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا :

سوال : ایک شخص مسجد محلہ کی جماعت چھوڑ کر دوسرے محلہ میں جاکر نماز ادا کرتا ہے اس کا یہ فعل شرعاً درست ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر مسجد محلہ کا امام صحیح العقیدہ ہے اور کبھی کوئی شرعی یا طبعی مانع اس میں موجود نہیں تو اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری جگہ کا رُخ کرنا صحیح نہیں، مسجد محلہ کا اتنا حق ہے کہ اگر اس میں داخل ہونے کے بعد کسی کی جماعت بھی فوت ہوگئی تو طلب جماعت میں دوسری مسجد جانے کی بجائے مسجد محلہ میں ہی انفراداً نماز ادا کرنا افضل ہے، غرض اس شخص کا یہ عمل حد سے افراط اور خلاف شرع ہے، مگر اہل محلہ کو اس قسم کے شخص سے سوءِ ظن رکھنا یا اس پر طعن و تشنیع کرنا جائز نہیں، عموماً اس قسم کا طرز عمل مسائل شرعیہ سے ناواقفیت یا کسی غلط فہمی پر مبنی ہوتا ہے، اس لئے شفقت و ہمدردی سے اسکی اصلاح ضروری ہے، اگر سمجھانے سے نہ سمجھے تب بھی اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، اس قسم کے لوگوں سے اُلجھنے کی بجائے ایسے لوگوں پر محنت کیجائے جو سرے سے نماز ہی سے آزاد ہیں اور کسی مسجد میں بھی قدم نہیں رکھتے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸ ربیع الآخر سنہ ۸۷ ھ

مسجد کے چندہ کا مبادلہ :

سوال : مسجد کے چندہ سے اگر کوئی ریزگاری لے لے اور نوٹ دیدے تو یہ لین دین مسجد کے اندر یا مسجد سے باہر جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مسجد سے باہر جائز ہے، اندر جائز نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳ ربیع الاول سنہ ۱۴۰۰ ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مسجد کی کتاب کو باہر نکالنا :

سوال : ایک شخص مسجد میں رکھی ہوئی کتاب مضمون سنانے کے لئے گھر اٹھا کر لے گیا اور سنانے کے بعد کتاب پھر مسجد میں پہنچادی، اس کا یہ فعل درست ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر کتاب مسجد پر وقف ہے تو اس کا کسی دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں، مسجد کی حدود میں ہی اس سے انتفاع کیا جائے۔

کذا حرر العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ (رد المحتار ص ۳۸۷ ج ۳)

واللہ تعالیٰ اعلم

رمضان سنہ ۸۷ھ

اذان کے بعد انفراداً نماز پڑھ کر مسجد سے نکلنا :

سوال : کسی شخص کو اگر جلدی ہو، مثلاً سفر درپیش ہو یا کوئی اور ضروری کام، تو اذان کے بعد مسجد کے اندر نماز پڑھ کر جاسکتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر جماعت کے انتظار میں معتدبہ حرج ہو تو ترک جماعت جائز ہے۔

قال فی التنویر : فتسن او تجب علی الرجال العقلاء البالغین الاحرار القادرین علی الصلوٰۃ بالجماعۃ من غیر حرج (رد المحتار ص ۵۱۸ ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵ ذی قعدہ سنہ ۸۷ھ

مسجد کی چیز ذاتی استعمال میں لانا :

سوال : مسجد کا متولی یا اس کے رشتہ دار اور پڑوسی مسجد کی کون کون سی چیزیں اپنے ذاتی کام کے لئے استعمال کرسکتے ہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

جب ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد کے لئے بھی استعمال کرنا جائز نہیں تو متولی یا غیر متولی مسجد کی چیز کیسے استعمال کرسکتا ہے ؟ کسی کو یہ اختیار بھی نہیں کہ مسجد کا چراغ اپنے گھر لیجائے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

قال فی الهندیة ولا یحمل الرجل سراج المسجد الی بیته (عالمگیریة ص۱۱۲ ج ۱)
واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴ صفر سنہ ۱۳۸۹ ھ

مسجد میں لالٹین جلانا :

سوال : زید نماز عشار کے بعد آدھا گھنٹہ درس حدیث دیتا ہے، اس دوران اگر بجلی بند ہو جائے اور ہوا تیز ہونے کی بنا پر چراغ یا موم بتی روشن کرنا ممکن نہ ہو تو لالٹین میں مٹی کا تیل ڈال کر مسجد میں جلانا جائز ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح نماز کے دوران لالٹین جلانا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

حدیث میں ہے کہ کچی پیاز یا لہسن کھانے والا مسجد کے قریب نہ آئے، اور مٹی کے تیل کی بو تو ان چیزوں سے بدرجہا بڑھ کر ہے، لہٰذا اسے مسجد میں جلانا جائز نہیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ ربیع الاول سنہ ۸۹ ھ

مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا :

سوال : ایک مسجد وسط محلہ میں واقع ہے، پانی کی بڑی دقت ہے، نمازیوں کو نماز ادا کرنے میں بھی دشواری کا سامنا ہے، دریں حالات اس مسجد کو یہاں سے ہٹا کر ایسی جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے جس میں اس قسم کی دشواریاں نہ ہوں اور نماز بسہولت ادا کی جا سکے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

مسجد کو کسی حال میں بھی منتقل کرنا جائز نہیں، جو جگہ ایک بار مسجد بن گئی وہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی، بالفرض مسجد ویران ہو جائے اور کوئی نماز پڑھنے والا بھی وہاں نہ رہے تو بھی اس کا ابقاء واجب ہے، البتہ ویران مسجد کے سامان پر خطرہ ہو تو اس کو دوسری قریب تر مسجد کی طرف منتقل کیا جا سکتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱ رجب سنہ ۸۹ ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سوال مثل بالا :

سوال : ایک غیر مسلم کارخانہ دار نے کارخانہ میں مسجد تعمیر کرائی، مسلمان چھ، سات سال تک اس میں نمازیں ادا کرتے رہے، پھر غیر مسلم نے کارخانہ ایک مسلمان کے ہاتھ فروخت کر دیا، اس کے بعد بھی سات، آٹھ ماہ تک اس مسجد میں نماز باجماعت ادا کی جاتی رہی، لیکن اب مسلمان کارخانہ دار کہتا ہے کہ میں مسجد یہاں سے ہٹا کر دوسرے کنارے پر بناؤں گا، اور یہاں ذاتی عمارت بنوانا چاہتا ہوں۔ کیا اسکا یہ اقدام درست ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

غیر مسلم اگر کار ثواب سمجھ کر وقف کرے تو اس کا وقف صحیح ہے، یہاں بھی ظاہر یہی ہے کہ اس نے نیکی سمجھ کر ہی یہ مسجد تعمیر کروائی ہے، لہٰذا یہ مسجد شرعی مسجد بن گئی، اب مسلمان کارخانہ دار کا اسے ہٹانا جائز نہیں۔

اگر غیر مسلم کا وقف صحیح تسلیم نہ کیا جائے تو بھی مسلمان کارخانہ دار کے سامنے سات آٹھ ماہ مسلسل اس جگہ نماز باجماعت ہوتی رہی اور وہ خاموش رہا یہ خاموشی بھی دلیل رضا ہے، لہٰذا خود اس کی رضا سے بھی یہ شرعی مسجد قرار پائی، اب اسے ہٹانا جائز نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳ر جمادی الثانیہ سنہ ۹۹ھ

مسجد میں چارپائی بچھانا :

سوال : فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے کہ مسافر اور مقیم کو مسجد میں چارپائی بچھا کر سونا جائز ہے، اس مسئلہ کو دیکھ کر کچھ الجھن پیدا ہو گئی کہ مقیم کو تو مسجد میں سونا جائز نہیں، اس کی تشریح فرما دی جائے۔ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

فتاویٰ رشیدیہ میں اس سوال کے جواب میں صرف اتنا ہے کہ چارپائی مسجد میں بچھانا درست ہے، مگر نیچے حاشیہ میں مولانا عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معتکف کے لئے ہے، ونصہ :

جائز ست چہ برائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در مسجد سریر سے نہادہ شدے وبرآں

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

درایام اعتکاف آرام می فرمودند کما فی سفر السعادۃ، وابن ماجہ از ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کردہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اعتکف طرح لہ فراشہ او یوضع لہ سریرہ وراء اسطوانۃ التوبۃ واللہ اعلم (فتاوی رشیدیہ ص ۲۱۵)

بنص فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ غیر مسافر و معتکف کے لئے مسجد میں سونا مکروہ ہے بحالت ضرورت شدیدہ یہ تدبیر اختیار کرسکتا ہے کہ پہلے بنیت اعتکاف داخل ہوکر کچھ عبادت کرے

قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: واکل ونوم الا لمعتکف وغریب الخ

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قولہ واکل ونوم) واذا اراد ذلک ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل ویذکر اللہ تعالیٰ بقدر ما نوی ویصلی ثم یفعل ماشاء فتاوی ھندیۃ (رد المحتار ص ۶۱۹ ج ۱)

دراصل ادب یا بے ادبی کا مدار عرف پر ہے، ہمارے عرف میں مسجد میں چارپائی بچھانا معیوب سمجھا جاتا ہے، نیز اس سے عوام کے قلوب سے مسجد کی وقعت نکل جائیگی۔ وہ چارپائی پر قیاس کرکے دوسرے ناجائز امور بھی مسجد میں شروع کردیں گے، لہٰذا اب معتکف کے لئے بھی چارپائی بچھانا جائز نہیں، جیسے پہلے پاک جوتا پہن کر مسجد میں آنا اور نماز پڑھنا معیوب نہ سمجھا جاتا تھا، مگر ہمارے عرف میں اسے مسجد کی بے ادبی سمجھا جاتا ہے اگر کوئی پاک جوتا پہن کر مسجد میں آجائے تو عوام اُس پر ہنگامہ برپا کردیں گے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳ رجب سنہ ۸۹ھ

مسجد میں اگالدان رکھنا :

سوال : ایک آدمی بیمار ہے جو مسجد میں جھاڑو دیتا ہے، اس کو بلغم بہت آتا ہے اگر یہ شخص تھوکنے کے لئے ایک ڈبہ مسجد کے کسی گوشے میں رکھ دے اور بوقت ضرورت اس میں تھوکتا رہے، پھر اسے باہر پھینک دے تو یہ جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز نہیں، وضو خانہ میں تھوک کر پانی بہائے، یہ مشکل ہو تو رومال وغیرہ میں بلغم نکالے اور اس کپڑے کی صفائی کا اہتمام رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳ رجب سنہ ۸۹ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مسجد کی آمدن سے مسجد کی اشیاء خریدنا :

سوال : ایک صاحب کہتے ہیں کہ مسجد کی عام آمدن سے مسجد کے لئے چٹائی، لوٹا وغیرہ خریدنا جائز نہیں ہے اور حوالہ دیتے ہیں کہ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نفع المفتی میں ایسا ہی لکھا ہے، کیا ان کا یہ کہنا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

اگر چندہ دینے والوں کا اذن صراحۃً یا دلالۃً موجود ہے تو جائز ہے ورنہ ناجائز، نفع المفتی میں تلاش کرنے سے یہ مسئلہ نہیں ملا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۷ر صفر سنہ ۹۰ھ

کافر کی زمین میں بلا اجازت مسجد بنانا :

سوال : ایک غیر مسلم کی زمین میں بغیر اس کی اجازت کے مسجد بنائی گئی، اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

یہ جگہ مسجد نہیں، بدون اذن مالک اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

کذا فی الشامیۃ قبیل باب الاذان،

اس لئے ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے۔

قال العلامۃ المرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ فی مکروھات الصلوٰۃ : والصلوٰۃ جائزۃ فی جمیع ذلک لاستجماع شرائطھا وتعاد علی وجہ غیر مکروہ وھو الحکم فی کل صلوٰۃ ادیت مع الکراھۃ (ھدایۃ ص ۱۴۳ ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴ر صفر سنہ ۹۱ھ

مسجد میں آتے جاتے سلام کہنا :

سوال : جب مسجد میں داخل ہوں یا مسجد سے نکلیں تو مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ لوگ اس وقت عموماً ذکر و تسبیح یا نماز میں مشغول ہوتے ہیں، البتہ ایک آدھ آدمی فارغ بھی بیٹھا ہوتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

مسجد میں آنے والے لوگ مختلف عبادات میں مشغول ہوتے ہیں اس لئے انکو

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

سلام کہنا جائز نہیں اور ایسے سلام کا جواب بھی واجب نہیں۔

قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ معزیا للحموی یأثم بالسلام علی المشتغولین بالخطبۃ او الصلوٰۃ او قراءۃ القرآن او مذاکرۃ العلم الخ

ونقل عن الزیلعی : ولو سلم علیھم لایجب علیھم الرد لانہ فی غیر محلہ اھ

(رد المحتار ص ۸۷۵ ج۱) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ جمادی الآخرۃ سنہ ۹۱ھ

مسجد میں وضو کرنا :

سوال : ایک مسجد کا صحن توڑ کر از سر نو بنایا جا رہا ہے، اس میں بھراؤ کر کے اسے نئے سرے سے پختہ کیا جائے گا، دریں حالت اس صحن میں وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس صحن پر جوتوں کے ساتھ چلنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ دوسری جگہ وضو کے لئے نہ ہو اور اس کی کچی زمین میں پانی جذب ہو جاتا ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملھم الصواب

مسجد میں وضو کرنا جائز نہیں کیونکہ وضو کا پانی ایک روایت پر نجس ہے، اور مفتی بہ قول پر اگرچہ نجس نہیں مگر خبیث ضرور ہے، علاوہ ازیں بوقت وضو لوگ لعاب، بلغم اور ناک کی رطوبت پھینکیں گے، منڈیر پر اس طرح بیٹھ کر وضو کر سکتے ہیں کہ پانی باہر گرے جوتا پہن کر جانا بوقت ضرورت جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸ صفر سنہ ۹۲ھ

مسجد کے قرآن طلبہ کو دینا :

سوال : آجکل مساجد میں لوگ عموماً بلا اجازت قرآن مجید اتنی کثرت سے رکھ جاتے ہیں کہ قرآن مجید کے ڈھیر لگ جاتے ہیں جو یونہی مدتوں رکھے رہتے ہیں، انھیں نہ کوئی اٹھاتا ہے نہ تلاوت کرتا ہے، بالآخر بوسیدہ ہو جانے کے بعد ان کو دفن کرنا پڑتا ہے۔ اگر یہ قرآن مجید ان نادار بچوں کو دیدیے جائیں جو مکتب یا مدرسہ میں پڑھتے ہیں تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملھم الصواب

کسی کی ملک میں دینا جائز نہیں، نہ ہی مدرسہ میں دیئے جا سکتے ہیں، البتہ بحالت

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

استغنار دوسری قریب تر مسجد کی طرف منتقل کرنے کی اجازت ہے۔

اگر مسجد سے باہر یہ تختی لگادی جائے کہ یہاں قرآن مجید بلا اجازت رکھنا ممنوع ہے کوئی رکھے گا تو وہ مدرسہ میں یا کسی مسکین کو دیدیا جائے گا، پھر بھی کوئی رکھ جائے تو منتظم کو مدرسہ میں یا کسی مسکین کو دینے کا اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸ر صفر سنہ ۹۲ھ

پرانی مسجد کو مکتب بنانا :

سوال : پرانی مسجد کو مکتب بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

مسجد جب ایک بار بن گئی تو وہ ہمیشہ مسجد ہی رہے گی، خواہ لوگ اس میں نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں، لہٰذا اس کو مکتب بنانا جائز نہیں، البتہ اسکی مسجدیت اور ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس میں دین کی تعلیم دینا ان شرائط سے جائز ہے :

(۱) معلم اجرت لیکر نہ پڑھائے، بقدر ضرورت وظیفہ لے سکتا ہے۔

(۲) چھوٹے بے سمجھ بچوں کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے۔

(۳) مسجد کے احکام اور ادب و احترام کا پورا اہتمام رکھا جائے۔

قال فی التنویر : ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدًا۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر سواء کانوا یصلّون فیہ اولا وھو الفتوی حاوی القدسی واکثر المشایخ علیہ مجتبی وھو الاوجہ فتح اھ بحر (ردالمحتار ص ۳۸۲ ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۶ر جمادی الآخرۃ سنہ ۹۲ھ

مسجد میں دنیوی باتیں کرنا :

سوال : مسجد میں دنیوی باتیں کرنا کیسا ہے؟ نیز دنیوی علم حاصل کرنے کیلئے مسجد میں بیٹھ کر مطالعہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مسجد محض عبادت الٰہیہ کے لئے ہے، اس میں کوئی دنیوی کام کرنا اور بلا ضرورت دنیوی باتیں کرنا یا فضول بات چیت کرنا مسجد کی سخت بے حرمتی ہے، اس لئے ناجائز ہے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

البتہ بقدر ضرورت معمولی بات کرنے کی گنجائش ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶ رجمادی الآخرۃ سنہ ۹۲ھ

مسجد میں افطار کرنا :

سوال : رمضان میں روزہ داروں کو مسجد میں بیٹھ کر افطار کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

آجکل جس طرح مساجد کے اندر افطار کرنے کا دستور ہے اس میں مسجد کی تلویث اور بے حرمتی ہوتی ہے لہذا یہ جائز نہیں ، مسجد کی منتظمہ پر ضروری ہے کہ اذان کے بعد اتنا وقفہ دے کہ محلہ کے نمازی گھروں میں اطمینان سے افطار کر کے مسجد میں پہنچ سکیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵ رجب سنہ ۹۲ھ

مسجد میں جگہ روکنا :

سوال : کیا مسجد میں رومال یا ٹوپی رکھنے سے اس جگہ کا آدمی مستحق ہو جاتا ہے؟ اور کسی دوسرے شخص کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں ہوتا ؟ مؤذن کے لئے عموماً جگہ روک کر امام کے پیچھے الگ مصلّی بچھایا جاتا ہے اور اس جگہ کسی دوسرے شخص کو بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوتی ، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر کوئی شخص مسجد میں کسی جگہ کچھ دیر عبادت کرے پھر کسی ضرورت سے تھوڑی دیر کے لئے جانا چاہے اور رومال وغیرہ رکھ کر جگہ روک لے تو جائز ہے ، کسی جگہ کچھ وقت ٹھہرے بغیر صرف رومال رکھ جانے سے اس جگہ کا مستحق نہیں ٹھہرتا۔

یہی حکم مؤذن کے لئے ہے اسکے لئے جگہ مخصوص کرنے اور الگ مصلّی بچھانے کی رسم صحیح نہیں ، مسجد میں پہلے پہنچ کر جو شخص جس جگہ بیٹھ جائے وہی حقدار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹ رمضان سنہ ۹۲ھ

مسجد میں بلند آواز سے تلاوت کرنا :

سوال : بعد نماز فجر تا وقت نماز اشراق نمازیوں کی آمد اور نماز کا سلسلہ جاری

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

رہتا ہے، اس اثناء میں کسی کو بلند آواز سے مسجد کے اندر قرآن شریف کی تلاوت کی اجازت ہے یا نہیں؟ جبکہ تلاوت کی آواز سے نمازیوں کو تشویش لاحق ہوتی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

ایسی حالت میں نماز میں مخل ہونے کی وجہ سے بلند آواز سے تلاوت جائز نہیں۔

نیز ایک قول کے مطابق قرآن کا سننا بہرحال واجب ہے اور حالت نماز میں سننا ممکن نہیں، لہٰذا قاری گنہگار ہوگا۔

قال فی العلائیۃ : (فروع) یجب الاستماع للقراءۃ مطلقا لان العبرۃ لعموم اللفظ۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : ای فی الصلوٰۃ وخارجھا لان الآیۃ وان کانت واردۃ فی الصلوٰۃ علی ما مرّ فالعبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب۔

وقال بعد سطرین : وفی الفتح عن الخلاصۃ رجل یکتب الفقہ ویجنبہ رجل یقرأ القرآن فلا یمکنہ استماع القرآن فالاثم علی القاری (ردالمحتار ص ۵۰۹ ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ جمادی الآخرہ سنہ ۱۳۹۳ھ

تنخواہ دار مدرس کا مسجد میں پڑھانا :

سوال : جو مدرسین تنخواہ پر قرآن مجید یا عربی کتابوں کا درس دیتے ہیں کیا انکو کسی مسجد کے اندر درس دینا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

تنخواہ دار مدرس کا مسجد میں پڑھانا جائز نہیں،

صرح بہ فی الھندیۃ۔

وفی العلائیۃ : ویمنع منہ وکذا کل مؤذ ولو بلسانہ وکل عقد الا لمعتکف بشرطہ (ردالمحتار ص ۶۱۹ ج ۱)

اگر مسجد سے باہر کوئی جگہ نہ ہو تو مسجد میں پڑھانا بشرائط ذیل جائز ہے :

① مدرس تنخواہ کی ہوس کی بجائے گزر اوقات کے لئے بقدر ضرورت وظیفہ پر

اکتفار کرے۔

(۲) نماز اور ذکر وتلاوت قرآن وغیرہ عبادات میں مخل نہو۔

(۳) مسجد کی طہارت ونظافت اور ادب واحترام کا پورا خیال رکھا جائے۔

(۴) کمسن اور ناسمجھ بچوں کو مسجد میں نہ لایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ جمادی الآخرۃ سنہ ۱۳۹۳ھ

مسجد کے حجرہ میں انگریزی پڑھنا:

سوال: مسجد میں مؤذن کو رہائش کے لئے کمرا دیا گیا ہے وہ اس میں انگریزی تعلیم کسی استاذ سے پڑھتا ہے اور بجلی بھی استعمال کرتا ہے، یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر انگریزی پڑھنے کی وجہ سے بجلی کے مصارف عام دنوں سے زائد نہ ہوتے ہوں تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۹۳ھ

مسجد کی دیوار پر نقش ونگار کرنا:

سوال: مسجد کی آمدن سے اس کی زیب وزینت نقش ونگار گنبد اور برجیاں وغیرہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

مسجد کی بیرونی دیواروں پر نقش ونگار جائز ہے۔ اندر کے حصے میں محراب اور قبلہ کی دیوار پر نقش ونگار مکروہ ہے اور دائیں بائیں کی دیواروں کے متعلق بھی ایک قول کراہت کا ہے۔ بہرکیف اندر کے حصے میں عقبی حصے پر اور چھت پر نقش ونگار درست ہے سامنے کی دیوار اور دائیں بائیں کی دیواروں پر بھی اگر اسقدر اوپر کرکے نقش ونگار کیا جائے کہ نمازی کی نظر وہاں نہ پڑے تو جائز ہے۔ مگر اسمیں ان شرائط کی رعایت ضروری ہے:

(۱) اس میں بہت زیادہ تکلف نہ کیا جائے۔

(۲) وقف کا مال نہ لگایا جائے، اگر لگا دیا تو متولی ضامن ہوگا۔

ان شرائط سے بھی یہ کام صرف جائز ہے مسنون یا مستحب نہیں، اس کی بجائے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

پیسہ مساکین پر صرف کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔
فی حظر الهندية عن المضمرات والصرف الى الفقراء افضل وعليه الفتوى اه (رد المحتار ص ۶۱۶ ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۹۴ھ

مسجد کے لئے قادیانی سے چندہ لینا :

سوال : تعمیر مسجد کے لئے قادیانی سے چندہ وصول کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

قطعاً حرام ہے، قادیانی زندیق ہیں، اس لئے ان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی معاملہ جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ رجب سنہ ۱۳۹۵ھ

مسجد کی زمین پر ذاتی مکان بنانا :

سوال : ایک مسجد کی غیر آباد زمین پر زید ایک مکان مسجد کے لئے تعمیر کرنا چاہتا ہے اور اس مکان کے عوض اسی زمین پر اپنے لئے ایک مکان مزید تعمیر کرنا چاہتا ہے، کیا یہ فعل جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

مسجد کی زمین پر اپنا مکان تعمیر کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۶ ذی قعدہ سنہ ۱۳۹۵ھ

مسجد میں سوال کرنا :

سوال : بسا اوقات مسجد میں سلام پھیرنے کے بعد فوراً کوئی سائل سوال کرتا ہے جس سے دُعا میں خلل آتا ہے، کیا اس کو روکنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

جس شخص کے پاس ایک وقت کا کھانا ہو یا کمانے پر قدرت ہو اس کے لئے سوال کرنا اور اسے دینا حرام ہے، مسجد میں سوال کرنا یا سائل کو دینا دہرا گناہ ہے، لہٰذا مسجد میں سوال کرنے والے کو روکنا فرض ہے، باز نہ آئے تو مسجد سے نکال دیا جائے، مگر یہ حکم مسجد کے منتظمین یا ان لوگوں کے لئے ہے جو اس پر قادر ہوں، یہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بھی ضروری ہے کہ تمام نمازیوں کے سامنے یہ مسئلہ کھول کر بیان کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۹۵ھ

پرانی عیدگاہ پر مدرسہ بنانا:

سوال: نئی عیدگاہ بننے کے بعد پرانی عیدگاہ بالکل ویران ہے، آیا اسے مفت یا قیمۃً خرید کر مدرسہ میں داخل کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس میں اختلاف ہے کہ عیدگاہ بحکم مسجد ہے یا نہیں، ایسی ضرورت کے موقع پر قول ثانی انسب ہے، اور وقف غیر مسجد کا بصورت تعطل استبدال باذن قاضی جائز ہے،

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: اعلم ان الاستبدال علی ثلاثۃ وجوہ الاول ان یشترطہ الواقف لنفسہ اولغیرہ اولنفسہ وغیرہ فالاستبدال فیہ جائز علی الصحیح وقیل اتفاقا والثانی ان لایشترطہ سواء شرط عدمہ اوسکت لکن صار بحیث لاینتفع بہ بالکلیۃ بان لایحصل منہ شیء اصلا اولایفی بمؤنتہ فھو ایضا جائز علی الاصح اذا کان باذن القاضی ورأیہ المصلحۃ فیہ والثالث ان لایشترطہ ایضا ولکن فیہ نفع فی الجملۃ وبدلہ خیر منہ ریعا ونفعا وھذا لایجوز استبدالہ علی الاصح المختار کذا حررہ العلامۃ قنالی زادہ فی رسالتہ الموضوعۃ فی الاستبدال واطنب فیھا علیہ الاستدلال وھو مأخوذ من الفتح ایضا کما سنذکرہ عند قول الشارح لایجوز استبدال العامر الاقی اربع ویأتی بقیۃ شروط الجواز الخ (رد المحتار ص ۳۹۹ ج ۳)

تحقیق مذکور کے مطابق معطل عیدگاہ کی جگہ مدرسہ بنانے کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس عیدگاہ کے عوض اس کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ قیمتی زمین کسی قریب تر شہر میں عیدگاہ کیلئے وقف کی جائے، یہ استبدال باذن قاضی ہو اور اس کے فقدان کی صورت میں باتفاق جماعت مسلمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۷ محرم سنہ ۹۶ھ

محراب وسط میں نہ ہو تو صفیں کیسے بنائیں؟:

سوال: ایک مسجد کا محراب قبلہ کی دیوار سے بالکل درمیان میں نہیں ہے بلکہ اس

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کے ایک طرف چھ فٹ چار انچ زیادہ ہے، ظاہر ہے کہ اس سے صفوں میں فرق پڑتا ہے، اس صورت میں نماز صحیح ہوگی یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

اگر یہ محراب سہولت سے درست کیا جا سکتا ہو تو بہتر ہے ورنہ ویسے ہی رہنے دیا جائے، مگر امام کے لئے ضروری ہے کہ محراب چھوڑ کر وسط صف میں کھڑا ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۲ ربیع الآخر سنہ ۱۳۹۶ھ

معتکف کا مسجد میں حجامت بنوانا :

سوال : معتکف کو مسجد میں حجامت بنوانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

اپنی حجامت خود بنانا جائز ہے اور حجام سے بنوانے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ بدون عوض کام کرتا ہے تو مسجد کے اندر جائز ہے اور اگر بالعوض کرتا ہے تو معتکف مسجد کے اندر رہے اور حجام مسجد سے باہر بیٹھ کر حجامت بنائے، مسجد کے اندر اُجرت پر کام کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ ذی قعدہ سنہ ۱۳۹۶ھ

مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا :

سوال : مسجد کی چھت پر جماعت کرانا کیسا ہے؟ اگر گرمی یا کسی اور عذر کی وجہ سے ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

مسجد کی چھت پر جماعت کرانا مکروہ ہے خواہ گرمی کی وجہ سے ہو یا کسی اور عذر سے، البتہ مسجد تنگ ہو تو زائد نمازی چھت پر جا سکتے ہیں۔

قال فی الهندیة : الصعود علی سطح کل مسجد مکروه ولهذا اذا اشتد الحر یکره ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکره الصعود علی سطحه للضرورة کذا فی الخزائب (عالمگیریة ص ۳۲۲ ج ۵) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۳ شعبان سنہ ۹۷ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مسجد کے پنکھے امام کے مکان میں لگانا :

سوال : مسجد میں کسی صاحب نے دو پنکھے دیئے جن کو امام صاحب اور مؤذن کے رہائشی مکانوں میں لگا دیا گیا، کیا ایسا کرنا جائز ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

اگر مسجد کے اندر لگانے کے لئے پنکھے دیئے تھے تو انھیں مسجد سے باہر کسی کام میں لانا جائز نہیں اور اگر مطلق مسجد کے نام پر دیئے تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۸ رمضان سنہ ۹۷ھ

مسجد کی رقم تجارت میں لگانا :

سوال : زید متولی نے بکر کو مسجد کی رقم مضاربت پر دیدی کہ جو نفع آئے وہ مسجد کے کام میں لگا دیا جائے کیا یہ شرعاً درست ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

اگر نفع کی توقع غالب ہو تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ صفر سنہ ۹۸ھ

مسجد پر چوری کا گارڈر لگا دیا :

سوال : فرنگی حکومت کا گارڈر کسی شخص نے اس کے دورِ اقتدار میں چوری کیا تھا، اس کے فوت ہونے کے بعد اس کے ورثہ نے اسے مسجد کی چھت پر ڈال دیا ہے، ایسی مسجد نماز جائز ہے یا نہیں ؟

اور اگر بعینہٖ یہی صورت ریلوے لائن کے گارڈر میں پیش آئے تو کیا حکم ہے ؟ یعنی حکومت برطانیہ کے وقت کسی نے ریلوے لائن کا گارڈر چوری کیا اس کے مرنے پر ورثہ نے اسے مسجد پر ڈال دیا تو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

کیا اس صورت میں یہ کہنا درست ہوگا کہ گارڈر تو چھت میں ہے، نیچے زمین پر تو اس کا کچھ اثر نہیں، لہٰذا اس مسجد میں نماز جائز ہے۔

اور کیا یہ تاویل بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ یہ گارڈر اب مالک تک واپس نہیں ہو سکتا کہ حکومت تبدیل ہو چکی ہے لہٰذا اب اگر گارڈر کسی فقیر کو ہبہ کر دیں اور وہ فقیر اسے مسجد میں لگا دے تو جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الجواب باسم ملهم الصواب

ایسی مسجد میں نماز پڑھنا بلکہ اس کے مسقف حصّہ میں داخل ہونا بھی جائز نہیں، تقسیم ملک سے فرنگی حکومت کا مال فی ربن کر حکومت پاکستان کی ملک میں داخل ہوگیا، لہٰذا حکومت سے اجازت لینے کے بعد اس کا استعمال جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۳ جمادی الآخرۃ سنہ ۹۸ ھ

تعمیر مسجد کا چندہ غسل خانہ وغیرہ پر خرچ کرنا:

سوال: ایک مسجد زیر تعمیر ہے، اس کے لئے جو چندہ ہو رہا ہے اس سے مسجد کے لئے گودام یا امام و مؤذن کے لئے مکان یا مسجد کے لئے غسل خانے اور پیشاب خانے وغیرہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

غسلخانہ اور پیشاب خانہ مصالح مسجد میں سے نہیں بلکہ مسجد کے قریب بھی ان کی تعمیر مسجد کی بے حرمتی اور عبادت میں خلل کا موجب ہے اس لئے ان کی تعمیر پر مسجد کی رقم لگانا جائز نہیں، استنجا خانے بھی درحقیقت پیشاب خانے ہی ہوتے ہیں، ان میں لوگ استنجا کے بہانے پیشاب بلکہ پاخانہ تک کر دیتے ہیں اور ان کی بدبو مسجد تک پہنچتی رہتی ہے اس لئے ان کا بھی وہی حکم ہے جو پیشاب خانوں کا لکھا گیا،

البتہ باقی اشیاء مصالح مسجد میں داخل ہیں اس لئے ان پر مسجد کے چندہ کی رقم لگانا جائز ہے، ہاں اگر کوئی چندہ دیتے وقت یہ تصریح کر دے کہ اس کی رقم صرف مسجد ہی پر لگائی جائے تو اس کو دوسرے مصرف پر خرچ کرنا جائز نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲ شوال سنہ ۹۸ ھ

نااہل کو انتظامیہ کا صدر بنانا:

سوال: ایسے شخص کو مسجد کی منتظمہ کا صدر بنانا جائز ہے یا نہیں جو بجائے مسجد تھانہ کچہری میں آتا جاتا اور مقدمہ بازی میں الجھا رہتا ہے، نمازی اس کے ان اعمال سے بد دل ہو رہے ہیں، نیز دینی مسائل اپنے اجتہاد سے گھڑ گھڑ کر بیان کرتا ہے، امام صاحب نے ماہِ رمضان میں اعتکاف بیٹھنے کے فضائل بیان کئے، مگر مسجد کی انتظامیہ نے مسجد

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

میں اعتکاف کا کوئی انتظام نہیں کیا، یہ کہہ کر کہ یہ مسجد محلہ نہیں ہے۔ ایسے شخص کو مسجد کا عہدہ دار صدر یا سکریٹری مقرر کرنا درست ہے یا نہیں؟ عدالتی فیصلہ سے پہلے ہم شرعی حکم معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

اگر عدالت میں اس کی آمد و رفت کسی ناجائز مقدمہ کی بناء پر ہے اور نمازیوں کی بد دلی بھی اس کی بے دینی اور مسجد سے بے رغبتی کی بناء پر ہے تو ایسے شخص کو مسجد کی انتظامیہ کا صدر، ناظم بلکہ رکن بنانا بھی جائز نہیں، بن جانے کے بعد اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے ورنہ واجب العزل ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر واقام الصلوٰۃ وآتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ الآیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳ محرم سنہ ۱۳۹۹ھ

عورتوں کا مسجد میں نماز پڑھنا:

سوال: اس زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنا کیسا ہے؟ صحیح مسلم میں بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ کی باندیوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو"۔ اس حدیث سے جواز معلوم ہوتا ہے، مگر آگے صحیح مسلم ہی میں بروایت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ممانعت و عدم جواز معلوم ہوتا ہے، ان دونوں حدیثوں میں تطبیق کیسے دی جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

عورتوں کو مسجد میں جانا مکروہ تحریمی اور ممنوع ہے۔ دونوں حدیثوں میں تطبیق ظاہر ہے حدیث اول سے اباحت لعینہ ثابت ہوتی ہے اور حدیث ثانی سے حظر لغیرہ یعنی فساد زمانہ کی وجہ سے ممانعت ہے، جب دورِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہی عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کیا گیا تو اس دورِ فتنہ و فساد میں اسکی اجازت کیونکر دی جا سکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۹۹ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

متولی کو چندہ قبول نہ کرنیکا اختیار ہے :

سوال : ایک آدمی مسجد کی تعمیر میں اہل قریہ کے ساتھ مالی تعاون کرتا ہے، مگر اس سے چندہ لینے سے امن عامہ کے بگڑنے کا اندیشہ ہے، کیا اس سے چندہ لینے سے انکار کر دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسمہ ملہم الصواب

مسجد کے متولی اور منتظم کو اختیار ہے کہ کسی کا چندہ کسی دینی مصلحت کے پیش نظر قبول نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۹۹ھ

مسجدیت کے لئے افراز طریق شرط نہیں :

سوال : ایک شخص نے اپنے کارخانہ میں مسجد تعمیر کی مگر اس کے لئے مستقل راستہ وقف نہ کیا۔ کیا یہ جگہ شرعی مسجد کہلائے گی؟ بینوا توجروا

الجواب باسمہ ملہم الصواب

یہ مسئلہ حضرت امام اعظم اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مابین مختلف فیہا ہے، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مستقل راستہ کی تعیین کئے بغیر وقف تام نہیں ہوتا، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں راستہ کا افراز صحت وقف کے لئے شرط نہیں، اس کے بغیر بھی وقف صحیح ہو جائے گا اور راستہ بدون تصریح از خود ثابت ہو جائے گا، چونکہ قضاء اور وقف میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول فتویٰ کیلئے متعین ہے اس لئے بدون افراز طریق بھی یہ جگہ شرعی مسجد ہو جائے گی۔

قال فی التنویر وشرحہ : ویزول ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل وبقولہ جعلتہ مسجدا عند الثانی وشرط محمد والامام الصلاۃ فیہ بجماعۃ۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قولہ بالفعل) لکن عندہ لابد من افرازہ بطریقہ ففی النہر عن القنیۃ جعل وسط دارہ مسجدا واذن للناس بالدخول والصلوۃ فیہ ان شرط معہ الطریق صار مسجدا فی قولہم جمیعا والا فلا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وقالا یصیر مسجدا ویصیر الطریق من حقہ من غیر شرط کما لو اجر ارضہ ولم یشترط الطریق اھ۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وقال تحت (قوله وشرط محمد الخ) وفی الدر المنتقی وقدم فی الدر والوقایة وغیرها قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وعلمت ارجحیتہ فی الوقف والقضاء اھ (رد المحتار ص ۳۸۱ ج ۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵ جمادی الآخرۃ سنہ ۱۳۹۹ھ

چندہ لانے والے کی اُجرت اسی چندہ سے :

سوال : کئی جگہ پر ایسا ہوتا ہے کہ مسجد کے چندہ کے لئے کسی آدمی کو مقرر کیا جاتا ہے پھر اسی چندہ میں سے مقررہ حصّہ مثلاً چوتھائی، تہائی یا کچھ مقرر کئے بغیر حق الخدمۃ کے عنوان سے اسے کچھ دیدیا جاتا ہے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ بظاہر تو یہ ناجائز ہی معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ چندہ دہندگان تو مسجد کی تعمیر و مرمّت کے لئے ہی چندہ دیتے ہیں لہٰذا یہ اجرت یا حق الخدمۃ ان کی رضا و منشا کے خلاف ہے، نیز حصّہ مقرر کر کے دیا جائے تو یہ قفیز طحان کے مشابہ ہے جسے تمام کتب فقہ میں ناجائز لکھا ہے اس پر تفصیلی روشنی ڈالی جائے۔

اور اگر چندہ مسجد کی تعمیر و مرمت کے لئے نہو صرف مصالح مسجد کے لئے ہو تو یہ سفیر کی اُجرت مصالح میں داخل ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

عالمگیریہ کتاب الوقف میں تصریح ہے کہ قیم مال مسجد کو مشرف پر خرچ نہیں کر سکتا، اسی طرح اگر قیم حساب کتاب سے عاجز ہو تو کاتب کی اجرت بھی مال مسجد سے لینا درست نہیں۔ اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ چندہ کی اجرت بھی جائز نہیں، بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

مسجد کے لئے چندہ جمع کرنے کی اُجرت خواہ طے شدہ ہو یا حق الخدمۃ کے عنوان سے، بہرکیف وہ اجرت ہی ہے نام بدلنے سے حقیقت تو نہیں بدلتی۔

کما ورد فی الحدیث : انهم یسمون المحرمات بغیر اسمها ویستحلونها۔

بہرحال ! حق الخدمۃ کے عنوان سے جو اُجرت دی جاتی ہے یہ جہالت اُجرت کی بنا پر اجارہ فاسدہ ہے اس لئے ناجائز ہے۔

اور اگر جمع کردہ چندہ میں سے اس کی اُجرت طے ہو تو یہ بھی جائز نہیں، اس لئے کہ اجیر قادر علی العمل نہیں۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ہاں ! اگر مطلقاً اس کی تنخواہ مقرر کی جائے خواہ چندہ وصول ہو یا نہ ہو اور قلیل ہو یا کثیر تو یہ صورت جائز ہے۔

عالمگیریہ کے جس جزئیہ کا سوال میں حوالہ دیا گیا ہے اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ وہ مال وقف لعمارۃ المسجد ہو۔

لیس للقیم ان یتخذ من الوقف علی عمارۃ المسجد مشرفا من ذلک (ص ۴۶۲/ج ۲)

دوسرے جزئیہ میں بھی مال المسجد سے مراد یہی وقف لعمارۃ المسجد معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا چندہ وصول کرنے والے کی اُجرت اسی چندہ سے ادا کرنا جائز ہے بشرطیکہ اسی رقم میں سے کوئی حصّہ مشروط نہ ہو، ورنہ یہ اجارہ فاسدہ ٹھیرے گا، کما مرّ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۰ھ

مسجد کو تالا لگانا :

سوال : (۱) مسجد کو غیر اوقات نماز میں تالا لگانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) اگر دو فریقوں (مثلاً دیوبندی و بریلوی) کا جھگڑا ہو جائے تو اس خوف سے کہ جھگڑا مزید نہ بڑھ جائے حکومت یا انتظامیہ کا مسجد کو مقفل کر دینا جائز ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

(۱) اصل حکم تو یہ ہے کہ مسجد کو چوبیس گھنٹہ کھُلا رکھا جائے تاکہ کوئی مسلمان کسی وقت بھی عبادت کے لئے آئے تو اسے دشواری نہو، مگر آجکل کھُلا رکھنے میں کئی مفاسد ہیں مثلاً :

(۱) مسجد کا سامان چوری ہو جاتا ہے۔

(۲) لوگ مسجد کا پانی بھر کر لے جاتے ہیں۔

(۳) کئی بیکار لوگ مسجد میں آکر لیٹ جاتے ہیں اور پنکھے چلا کر کئی کئی گھنٹے پڑے رہتے ہیں۔

(۴) کئی لوگ فارغ بیٹھ کر دُنیوی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔

ان مفاسد کا سدباب اس کے بغیر ممکن نہیں کہ نمازوں کے سوا بقیہ اوقات میں مسجد کو بند رکھا جائے۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۲) بحالت اضطرار و مجبوری یہ اقدام جائز ہے، مگر ان حالات میں پورے محلہ کا فرض ہے کہ حالات کو معمول پر لاکر مسجد کو کھلوانے کی کوشش کریں، مسجد کا اس طرح ویران رہنا پوری آبادی کے لئے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۰ھ

مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان :

سوال : گمشدہ چیز کا اعلان مسجد میں جائز ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس مسئلہ میں بعض علماء کو کچھ اشتباہات ہوئے ہیں اس لئے اسکی تفصیل لکھی جاتی ہے۔

گمشدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنیکی چار صورتیں ہیں :

(۱) مسجد سے باہر گم ہوئی ہو۔
(۲) مسجد سے باہر ملی ہو۔
(۳) مسجد میں گم ہوئی ہو۔
(۴) مسجد میں ملی ہو۔

نصوص المذاہب الاربعۃ

حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ :

(۱) قال الامام المرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ : وینبغی ان یعرفها فی الموضع الذی اصابها وفی المجامع فان ذلك اقرب الی الوصول الی صاحبها (الهدایة صـ۶۱۴ ج ۱)

(۲) قال الامام السرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ : وجد رجل لقطة ایام الحج فسأل عنها عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما فقال عرفها فی الموسم (الی) وفی هذا دلیل علی انه ینبغی للملتقط ان یعرفها فی الموضع الذی اصابها فیه وان یعرفها فی مجمع الناس ولهذا امره بالتعریف فی الموسم وهذا لان المقصود ایصالها الی صاحبها وذلك بالتعریف فی مجمع الناس فی الموضع الذی اصابها حتی یتحدث الناس بذلك بینهم فیصل الخبر الی صاحبها (الی) وانه ینبغی ان یعرفها فی الموضع الذی وجدها لان صاحبها یطلبها فی ذلك الموضع (المبسوط صـ۶ ج ۳)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

③ قال الحافظ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ : (قولہ فی المجامع) ای مجمع الناس کالاسواق وابواب المساجد وفی الشامل والتعریف ان ینادی فی الاسواق والمساجد الخ (البنایۃ ص۹۲۷ ج ۲)

④ قال العلامۃ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ : قال فی الجوھرۃ ثم التعریف انما یکون جھرا فی الاسواق وفی ابواب المساجد وفی الموضع الذی وجدھا فیہ وفی الجامع (البحر ص۱۵۲ ج ۵)

⑤ قال العلامۃ الحموی رحمہ اللہ تعالیٰ : ثم تعریف اللقطۃ ھو المناداۃ فی الاسواق والمساجد والشوارع لان المقصود من التعریف وصولہ الی المالک والتعریف فی ھذہ المواضع ابلغ (الاشباہ والنظائر ص۲۹۷ ج ۱)

⑥ قال العلامۃ الطحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ : (قولہ فی المجامع) ای مجامع الناس کالمساجد والاسواق والشوارع الا انہ ینادی علی ابواب المساجد لا فیھا (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر ص۵۰۱ ج ۲)

⑦ قال الشیخ الانور رحمہ اللہ تعالیٰ : واما انشاد الضالۃ فلہ صورتان احداھما ان ضل شیء فی خارج المسجد وینشدہ فی المسجد لاجتماع الناس فھو اقبح واشنع واما لو ضل فی المسجد فیجوز الانشاد بلا شغب۔

(العرف الشذی ص۱۶۲)

⑧ قال الشیخ محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ : واما مکانہ وھو الاسواق وابواب المساجد والجوامع فی الوقت الذی یجتمعون فیہ کادبار الصلوات فی المساجد وکذلک فی مجامع الناس لان المقصود اشاعۃ ذکرھا واظھارھا لیظھر علیھا صاحبھا فیجب تحری مجامع الناس ولا ینشدھا فی المسجد لان المسجد لم یبن لھذا (اوجز المسالک ص۲۹۸ ج ۱۳)

مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ :

⑨ فی المدونۃ الکبری للامام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ : (قال) ما سمعت من مالک فیھا شیئاً ولکنی اری ان تعرف فی الموضع الذی التقطت فیہ وحیث یظن ان صاحبھا ھناک وحدیث عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

انه قال له رجل نزلت منزل قوم بطريق الشام فوجدت صرة فيه ثمانون درهما فذكرتها لعمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه فقال له عمر رضی الله تعالیٰ عنه عرفها علی ابواب المساجد فأری ان یعرف اللقطة من التقطها علی ابواب المساجد و فی موضعها وحیث یظن ان صاحبها هناك (المدونة الکبری ص۱۷۴ ج ۱۵)

(۱۰) قال امام المالکیة الشهیر بالحطاب رحمه الله تعالیٰ: قال فی المدونة و تعرف اللقطة حیث وجدها وعلی ابواب المساجد وحیث یظن ان ربها هناك اوخبره انتهی وفی سماع اشهب من کتاب اللقطة وسألته یعنی مالکا رحمه الله تعالیٰ عن تعریف اللقطة فی المساجد فقال لا احب رفع الصوت فی المساجد وقد بلغنی ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه امر ان تعرف اللقطة علی ابواب المساجد واحب الی ان لا تعرف فی المساجد ولو مشی هذا الی الخلق فی المساجد یخبرهم بالذی وجد ولا یرفع صوته لم أر بذلك بأسا اهـ قال ابن الحاجب فی الجوامع والمساجد قال فی التوضیح ظاهره ان التعریف یکون فیها ولعل ذلك مع خفض الصوت ویحتمل ان یکون علی حذف مضاف ای باب الجوامع والمساجد وهو احسن لانه کذلك فی المدونة وغیرها و للحدیث انتهی (المواهب الجلیل ص۷۳ ج۶)

(۱۱) قال العلامة الخرشی رحمه الله تعالیٰ: ان تعریف اللقطة انما یکون بالمواضع التی یظن بها ویقصد ان یطلبها اربابها فیها کابواب المساجد وما اشبه ذلك واما داخل المسجد فانه لا یعرفها فیه ویجب علی الملتقطات یعرفها الخ (الخرشی ص۱۲۵ ج۷)

(۱۲) قال العلامة صالح عبد السمیع الأبی الازهری رحمه الله تعالیٰ: ویکون التعریف بمظان ای المواضع التی یظن ان صاحب اللقطة یطلبها بها بکباب مسجد ومواضع العامة واجتماع الناس (جواهر الاکلیل ص۲۱۸ ج ۲)

(۱۳) قال خاتمة المحققین الشیخ محمد علیش رحمه الله تعالیٰ: (بکباب مسجد) فیها یعرف اللقطة حیث وجدها وعلی ابواب المساجد ابن القاسم یعرف حیث یعلم ان صاحبها هناك (الی ان قال) فقال ما احب رفع الصوت فی المساجد وانما امر عمر رضی الله تعالیٰ عنه ان تعرف علی باب المسجد ولو مشی هذا الذی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وجدها الی الخلق فی المسجد یخبرهم بها ولا یرفع صوته لم أر به بأسا وفی التمهید التعریف عند جماعة الفقهاء فیما علمت لایکون الا فی الاسواق وابواب المساجد ومواضع العامة واجتماع الناس (شرح منح الجلیل ص۱۲۱ ج ۴)

شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ :

(۱۴) قال العلامة القسطلانی رحمه الله تعالیٰ : ویکون فی الاسواق ومجامع الناس وابواب المساجد عند خروجهم من الجماعة ونحوها لان ذلك اقرب الی وجود صاحبها لا فی المساجد کما لا تطلب اللقطة فیها، نعم یجوز تعریفها فی المسجد الحرام اعتبارا بالعرف ولانه مجمع الناس وقضیة التعلیل ان مسجد المدینة والاقصی کذلك وقضیة کلام النووی فی الروضة تحریم التعریف فی بقیة المساجد (الی ان قال) اما لو سأل الجماعة فی المسجد بدون ذلك فلا تحریم ولا کراهة و یجب التعریف فی محل اللقطة (شرح القسطلانی ص۲۴ ج ۴)

(۱۵) قال العلامة الرملی الشهیر بالشافعی الصغیر رحمه الله تعالیٰ : ثم یعرفها فی الاسواق وابواب المساجد عند خروج الناس منها لانه اقرب الی وجدانها ویکره تنزیها کما فی المجموع لا تحریما خلافا لجمع مع رفع الصوت بمسجد کانشادها فیه الا المسجد الحرام (نهایة المحتاج الی شرح المنهاج ص۴۳۷ ج ۵)

حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ :

(۱۶) قال العلامة ابن قدامة رحمه الله تعالیٰ : فی مکانه وهو الاسواق وابواب المساجد والجوامع فی الوقت الذی یجتمعون فیه کادبار الصلوات فی المساجد وکذلك فی مجامع الناس لان المقصود اشاعة ذکرها واظهارها لیظهر علیها صاحبها فیجب تحری مجامع الناس ولا ینشدها فی المسجد لان المسجد لم یبن لهذا وقد روی ابوهریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال "من سمع رجلاً ینشد ضالة فی المسجد فلیقل لا ردها الله الیك فان المساجد لم تبن لهذا" وامر عمر رضی الله تعالیٰ عنه واجد اللقطة بتعریفها علی باب المسجد (المغنی ص۷۵ ج ۶)

(۱۷) قال الامام برهان الدین ابراهیم بن محمد رحمه الله تعالیٰ تحت

قول المقنع (بالنداء علیہ فی مجامع الناس کالاسواق وابواب المساجد فی اوقات الصلوات) وروی عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ امر واجد اللقطۃ لتعریفھا علی ابواب المساجد وعلم منہ انہ لایفعل ذلک فی المسجد وان کان مجمع الناس بل یکرہ وفی عیون المسائل لایجوز (المبدع شرح المقنع ص۱۸۱ ج۵)

(۱۸) قال شیخ الاسلام موسی الحجاوی المقدسی رحمہ اللہ تعالیٰ: وتعریفہ علی الفور حیوانا کان اوغیرہ بالنداء علیہ بنفسہ او بنائبہ فی مجامع الناس کالاسواق والحمامات وابواب المساجد ادبار الصلوات ویکرہ فیھا و یکثر منہ فی موضع وجدانھا (الاقناع ص۴۰ ج ۲)

(۱۹) وقال ایضاً (وطریقہ التعریف) ویکون التعریف بالنداء علیہ ای الملتقط بنفسہ ای الملتقط او بنائبہ ویکون النداء فی مجامع الناس کالاسواق والحمامات وابواب المساجد ادبار الصلوات لان المقصود اشاعۃ ذکرھا ویکرہ النداء علیھا فیھا ای فی المساجد لحدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعا من سمع ینشد ضالۃ الخ والانشاد دون التعریف فھو اولی ویکثر منہ ای التعریف فی موضع وجدانھا لانہ مظنۃ طلبھا (کشاف القناع عن متن الاقناع ص۲۱۶ ج ۴)

(۲۰) قال البھوتی رحمہ اللہ تعالیٰ: وانشاد الضالۃ ای تعریفھا ونشد انھا ای طلبھا ویسن لسامعہ ای سامع نشد ان الضالۃ ان یقول لاوجدتھا ولا ردھا اللہ علیک لحدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لاردھا اللہ علیک ان المساجد لم تبن لھذا، رواہ مسلم (کشاف القناع ص۳۶۹ ج ۲)

نصوص بالا سے پہلی اور دوسری صورت کا عدم جواز واضح ہے، تیسری اور چوتھی صورت کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نظر سے نہیں گزرا، مراجعہ کتب اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ تعلیل "ان المساجد لم تبن لھذا" سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا اعلان بھی مسجد کے دروازہ پر کیا جائے۔

عبارات بالا میں سے جن میں اسواق و مجامع کے ساتھ مساجد کا ذکر ہے، ان سے جواز کا شبہہ ہوسکتا ہے لیکن یہ بوجوہ ذیل صحیح نہیں:

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۱) یہ ممانعت کی دوسری عام تصریحات کے خلاف ہے۔

(۲) بعض نے خود اس سے ابواب مساجد مراد ہونے کی تصریح فرمادی ہے جیساکہ "طحطاوی علی الدر" اور "اوجز المسالک" میں ہے۔

(۳) علامہ حطاب رحمہ اللہ تعالیٰ نے "توضیح" سے اس کی توجیہ یہ نقل فرمائی ہے کہ یہ عبارات حذف مضاف پر محمول ہیں اور اس سے ابواب مساجد ہی مراد ہیں۔

البتہ بدون اعلان انفراداً لوگوں سے پوچھنا یا وجدان لقطہ کی اطلاع دینا بلاشبہہ جائز ہے، کما مر عن مواہب الجلیل نص الامام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ وکذا عن شرح القسطلانی والعرف الشذی، ویسے بھی یہ دنیوی کلام کے زمرہ میں آتا ہے جو ضرورۃً مسجد میں جائز ہے۔

تنبیہ :

روایات مذکورہ میں سے بعض میں مساجد ثلاثہ میں ضرورۃً جواز انشاد تحریر ہے، مگر اب حکومت کی طرف سے معقول انتظام کی وجہ سے ضرورت نہیں رہی، لہٰذا ان میں بھی جائز نہیں۔

دوسری مساجد میں بھی ایسا ہی انتظام کرنا لازم ہے کہ گمشدہ چیز پہنچانے اور لینے کے لئے کوئی جگہ متعین کردی جائے، اس تدبیر سے مسجدیں ہر وقت اعلان پر اعلان کے شور و شغب سے محفوظ رہیں گی، چنانچہ پولیس تھانہ میں یونہی ہوتا ہے وہاں کوئی اعلان نہیں کیا جاتا، افسوس کہ آج کے مسلمانوں کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کے گھر کی عظمت پولیس تھانہ جیسی بھی نہ رہی، واللہ الہادی الی سبیل الرشاد

۱۹ صفر ۱۴۱۴ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کتاب البیوع

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ
یسبح لہ فیہا بالغدو والاصال ○ رجال لا تلہیہم
تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء
الزکوٰۃ یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار ○
لیجزیہم اللہ احسن ما عملوا ویزیدہم من فضلہ
واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب ○ (۲۴: ۳۶ تا ۳۸)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کتاب البیوع

زمین اس طرح فروخت کی مشتری اسکے عوض بائع کو سرکاری زمین خرید کر دے :

سوال : ایک شخص کی کچھ زمین ہے، اس نے دوسرے سے کہا کہ فلاں زمین سرکاری مجھے لے دو، اس کے مقابلہ میں اپنی زمین تجھے دوں یا دیدی، اس دوسرے شخص نے یہ بات قبول کرلی اور زمین سرکاری اسے لے دی۔ اس کے بعد ہر ایک شخص تبادلہ کی ہوئی زمین پر کئی سال تک قابض رہا اب ان میں سے ایک سودے سے پھر گیا ہے۔ کیا یہ پھرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور بیع شرعاً جائز ہوئی یا نہیں؟ بیّنوا بالبرهان اجرکم الرحمٰن۔

الجواب ومنه الصّدق والصواب

اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر لفظ "تجھے دوں" کہا تھا تو یہ بیع نہیں ہوئی، فقط وعدہ بیع ہے۔ جب اس نے یہ زمین خرید کر دوسرے کو دیدی اور اس کی زمین پر خود قبضہ کرلیا تو بیع بالتعاطی ہوگئی۔

قال فی التنویر: ویکون بقول او فعل (الی ان قال) اما الفعل فالتعاطی فی نفیس وخسیس (ردالمحتار ص ۵ ج ۴)

اور اگر "دیدی" کہا تھا تو یہ بیع باطل ہوئی، بعد میں تعاطی سے بھی صحیح نہ ہوگی۔

قال فی الشامیة: فی فصل فی الفضولی تحت (قوله الا فی هذه الخمسة) قلت ویزاد ما فی جامع الفصولین باع ملك غیره فشراه من مالکه وسلم الی المشتری والبیع باطل لا فاسد وانما یجوز اذا تقدم سبب ملکه علی بیعه حتی ان الغاصب لو باع المغصوب ثم ضمنه المالك جاز بیعه اما لو شراه الغاصب من مالکه او وهبه له او ورثه منه لا ینفذ بیعه قبله (الی قوله) فهاتان مسألتان الخ (ردالمحتار ص ۱۵۳ ج ۴)

وقال الرافعی رحمه الله تعالیٰ (قوله فهاتان مسألتان الخ) فیهاتین هاتین المسألتین لیستا مما نحن فیه اذ هو فی بطلان بیعه ابتداءً والبطلان فیهما بطریق الطروّ للبائت علی الموقوف (التحریر المختار ص ۱۴۷ ج ۲)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وایضا فی الشامیۃ فی مطلب اذا طرأ ملك بات علی موقوف ابطله - واما عدم نفاذ البیع فلیطلانه بالاجازة لانه یثبت بها الملك للمشتری باتا والملك البات اذا ورد علی الموقوف ابطله وکذا لو وهبه مولاه للغاصب او تصدق به علیه او مات فورثه فهذا کله یبطل الملك الموقوف واورد علیه ان بیع الغاصب ینفذ باداء الضمان مع انه طرأ ملك بات للغاصب علی ملك المشتری الموقوف واجیب بان ملك الغاصب ضروری ضرورة اداء الضمان فلم یظهر فی ابطال ملك المشتری بحر واجاب فی حواشی مسکین بان هذا غیر وارد لان الاصل المذکور لیس علی اطلاقه لما فی البزازیة عن القاعدی ونصه الاصل ان من باشر عقدا فی ملك الغیر ثم ملکه ینفذ لزوال المانع کالغاصب باع المغصوب ثم ملکه وکذا لو باع ملك ابیه ثم ورثه نفذ وطرو البات انما یبطل الموقوف اذا حدث لغیر من باشر الموقوف کما اذا باع المالك ما باعه الفضولی من غیر الفضولی ولو ممن اشتری من الفضولی اما ان باعه من الفضولی فلا اهـ (رد المحتار ص ۱۵۹ ج ۴)

وقال الرافعی رحمه الله تعالیٰ: (قوله واجاب فی حواشی مسکین الخ) ما فی حواشی مسکین لا یوافق ما مشی علیه فی الفصولین من التفصیل وهو جواز بیع الغاصب بالاجازة له وبتقدیم سبب ملکه علی بیعه وعدم جوازه اذا تأخر ومقتضی ما فی حواشی مسکین ایضا جواز البیع الثانی باجازة المالك الاول لان البات حدث لمن باشر الثانی الذی هو المشتری الاول ومخالف لما فی المصنف من عدم جواز الثانی باجازة الاول ومقتضاه ایضا انه لو ضمن الغاصب نفذ البیع الاول وهو موافق لما فی الفصولین ومخالف لکلام المصنف وانه لو ضمن المشتری منه ینفذ الثانی لطرو الملك البات لمباشره وهو غیر مسلم لمخالفته للمصنف فالظاهر الجواب الذی فی البحر العدم مخالفته ما فی المتون الخ (التحریر المختار ص ۱۴۹ ج ۲)

بیع باطل یا فاسد کے بعد تعاطی سے بیع صحیح نہیں ہوتی -

قال فی العلائیة: وصرح فی البحر بان الایجاب والقبول بعد عقد فاسد لا ینعقد بهما البیع قیل متارکة الفاسد ففی بیع التعاطی بالاولیٰ -

وفی الشامیة: (قوله کما لو کان) ای البیع بالتعاطی بعد عقد فاسد وعبارة

الخلاصة اشترى رجل (الى قوله) لا يصير هذا بيعًا بالتعاطى لانهما يسلمان بحكم ذلك البيع السابق وانه وقع باطلا اھ وعبارة البزازية والتعاطى انما يكون بيعًا اذا لم يكن بناءً على بيع فاسد او باطل سابق اما اذا كان بناءً عليه فلا اھ (رد المحتار ص ۱۲ ج ۴) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۳ رجب سنہ ۷۲ھ

احتکار کی تحقیق :

کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے۔

اس شرط پر زمین بیچی کہ مشتری کے نام انتقال تک پیداوار بائع لے گا :

سوال : شاہ محمد نے حاجی نور محمد کے پاس اس شرط پر چھ ایکڑ زمین فروخت کی کہ جب تک زمین کے انتقال کی منظوری نہ ملے اس وقت تک پیداوار کا حق دار شاہ محمد رہے گا۔ یہ بیع صحیح ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

اس صورت میں شرط فاسد لگانے کی وجہ سے بیع فاسد ہے۔

قال فی التنویر فی بیان البیع الفاسد: وبیع بشرط لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدھما او لمبیع من اھل الاستحقاق ولم یجر العرف بہ ولم یرد الشرع بجوازہ کشرط ان یقطعہ ویخیطہ قباء او یستخدمہ شھرا او یعتقہ الخ

وفی الشامیۃ : (قولہ مثال لما فیہ نفع للبائع) ومنہ ما لو شرط البائع ان یھبہ المشتری شیئًا او یقرضہ او یسکن الدار الخ (رد المحتار ص ۱۳۶ ج ۴) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۵ محرم سنہ ۷۳ھ

ٹھیکہ پر دی ہوئی زمین کی بیع موقوف ہے :

کتاب الاجارہ میں ہے۔

مکیلات و موزونات کی بیع بالجنس :

باب الربا والقمار میں ہے۔

آزاد عورت کا فروخت کرنا حرام ہے :

سوال : آجکل عموماً علاقہ سندھ میں عورتوں کو خرید کر نکاح کیا جاتا ہے۔ کیا شرعاً یہ خرید و فروخت درست ہے۔ بیّنوا توجروا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الجواب ومنہ الصدق والصواب

آزاد مرد اور عورت کی بیع ناجائز اور اس کے عوض کچھ حاصل کرنا حرام ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ ثلاثۃ انا خصمھم یوم القیامۃ رجل اعطی بی ثم غدر و رجل باع حرا فاکل ثمنہ و رجل استأجر اجیرا فاستوفی منہ ولم یعط اجرہ (بخاری)

وفی الشامیۃ: وشرط المعقود علیہ ستۃ کونہ موجودا فالا متقوما مملوکا فی نفسہ و کون المملک للبائع فیما یبیعہ لنفسہ وکونہ مقدور التسلیم فلم ینعقد بیع المعدوم وما لہ خطر العدم کالحمل واللبن فی الضرع والثمر قبل ظھورہ وھذا العبد فاذا ھو جاریۃ ولا بیع الحر والمدبر وام الولد والمکاتب ومعتق البعض الخ (رد المحتار ص ۶ ج ۴)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۹ ذی قعدہ سنہ ۷۳ھ

قبل الدباغ مردار کی کھال کی بیع باطل ہے:

سوال: مردار کی کھال اُتار کر رنگنے سے پہلے اس کا فروخت کرنا اور ثمن لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا من اللہ العزیز۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

قبل الدبغ مردار کی کھال کا بیچنا جائز نہیں، یہ بیع باطل اور اس سے حاصل شدہ ثمن حرام ہے۔

قال فی شرح التنویر فی باب البیع الفاسد وجلد میتۃ قبل الدبغ لو بالعرض ولو بالثمن فباطل الخ۔

وفی الشامیۃ: (قولہ لو بالعرض الخ) ای ان بیعہ فاسد لو بیع بالعرض وذکر فی شرح المجمع قولین فی فساد البیع وبطلانہ قلت وما ذکرہ الشارح من التفصیل یصلح توفیقا بین القولین لکنہ یتوقف علی ثبوت کونہ مالا فی الجملۃ کالخمر والمیتۃ لا بحتف انفھا مع ان الزیلعی علل عدم بیعہ بان نجاستہ من الرطوبۃ المتصلۃ بہ باصل الخلقۃ فصار فی حکم المیتۃ زاد فی الفتح فیکون نجس العین بخلاف الثوب او الدھن المتنجس حیث جاز بیعہ لعروض نجاسۃ وھذا یفید بطلان بیعہ مطلقا ولذا ذکر فی الشرنبلالیۃ عن البرھان ان الاظھر البطلان تأمل (رد المحتار ص ۱۲۷ ج ۴) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۶ جمادی الآخر سنہ ۷۴ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کنٹرولی نرخ سے زیادہ پر خرید و فروخت :

کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے۔

حرام مال سے خریدا ہوا سامان بھی حرام ہے :

کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے۔

تالاب میں مچھلی کی بیع جائز نہیں :

سوال : تالاب میں مچھلیوں کی بیع جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ومنہ الصّدق والصواب

اگر یہ تالاب شروع ہی سے مچھلی کے لئے طیار نہیں کیا گیا، یا مالک نے خود اس میں مچھلیاں نہیں چھوڑیں تو یہ مچھلیاں تالاب کے مالک کی ملک نہیں اور غیر مملوک کی بیع باطل ہے۔

اور اگر ابتدا ہی سے تالاب مچھلیاں پکڑنے کے لئے طیار کیا گیا ہے یا اس میں مچھلیاں خود مالک نے چھوڑی ہوں یا نہر وغیرہ سے مچھلیاں تالاب میں آئیں اور تالاب کے مالک نے پانی کا راستہ بند کر کے مچھلیاں تالاب میں محبوس کر لیں تو یہ مچھلیاں اس کی مملوک ہیں مگر غیر مقدور التسلیم ہونے کی وجہ سے ان کی بیع فاسد ہے، البتہ اگر تالاب اس قدر چھوٹا ہو کہ بدوں تکلیف وحیلہ اس سے مچھلیاں پکڑی جا سکتی ہوں اور مچھلیوں کی مقدار بھی معلوم ہو تو بیع درست ہے۔

قال فی شرح التنویر وبیع ما لیس فی ملکہ لبطلان بیع المعدوم ومالہ خطر العدم لا بطریق السلم فانہ صحیح۔

وایضاً فیہ وفسد بیع سمک لم یصد (الی قولہ) اوصید ثم القی فی مکان لا یؤخذ منہ الا بحیلۃ للعجز عن التسلیم وان اخذ بدونہا صح ولہ خیار الرؤیۃ الا اذا دخل بنفسہ ولم یسد مدخلہ فلو سدہ ملکہ (الی قولہ) وبیع طیر فی الہواء لا یرجع بعد ارسالہ من یدہ اما قبل صیدہ فباطل اصلاً لعدم الملک۔

وفی الشامیۃ تحت (قولہ وفسد بیع سمک لم یصد الخ) وفیہ ان بیع ما لیس فی ملکہ باطل کما تقدم لانہ بیع المعدوم والمعدوم لیس بمال فینبغی ان یکون بیعہ باطلا۔

وایضا فیہا: (قولہ فلو سدہ ملکہ) ای فیصح بیعہ ان امکن اخذہ بلا حیلۃ والا فلا لعدم القدرۃ علی التسلیم والحاصل کما فی الفتح انہ اذا دخل السمک فی حظیرۃ فاما ان یعدہا لذلک اولا ففی الاول یملکہ ولیس لاحد اخذہ ثم ان امکن

اخذہ بلاحیلۃ جاز بیعہ لانہ مملوك مقدور التسلیم والا لم یجز لعدم القدرۃ علی التسلیم وفی الثانی لایملکہ فلا یجوز بیعہ لعدم الملك الا ان یسد الحظیرۃ اذا دخل فحینئذٍ یملکہ ثم ان امکن اخذہ بلاحیلۃ جاز بیعہ والا فلا وان لم یعدھا لذلك لکنہ اخذہ وارسلہ فیھا ملکہ فان امکن اخذہ بلاحیلۃ جاز بیعہ لانہ مقدور التسلیم او بحیلۃ لم یجز لانہ وان کان مملوکًا فلیس مقدور التسلیم اھ (رد المحتار ص ۱۱۸ ج ۴)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۳ جمادی الاولیٰ سنہ ۷۵ھ

مسلم فیہ دینے سے عجز کا حکم:

سوال: ایک شخص نے بیع سلم ایک روپیہ فی کاسہ کے حساب سے کی، اب وقت معین پر مبیع کے ادا کرنے پر بوجہ افلاس کے قادر نہیں، تو رب السلم اس سے دو روپے فی کاسہ ثمن وصول کرنا چاہتا ہے، کیا شرعًا اس کے لئے یہ فعل جائز ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

مدت معینہ تک اگر مسلم الیہ مسلم فیہ ادا نہ کرسکا تو اس کے عوض کوئی دوسری چیز لینا یا ثمن سے زیادہ لینا جائز نہیں، لہٰذا مشتری کو چاہیئے کہ میسر تک بائع کو مہلت دے یا اپنا ثمن واپس لے لے، بائع کی رضا سے بھی استبدال یا ثمن سے زائد لینا جائز نہیں۔

قال فی الھدایۃ: ولا یجوز الاستبدال بالمسلم فیہ (عالمگیریۃ ص ۱۸۶ ج ۳)

وقال فی شرح التنویر: ولو انقطع بعد الاستحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجودہ والفسخ واخذ رأس مالہ (رد المحتار ص ۲۳۸ ج ۴)

وایضًا فیہ: ولا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی رأس المال ولا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ بنحو بیع وشرکۃ ومرابحۃ وتولیۃ ولو ممن علیہ (الی قولہ) لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام لا تأخذ الا سلمك او رأس مالك ای الا سلمك حال قیام العقد او رأس مالك حال انفساخہ فامتنع الاستبدال۔

وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: وتقدم اول فصل التصرف فی المبیع ان بیع المنقول من بائعہ قبل قبضہ لا یصح ولا ینتقض بالبیع الاول بخلاف ھبتہ منہ لانھا تجاز عن الاقالۃ (رد المحتار ص ۲۳۳ ج ۴) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۸ شوال سنہ ۷۳ھ

۳۱

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بیع سلم کی بعض شرائط :

سوال : ایک شخص نے اپنی فصل فروخت کی اس طور پر کہ اس سے جتنی گندم نکلے گی وہ بیس ۲۰ روپے من ہوگی ، ثمن بروقت مشتری نے ادا نہیں کیا ، آیا شرعاً یہ بیع درست ہے ؟ بیّنوا توجروا

الجواب ومنہ الصّدق والصواب

یہ بیع سلم ہے جس میں بیع کی مقدار اور وقت ادا کا معین کرنا نیز کل ثمن کا مجلس عقد میں ادا کرنا شرط ہے ، صورت سوال میں یہ تینوں شرائط مفقود ہیں ، لہذا یہ بیع صحیح نہیں ہوئی ، نیز بیع سلم میں مبیع کو خاص زمین اور فصل سے مقید کرنا جائز نہیں۔

قال فی التنویر : وشرطہ بیان جنس ونوع وصفۃ وقدر واجل واقلہ شھر (الی ان قال) وقبض رأس المال قبل الافتراق وھو شرط بقائہ علی الصحۃ لاشرط انعقادہ بوصفھا۔

وفی الشرح : فینعقد صحیحا ثم یبطل بالافتراق بلا قبض ۔ (رد المحتار ص ۲۳ ج ۴)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۹ ذی قعدہ سنہ ۸۳ھ

مردار کی بدبودار ہڈی کی بیع جائز ہے :

سوال : مردار کی ہڈیوں کی بیع کرنا بالخصوص ایسی ہڈی جس میں تعفن اور بدبو ہو جائز ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسمہ ملھم الصواب

جائز ہے ۔

قال الامام قاضیخان رحمہ اللہ تعالیٰ : وبیع جلود المیتات باطل اذا لم تکن مذبوحۃ او مدبوغۃ ویجوز بیع عظامھا وعصبھا وصوفھا وظلفھا وشعرھا وقرنھا (خانیۃ بھامش الھندیۃ ص ۱۳۳ ج ۲) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔

۳ ذی الحجہ سنہ ۸۷ھ

باغ پر پھل کی بیع بشرط وزن :

سوال : ہمارے علاقہ میں ایک مسئلہ علماء کے مابین متنازع فیہا بن چکا ہے ،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

فریقین کے دلائل پیش خدمت ہیں ملاحظہ فرماکر محاکمہ فرمائیں۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید کی ملک میں سیب کا باغ ہے، جب سیب ظاہر ہوتے ہیں تو وہ ان غیر پختہ سیبوں کی بیع عمرو کے ہاتھ اس طرح کرتا ہے کہ آپ فی من ایک سو روپے کے حساب سے یہ پورا باغ لے لیں، پکنے کے بعد میں تول کر پھل آپ کے حوالہ کردوں گا، عمرو قبول کرکے کچھ رقم اسی وقت زید کو دیدیتا ہے اور بقیہ رقم کا یہ طے ہوتا ہے کہ سیب تلنے کے بعد دی جائے گی۔

بعض مقامی علماء اس بیع کو جائز قرار دیتے ہیں، اس لئے کہ یہ بیع ان بیوع مندرجۂ ذیل کی طرح ہے جنھیں فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے۔

رجل قال لغیرہ بعت منک عنب ھذا الکرم کل وقر بکذا قالوا ان کان وقر العنب معلوما عندھم والعنب جنس واحد ینبغی ان یجوز البیع فی وقر واحد عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وعند صاحبیہ رحمہما اللہ تعالیٰ یجوز البیع فی الکل وجعلوا ھذہ المسألۃ فرعا لرجل باع صبرۃ حنطۃ فقال بعت منک ھذہ الصبرۃ کل قفیز بدرھم، عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ یجوز فی قفیز واحد وعندھما یجوز فی الکل وان کان عنب الکرم اجناسًا قالوا ینبغی ان لا یجوز البیع فی شیء فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وان کان الوقر معروفا وعندھما یجوز فی الکل کما لو قال بعت منک ھذا القطیع من الغنم کل شاۃ بکذا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لا یجوز البیع اصلا وعندھما یجوز البیع فی الکل والفتوی علی قولھما (خانیۃ بھامش الھندیۃ ص ۲۵ ج ۲)

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس میں تسلیم مبیع کا وقت مجہول ہوتا ہے مگر یہ جہالت یسیرہ ہے۔

دوسرے علماء اس کو بوجوہ ذیل بیع فاسد کہتے ہیں۔

(۱) اسمیں مبیع کی مقدار مجہول ہے، معلوم نہیں کہ کتنا سیب پیدا ہو۔

(۲) جہالت ثمن۔

(۳) جہالت وقت تسلیم مبیع۔ اس لئے کہ موسم کے گرم اور سرد ہونے کے وجہ سے تسلیم مبیع میں پس وپیش بھی ہو سکتا ہے۔

(۴) تبعیض ثمن۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۵) تأجیل مبیع کی شرط اگرچہ وقت عقد میں ذکر نہیں کی گئی مگر ضمناً تأجیل مبیع اسمیں موجود ہے اس لئے کہ جب تک سیب پختہ نہ ہو جائے تب تک نہ بائع کاٹنے کی اجازت دیتا ہے نہ مشتری کچھ سیب توڑتا ہے۔

(۶) ایک گونہ بیع الکالی بالکالی لازم آتی ہے اس لئے کہ بقیہ ثمن اور مکمل مبیع تین چار مہینے کے بعد ہی ایک دوسرے کو تسلیم کرتے ہیں۔

(۷) مبیع مقدور التسلیم نہیں ممکن ہے کہ کسی وقت ضائع ہو جائے۔

فریق اول کے دلائل کا فریق ثانی یہ جواب دیتا ہے کہ یہ سب صورتیں مجلس عقد کے ساتھ مقید ہیں یعنی اگر مجلس عقد میں بائع نے تمام صبرہ کو یا انگور کو تول کر دیدیا تو جائز ہے، وکذا فی نظائرھا۔

اگر مجلس عقد میں مبیع کو نہیں تولا تو ہم ان صورتوں کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں اور یہاں تو مکمل مبیع تین چار مہینے کے بعد تولی جاتی ہے۔

مجلس عقد میں تعیین مبیع ضروری ہونے کے یہ دلائل ہیں:

(۱) (ولہما ان ھذہ جھالۃ بیدھا ازالتھا) بأن یکیلہ فی المجلس

(فتح القدیر ص ۸۹ ج ۵)

(۲) ومن باع صبرۃ طعام کل قفیز بدرھم الخ۔

اس کے تحت فتح القدیر میں لکھا ہے:

ولا جھالۃ فی القفیز فلزم فیہ واذا زالت بالتسمیۃ او الکیل فی المجلس یثبت الخیار کما اذا ارتفعت بعد العقد بالرؤیۃ اذا المؤثر فی الاصل ارتفاع الجھالۃ بعد لفظ العقد وکونہ بالرؤیۃ ملغی بخلاف ما اذا علم ذلک بعد المجلس لتقرر المفسد۔

(فتح القدیر ص ۸۸ ج ۵)

اس میں مجلس عقد کے بعد مقدار مبیع کا معلوم ہونا غیر معتبر بلکہ مفسد عقد قرار دیا ہے۔

جانبین کے دلائل ملاحظہ فرما کر فیصلہ فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

قائلین فساد عقد کا قول صحیح ہے، وجوہ فساد جو بیان کی گئی ہیں وہ بھی صحیح ہیں، البتہ تبعیض الثمن بمعنی تعجیل البعض و تأجیل البعض کو مفسدات میں شمار کرنا صحیح

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

نہیں، اسی طرح احتمال ہلاکت کی وجہ سے مبیع کو غیر مقدور التسلیم قرار دینا بھی درست نہیں، یہ احتمال تو ہر مبیع میں موجود ہے بالخصوص حیوان میں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۰ر شعبان سنہ ۹۸ھ

باغ کے پھل کی بیع کی مختلف صورتیں:

سوال: باغوں کے پھلوں کی بیع کس صورت میں جائز ہے کس صورت میں ناجائز؟ مفصل جواب مرحمت فرمایئے، بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

قال فی التنویر وشرحہ: ومن باع ثمرۃ بارزۃ امّا قبل الظہور فلا یصح اتفاقا ظہر صلاحہا اولا صح فی الاصح ولو بزر بعضہا دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب وصححہ السرخسی وافتی الحلوانی بالجواز لو الخارج اکثر زیلعی ویقطعہا المشتری فی الحال جبرًا علیہ وان شرط ترکہا علی الاشجار فسد البیع کشرط القطع علی البائع حاوی۔

وقیل قائلہ محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لا یفسد اذا تناہت الثمرۃ للتعارف فکان شرطًا یقتضیہ العقد وبہ یفتی بحر عن الاسرار لکن فی القہستانی عن المضمرات انہ علی قولہما الفتوی فتنبہ۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قولہ ظہر صلاحہا اولا) قال فی الفتح لا خلاف فی عدم جواز بیع الثمار قبل ان تظہر ولا فی عدم جوازہ بعد الظہور قبل بدو الصلاح بشرط الترک ولا فی جوازہ قبل بدو الصلاح بشرط القطع فیما ینتفع بہ ولا فی الجواز بعد بدو الصلاح لکن بدو الصلاح عندنا ان تؤمن العاہۃ والفساد وعند الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہو ظہور النضج وبدو الحلاوۃ والخلاف انما ہو فی بیعہا قبل بدو الصلاح علی الخلاف فی معناہ لا بشرط القطع فعند الشافعی ومالک واحمد رحمہم اللہ تعالیٰ لا یجوز وعندنا ان کان بحال لا ینتفع بہ فی الاکل ولا فی علف الدواب فیہ خلاف بین المشایخ قیل لا یجوز ونسبہ قاضیخان لعامۃ مشایخنا والصحیح انہ یجوز لانہ مال منتفع بہ فی ثانی الحال ان لم یکن منتفعا بہ فی الحال والحیلۃ فی جوازہ باتفاق المشایخ ان یبیع الکمثری اول ما تخرج مع اوراق الشجر فیجوز فیہا طبعا للاوراق کأنہ ورق کلہ، وان کان بحیث

ینتفع به ولو علفا للدواب فالبیع جائز باتفاق اهل المذهب اذا باع بشرط القطع اومطلقًا اهـ (قوله لو الخارج اکثر) ذکر فی البحر عن الفتح ان ما نقله شمس الائمة عن الامام الفضلی لم یقیده عنده بکون الموجود وقت العقد اکثر بل قال عنده اجعل الموجود اصلا وما یحدث بعد ذلک تبعا (قوله ویقطعها المشتری) ای اذا طلب البائع تفریغ ملکه (قوله وبه یفتی) قال فی الفتح ویجوز عند محمد رحمه الله تعالی استحسانا وهو قول الائمة الثلاثة رحمهم الله تعالی واختاره الطحاوی لعموم البلوی - (قوله فتنبه) اشار به الی اختلاف التصحیح وتخییر المفتی فی الافتاء بایهما شاء لکن حیث کان قول محمد رحمه الله تعالی هو الاستحسان یترجح علی قولهما تأمل (رد المحتار ص۴۲ ج ۴)

اس تفصیل سے احکام ذیل معلوم ہوئے :

① جب تک پھول پھل کی صورت نہ اختیار کرلے اس کی بیع بالاتفاق ناجائز ہے ۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے بروز البعض کے بعد بیع کو ضرورۃ شدیدہ وابتلاء عام کی وجہ سے ملحق بالسلم قرار دے کر جائز لکھا ہے، ہمارے زمانہ میں قبل البروز ہی بیع کا عام دستور ہے، وہی ضرورۃ شدیدہ وابتلاء عام یہاں بھی ہے جس کی وجہ سے الحاق بالسلم کیا گیا، فلیتأمل ۔

② پھل آنے کے بعد انسان یا حیوان کے لئے قابل انتفاع بھی ہوگیا تو بالاتفاق بیع جائز ہے ۔

③ حیوان کے لئے بھی قابل انتفاع نہیں ہوا تو اس کی بیع کے جواز میں اختلاف ہے، قول جواز راجح ہے ۔

④ کچھ پھل ظاہر ہوا اور کچھ ظاہر نہیں ہوا تو اس میں بھی اختلاف ہے جواز راجح ہے ۔

⑤ صحت بیع کے بعد بائع نے مشتری کو پھل درخت پر چھوڑنے کی صراحۃً یا دلالۃً اجازت دیدی تو پھل حلال رہے گا ۔

اس میں یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ آجکل پھلوں کے پکنے تک درخت پر چھوڑنا متعارف ہے تو "المعروف کالمشروط" کے تحت یہ بیع فاسد ہونا چاہئے ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شرط ابقاء کے مفسد عقد ہونے کی علت افضاء الی المنازعۃ ہے اور تعامل ابقاء کی صورت میں احتمال منازعہ نہیں ۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وھذا ما صرحت به الفقهاء رحمهم الله تعالیٰ فی اجارة الصباغ وغیرها من المسائل ویؤیده ما مر عن نص محمد رحمه الله تعالیٰ بانه لا یفسد اذا تناهت الثمرة للتعارف الخ۔
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۰ ذی القعدہ سنہ ۱۳۸۸ھ

بیع الثمر قبل الظہور :

سوال : باغوں کے پھل کی بیع جبکہ بور میں پھل اس قدر نکلا ہو کہ کالی مرچ یا چنے کے برابر ہو تو اسے قابل انتفاع کہا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ اور ایسے وقت اسکی بیع درست ہے یا نہیں ؟ نیز بعض پھل یک لخت نہیں نکلتے، مثلاً کیلا تھوڑا تھوڑا نکلتا ہے، اسکی بیع کب درست ہوگی ؟ اگر جائز نہیں ہے تو جواز کے لئے کوئی حیلہ کارگر ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ اس سے قبل آنجناب سے استفتاء کیا گیا تھا مگر جواب مختصر ہونے کی وجہ سے خلجان دور نہوا، مقامی علماء میں مسئلہ کے جواز و عدم جواز میں اختلاف چل رہا ہے، عنقریب فریقین کے دلائل آپکے پاس بھی آئیں گے، امید ہے کہ قدرے تفصیل سے بیان فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

اس معاملہ میں ابتلاء عام اور اس سے احتراز کے تعسر بلکہ تعذر کے پیش نظر اہل فتویٰ پر لازم ہے کہ اس کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرما کر اس کا کوئی حل نکالیں۔

بعض اہل تقویٰ آم سے پرہیز فرماتے ہیں مگر اس پرہیز سے عامۃ المسلمین کے لئے تو کیا سبیل نکلتی خود ان کے لئے بھی کارآمد نہیں، اس لئے کہ یہ معاملہ صرف آم کے ساتھ مخصوص نہیں کہ اس کے ترک سے تقویٰ محفوظ رہے بلکہ سب پھلوں کی بیع میں یہی دستور ہے بالخصوص کیلے کا مسئلہ تو اور بھی زیادہ کٹھن ہے، اس لئے کہ اس کے تو بہت سے پودے ہی بیع کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

ایسی ضرورت شدیدہ کے مواقع میں عمل بالمرجوح بلکہ عمل بمذہب الغیر کی بھی گنجائش دی جاتی ہے، بلکہ بعض مواقع میں عمل بمذہب الغیر واجب ہو جاتا ہے، حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے مواقع ضرورت کو کسی بعید سے بعید تاویل کے ذریعہ کسی کلیہ شرعیہ کے تحت لاکر گنجائش نکالنے کی کوشش فرماتے ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیع ثمار کی گنجائش نکالنے کی اہمیت و

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ضرورت پر بہت زور دیا ہے اور طویل بحث فرمائی ہے، بالآخر اس کو بیع سلم سے ملحق قرار دے کر جواز کا فتویٰ تحریر فرمایا ہے۔

التحریر المختار میں علامہ رافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تحقیق پر کوئی اعتراض نہیں کیا، مگر حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ نے امداد الفتاویٰ میں مندرجہ ذیل اشکالات تحریر فرمائے ہیں:

(۱) وقت عقد میں مسلم فیہ کا وجود ضروری ہے۔
(۲) مقدار ثمار متعین نہیں۔
(۳) کوئی اجل متعین نہیں۔
(۴) اجل پر مشتری بائع سے مطالبہ نہیں کرتا۔
(۵) اکثر ثمار عددی متقارب یا وزنی متماثل نہیں۔
(۶) اکثر پورا ثمن پیشگی یک مشت تسلیم نہیں کیا جاتا۔

اشکال اوّل کا جواب تو حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ نے خود ہی تحریر فرما دیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بوقت عقد مسلم فیہ کا وجود شرط نہیں۔

ثانی سے خامس تک کے اشکالات کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اشتراط امور مذکورہ کے مفسد ہونے کی علت جہالۃ مفضیۃ الی المنازعۃ ہے، مگر بسبب تعارف احتمال نزاع منقطع ہو گیا۔

فارتفع الفساد لارتفاع العلۃ کما قالوا فی اشتراط الآلۃ علی الاجیر والصبغ علی الصباغ والخیط علی الخیاط۔

اشکال سادس کا حل یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تأخیر الثمن بالاشتراط تین یوم تک اور بدون اشتراط زیادہ مدت تک بھی جائز ہے (بدایۃ المجتہد ص۲۰۲ ج۲، اقرب المسالک مع الشرح الصغیر ص۲۶۲ ج۳)

ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ اس پر متفق ہیں کہ بوقت عقد وجود مسلم فیہ شرط نہیں، اسلئے مسئلہ زیر بحث میں قول مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اختیار کرنا چاہئے، للزوم التلفیق علی خلاف قول الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

متعاقدین بوقت ضرورت تین روز سے زائد شرط تأخیر ثمن کے فساد سے احتراز کی

یہ تدبیر کر سکتے ہیں کہ مشتری کل ثمن بروقت ادا کرنے پر قادر نہیں تو بائع ہی سے قرض لیکر اس کو بطور ثمن واپس کر دے۔

یہ تدبیر متعاقدین کے فائدہ کے لئے لکھدی ہے، ورنہ عوام پر یہ تجسس وتحقیق لازم نہیں بلکہ یہ تعمق جائز ہی نہیں کہ باغ کی بیع مطلق ہوئی ہے یا بشرط تاخیر ثمن؟ پھر شرط تاخیر تین روز تک ہے یا اس سے زائد؟

ہاں جہاں بدون تجسس تین روز سے زائد شرط تاخیر محقق ہو جائے یا اس کا دستور عام معروف ہو جائے وہاں احترام لازم ہے۔

فائدہ:

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابتلاء عام وضرورۃ شدیدہ کی وجہ سے الحاق بالسلم کی بحث بروز البعض کے بیان میں لکھی ہے مگر اس پوری بحث سے ظاہر ہے کہ قبل بروز الثمار بلکہ قبل بروز الازہار کا بھی یہی حکم ہے، جہاں اس میں ابتلاء عام کی وجہ سے ضرورۃ شدیدہ کا تحقق ہو جائے وہاں مذہب مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اس کو بیع سلم میں داخل کر کے جائز قرار دیا جائے گا۔

غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کا حل خود فقہ حنفی میں موجود ہے لہٰذا دوسرے مذاہب کی طرف رجوع کی ضرورت نہیں۔

چنانچہ آم اور اس قسم کے دوسرے پھلوں کی بیع درختوں پر پھول آنے کے بعد ہوتی ہے، اگر بعض ثمر بھی ظاہر ہو چکا ہو تو کوئی اشکال ہی نہیں، اور اگر ثمر بالکل ظاہر نہ ہوا ہو تو یہ بیع الاثمار نہیں بلکہ بیع الازہار ہے، اور یہ ازہار مال متقوم منتفع بہ للدواب بل لبعض حاجات الناس بھی ہے، بالفرض فی الحال منتفع بہ نہ بھی ہو تو فی ثانی الحال منتفع بہ ہے، کما نقل العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ عن الامام ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فی صحۃ بیع الثمار بعد البروز قبل ان تکون منتفعا بہا (رد المحتار ص۱۴۲ ج۴)

حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیع الثمر قبل انفراك الزهر کو بالاتفاق ناجائز قرار دیا ہے مگر خود بیع الزہر کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں۔ البتہ بیع قبل ظہور الازہار کی صورت میں عمل بمذہب مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے سوا چارہ نہیں، اور یہ جب جائز ہوگا کہ اہل بصیرت اس میں ابتلاء عام اور ضرورۃ شدیدہ کا فیصلہ کر دیں۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کیلے کے باغ کی بیع اس لئے جائز ہے کہ یہ بیع الاشجار مع الاصول ہوتی ہے، لہذا بیع کے بعد پیدا ہونے والے درخت مشتری کی ملک ہیں، اگر اس بیع میں مدت معینہ کے بعد ترک الاصول للبائع مشروط ہو تو یہ بیع فاسد ہوگی۔

وھو یثبت ملك المشتری بعد القبض فیحل اکلہ للمشتری الثانی۔

اس سے بھی بہتر حل یہ ہے کہ یہ بیع الاشجار بدون الاصول ہے، اشجار موجودہ کی بیع میں کوئی کلام نہیں اور اشجار غیر موجودہ کی بیع ببیع الاشجار الموجودہ درست ہے۔

وله نظائر فی کتب المذهب خصوصاً فی مبحث بیع الاثمار والازهار من رد المحتار۔

شبہہ : بعض الناس کو شبہہ ہوا ہے کہ بیع بشرط التبقیۃ فاسد ہے اور معاملہ معہودہ میں اگرچہ بیع مطلقاً ہے مگر عرفاً تبقیہ لازم ہے، والمعروف کالمشروط۔

جواب : بحث مذکور میں اس شبہہ کا جواب ہو چکا ہے، یعنی یہ شرط مفضی الی النزاع ہونے کی وجہ سے مفسد تھی، مگر عرف عام سے احتمال نزاع منقطع ہو گیا، فارتفع الفساد وانظر تفصیله فی اجارات کتب المذهب۔ فاغتنم هذا التحریر الفرید وتشکر وایاك والتعمق فی الدین واقتحام المضایق ولن یشاد الدین احد الا غلبہ۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۳ ذوالحجہ سنہ ۹۹ھ

مثل سوال بالا :

سوال : علمار سندھ کے دو متضاد فتوے ارسال خدمت ہیں، فریقین نے اپنے اپنے موقف کے اثبات میں حنفیہ کی معروف ومتداول کتب بحر، عالمگیریہ، شامیہ وغیرہ سے استدلال کیا ہے، حضرت والا اپنی رائے عالی سے مطلع فرمائیں۔

دونوں فتاویٰ میں کیلے کے باغ کی بیع کے سلسلے میں حیلۂ جواز یہ تحریر کیا ہے کہ بوقت بیع اس زمین کو ٹھیکے پر لے لے، مگر آنجناب کے ایک فتویٰ میں جو ۹۷ھ میں دارالافتار سے جاری ہوا، جواز کے لئے یہ حیلہ لکھا گیا ہے کہ زمین کا وہ حصہ جس میں کیلا لگانا چاہتے ہیں چند سال کے لئے ٹھیکہ پر دے دیں۔

دونوں میں فرق یہ ہے کہ علمار سندھ کے فتوی میں بوقت بیع یہ حیلہ اختیار کرنے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کا حکم دیا گیا اور آپ کے فتوی میں کیلا لگانے سے پہلے۔ امید ہے کہ قول فیصل تحریر فرما کر تشفی فرمائیں گے۔ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

مسئلہ زیر بحث سے متعلق بندہ نے ۲۳ ذوالحجہ ۹۹ھ میں ایک مفصل جواب لکھا تھا جس کی فوٹو کاپی ارسال ہے، مزید آپ کے مرسلہ فتاوی میں دو عبارتوں سے متعلق بحث تحریر کی جاتی ہے:

(۱) واما البیع مطلقا فذکر فی الهدایة جوازه واعترض ابن عابدین رحمہ اللہ تعالی بان المعروف بالعرف کالمشروط بالشرط فلا یصح البیع مطلقا وکنت متردداً فی هذا حتی ان وجدت فی فتاوی ابن تیمیة عن ابی حنیفة والثوری رحمهما الله تعالی انهما اجازا البیع مطلقا اذا اجاز البائع الترک علی الاشجار فاذن لما وجدت عن ابی حنیفة رحمه الله تعالی فلا ابالی فالحاصل اذا لم یشترط الابقاء فی صلب العقد یصح البیع وان کان معروفا بالعرف هذا ما حصل لی والله اعلم وعلمه اتم (العرف الشذی ص۳۸۸)

اس سے استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ اس میں عرف سے کوئی تعرض نہیں، ظن غالب یہ ہے کہ امام رحمہ اللہ تعالی کے زمانہ میں یہ عرف نہیں تھا، اگر یہ عرف ہوتا تو صراحۃً اجازت بائع کی ضرورت نہ تھی، اس لئے کہ عرف کی وجہ سے دلالۃً اذن بائع موجود ہے، نیز بصورت وجود عرف امام رحمہ اللہ تعالی سے اس کی وضاحت منقول ہوتی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ایسا عرف نہیں تھا، معہذا کسی کو عدم عرف کے ثبوت میں کلام ہو تو کم از کم اسکا احتمال یقیناً ہے، فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

(۲) ولو اراد ان یترک فی الارض ویکون له الولایة الشرعیة فالحیلة ان یشتری الحشیش واشجار البطیخ ببعض الثمن ویستأجر الارض ببعض الثمن من صاحب الارض ایاما معلومة وینبغی ان یقدم بیع الاشجار والثمار والحشیش ویؤخر الاجارة فانه لو قدم الاجارة لایجوز کذا فی مختار الفتاوی ولو باع اشجار البطاطیخ واعار الارض یجوز ایضا الا ان الاعارة لاتکون لازمة ویکون له ان یرجع کذا فی فتاوی قاضیخان (عالمگیریة ص۱۴۹ ج ۳)

اس میں یہ اشکال ہے کہ یہ صفقہ فی صفقہ ہے بوقت بیع شرط اجارہ کی خواہ تصریح نہو مگر جانبین میں معہود ہونے کی وجہ سے بمنزلۂ تصریح ہی ہے اور جب اسکا عرف ہو جائے تو "المعروف کالمشروط" مسلم ہے اگر تعامل کو اس کا مخلص قرار دیا جائے تو پھر ایسے حیلوں کی حاجت ہی کیا ہے؟ تعامل کے پیشِ نظر یہ معاملہ بدوں حیلہ ہی جائز ہے، کما حررنا مفصلاً۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۷ ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۳ھ

بیع بشرط البراءۃ من کل عیب :

سوال : زید کے پاس ایک گابھن بھینس ہے، جو بچہ دینے کے بعد پانچ سیر دودھ دیتی ہے، اب زید اسے فروخت کرنا چاہتا ہے مگر دودھ دینے کی یہ مقدار اگر ظاہر کردے تو کوئی بیوپاری خریدنے پر آمادہ نہو گا، کیا یہ بات بتائے بغیر وہ اسے فروخت کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

زید اگر بھینس بیچتے وقت خریدار سے یوں کہدے کہ میں اس کے ہر عیب سے بَری ہوں چاہو تو لے لو ورنہ چھوڑ دو، تو بیع صحیح ہو جائے گی اگرچہ وہ سب عیوب نہ گنائے، پھر کوئی عیب نکل آیا تو زید ذمہ دار نہ ہو گا۔

قال فی التنویر: وصح البیع بشرط البراءۃ من کل عیب وان لم یسم۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت ھذا القول: بان قال بعتک ھذا العبد علی انی بری ء من کل عیب (رد المحتار ص ۱۰۴ ج ۴) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۶ شعبان سنہ ۸۷ھ

مبیع میں ظہورِ عیب :

سوال : ہمارے یہاں مویشیوں کے بیوپاری لوگوں کا دستور ہے کہ اگر بائع بوقت بیع اپنے جانور کا عیب ظاہر نہ کرے تو بعد میں عیب ظاہر ہو جانے پر مشتری اس مویشی کی رقم کم کرکے دیتا ہے، مثلاً بھینس کے ایک تھن میں اگر آدھا سیر دودھ کم ہو، یعنی اس کے چاروں تھن برابر نہ ہوں تو سو روپے قیمت میں سے کم کر دیئے جائیں گے خواہ بائع اس پر راضی ہو یا نہو۔ اس طرح کم کرکے رقم دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الجواب باسم ملہم الصواب

عیب پر مطلع ہونے کے بعد مشتری کو اختیار ہے چاہے تو کل ثمن کے بدلے اسکو رکھے اور چاہے تو واپس کر دے، معیب جانور کو رکھ کر رجوع بالنقصان کرنا جائز نہیں البتہ اگر مشتری کے پاس آکر اس جانور میں کوئی نیا عیب بھی پیدا ہو گیا تو مشتری رجوع بالنقصان کر سکتا ہے، بائع کی رضا سے واپس بھی کر سکتا ہے۔ واپسی پر بائع کی رضا کے بعد مشتری مبیع کو رکھنا چاہے تو وہ رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا۔

قال فی التنویر: من وجد بمشتریہ ما ینقض الثمن اخذہ بکل الثمن او ردہ۔

(رد المحتار ص ۸۰ ج ۴)

وقال: حدث عیب آخر عند المشتری رجع بنقصانہ ولہ الرد برضا البائع۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: الا ان یرضی بالضرر فیخیر المشتری حینئذ بین الرد والامساک من غیر رجوع بنقصان (رد المحتار ص ۸۹ ج ۴)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۳ ذی الحجہ سنہ ۸۷ھ

مبیع کا عیب چھپانا حرام ہے:

سوال: زید ایک دکاندار ہے، اس کے ہاں ایک قسم گندم اکیس روپے من اور دوسری قسم انیس روپے من بکتی ہے، وہ دونوں قسم کی گندم ملا کر بیس روپے من فروخت کرتا ہے، اس کا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟ جبکہ وہ دونوں قسم کی گندم الگ الگ بھی رکھتا ہے، گویا اس کی دکان میں تین قسم کی گندم ہے، انیس روپے من، بیس روپے من، اور اکیس روپے من، خریدار کو تینوں قسمیں بتا دیتا ہے تاکہ اسے جو پسند آئے وہ لے لے اور دو قسم کی گندم ملا کر فروخت کرنے سے اس کا مقصد فریب دہی نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ انیس روپے والی گندم کا آٹا اتنا عمدہ نہیں ہوتا جتنا کہ دونوں قسموں کے مجموعہ کا ہوتا ہے، کیا اس کا یہ فعل درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے، اس لئے کہ دکاندار نے مبیع کا کوئی عیب نہیں چھپایا، عیب چھپانا حرام ہے قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

لان الغش حرام ۱۵ (رد المحتار ص ۱۰۹ ج ۴) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۳ ربیع الثانی سنہ ۸۹ھ

ظہورِ عیب پر مشتری کو خیارِ فسخ ہے :

سوال : زید نے اپنی ایک زمین جس پر کچھ تعمیر بھی تھی، عمرو کے ہاتھ اٹھارہ ہزار میں فروخت کی، طے یہ پایا کہ دس ہزار عمرو نقد ادا کرے اور آٹھ ہزار مدت معینہ کے بعد، چنانچہ زید نے چھ ہزار نقد وصول کر لئے اور بقیہ چار ہزار عمرو کے پاس امانت چھوڑ دیئے، چند دن گزرنے کے بعد زید کے ایک رشتہ دار بکر نے مذکورہ زمین کے ایک حصہ پر اپنی ملکیت کا دعویٰ دائر کر دیا، بعد ازاں زید نے مشتری عمرو سے اپنی رقم طلب کی تو اس نے جواب دیا کہ پہلے بکر سے تصفیہ کر لو ورنہ مجھے یہ جھگڑے کا سودا منظور نہیں، میری رقم لوٹا دو، بات یونہی چلتی رہی، اب کئی ماہ گزرنے پر معلوم ہوا کہ زید یہ زمین کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر رہا ہے، سوال یہ ہے کہ شرعاً اب یہ زمین کس کی ملک ہے؟ زید کی یا عمرو کی اور زید کا یہ تصرف درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مبیع میں نزاع کا وقوع عیب ہے، لہٰذا عمرو کے نامنظور کرنے سے یہ بیع فسخ ہو گئی۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۷ رجب سنہ ۹۸ھ

افیون کی کاشت و بیع جائز ہے :

سوال : افیون کی کاشت کرنا اور بیع کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

زمانِ سابق میں افیون تداوی میں بکثرت استعمال نہیں ہوتی تھی بلکہ عموماً تلہی کے طور پر استعمال کی جاتی تھی، اس لئے بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی بیع کو مکروہ تحریر فرمایا ہے، مگر آجکل افیون دواء کے طور پر کثرت سے استعمال ہونے لگی ہے اور علاج میں بڑی اہمیت اور شہرت حاصل کر چکی ہے بلکہ ضرورت شدیدہ کی حد

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تک پہنچ گئی ہے، لہذا اس کی بیع بلا کراہت جائز ہے، البتہ جس شخص کے بارے میں ظن غالب ہو کہ وہ تلہی کے طور پر استعمال کریگا اس کے ہاتھ بیچنا مکروہ تحریمی ہے۔
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۶ جمادی الاولیٰ سنہ ۸۷ھ

سگریٹ کی تجارت جائز ہے:

سوال: سگریٹ کی تجارت جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۹ جمادی الاولیٰ سنہ ۹۸ھ

بھینس کے نومولود بچہ کی بیع:

سوال: مواشی پالنے والے لوگوں کے ہاں عام دستور ہے کہ گائے یا بھینس کا بچہ پیدا ہوتے ہی قصاب کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں جس سے ان کا مقصد دودھ بچانا یا ان بچوں کی دیکھ بھال سے وقت بچانا ہوتا ہے، نتیجۃً یہ گائے بھینس بچوں کے فراق میں کئی کئی روز رانبھتی رہتی ہے، کیا ان لوگوں کا یہ طریقہ جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ایسا کرنا ظلم ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من فرق بین والدۃ وولدھا فرق اللہ بینہ وبین احبتہ یوم القیٰمۃ۔ (ترمذی، مستدرک)

وقال العلامۃ البابرتی رحمہ اللہ تعالیٰ: فلا یدخل محرم غیر قریب ولا قریب غیر محرم ولا ما لا محرمیۃ بینہما اصلا حتی لو کان احدھما اخا رضاعیا للآخر او کان امۃ والآخر ابنھا رضاعا او کان احدھما ولد عم او خال او کان احدھما زوج الآخر جاز التفریق بینھما لان النص النافی ورد بخلاف القیاس لان القیاس یقتضی جواز التفریق لوجود الملک المطلق للتصرف من الجمع والتفریق کما فی الکبیرین وکل ما ورد من النص بخلاف القیاس یقتصر علی موردہ وموردہ الوالدۃ وولدھا والاخوان (عنایۃ بھامش فتح القدیر ص ۱۰۹ ج ۶)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اگرچہ یہ حکم بنی آدم کے ساتھ مخصوص ہے اور حیوان کے بچے کی بیع واجب الرد نہیں مگر قباحت اور قساوت قلب سے خالی نہیں، عمر کی کوئی قید نہیں، جب تک سخت صدمہ کا احتمال ہو اس وقت تک نہ بیچنا چاہئے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۱ر شوال سنہ ۸۶ھ

جھینگے کی بیع جائز ہے:

سوال: ایک مسلمان کراچی میں لانچ کے ذریعہ مچھلیاں اور جھینگے پکڑ کر انکی تجارت کرتا ہے، کیا یہ تجارت جائز ہے؟ عموماً ان جھینگوں کا نیلام کراچی میں ہوتا ہے، اسکے بعد انھیں یورپ اور امریکہ وغیرہ برآمد کیا جاتا ہے، غالباً شوافع کے نزدیک تو کیکڑے جھینگے وغیرہ سب سمندری جانور حلال ہیں، تو کیا یہ تجارت جائز ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

چونکہ دوسرے ائمہ کے نزدیک جھینگا حلال ہے، اس لئے اسکی تجارت جائز ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۳ر شوال سنہ ۹۷ھ

بعض الحیوان کی بیع جائز ہے:

سوال: زید نے اپنی گائے کے چھ حصے چھ آدمیوں کے ہاتھ قربانی کے لئے فروخت کئے، ساتواں حصہ اپنے لئے رکھ لیا، کیا ان چھ حصوں کی بیع جائز ہے؟ ظاہر تو عدم جواز ہی ہے کہ یہ بعض حیوان کی بیع ہے، نیز زید کا اپنی شرکت کی شرط لگانا بھی مفسد بیع معلوم ہوتا ہے، بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

بعض الحیوان کی بیع جائز ہے، ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں، لہذا ایسے جانور کی قربانی بلا کراہت جائز ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۹ر ذوالحجہ سنہ ۹۴ھ

جانور کے مثانہ کی بیع:

سوال: حلال جانور کے پھکنے (جس میں پیشاب رہتا ہے) کی خرید و فروخت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۹ رجب سنہ ۹۵ھ

زندہ مرغی کی بیع وزناً جائز ہے :

سوال : آجکل زندہ مرغی تول کر بیچی جاتی ہے، کیا یہ جائز ہے؟ جبکہ ہدایہ میں تصریح ہے :

ولا یمکن معرفۃ ثقلہ بالوزن لانہ یخفف نفسہ مرۃ ویثقل اخریٰ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم امکان معرفت وزن کی وجہ سے یہ بیع صحیح نہیں۔

بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

مرغی کے سانس کی وجہ سے اس کے وزن میں کوئی معتدبہ فرق نہیں آتا، لہذا یہ جہالت یسیرہ ہے جو مفضیۃ الی المنازعۃ نہیں، نیز مرغی کی اس طرح بیع کے عرف عام ہوجانے کی وجہ سے اس میں نزاع کا احتمال نہیں، اس لئے یہ بیع جائز ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۹ صفر سنہ ۹۹ھ

مروجہ بیوع میں مشتری پر اعادۂ وزن کی تحقیق :

سوال : ایک دودھ والے سے ہمشہ دودھ متعین مقدار میں لیا جاتا ہے، وہ دودھ ازخود مکان پر دے جاتا ہے مگر ہمارے روبرو وزن نہیں کرتا بلکہ وزن کرکے لاتا ہے اور ہمارے برتن میں ڈال جاتا ہے، ہمیں اس کے وزن پر اعتماد ہے اس لئے ہم اس دودھ کو وزن نہیں کرتے۔ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ بدوں وزن کئے اس دودھ کو استعمال میں لانا جائز نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ جب بائع مبیع کا وزن کرے تو اس موقع پر مشتری کا وجود ورؤیت شرط ہے یا اتنا بھی کافی ہے کہ وہ اپنا برتن چھوڑ جائے یا کسی کو اپنا وکیل بنا دے؟ آجکل کثرت مشاغل کی بنا پر شہری لوگوں نے یہ وطیرہ اختیار کیا ہے کہ دکاندار کو فون پر کہدیا کہ فلاں فلاں اشیاء اتنی اتنی مقدار میں تول کر رکھدو۔ پھر کسی ذریعے سے وہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تلی ہوئی اشیاء منگواتے ہیں یا دوکاندار خود پہنچا دیتا ہے اور مشتری دوبارہ وزن کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ یہ طریقہ شرعاً درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

ان دونوں صورتوں میں بیع بالتعاطی ہے اس لئے خریدار پر دوبارہ وزن کرنا ضروری نہیں، ان اشیاء کی قیمت اگرچہ بعد میں مہینہ گزرنے پر ادا کرتے ہوں تو بھی یہی حکم ہے، بالمشافہہ خرید و فروخت بھی عموماً بالتعاطی ہی ہوتی ہے۔

قال فی التنویر: اشتری مکیلاً بشرط الکیل حرم بیعه واکله حتی یکیله ومثله الموزون والمعدود غیر الدراهم والدنانیر۔

وفی الشرح: لجواز التصرف فیهما بعد القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانه لا یحتاج فی الموزونات الی وزن المشتری ثانیا لانه صار بیعًا بالقبض بعد الوزن قنیة وعلیه الفتوی خلاصة۔

وفی الحاشیة: (قوله کبیع التعاطی الخ) عبارة البحر وهذا کله فی غیر بیع التعاطی اما هو فقال فی القنیة ولا یحتاج الخ وظاهر قوله وهذا کله انه لا یتقید بالموزونات بل التعاطی فی المکیلات والمعدودات کذلک وهو مفاد التعلیل ایضا بأنه صار بیعا بالقبض فانه لا یخص الموزونات لکن فیه ان مقتضی هذا انه لا یصیر بیعا قبل القبض ولعله مبنی علی القول بأنه لا بد فیه من القبض من الجانبین والاصح خلافه وعلیه فلو دفع الثمن ولم یقبض صح وقد منا فی اول البیوع عن القنیة دفع الی بائع الحنطة خمسة دنانیر لیأخذ منه حنطة وقال له بکم تبیعها فقال مائة بدینار فسکت المشتری ثم طلب منه الحنطة لیأخذها فقال البائع غدًا ادفع لک ولم یجز بینهما بیع وذهب المشتری فجاء غدًا لیأخذ الحنطة وقد تغیر السعر فعلی البائع ان یدفعها بالسعر الاول اهـ و تمامه هناک فتأمل (رد المحتار ص۱۸۴ ج ۴) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۲ صفر سنہ ۱۳۹۸ھ

متعین وزن کے ڈبوں کی بیع:

سوال: بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ کسی نے کچھ اناج گھی، تیل وغیرہ کچھ نرخ

طے کر کے خریدا تو اس کی تین صورتیں ہیں :

① دکاندار نے خریدا یا اس کے بھیجے ہوئے آدمی کے سامنے تول کر دیا ہے۔

② خریدار یا اس کے بھیجے ہوئے آدمی کے سامنے نہیں تولا بلکہ خریدار یا اسکے آدمی سے یہ کہہ دیا کہ تم جاؤ ہم تول کر گھر بھیج دیتے ہیں۔

③ اس سے پہلے الگ تولا ہوا رکھا تھا، دکاندار نے اسی طرح اٹھا کر دیدیا پھر نہیں تولا۔

پہلی صورت میں گھر لا کر دوبارہ تولنا ضروری نہیں، بغیر تولے اس کا کھانا، پینا، بیچنا سب صحیح ہے۔

دوسری تیسری صورت میں جب تک خریدار خود نہ تول لے اس کا کھانا، پینا، بیچنا وغیرہ کچھ درست نہیں، اگر بے تولے بیچ دیا تو یہ بیع فاسد ہوگئی، پھر اگر تول بھی لیوے تب بھی یہ بیع درست نہیں ہوئی انتہی۔

آجکل متعدد چیزیں مختلف اوزان کے ڈبوں اور سیئے ہوئے پیکٹوں میں بند رکھی ہوتی ہیں، گاہک دوکاندار سے کہتا ہے کہ فلاں چیز ایک سیر دیدو، وہ ایک سیر کا ڈبہ یا پیکٹ اُٹھا کر دے دیتا ہے، نہ تو دوکاندار خود تول کر دیتا ہے اور نہ وہ۔

گاہک کو اس طرح ڈبوں اور پیکٹوں میں مال خریدنا اور بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

بائع ومشتری دونوں کا مقصد وہ خاص ڈبہ اور لفافہ ہوتا ہے، اس پر لکھا ہوا وزن بیع میں مشروط نہیں ہوتا۔ اس لئے بدوں وزن کئے اس میں تصرف جائز ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۷ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۰ھ

برف کی بیع تخمینہ سے :

سوال : اگر کوئی شخص دوکاندار سے مثلاً برف ایک سیر مانگتا ہے جو آٹھ آنے سیر ملتی ہے، وہ دوکاندار کو آٹھ آنے دیتا ہے، دوکاندار بجائے تولنے کے اندازہ سے برف گاہک کو دیدیتا ہے، کیا یہ خرید وفروخت جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر برف بشرطِ وزن خریدی ہو تو بدوں وزن اس میں تصرف جائز نہیں، ایسی ضرورت کے وقت وزن سے قطع نظر برف کے ٹکڑے کی بیع کرلی جائے تو بدوں وزن تصرف جائز ہو جائے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۷ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۰ھ

عددی چیزوں کا انکی جنس سے مبادلہ:

سوال: چہ می فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ شگوفہ درخت نرخرما را بعوض جنس خود قرض دادن جائز ست یا نہ؟

(۲) وایضا ہمیں شگوفہ را یعنی خوشہ خرما را بعوض خرما آجل یا عاجل بعدد یا بوزن معین دادن جائز ست یا نہ؟

(۳) بوتہ ہر درخت را بعوض بوتہ جنس خود یا ببوتہ درخت دیگر دست بدست یا بقرض یا ببدل دادن جائز مست یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

(۱) ایں شگوفہ از اعداد متفاوتہ است لہذا استقراض جائز نیست۔

(۲) جائز ست زیرا کہ تبدیل خوشہ بغیر جنس ست۔

(۳) بوتہ ہر درخت بجنس خود ببیع عاجل دادن جائز ست، قرض جائز نیست۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۶ ربیع الآخر سنہ ۸۴ھ

مشتری نے مبیع لینے سے انکار کر دیا تو بیعانہ واپس کرنا ضروری ہے:

سوال: زید نے بکر سے دس ہزار کا پلاٹ خریدا، سودا طے ہونے کے بعد سو روپے زید نے بکر کو دیئے اور کہا کہ بقیہ رقم ایک ماہ میں ادا کر کے پلاٹ پر قابض ہو جاؤنگا، ایک ماہ بعد جب بکر نے رقم کا مطالبہ کیا تو زید نے انکار کر دیا کہ میں پلاٹ نہیں لونگا مجھے سو روپے واپس دیدو، مگر بکر نے سو روپے لوٹانے سے انکار کر دیا، شرعاً بکر اس رقم کو لوٹانے کا پابند ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بکر کی رضا کے بغیر زید کو فسخ بیع کا اختیار نہیں، بجز زید کو بیع پر قائم رکھنے اور اس سے بقیہ رقم وصول کرنے کے لئے ہر قسم کی قوت استعمال کر سکتا ہے، اگر وہ زید کو بیع پر قائم رکھنے سے عاجز ہو گیا تو بیعانہ واپس کرنا ضروری ہے۔

فساد زمان کی وجہ سے ایسے مظالم بہت زیادہ واقع ہونے لگے ہیں، اس لئے ظلم اور نقصان سے بچنے کی چند تدابیر تحریر کی جاتی ہیں:

(۱) مشتری پوری قیمت ادا کر کے مبیع پر قبضہ کر لے، پھر بائع بقدر بیعانہ کم قیمت پر مشتری سے واپس خرید لے۔

(۲) بائع مشتری کی اجازت سے مبیع کو دوسری جگہ فروخت کر دے اگر پہلی قیمت سے کم پر فروخت ہوئی تو یہ نقصان بیعانہ سے وصول کر لے، اور زیادہ قیمت مل گئی تو زیادتی مشتری اول کو واپس کرے۔

(۳) اگر مشتری کسی طرح بھی قابو نہ آئے تو بائع حاکم مسلم کو درخواست دے کہ وہ مبیع کو فروخت کر کے اور نمبر ۲ میں مذکور تفصیل کے مطابق فیصلہ کرے۔

قال الامام النسفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ومن اشتری عبدا فغاب فبرهن البائع علی بیعه وغیبته معروفة لم یبع بدین البائع والا بیع بدینه (کنز الدقائق ص۲۴۱)

اگر کسی حاکم مسلم سے یہ کام نہ لیا جا سکے تو علماء کی مجلس میں پیش کر کے تفصیل مذکور کے مطابق فیصلہ کروایا جا سکتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۰ ربیع الثانی سنہ ۱۳۸۸ھ

بیع بلا اذن شریک:

سوال: زید نے چھ آدمیوں کی مشترک زمین بلا اجازت عمرو کو فروخت کر دی، دو سال تک تو ان لوگوں کو یہ خبر بھی نہ تھی کہ ہماری زمین فروخت ہو گئی ہے، چھ سال بعد ان آدمیوں سے دو نے عمرو مشتری پر دعویٰ دائر کر دیا، جبکہ زید بائع کا انتقال ہو چکا تھا اور چار آدمیوں نے باوجود علم ہونے کے دعویٰ نہیں کیا۔

کیا مندرجہ بالا صورت میں زید کی یہ بیع شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو آٹھ سال تک جو پیداوار مشتری نے حاصل کی وہ کس سے حاصل کی جائے گی؟ زید بائع سے یا عمرو مشتری سے؟ بینوا توجروا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ بیع دوسرے شرکاء کے اذن پر موقوف ہے۔ اگر بعض شرکاء اجازت دیں اور بعض نہ دیں تو صرف اجازت دینے والوں کے حصص کی بیع نافذ ہوگی مگر اس صورت میں مشتری کو قبول یا رد کا اختیار رہے گا۔

قال فی التنویر: وقف بیع مال الغیر (رد المحتار ص۱۵۲ ج ۴)

وفی الشرح: وفی المجمع لو اجاز احد المالکین خیر المشتری فی حصتہ والزمہ محمد رحمہ اللہ تعالیٰ بھا (رد المحتار ص۱۵۸ ج ۴)

آٹھ سال کی پیداوار کا مالک عمرو مشتری ہے مگر ملک غیر میں تصرف کرنے کی وجہ سے پیداوار میں خبث ہے لہٰذا قضاءً تو عمرو سے کچھ وصول نہیں کیا جا سکتا البتہ دیانۃً عمرو پر واجب ہے کہ تخم اور دیگر مصارف سے زائد پیداوار دوسرے شرکاء پر رد کرے ورنہ گنہگار ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۹ رمضان سنہ ۸۸ھ

بضرورت ارزاں بیچنا:

سوال: ایک شخص ضرورت کی بناء پر اپنی کوئی چیز فروخت کرنا چاہتا ہے اور خریدار اسکی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر بہت کم دام لگاتا ہے، مثلاً ایک گھڑی جس کی قیمت خرید دو سو روپے ہے اور بحالت موجودہ سو روپے میں فروخت ہو سکتی ہے لیکن خریدار بچیس سے زیادہ پر خریدنے کیلئے تیار نہیں تو کیا خریدار کا یہ عمل جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ عمل جائز تو ہے مگر خریدار اگر صاحب استطاعت ہے اور بیچنے والا واقعۃً مجبور ہے تو خریدار کو مروت سے کام لینا چاہیئے اور حتی المقدور بائع کو صحیح قیمت ادا کرنا چاہیئے، غرض بیع تو ہر صورت صحیح ہے، مگر کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا اخلاق و مروت کے خلاف ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۵ ذی الحجہ سنہ ۸۸ھ

دودھ خریدنے میں کھویا کی متعین مقدار کی شرط:

سوال: زید دودھ خرید کر کھویا بناتا ہے، دودھ کا بھاؤ شہر میں اس وقت

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

تھوک کا پینتیس روپے من ہے، زید اسی بھاؤ خریدتا ہے مگر ان لوگوں سے شرط لگاتا ہے کہ اگر ایک سیر دودھ میں سے ایک پاؤ کھویا نکلا تو پینتیس روپے من کے حساب سے تمہیں رقم دی جائے گی اور پاؤ بھر نہ نکلا تو اسی مقدار سے پیسے کم کر دیئے جائیں گے، خواہ تمہارا دودھ خالص ہو یا غیر خالص، کیا یہ شرط صحیح ہے؟ جبکہ اس کا بھی امکان ہے کہ پاؤ بھر کھویا شاید خالص دودھ سے بھی برآمد نہ ہو۔ شرعاً اس بیع کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

چونکہ دودھ میں کھویا کی خاص مقدار وصف مرغوب فیہ ہے، لہٰذا اس کے اشتراط عند العقد سے اس کا استحقاق ثابت ہوگا اور بوقت فقدان فسخ بیع و ردّ مبیع کا اختیار ہوگا، مگر کھویا بن جانے کے بعد مبیع کا رد متعذر ہونے کی وجہ سے رجوع بالنقصان ثابت ہوگا، لہٰذا زید کا دودھ کی قیمت کم دینا جائز ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۸ جمادی الاولیٰ سنہ ۸۹ھ

بیع مؤجل میں تعیین اجل ضروری ہے:

سوال: چہ می فرمایند در بارۂ مسئلہ ذیل کہ فی بلادنا اکثر بیع و شراء بدون تعیین مدت منعقد می شود، در متون ہمچنیں بیوع را فاسد قرار دادہ شدہ اند، اما در مجلۃ الاحکام فی بیان المسائل المتعلقۃ بالبیع بالنسیئۃ والتأجیل ص۳۷ مرقوم ست:

اذا باع نسیئۃ بدون بیان مدۃ تنصرف المدۃ الی شھر واحد فقط۔

آیا مادہ مذکورہ قول مفتی بہ ست و عمل بر ہمین ست یا نہ؟ و در صورت عرف اگر رائج باشد بدون از تعیین مدت آیا عرف را بصحۃ عقد اعتباری ست؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر بیع مطلق ہے، اجل کا کوئی ذکر نہیں تو ثمن فی الفور واجب ہوگا، البتہ اگر بائع فوراً مطالبہ نہ کرے تو تأخیر جائز ہے اور اس میں تعیین مدت ضروری نہیں۔

قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: (وصح بثمن حال) وھو الاصل۔

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قولہ وھو الاصل) لان الحلول مقتضی

العقد وموجبہ والاجل لایثبت الا بالشرط بحر عن السراج

(رد المحتار ص۲۵ ج ۴)

اور اگر بیع مؤجل ہے تو تعیین اجل ضروری ہے، البتہ اگر عاقدین کے درمیان تین دن یا ایک ماہ کی مدت معہود و معروف ہو تو عدم نزاع کی وجہ سے جائز ہے اور شرعاً یہی مدت معتبر ہوگی، ورنہ یہ بیع فاسد ہوگی۔

قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: (ومؤجل الی معلوم) لئلا یفضی الی النزاع ولو بدع مؤجلا صرف لشہر بہ یفتی،

وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قولہ بہ یفتی) وعند البعض لثلاثۃ ایام بحر عن شرح المجمع قلت ویشکل علی القولین ان شرط صحۃ التأجیل ان یعرفہ العاقدان ولذا لم یصح البیع بثمن مؤجل الی النیروز والمہرجان وصوم النصاری اذا لم یدرہ العاقدان کما سیأتی فی البیع الفاسد وکذا لو عرفہ احدہما دون الآخر فتأمل۔

قال العلامۃ الرافعی رحمہ اللہ تعالیٰ: (قولہ قلت ویشکل علی القولین الخ) فیہ تأمل فانہ اذا کان المعہود ان الاجل الشہر او ثلثۃ ایام شرعا وعرفا یکون ذلک معلوما عند العاقدین حتی لو لم یکن لہ عہد عرفا کما فی زماننا فالظاہر عدم الصحۃ (التحریر المختار ص۱۱۴ ج ۲) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۳۰ محرم سنہ ۹۳ھ

سوال مثل بالا:

سوال: کسی نے کوئی چیز خریدی اور کہا کہ پیسے بعد میں دونگا اور وقت مقرر نہیں کیا تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر خریدنے کے بعد یہ الفاظ کہے اور بائع نے بخوشی مہلت دیدی تو جائز ہے اور اگر ادھار کی شرط پر خریدا تو بلا تعیین وقت ادا جائز نہیں۔

قال فی التنویر وشرحہ: وصح بثمن حال وہو الاصل او مؤجل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع (رد المحتار ص۲۵ ج ۴) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۲ ربیع الاول سنہ ۹۵ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بیع شرب جائز نہیں:

سوال: زمین کے بغیر صرف اس کے پانی کی بیع جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز نہیں۔

قال الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: وکذا بیع الشرب وظاہر الروایۃ فسادہ الاتباع خانیۃ وشرح وہبانیۃ (رد المحتار ص۱۱۸ ج۴) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۳ ربیع الاول سنہ ۹۴ھ

ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر کی خرید وفروخت:

سوال: ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈر کا خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر یہ یقین ہو کہ ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ ساز باجا اور گانا وغیرہ کے گناہ میں مبتلا نہ ہوگا تو خریدنا اور ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۳ شعبان سنہ ۹۵ھ

اس کا مفصل حکم رسالہ "القول المبرھن فی بیع الرادیو والتیلیوزن" میں ہے۔

بدون رضائے متبایعین فسخ بیع کا اعتبار نہیں:

سوال: الف اور بار کے مابین ایک زمین کا سودا ہوا، ادائے ثمن کی میعاد پہلے چھ ماہ پھر تین ماہ مقرر ہوئی، اس دوران مشتری بار نے الف بائع کو معتد بہ رقم ادا کردی، مگر بقیہ رقم مدت گزرنے پر بھی ادا نہ کرسکا، الف بار بار تقاضا کرتا رہا، مگر بار ٹالتا رہا، حتی کہ عرصہ چھ سال کا گزر گیا، آخر الف نے پنچایت کے سامنے اعلان کیا کہ اب میں بیع فسخ کرتا ہوں، بعد ازاں بار بقیہ رقم دینے پر آمادہ ہوگیا مگر الف نہ مانا اور اس دوران زمین ایک دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کردی، کیا الف کا یہ فعل درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر مشتری نے بھی پنچایت کو حکم تسلیم کیا تھا، پھر پنچایت نے فسخ بیع کا فیصلہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کیا تو بیع فسخ ہوگئی، اس کے بعد بائع کا ہر قسم کا تصرف صحیح ہے۔ اور اگر مشتری نے پنچایت کو حکم نہیں بنایا تھا یا پنچایت نے فسخ بیع کا فیصلہ نہیں کیا بلکہ بائع نے خود ہی پنچایت کے سامنے فسخ بیع کا فیصلہ سنا دیا تو بیع فسخ نہیں ہوئی، لہٰذا اس صورت میں دوسری بیع بھی صحیح نہیں ہوئی اور وہ ثمن بائع کے لئے حلال نہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۹ شوال سنہ ۹۵ھ

مشتری ثمن نہ ادا کرے تو بائع کو حق فسخ ہے:

سوال: عقد بیع کے بعد بائع نے ادائے ثمن تک مبیع کو محبوس کر لیا، اب اگر مشتری ادا نہ کرے یا غائب ہو جائے تو بائع کیا کرے؟ آیا بیع کو فسخ کر دے یا مزید انتظار کرے؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

مشتری ثمن ادا نہ کرے اور نہ ہی اقالہ کرے تو بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے، مشتری کی طرف سے عدم ادائے ثمن کو عدم رضا اور فسخ سمجھا جائے گا، لہٰذا فسخ بائع سے جانبین کی طرف سے فسخ متحقق ہو جائے گا۔

علاوہ ازیں بیع میں تراضی طرفین شرط ہے اور مشتری کی طرف سے استیفاء ثمن متعذر ہونے کی حالت میں رضائے بائع مفقود ہے، اس لئے مشتری کی جانب سے فسخ نہ بھی ہو تو بائع کو فسخ کا اختیار ہے۔

قال العلامۃ النسفی رحمہ اللہ تعالیٰ: ومن قال لآخر اشتریت منی ھذہ الامۃ فانکر للبائع ان یطأھا ان ترک الخصومۃ۔

وقال العلامۃ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ: لان المشتری لما جحد کان فسخا من جھتہ اذ الفسخ یثبت بہ کما اذا تجاحدا فاذا عزم البائع علی ترک الخصومۃ تم الفسخ بمجرد العزم وان کان لا یثبت الفسخ فقد اقترن بالفعل وھو امساک الجاریۃ ونقلھا وما یضاھیہ ولانہ لما تعذر استیفاء الثمن من المشتری فات رضا البائع فیستبد بفسخہ

(البحر الرائق ص ۳۶ ج ۷)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وکذا قال الامام المرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
وقال العلامۃ ابن الھمام رحمہ اللہ تعالیٰ : فیستبد بفسخہ لفوات شرط البیع وھو التراضی (فتح القدیر ص۵۰۹ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
۷ صفر سنہ ۱۴۰۰ھ

بیع بالوفاء :

سوال : کوئی چیز کسی سے اس شرط پر خریدی کہ جب بائع رقم واپس دے گا تو یہ چیز اس کو واپس دیدی جائے گی، کیا یہ معاملہ جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملھم الصواب

اگر بیع کے اندر یا اس سے پہلے شرط لگائی گئی ہو یا جانبین اس عقد کو غیر لازم سمجھ رہے ہوں تو یہ بیع فاسد ہے۔
اور اگر بیع کے بعد واپسی کا وعدہ کیا تو یہ بیع صحیح ہے اور اس وعدہ کا ایفاء لازم ہے۔
قال فی العلائیۃ : وقیل بیع یفید الانتفاع بہ وفی اقالۃ شرح المجمع عن النھایۃ وعلیہ الفتوی وقیل ان بلفظ البیع لم یکن رھنا ثم ان ذکرا الفسخ فیہ او قبلہ او زعماہ غیر لازم کان بیعا فاسدًا ولو بعدہ علی وجہ المیعاد جاز ولزم الوفاء بہ (رد المحتار ص۲۷۴ ج۴) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
۲ شعبان سنہ ۹۷ھ

لفظ "دیدیگا" وعدۂ بیع ہے :

سوال : زید نے سیب پکنے سے تقریباً دو تین ماہ قبل عمر کو کچھ روپے دیئے کہ عمر اس کو اپنے سیب فی من مثلاً دو سو روپے دیگا مگر عقد کے وقت نہ تاجیل ثمن کی شرط تھی اور نہ ہی تاجیل مبیع کی، عقد کے بعد یہ کہا کہ عمر زید کو سیب فی من دو سو روپے اس وقت دیدیگا جبکہ سیب پک جائے، اس لئے کہ عقد کرتے وقت تو سیب بالکل کچے تھے، سیب پکنے کے بعد عمر نے حسب وعدہ فی من دو سو روپے دیدیئے اور مشتری نے بھی بقیہ ثمن دیدیا۔
کیا مذکورہ صورت خانیہ کے اس جزئیہ پر قیاس کرکے جائز ہو سکتی ہے؟

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

رجل قال لغیرہ بعت منك عنب هذا الكرم كل وقر بكذا قالوا ان كان وقر العنب معلوما عندهم والعنب جنس واحد ينبغي ان يجوز البيع في وقر واحد عند ابي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، وعند صاحبيه رحمهما الله تعالىٰ يجوز البيع في الكل وجعلوا هذه المسألة فرعا لرجل باع صبرة حنطة فقال بعت منك هذه الصبرة كل قفيز بدرهم عند ابي حنيفة رحمه الله تعالىٰ يجوز البيع في قفيز واحد وعندهما يجوز في الكل وان كان عنب الكرم اجناسا قالوا ينبغي ان لا يجوز البيع في شيء في قول ابي حنيفة رحمه الله تعالىٰ وان كان الوقر معروفا وعندهما يجوز في الكل كما لو قال بعت الخ (خانية فصل بيع الزروع والثمار صـ۳۵ ج ۲) بينوا توجروا

الجواب باسمہ ملہم الصواب

لفظ "دیدیگا" بیع نہیں وعدۂ بیع ہے، لہذا مالک نے سیب پکنے کے بعد دیدیئے تو یہ بیع بالتعاطی ہوگئی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲ر جمادی الثانیہ سنہ ۹۸ھ

چاندی کی قیمت بڑھنے سے روپے کی مالیت میں کوئی فرق نہیں آتا:

سوال: ایک شخص نے تین سال پہلے زید کے پاس ایک کتاب سَو روپے میں بیچی، اس وقت چاندی کی قیمت پانچ روپے تولہ تھی، زید نے کتاب پر قبضہ کرلیا رقم اب تک ادا نہیں کی، کتاب اس وقت بھی زید کے پاس ہے، بائع کہتا ہے کہ اب میں کتاب کی قیمت بجائے سو روپے کے تین سَو روپے لوں گا، کیونکہ اب چاندی پندرہ روپے تولہ ہے اور آپ کے پاس جو سو روپے میں کتاب بیچی تو اس وقت سو روپے بیس تولے چاندی کی قیمت تھی اور اس وقت بیس تولہ کی قیمت تین سَو روپے ہے۔

اپنی تائید میں شامیہ کی یہ عبارت پیش کرتا ہے۔

اما اذا غلت قيمتها او انتقصت فالبيع على حاله ولا يتخير المشتري ويطالب بالنقد بذلك العيار الذي كان وقت البيع كذا في فتح القدير (صـ۳۲ ج ۴)

آجکل کے روپے بھی خالص چاندی کے نہیں غالب الغش ہیں جن کا حکم مذکورہ عبارت میں بتایا گیا ہے، بائع کی رائے کی تصحیح یا تغلیط مع الدلائل فرمائیں، بینوا توجروا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الجواب باسم ملهم الصواب

بائع کا خیال باطل ہے اس لئے کہ مروج کرنسی من کل الوجوہ بحکم فلوس نہیں، ورنہ ان کے مبادلہ بالجنس میں تفاضل جائز ہوتا، اور کروڑوں کی تعداد میں کرنسی نوٹ ملک میں ہونے کے باوجود ان پر زکوٰۃ فرض نہ ہوتی، وھو باطل والقول المستلزم للباطل باطل۔

زمان قدیم کے فلوس اور سکہ رائج الوقت میں یہ فرق ہے کہ وہ فلوس خود معیار ومقصود نہیں تھے بلکہ درہم کا بدل شمار ہوتے تھے اور سکہ رائج الوقت اگرچہ بین الاقوامی منڈی میں خود معیار نہیں بلکہ سونے اور ڈالر کا بدل ہے مگر اندرون ملک ایک روپے کا نوٹ خود معیار ومقصود ہے اور مروجہ پیسے اسکا بدل ہیں، لہٰذا ایک روپے کا نوٹ بحکم درہم ہوا اور اس کا بدل سو پیسے بحکم فلوس ہوئے، اصل نقد روپیہ ہے اور پیسوں کا ذکر اس اصل نقد کی کسی مقدار کی ایک تعبیر ہوتی ہے چنانچہ پہلے روپیہ ۶۴ پیسے کا تھا بعد میں ۱۰۰ پیسے کا کر دیا گیا، اس تبدیل سے قبل اگر ۱۶ پیسے ثمن متعین کیا گیا تو یہ پاؤ روپیہ کی ایک تعبیر ہے، مشتری کو اختیار تھا کہ وہ ۱۶ پیسے ادا کرے یا ۸ ٹکے یا ۴ آنے یا ایک چونی، مگر جب پیسے سستے ہو گئے یعنی ایک روپے کے مقابل سو پیسے کر دیئے گئے تو اب مشتری کو ۱۶ پیسے دینے کا اختیار نہیں بلکہ ۲۵ پیسے یا پاؤ روپیہ ادا کریگا، اس لئے کہ عقد میں اصل مقصود پاؤ روپیہ تھا پیسوں کا ذکر اسی کی ایک تعبیر تھی، لہٰذا پیسے سستے ہونے کے بعد تعبیر سے جو اصل مقصود تھا یعنی پاؤ روپیہ وہ واجب ہوگا۔

اس حقیقت کے پیش نظر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہ ہے کہ فلوس کی قیمت میں کمی بیشی کی صورت میں درہم کے لحاظ سے ثمن کا اصل معیار واجب الادا ہوگا۔ اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اس صورت میں متعین فلوس ہی کی ادائیگی لازم قرار دیتے ہیں۔

اس اختلاف سے ثابت ہوتا ہے کہ فلوس کا لین دین دونوں طرح مروج ہوگا بدل درہم کی حیثیت سے بھی اور مکیلات وموزونات کی طرح مقصوداً بھی، فاخذ الاوّل بالثانی والثانی بالاوّل۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اکثر کتب میں اسی طرح اختلاف نقل کر کے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو مفتی بہ قرار دیا ہے مگر جوہرہ میں نہایہ سے رد مثل پر اتفاق نقل کیا ہے، ویمکن التوفیق بالحمل علی المثل فی الجنس دون العدد۔

مروج کرنسی بالاتفاق کسی دوسری چیز سے تعبیر نہیں بلکہ خود مقصود ہے، اگرچہ بڑے نوٹ ایک روپے کے نوٹوں کی رسید کے طور پر جاری کئے جاتے ہیں مگر ایک روپے کا نوٹ جس کو کرنسی قرار دیا گیا ہے وہ خود مقصود ہے اور اس لحاظ سے بحکم درہم و دینار ہے۔

اسی لئے عام لین دین اور تجار کے عرف میں سونے اور چاندی کے نرخ میں اتار چڑھاؤ سے بطور ثمن یا قرض واجب الذمہ مروج کرنسی پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ مروج کرنسی کی اصل مقدار جو واجب تھی وہی ادا کی جاتی ہے۔

اگر بائع کے باطل خیال کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ربا کی مروجہ صورتیں سب حلال ہو جائیں گی، صرف حلال ہی نہیں بلکہ مشتری و مستقرض پر ادار ربا شرعاً واجب قرار پائے گا اس لئے کہ سونے اور چاندی کی قیمت تو ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے، سو اگر آکلین ربا یہ صورت اختیار کر لیں کہ ربا میں کرنسی کی تعیین کی بجائے وقت ادا میں سونے یا چاندی کے نرخ کے مطابق وصول کریں تو ان کا کیا حرج ہے ع

راضی رہے رحمٰن بھی تو خوش رہے شیطان بھی

البتہ بین الاقوامی منڈی میں کرنسی کا اصل معیار ڈالر قرار دیا گیا ہے لہٰذا ڈالر کے مقابلہ میں روپے کی قیمت میں کمی بیشی کی صورت میں بیرونی تجارت کا ثمن یا قرض ڈالر کی قیمت کے مطابق ادا کیا جائے گا اگرچہ بوقت عقد روپے کی مقدار ذکر کی گئی ہو۔

حاصل کلام :

(۱) اندرون ملک روپے کا لین دین مستقل سکے کی حیثیت رکھتا ہے کسی دوسرے سکے کے تابع نہیں، اس لئے اس کی مالیت میں کمی بیشی کی صورت میں اتنے روپے واجب ہونگے جتنے اصل میں تھے۔

(۲) اگر بالفرض اندرون ملک بھی روپے کو مستقل سکہ شمار نہ کیا جائے اور بحکم

فلوس ہی تسلیم کرلیا جائے تو بھی حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر اختلاف مالیت کا کوئی اثر نہ ہوگا۔

(۳) نہایہ کی تصریح کے خلاف اگر امام ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختلاف تسلیم بھی کرلیا جائے تو وہ اس صورت میں ہوگا کہ متعاقدین نے فلوس کے اصل مقصود ہونے کی تصریح نہ کی ہو، اگر اس تصریح کے ساتھ عقد ہوا ہو کہ درہم کے ساتھ کسی نسبت سے قطع نظر خود فلوس کا یہ عدد مقصود ہے تو ظاہر ہے کہ قول ثانی امام اول رحمہما اللہ تعالیٰ کے موافق ہی ہوگا۔

عرف عام میں اندرون ملک روپے کے لین دین میں کسی دوسرے سکے سے قطع نظر خود روپے ہی کا عدد مقصود ہوتا ہے، لہذا المعروف کالمشروط کے تحت امام ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر بھی روپے کی مالیت میں کمی بیشی اس کے اصل عدد پر مؤثر نہ ہوگی۔

یہ بحث محض استطرادًا لکھدی ہے ورنہ حقیقت وہی ہے کہ اندرون ملک روپیہ کسی دوسرے سکے کے تابع نہیں خود مستقل سکہ ہے، اس لئے یہ اختلاف مالیت کی صورت میں بحکم فلوس نہیں بلکہ بحکم درہم ہے۔

اندرون ملک روپے کے لین دین میں عرف عام اور سب کا اجماع واتفاق ہے کہ یہ کسی دوسرے سکے کے تابع نہیں جس کی وجہ سے اصل واجب روپے کے عدد میں کمی بیشی آجائے، اس حقیقت پر اس حد تک اتفاق ہے کہ اس کے خلاف کے قائل کو لوگ دیوانہ کہیں گے، چنانچہ گلٹ کا سکہ بننے کے بعد سالہا سال کے طویل تعامل میں ہمارے سامنے ایسے صرف دو سوال آئے ہیں جن میں اصل واجب سے زیادہ عدد کا مطالبہ کیا گیا ہے، اور یہ واقعات بھی ایسے ہیں کہ ان میں مدعی کی ہوس ظاہر ہے اور یقین ہے کہ خود یہ مدعی بھی اس ایک واقعہ جزئیہ کے سوا باقی تمام معاملات میں روپے کا وہی عدد واجب سمجھتا ہوگا جو شروع میں تھا اور اسکا اپنا عمل بھی تمام لین دین میں اسی کے مطابق ہوگا، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۰ ذی الحجہ سنہ ۹۸ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مثل سوال بالا :

ایک استفتاء اور اس کا جواب پیش خدمت ہے -

اصل مسئلہ تو بیع و قرض کے بارے میں ہے، شفعہ کی صورت کو اس پر قیاس کیا گیا ہے کیونکہ شفعہ بھی ایک گونہ بیع ہی ہے اور اسی ثمن کے ساتھ ہے جتنی رقم میں مشتری کو پڑی تھی صرف تحویل صفقہ ہوا ہے، یہ تحقیق مطلوب ہے کہ بیع قرض اور شفعہ میں مالیت قدیم ثمن اور قرض کی واجب ہوگی یا رد مثل، جبکہ معاملہ پہلے کا ہو اور روپے کی قیمت میں کمی قبل از قبض بعد میں واقع ہوئی -

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ خیر المدارس ملتان ۲۵/۷/۹۹ھ

سوال : ستمبر ۱۹۷۴ء میں مشتری نے ۱۴ مرلے ۶۳ کنال بعوض ۱۵۰،۰۰۰ روپے زمین اپنے خاندان رشتہ داران کے مکانات بنانے کے پیش نظر خرید کی، ستمبر ۱۹۷۵ء میں شفیع نے دعویٰ دائر کر دیا، اب تک فیصلہ نہیں ہوا، لیکن اب اس جائداد مذکور کی قیمت تقریبا ۱۳۰۰۰۰۰ (تیرہ لاکھ) روپے ہے، کیا شفیع کو ۱۵۰۰۰۰ (ڈیڑھ لاکھ) روپے میں ہی جائے گی ؟ اور مشتری کو ڈیڑھ لاکھ روپے ہی ملیں گے ؟

واضح رہے کہ مشتری اگر اسی جگہ اراضی خریدنا چاہے تو اسے اب تقریباً ساڑھے سات کنال اراضی ملے گی۔

الجواب (از خیر المدارس ملتان)

زمین کی قیمت بڑھ جانے سے شفیع پر یہ زیادتی لازم نہ ہوگی کیونکہ شفعہ کی حقیقت یہ ہے :

قال فی التنویر: ھی تملیك البقعة جبرًا علی المشتری بما قام علیه -

البتہ روپے کی قیمت و مالیت میں سرکاری طور پر جو کمی کر دی گئی تھی وہ مشتری کے حق پر اثر انداز نہیں ہوگی، یعنی بیع کے وقت میں روپے کی جو مالیت تھی اسی کے مطابق اب شفیع سے اسے رقم وصول کرنے کا حق ہوگا، روپے کی قیمت کا گر جانا مشتری کے حق کو کم نہیں کرے گا جبکہ حصول شفعہ کو بیع یا قرض کے مشابہ قرار دیا جائے۔

وفی الشامیة : وفی البزازیة عن المنتقی غلت الفلوس او رخصت فعند الامام الاول والثانی اولا لیس علیه غیرھا وقال الثانی ثانیًا علیه

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

قیمتها من الدراهم یوم البیع والقبض وعلیه الفتوی وهکذا فی الذخیرة والخلاصة ونقله فی البحر واقره بحیث صرح بان الفتوی علیه فی کثیر من المعتبرات فیجب ان یعول علیه افتاءً وقضاءً ولم ار من جعل الفتوی علی قول الامام اھ (شامیة ص۲۵ ج ۴)

اور قرض میں بھی یہی حکم ہے۔

قال الشامی رحمه الله تعالیٰ : وحاصل ما مر انه علی قول ابی یوسف المفتی به لا فرق بین الکساد والانقطاع والرخص والغلاء فی انه تجب قیمتها یوم وقع البیع او القرض لا مثلها۔

لیکن جوہرہ میں رخص وغلاء کی صورت میں نہایہ سے اتفاق نقل کیا ہے کہ ردمثل ہوگا مالیت کا وجوب نہ ہوگا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

آپ کا جواب صحیح ہے، روپیہ اگرچہ بین الاقوامی منڈی میں ڈالر کے تابع ہے مگر ملک کے اندرونی معاملات میں یہ ایک مستقل سکہ ہے کسی دوسرے کے تابع نہیں۔ اس لئے اختلاف مالیت کے مؤثر نہ ہونے کے لحاظ سے روپیہ بحکم فلوس نہیں بحکم درہم ہے۔

۲۰ ذوالحجہ ۹۸ھ میں اس سے متعلق ایک استفتاء کا جواب بندہ نے تفصیل سے لکھا تھا، اس کی نقل ارسال ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۳ شعبان سنہ ۹۹ھ

والد کا صغیر کی زمین بیچنا:

سوال : والد اپنے صغیر بیٹے کی زمین فروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

اگر والد کی بیٹے پر شفقت معروف ہو یا مستور الحال ہو تو بیچ سکتا ہے۔

قال الامام الحصکفی رحمه الله تعالیٰ : ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قولہ یجوز) فلیس للصغیر نقضہ بعد بلوغہ اذ للاب شفقة کاملة ولم یعارض ھذا المعنی معنی آخر فکان ھذا البیع نظرا للصغیر وان کان الاب فاسدا لم یجز بیعہ العقار فلہ نقضہ بعد بلوغہ ھو المختار الا اذا باعہ بضعف القیمة اذ عارض ذلک المعنی معنی آخر۔

تنبیہ : ظاھر کلامھم ھنا انہ لا یفتقر بیع الاب عقار ولدہ الی المسوغات المذکورة فی الوصی ونقل الحموی فی حواشی الاشباہ من الوصایا ان الاب کالوصی لا یجوز لہ بیع العقار الا فی المسائل المذکورة کما افتی بہ الحانوتی اھ ثم رأیت فی مجموعة شیخ مشایخنا منلا علی التر کمانی قد نقل عبارة الحموی المذکورة ثم قال ما نصہ وھو مخالف لاطلاق ما فی الفصول وغیرہ ولم یستند الحانوتی فی ذلک الی نقل صحیح ولکن اذا صارت المسوغات فی بیع الاب ایضا کما فی الوصی صار حسنا مفیدا ایضا لان الاخذ بالاتفاق اوفق ھکذا افادنیہ شیخنا الشیخ محمد مراد السقامینی رحمہ اللہ تعالیٰ (رد المحتار ص ۵۰۲ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۴ ذوالحجہ سنہ ۱۳۹۹ھ

اراضی وبیوت مکہ کی بیع واجارۃ :

سوال : حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکہ یعنی حرم کی اراضی اور مکانات کی خرید و فروخت اور کرایہ پر دینا جائز نہیں ، چنانچہ تفسیر مظہری وغیرہ میں ہے :

ومن ھھنا قال ابوحنیفة واحمد فی اصح الروایتین عنہ لا یجوز بیع رباع مکة ولا اجارة دورھا فان ارض الحرم عتیق غیر مملوک لاحد ۔ (تفسیر مظہری ج ۶ سورۂ حج ، فی تفسیر قولہ تعالیٰ : والمسجد الحرام الذی جعلناہ سواء العاکف فیہ والباد)

رباع کے معنی زمین ہیں یا مکانات ؟ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک صرف زمین کی خرید و فروخت اور اجارہ ناجائز ہے یا مکانات کی خرید و فروخت اور اجارہ بھی ؟

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

طحاوی ص۱۸۳ ج ۲ میں ہے :

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لایحل بیع بیوت مکۃ ولا اجارتھا -

عن علقمۃ بن نضلۃ قال توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنھم وربماع مکۃ تدعی السوائب من احتاج سکن ومن استغنی اسکن -

وفی روایۃ لہ کانت الدور علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنھم ما تباع ولا تکری (الحدیث)

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں لکھا ہے کہ ان احادیث پر عمل کرنے والے امام ابوحنیفہ ومحمد وثوری رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں -

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی بیع وشراء اور اجارہ کے علاوہ مکانوں کی بیع وشراء اور اجارہ بھی انکے نزدیک ناجائز ہے - احادیث میں آتا ہے :

قد اشتری عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ من صفوان بن امیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دارًا باربعۃ آلاف درھم

وکذا روی البیھقی عن ابن الزبیر رضی اللہ عنھما انہ اشتری حجرۃ سودۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا - (رواہ البیھقی ص۳۴۲ ج۶)

وعن حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ باع دار الندوۃ -

وعن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ اشتری الدور من اھلھا حتی وسع المسجد

وکذلک عن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ -

اگر حضرت امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف زمین کی بیع وشراء اور اجارہ ناجائز ہے مکانوں کی جائز ہے تو ان احادیث کا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ یہ بیع و شراء مکانوں کی تھی زمین کی نہ تھی ، لیکن اگر بناء یعنی مکانوں کی بیع وشراء بھی ناجائز ہو تو ان احادیث کا کیا جواب ہے ؟

اگر بیع وشراء بناء یعنی مکانوں کی ان کے نزدیک جائز ہے تو ان احادیث کا کیا جواب ہے جن میں رباع اور بیوت کا کرایہ اور بیع وشراء ناجائز بتائی گئی ہے ؟ اور

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

وہ احادیث حضرت امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مستدلات بتائی گئی ہیں، چنانچہ اوپر احادیث اور عبارات لکھی گئی ہیں کہ رباع مکہ کی بیع وشراء اور اجارہ انکے نزدیک ناجائز ہے اور ان مستدلات میں سے کئی احادیث طحاوی سے نقل کی گئی ہیں۔

امام صاحب کے مستدلات میں سے ایک یہ اثر بھی ہے:

عن مجاهد انه قال مكة مباح لا يحل بيع رباعها ولا اجارة بيوتها۔

براہِ کرم مذکورہ بالا شبہہ کا ازالہ فرمائیے اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے۔

الجواب باسم ملهم الصواب

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی اراضی و بیوت کی بیع و اجارہ کے جواز کو ترجیح دی ہے، دلائل کراہت کے دو جواب دیئے ہیں:

① روایت جواز سنداً قوی ہے۔

② وجہ النظر جواز کو مقتضی ہے۔

ونصه: ولما اختلفا احتيج الى النظر في ذلك لنستخرج من القولين قولاً صحيحاً ونوصل الى طريق اختيار الاسانيد وصرف القول الى ذلك لكان حديث علي بن حسين اصحهما اسناداً ولكنا نحتاج الى كشف ذلك من طريق النظر فاعتبرنا ذلك فرأينا المسجد الحرام الذي كل الناس فيه سواء لا يجوز لاحد ان يبني فيه بناء ولا يحتجر منه موضعاً وكذلك حكم جميع المواضع التي لا يقطع لاحد فيها ملك وجميع الناس فيها سواء الا ترى ان عرفة لو اراد رجل ان يبني في المكان الذي يقف فيه الناس فيها بناء لم يكن ذلك له وكذلك منى لو اراد ان يبني فيها داراً كان من ذلك ممنوعاً وكذلك جاء الاثر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم (طحاوی ص۱۸۴ ج ۲)

امام حصکفی و علامہ ابن عابدین رحمہما اللہ تعالیٰ کی تحقیق بھی یہی ہے، البتہ انہوں نے صرف ایام موسم میں حجاج کے لئے اجارۂ بیوت کو مکروہ قرار دیا ہے اور کراہت اجارۂ بیوت کی روایات کو اسی پر محمول فرمایا ہے۔

قال العلائي رحمه الله تعالى: وجاز بيع بناء بيوت مكة وارضها بلا كراهة و به قال الشافعي رحمه الله تعالى وبه يفتى عيني وقدمر في الشفعة وفي البرهان

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

فی باب العشر ولا یکرہ بیع ارضہا کبنا ئہا وبہ یعمل وفی مختارات النوازل لصاحب الہدایۃ لا بأس ببیع بناءہا واجارتہا لکن فی الزیلعی وغیرہ یکرہ اجارتہا وفی آخر الفصل الخامس من التتارخانیۃ واجارۃ الوہبانیۃ قالا قال ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ اکرہ اجارۃ بیوت مکۃ فی ایام الموسم وکان یفتی لہم ان ینزلوا علیہم فی دورہم، لقولہ تعالیٰ سواء العاکف فیہ والباد۔ ورخص فیہا فی غیر ایام الموسم اھ فلیحفظ۔ قلت وبہذا یظہر الفرق والتوفیق وہکذا کان ینادی عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایام الموسم ویقول یا اہل مکۃ لاتتخذوا للبیوتکم ابوابا لینزل البادی حیث شاء ثم یتلوا الآیۃ، فلیحفظ۔

وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ (قولہ وارضہا) جزم بہ فی الکنز وہو قولہما واحدی الروایتین عن الامام، لانہا مملوکۃ لاہلہا لظہور آثار الملک فیہا وہو الاختصاص بہا شرعا وتمامہ فی المنح وغیرہا (قولہ وقدمر فی الشفعۃ) ومر ایضا ان الفتوی علی وجوب الشفعۃ فی دور مکۃ وہو دلیل علی ملکیۃ ارضہا کما مر بیانہ (قولہ قال ابوحنیفۃ) اقول فی غایۃ البیان ما یدل علی انہ قولہما ایضا حین نقل عن تقریب الامام الکرخی ما نصہ: وروی ہشام عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ رحمہما اللہ تعالیٰ انہ کرہ اجارۃ بیوت مکۃ فی الموسم ورخص فی غیرہ وکذا قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وقال ہشام اخبرنی محمد عن ابی حنیفۃ رحمہما اللہ تعالیٰ انہ کان یکرہ کراء بیوت مکۃ فی الموسم ویقول لہم ان ینزلوا علیہم فی دورہم اذا کان فیہا فضل وان لم یکن فلا وہو قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اھ فافاد ان الکراہۃ فی الاجارۃ وفاقیۃ وکذا قال فی الدر المنتقی صرحوا بکراہتہا من غیر ذکر خلاف اھ (قولہ وبہ یظہر الفرق) ای بحمل الکراہۃ علی ایام الموسم یظہر الفرق بین جواز البیع دون الاجارۃ وہو جواب عما فی الشرنبلالیۃ حیث نقل کراہۃ اجارۃ ارضہا عن الزیلعی والکافی والہدایۃ ثم قال فلینظر الفرق بین جواز البیع وبین عدم جواز الاجارۃ اھ وحاصلہ ان کراہۃ الاجارۃ لحاجۃ اہل الموسم (قولہ والتوفیق) بین ما فی النوازل وما فی الزیلعی وغیرہ بحمل الکراہۃ علی ایام الموسم وعدمہا علی غیرہا (رد المحتار ص ۲۷۸ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۰ رجب سنہ ۱۴۰۰ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

نوٹ سے سونے اور چاندی کی بیع :

سوال : آجکل کے مروجہ نوٹ اور سکے جو حکومت کی طرف سے رائج ہیں، جن کے ساتھ لوگ بیع و شرا اور لین دین کرتے ہیں، کیا یہ سونے چاندی دونوں یا صرف سونے یا صرف چاندی کے حکم میں ہیں، کیا ان کے ساتھ سونے اور چاندی کی بیع بالفضل والنسیئۃ یا صرف بالفضل یا صرف بالنسیئۃ جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

رائج نوٹ اور سکے سونے، چاندی کے حکم میں نہیں، نہ ہی سونے یا چاندی کی رسید ہیں، لہذا ان سے بیع ذہب و فضہ بہرکیف جائز ہے، تفاضل و نسیئۃ بھی جائز ہے، البتہ حرمت ربوٰا بصورت تبادل بالجنس واقع ہوگی اور فرضیت زکوٰۃ میں یہ سکہ بحکم فضہ ہے۔ کما قالوا فی الفلوس الرائجۃ - واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۷ محرم سنہ ۱۴۰۱ھ

قیمت میں رعایت بذریعہ قرعہ :

سوال : آجکل ایک موٹر سائیکل کمپنی اپنی مشہوری کے لئے ایک طریقہ اختیار کئے ہوئے ہے کہ اقساط پر موٹر سائیکلیں فروخت کر رہی ہے، اکیس اقساط مقرر کی گئیں اور ہر قسط پانچ سو پچاس روپے ماہوار ادا کرنا ہوتی ہے، اگر اقساط پوری کرنے سے پہلے درمیان میں کسی خریدار کا نام قرعہ اندازی میں نکل آیا (ہر ماہ قرعہ اندازی ہوتی ہے) تو موٹر سائیکل اسے دیدی جاتی ہے اور بقیہ تمام اقساط معاف کر دی جاتی ہیں، اگر بیس ماہ تک قرعہ اندازی میں خریدار کا نام نہ نکلے تو اکیس ماہ کے بعد موٹر سائیکل اسے دیدی جاتی ہے اور یہ اکیس اقساط کی رقم موٹر سائیکل کی وہ قیمت ہے جو مارکیٹ میں چل رہی ہے، زیادہ نہیں، خرید و فروخت کا یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ قیمت میں کمپنی کی طرف سے رعایت ہے اور کس خریدار کو رعایت دی جائے اسکا انتخاب وہ بذریعہ قرعہ اندازی کرتی ہے، اسمیں کسی کا کوئی نقصان نہیں، لہذا یہ خرید و فروخت جائز ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۶ ذی قعدہ سنہ ۱۴۰۲ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

باب البیع الفاسد والباطل

بیع فاسد میں مبیع ہلاک ہوگئی:

سوال: بیع فاسد میں اگر مبیع ہلاک ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بائع مشتری سے ذوات القیم میں یوم القبض کی قیمت اور ذوات الامثال میں اس کی مثل لیکر مشتری کو ثمن واپس کرے۔

قال فی جامع الفصولین: ثم المبیع فاسدا تضمن قیمتہ یوم قبضہ لو قیمیا ومثلہ لو مثلیا لضمانہ بقبضہ (جامع الفصولین صفحہ ۴۹ ج ۲) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۵ ذی الحجہ سنہ ۸۵ھ

قسطوں پر خرید و فروخت:

سوال: مشین، ریڈیو یا پنکھا وغیرہ دکاندار سے قسطوں پر خریدنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ لینے والے کو اسمیں آسانی ہے مگر قسطوں پر ادھار لینے میں نقد لینے سے کچھ زیادہ رقم ادا کرنا پڑتی ہے، اس میں یہ بھی شرط ہے کہ تمام اقساط ادا نہ کرنے کی صورت میں سابقہ اقساط ضبط کر کے مبیع واپس لے لی جائے گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ادھار کی وجہ سے زیادہ قیمت لینا جائز ہے، مگر تمام اقساط ادا نہ کرنے کی صورت میں مبیع کی واپسی اور ادا کردہ اقساط ضبط کرنے کی شرط فاسد ہے اس لئے یہ معاملہ جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۸ ربیع الاول سنہ ۸۷ھ

بیع بالشرط:

سوال: زید نے بکر کو ایک بھینس فروخت کی اس شرط پر کہ اسکا دودھ میں ہی خریدتا رہوں گا، اب اس کا دودھ زید کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الجواب باسم ملهم الصواب

اگر بھینس کی بیع اسی شرط پر موقوف تھی کہ اگر مشتری اس شرط کو قبول نہ کرتا تو بائع بیع پر راضی نہ ہوتا تو یہ بیع فاسد ہوگئی جس سے توبہ واستغفار اور اس بیع کا فسخ کرنا واجب ہے، البتہ اگر صرف مشورہ اور وعدہ کے طور پر یہ شرط لگائی بیع کو اس پر موقوف نہیں رکھا تو یہ بیع صحیح ہوگئی دودھ کا لین دین جائز ہے، بکر اس کا پابند نہیں کہ زید کو ہی دودھ فروخت کرے، ہاں اخلاقاً اسے یہ وعدہ پورا کرنا چاہیئے۔

قال فی التنویر: ولا بیع بشرط۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ تحت هذا القول: ثم ذکر فی البحر انه لو اخرجه مخرج الوعد لم یفسد وصورته کما فی الولوالجیة قال اشتر حتی ابنی الحوائط اھ (رد المحتار ص۱۳۵ ج ۴)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۵ رجب سنہ ۸۷ھ

بونس واؤچر کی بیع جائز نہیں:

سوال: مال برآمد کنندہ حکومت کے پاس برآمد کا ثبوت پیش کرتا ہے جس پر حکومت اسے بونس (منافع) کے نام سے کچھ انعام دیتی ہے مگر انعام کی رقم نقد نہیں دی جاتی بلکہ اس کی رسید دی جاتی ہے، جسے بونس واؤچر کہا جاتا ہے، برآمد کنندہ اسے بازار میں زیادہ قیمت پر فروخت کرتا ہے مثلاً ایک سو روپے کا بونس واؤچر تقریباً دو سو روپے میں، چونکہ حکومت نے بعض اشیاء کی درآمد کی اجازت بونس واؤچر کی خرید پر موقوف کر دی ہے اس لئے بازار میں بونس واؤچر کی قیمت زیادہ ہے، کیا شرعاً اس طرح بونس واؤچر کی خرید وفروخت جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

برآمد کنندہ قبل القبض اس رقم کا مالک نہیں اس لئے اسکی خرید وفروخت جائز نہیں، نیز بونس واؤچر کی اصل رقم سے زیادہ وصول کرنا سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۴ رشوال سنہ ۸۸ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

گوبر اور پاخانہ کی بیع :

سوال : کیا گوبر اور پاخانہ کی بیع کا ایک ہی حکم ہے ؟ یعنی دونوں کی بیع جائز ہے یا ناجائز ؟ نجس ہونے میں تو دونوں برابر ہیں ، اس لحاظ سے حکم بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

گوبر کی بیع جائز ہے اور پاخانہ کی ناجائز الّا یہ کہ مٹی سے مخلوط ہو اور مٹی اس پر غالب ہو۔

دونوں میں فرق یہ ہے کہ پاخانہ بالاتفاق نجاست غلیظہ ہے اور گوبر میں اختلاف ہے امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نجاست غلیظہ اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں نجاست خفیفہ ہے اگرچہ ترجیح نجاست غلیظہ کے قول کو ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ پاخانہ زیادہ متعفن ہوتا ہے اور گوبر میں تعفن کم۔

علاوہ ازیں گوبر کے استعمال کی ضرورت ہے۔

قال فی التنویر وشرحہ : وبطل بیع قن ضم الی حر وذکیۃ ضمت الی میتۃ ماتت حتف انفہا (الی قولہ) وحبیع آدمی لم یغلب علیہ التراب فلو مغلوبا بہ جاز کسرقین وبعر (رد المحتار ص ۱۱۶ ج ۴) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۳۰ ربیع الثانی سنہ ۸۹ھ

پنشن بیچنا جائز نہیں :

سوال : میں پاکستان نیوی کا ریٹائرڈ چیف پی آئی اے آفیسر ہوں ، گورنمنٹ مجھے ایک سو بیالیس روپے ماہوار پنشن دیتی ہے ، حکومت نے ایک سہولت دے رکھی ہے کہ اگر کوئی ریٹائرڈ ملازم اپنی پنشن حکومت کے ہاتھ بیچنا چاہے تو اس کو نصف پنشن یکمشت دیدی جاتی ہے ، عرض ہے کہ شریعت کی رو سے یہ بیع جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

پنشن ایک قسم کا انعام ہے ، جب تک ملازم کا اس پر قبضہ نہ ہو وہ اسکا مالک نہیں بنتا ، اس لئے اس کی بیع جائز نہیں ، البتہ خود حکومت سے اسکی بیع کرنا حقیقت

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

میں بیع نہیں، صرف نام اور صورت بیع کی ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ حکومت نے جو بڑا انعام قسط وار دینے کا وعدہ کیا تھا اب اس کو کم مقدار میں یکمشت نقد دے رہی ہے، اس لئے حکومت سے یہ معاملہ جائز ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲ر جمادی الآخرۃ سنہ ۹۴ھ

دم مسفوح کی بیع وشراء حرام ہے:

سوال: حلال جانوروں کا وہ خون جو بوقت ذبح نکلتا ہے اسکی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز نہیں۔

قال فی التنویر وشرحہ: ھو مبادلۃ شیء مرغوب فیہ بمثلہ خرج غیر المرغوب کتراب ومیتۃ ودم (رد المحتار ص۲ ج ۴) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۹ر رجب سنہ ۹۵ھ

حکم ثمن خمر:

سوال: زید کافی مقروض تھا مگر اس کے پاس سوائے شراب کے کوئی چیز نہ تھی، لہذا اس نے شراب فروخت کر کے لوگوں کا قرض ادا کر دیا، اب سوال یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس رقم سے اپنا قرض وصول کیا ہے یہ ان کے حق میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بیع خمر باطل ہے، اس کا ثمن واجب الرد ہے بائع اور قرضخواہ پر حرام ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۷ر ذی قعدہ سنہ ۱۴۰۰ھ

عقد سلم میں قبل القبض رأس المال یا مبیع میں تصرف کرنا:

سوال: زید نے بکر سے پچاس من کپاس بیس روپے فی من کے حساب سے خریدی اور کہا فصل پر جب کپاس اترے گی تو وصول کر لے گا، بکر نے بھی اقرار کر لیا، ابھی فصل آنے میں دو ماہ باقی ہیں، بیس روپے من کے حساب سے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

پچاس من کی رقم زید نے ادا کر دی ، سوال یہ ہے کہ اب اگر زید یہی کپاس عمرو کو تیس روپے من کے حساب سے فروخت کر دے تو جائز ہے یا نہیں ؟ نیز زید و بکر کے درمیان جو بیع سلم ہوئی وہ جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسمہ ملہم الصواب

بیع سلم میں یہ شرط ہے کہ وقت عقد سے وقت محل تک مسلم فیہ بازار میں موجود رہے لہذا اگر کپاس دو ماہ تک بازار میں دستیاب ہو تو یہ بیع جائز ہے ورنہ ناجائز۔

قال العلامۃ المرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ : ولا یجوز السلم حتی یکون المسلم فیہ موجودا من حین العقد الی حین المحل حتی لو کان منقطعا عند العقد موجودا عند المحل او علی العکس او منقطعا فیما بین ذلک لا یجوز۔

(ھدایۃ ص ۹۳ ج ۳)

عقد سلم میں قبل القبض رأس المال یا مسلم فیہ میں کوئی تصرف جائز نہیں ، لہذا زید کا فروخت کرنا ناجائز ہے۔

قال فی التنویر و شرحہ : ولا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی رأس المال ولا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ (رد المحتار ص ۲۳۳ ج ۴)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۴ ربیع الثانی سنہ ۸۸ھ

ماہی گیر کا پیشگی رقم لینا :

سوال : ایک ماہی گیر نے خالد سے اس شرط پر پیشگی سو روپے لئے کہ آئندہ موسم سرما میں (جو مچھلی کے شکار کا موسم ہوتا ہے) رواج کے مطابق سو روپے کی مچھلی ساٹھ روپے فی صد کے حساب سے دیگا جو عام لوگوں کو اسّی روپے فی صد کے حساب سے دیتا ہے۔

یا اس شرط پر پیشگی سو روپے لئے کہ سردی کے موسم میں ایک سو چالیس روپے کی مچھلی دیگا جو عام نرخ سے سو روپے کی آتی ہے کیا یہ جائز ہے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسمہ ملہم الصواب

یہ بیع سلم ہے جو فقدان شرائط کی وجہ سے ناجائز ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۸ رمضان سنہ ۸۸ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

زیادہ قیمت پر مبیع واپس کرنے کی شرط :

سوال : بکر کو کچھ روپے کی ضرورت پڑی تو عمرو سے کہا کہ یہ ایک تولہ سونا دو سو روپے میں مجھ سے خرید لو، تین ماہ کے بعد یہی سونا دو سو چالیس روپے میں میں تم سے خرید لوں گا۔

عمرو نے اپنی منفعت دیکھ کر منظور کرلیا اور تین ماہ کے بعد یہی ایک تولہ سونا دو سو چالیس روپے میں پھر بکر کے ہاتھ فروخت کر دیا، کیا اس صورت میں یہ چالیس روپے کی زیادتی جائز ہوگی یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسمہ ولہم الصواب

یہ صریح ربوٰا ہے، بیع بالوفاء میں اس لئے داخل نہیں کہ اسمیں ثمن میں زیادتی نہیں ہوتی، نیز ردّ مبیع کی شرط بھی مجلس بیع میں نہیں ہوتی بلکہ بعد میں ہوتی ہے، لہٰذا اس بیع فاسد میں بغیر کسی کمی بیشی کے ثمن و مبیع کا رد واجب ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۸ رمضان سنہ ۸۸ھ

بیع سلم میں کل ثمن مجلس عقد میں دینا شرط ہے :

سوال : بکر زید کو تیل فروخت کرنا چاہتا ہے جس کی صورت یہ ہوگی کہ نرخ اور تاریخ طے کرنے کے بعد بکر کچھ بیعانہ وصول کریگا، بعد ازاں ایک ماہ کا وقفہ کر کے وہ زید کو تیل فراہم کریگا جو ابھی اس کی تحویل میں نہیں ہے، یہ بیع جائز ہے یا نہیں ؟

بینوا توجروا

الجواب باسمہ ولہم الصواب

جائز نہیں، اس لئے کہ یہ بیع سلم ہے جس میں کل قیمت مجلس عقد میں ادا کرنا شرط ہے جو یہاں مفقود ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۸ صفر سنہ ۹۳ھ

بیرون ملک سے بذریعہ بنک خریدنا :

سوال : آجکل بیرونی ممالک سے مال منگانے کی صورت میں خریدار مال کی قیمت بنک کے ذریعہ ادا کرتا ہے، مثلاً کراچی کا ایک تاجر جاپان کے ایک تاجر سے کچھ مال منگاتا ہے تو جاپان کا تاجر کراچی کے تاجر سے کہے گا کہ تم اپنے کسی مقامی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بنک کے ذریعہ میرے حق میں ایک لیٹر آف کریڈٹ کھول دو، کراچی کا بنک اپنی جاپان کی شاخ کو اس لیٹر آف کریڈٹ کے ذریعہ ہدایت کر دیگا کہ وہ جاپان کے تاجر سے مال کے جہاز سے روانہ کرنے کے متعلق ضروری کاغذات وصول کر کے اس کو مال کی قیمت ادا کر دے۔

علاوہ ازیں جو مال باہر کے ملکوں سے آتا ہے اس کے آنے سے پہلے انوائس (بیجک جس پر مال کی تفصیل اور قیمت وغیرہ درج ہوتی ہے) کی ایک نقل خریدار کو بھیجدی جاتی ہے، بعض اوقات مال آنے سے پہلے ہی صرف بیجک کے ذریعہ اصل خریدار دوسرے خریدار کو اور دوسرا تیسرے کو نفع لے کر مال فروخت کر دیتا ہے، حالانکہ مال سامنے موجود نہیں ہوتا۔

کیا اس طرح بنک کے ذریعہ قیمت ادا کرنا اور باہر کا مال سامنے نہ ہونے کی صورت میں یہاں کے خریدار کا مال خریدنا اور پھر محض بیجک دکھا کر اس مال کو دوسرے دوکاندار کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے؟

نیز یہ کہ چھوٹے دوکاندار جوان بڑے دوکانداروں سے مال نقد یا قرض خرید کر اپنی دوکانوں وغیرہ پر فروخت کرتے ہیں ان کے کاروبار میں تو کوئی خرابی نہیں آتی۔
بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

بنک خریدار کا وکیل ہے، لہذا مال کے جاپانی شاخ کے قبضہ میں آجانے کے بعد اس کی بیع جائز ہے، فان قبض الوکیل کقبض الموکل۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
۲۵ ذوالحجہ سنہ ۸۸ھ

مال پہنچنے سے قبل اسکی بیع:

سوال: ایک تاجر مال باہر سے منگواتا ہے اور مال پہنچنے سے پہلے ہی منافع پر فروخت کر دیتا ہے، یہ منافع اسکے لئے حلال ہیں یا نہیں؟ مال پیشگی فروخت کرنے کا سبب یہ ہے کہ اسے خوف لاحق ہے کہ مال پہنچنے کے بعد کہیں خسارہ نہ اٹھانا پڑے۔ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

مال پر قبضہ کرنے سے قبل اس کی بیع جائز نہیں، لہذا یہ منافع بھی حلال نہیں،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اس کی تصحیح کی دو صورتیں ہیں :

(۱) جہاں مال خریدا ہے وہاں کسی کو یا مال بردار کمپنی کو وکیل بالقبض بنا دے، اس کے قبضہ کے بعد بیع جائز ہے۔

(۲) مال پہنچنے سے قبل بیع نہ کرے بلکہ وعدۂ بیع کرے، بیع مال پہنچنے کے بعد کرے، اس صورت میں جانبین میں سے کوئی انکار کر دے تو صرف وعدہ خلافی کا گناہ ہوگا، بیع پر اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

اگر مال پہنچانے کا کرایہ خریدار ادا کرتا ہے تو اس کے اذن سے بائع کا کسی بھی مال بردار کمپنی کی تحویل میں مال دیدینا مشتری کا قبض شمار ہوگا، اگرچہ مشتری نے کسی خاص کمپنی کی تعیین نہ کی ہو، کمپنی کی تحویل میں آجانے کے بعد بیع جائز ہے۔

قال فی الهندية : اذا قال المشتری للبائع ابعث الی ابنی واستأجر البائع رجلا یحمله الی ابنه فهذا لیس بقبض والاجر علی البائع الا ان یقول استأجر من یحمله فقبض الاجیر یکون قبض المشتری ان صدقه انه استأجره ودفع الیه وان انکر استیجاره والدفع الیه فالقول قوله کذا فی التتارخانیة (عالمگیریہ ص ۱۹ ج ۳)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۹ر جمادی الاولیٰ سنہ ۹۶ھ

تجارتی اجازت نامہ کی بیع :

سوال : حکومت کی طرف سے بعض لوگ بیرونی ممالک سے تجارتی مال لانے کا اجازت نامہ حاصل کرتے ہیں، ایک فارم ملجاتا ہے جس پر کبھی لاکھوں روپے کا مال لانے کی اجازت ملتی ہے اور کبھی ہزاروں کا۔ اب جس کو مال لانے کی استطاعت نہیں ہے یا وہ خود لانا نہیں چاہتا ہے تو وہ اجازت نامہ کا فارم فروخت کر دیتا ہے، صرف نفس فارم پر کئی ہزار روپے کماتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

بیع کے لئے مبیع کا مال ہونا شرط ہے، اجازت نامہ مال نہیں اسلئے اسکی بیع جائز نہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔ ۲۵ر ذوالحجہ سنہ ۱۳۹۲ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

جہالت ثمن مفسد بیع ہے :

سوال : اگر ناشر کتب فروش سے کہے کہ مثلاً ایک سیکڑہ کتابیں خریدو گے تو تینتیس فیصد اور کم از کم ایک درجن خریدو گے تو پچیس فیصد کمیشن ملے گا، پھر کتب فروش کہے کہ آپ ہمیں تھوڑی تھوڑی کتابیں دیتے رہیں اور دام یکمشت یا بالاقساط لیتے رہیں، جب ایک سیکڑہ کی تعداد خریدی جا چکے تو اس کا کمیشن دیکر لین دین مکمل کرلیں خریداری کی مدت بھی مقرر کر دی جائے مثلاً تین ماہ تک یا سال بھر تک، پھر اگر کتب فروش نے مقررہ مدت میں پورا سیکڑہ نہ خریدا تو درجن کے نرخ سے کمیشن کاٹ کر حساب کرلیا جائے اور پورا سیکڑہ خرید لیا تو پورا کمیشن دے دیا جائے، یہ معاملہ شرعاً جائز ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جہالت ثمن کی وجہ سے ناجائز ہے۔

قال الامام ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ : واما البطلان فیما اذا قال بعتکہ بالف حالاً و بالفین الی سنۃ فلجہالۃ الثمن (فتح القدیر ص۵۴ ج۵)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۹۳ھ

حکومت کا ضبط کردہ مال خریدنا جائز نہیں :

سوال : اسمگلنگ کا سامان حکومت ضبط کر کے نیلام کرتی ہے جس میں خورونوش کی چیزیں اور پوشاک وغیرہ سامان ہوتا ہے۔ اسی طرح نہروں اور تالابوں سے حاصل کردہ مچھلیاں اور ہوائی پرندے جن کو ممانعت کے باوجود شکار کیا جاتا ہے حکومت چھین کر نیلام کرتی ہے، ان تمام چیزوں کو خریدنا اور استعمال کرنا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

ملک غیر ہونے کی وجہ سے ایسے سامان کا خریدنا اور استعمال کرنا جائز نہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۰ جمادی الآخرہ سنہ ۹۵ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

رنڈی کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرنا:

سوال: رنڈی کو اپنی اشیاء مثلاً کپڑا، دودھ، مٹھائی وغیرہ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کی کمائی حرام کی ہو، اور اگر اشیاء نہ دینے پر فساد کا اندیشہ ہو تو شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز نہیں، ناقابل تحمل فتنہ کا خطرہ ہو تو اس سے قیمت لیکر صدقہ کردی جائے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۲ر جمادی الآخرۃ سنہ ۹۵ھ

پگڑی لینا دینا جائز نہیں:

سوال: ایک شخص کے پاس کچھ زمین ہے، دوسرا شخص کہتا ہے کہ میں آپ کے پلاٹ پر مکان تعمیر کرتا ہوں اور تمام کمروں کی پگڑی خود لوں گا، پھر مکان آپ کو دیدوں گا، کیا شرعاً یہ جائز ہے کہ کرایہ مالک زمین وصول کرے اور پگڑی کی رقم دوسرا شخص؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

پگڑی دینا لینا ناجائز ہے۔

قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: وفی الاشباہ لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ کحق الشفعۃ (رد المحتار ص۱۵ ج۴)

اس کی تفصیل رسالہ "ارشاد اولی الابصار الی شرائط حق القرار" میں ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۱ر ربیع الاول سنہ ۹۶ھ

حق سکنی وتصنیف وغیرہ کی بیع جائز نہیں:

سوال: علماء حضرات کیا فرماتے ہیں ان مسائل میں:

① شامیہ میں نزول عن الوظائف کی اجازت دی ہے اور اس کو قیاس کیا ہے ایک دوسرے مسئلہ پر، پھر ایک اصول بیان کیا ہے کہ جو حقوق اصالۃً ثابت ہوں دفع ضرر کے لئے نہ ہوں ان کا عوض لینا جائز ہے، جیسے قصاص، حق الرق،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

حق النکاح۔ اور جو حقوق دفع ضرر کیلئے ہوں انکا عوض لینا جائز نہیں، جیسے حق شفعہ، حق قسمت زوجات وغیرہ۔

فی الرد : وقد استخرج شیخ مشایخنا نور اللہ بن علی المقدسی صحة الاعتیاض عن ذلك فی شرحه عن نظم الکنز من فرع فی مبسوط السرخسی هو ان العبد الموصی برقبته لشخص وبخدمته لآخر لو قطع طرفه او شجه موضحة فادی الارش فان کانت الجنایة تنقص الخدمة یشتری به عبد آخر یخدمه او یضم الیه ثمن العبد بعد بیعه فیشتری به عبد یقوم مقام الاول فان اختلفا فی بیعه لم یبع وان اصطلحا علی قسمة الارش بینهما نصفین فلهما ذلك ولا یکون ما یستوفیه الموصی له بالخدمة من الارش بدل الخدمة لانه لا یملك الاعتیاض عنها ولکنه اسقاط لحقه به کما لو صالح موصی له بالرقبة علی مال دفعه للموصی له بالخدمة یسلم العبد له اه قال فربما یشهد هذا للنزول عن الوظائف بمال اه قال الحموی فلیحفظ هذا فانه نفیس جدًا اه وفیه حاصله ان ثبوت حق الشفعة للشفیع وحق القسم للزوجة فانه یمنع جواز اخذ العوض هنا ثم قال ولقائل ان یقول هذا حق جعله الشرع لدفع الضرر وذلك حق فیه صلة ولا جامع بینهما فافترقا (ص ۱۶ ج ۴)

اس اصول کو شرح المجلۃ میں بھی ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ بعض لوگوں نے الحاق کیا ہے۔

ومنهم من استند فی ذلك الی الحاقه بنظائره المنصوص علی جواز اخذ البدل فیها کحق القصاص وحق النکاح وحق الرق فانه قد جاز اخذ البدل فیها مع انها حقوق فالحق بها النزول عن الوظائف ومثلها (ص ۱۲ ج ۲)

کیا آج نزول عن الوظائف کا عوض لینے کی اجازت ہے؟ شامی کی عبارت پر عمل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر عمل نہیں ہوسکتا تو اس کی کیا وجوہ ہیں؟ پھر شامی نے جو اصول بیان کیا ہے کہ جو حقوق اصالۃً ثابت ہوں ان کا عوض لینا جائز ہے اور جو حقوق دفع ضرر کے لئے ہوں ان کا عوض لینا جائز نہیں ہے، آج ہم اس اصول کو لے کر پگڑی اور حق تصنیف یعنی موجودہ مسائل پر جاری کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

کرسکتے تو اس کی کیا وجوہ ہیں ؟

(۲) شرح المجلہ میں جو الحاق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیا آج دوسرے حقوق حق تصنیف، حق سکنی وغیرہ کو بھی حق القصاص، حق النکاح و حق الرق سے الحاق کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہ ہیں ؟

(۳) حق المرور کی بیع میں اختلاف ہے لیکن عام مشایخ نے اس کی بیع کی اجازت دی ہے، اس کو حکماً مال بتایا ہے اور ایک اصولی بات بھی بتادی :

فی الھدایۃ ووجہ الفرق بین حق المرور وحق التعلی علی احدی الروایتین ان حق التعلی یتعلق بعین لاتبقی وھو البناء فاشبہ المنافع اما حق المرور یتعلق بعین تبقی وھو الارض فاشبہ الاعیان ۔

یہ اصول نکلا کہ جو حقوق ایسے عین کے ساتھ متعلق ہوں جو کہ باقی رہیں ان حقوق کی بیع جائز ہے جبکہ دوسری کوئی شرعی قباحت نہ ہو، کیا اس اصول کو لیکر آج کے مسائل حق تصنیف، پگڑی وغیرہ پر جاری کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو اسکی کیا وجہ ہے؟ امید ہے کہ مفصل جواب سے مستفید فرمائیں گے۔ بینوا توجروا ۔

الجواب باسم ملھم الصواب

حق سکنی وحق تصنیف کی مروج بیع جائز نہیں، اس لئے کہ مصنف کا کوئی مخصوص حق ہے ہی نہیں، ہاں صرف مسودہ اس کی ملک ہے اس کو بیچ سکتا ہے ۔

سکنی میں یہ تفصیل ہے کہ مالک جب مکان یا دوکان کرایہ پر دے رہا ہے تو اسکا حق سکنی ختم ہوگیا اسی طرح ایک کرایہ دار دوسرے کو کرایہ پر دے تو پہلے کرایہ دار کا حق سکنی باطل ہوگیا۔

علاوہ ازیں مدت اجارہ معین ہونے کی صورت میں اس کے اختتام پر اور عدم تعیین کی صورت میں ہر ماہ کی انتہاء پر عقد اجارہ ختم ہوجاتا ہے، لہٰذا کرایہ دار کا حق سکنی باقی نہ رہا۔

(تفصیل کتاب الاجارہ میں رسالہ "ارشاد اولی الابصار" اور تتمہ میں رسالہ "القول الصدق" میں ہے) ۲۶ شعبان سنہ ۱۴۰۰ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

مباح الاصل لکڑی کی بیع :

سوال : کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ ایک سو روپے لے لو اور میرے لئے پانچ گٹھڑ لکڑی لاؤ، ہر گٹھڑ کے بیس روپے ہیں، چنانچہ وہ پہاڑ پر جاکر لکڑیاں جمع کرتا ہے اور پانچ گٹھڑ اسے مہیا کر دیتا ہے، کیا یہ بیع صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ بیع فاسد ہے، لکون المبیع غیر مملوک للبائع ولجھالۃ قدر المبیع۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۰ شعبان سنہ ۹۸ھ

مذاہب باطلہ کی کتب بیچنا جائز نہیں :

سوال : بندہ چھوٹی موٹی دینی کتابیں فروخت کرتا ہے، کچھ خریدار تقاضا کرتے ہیں کہ احمد رضا خان کا مترجم قرآن شریف ہمیں لا دیں، حالانکہ اس میں اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کے حق میں گستاخانہ کلمات بلکہ غلط عقائد و نظریات بھی موجود ہیں، اور بھی کئی خامیاں ہیں، غالباً وہ آں محترم کے مطالعہ میں بھی آیا ہوگا، کیا ایسی فرمائش پوری کرنا میرے لئے جائز ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جائز نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ : وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۶ ربیع الاول سنہ ۹۹ھ

بیع بشرط اقالہ فاسد ہے :

سوال : میں نے گل زریں سے دس ہزار میں رکشا خریدا اور قیمت اس کو ادا کر دی، بعد میں میں نے وہی رکشا گل زرین کو پندرہ ہزار میں بیچ دیا۔ قسط آٹھ سو روپے ماہانہ طے پائی، لیکن خرید تے وقت میں نے رکشا پر قبضہ نہیں کیا تھا حالانکہ بائع قبضہ دینے سے منکر نہیں تھا، لیکن معاملہ اس شرط پر ہوا کہ بائع نے کہا رکشا خرید کر مجھے ہی پندرہ ہزار میں بیچ دو۔ اس بیع کا شرعی حکم کیا ہے؟

بینوا توجروا۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الجواب باسم ملهم الصواب

یہ بیع فاسد ہے، اس کے حکم میں یہ تفصیل ہے :

① بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں توبہ کریں۔

② اس بیع کو ثمن اوّل پر فسخ کریں، یعنی آپ نے جو پانچ ہزار روپے زائد وصول کئے ہیں واپس کردیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۳ شوال سنہ ۹۹ھ

بیع میں یہ شرط لگائی کہ "ثمن نہیں دیگا تو بیع نہیں ہوگی" :

سوال : بوقت بیع بائع نے یہ شرط لگائی کہ مدت متعین تک ثمن ادا نہ کیا تو بیع فسخ ہوگی، اس کا کیا حکم ہے ؟ آیا اس شرط سے بیع فاسد ہوگی یا نہیں ؟ اگر مشتری نے مدت متعین تک ثمن ادا نہ کیا تو بائع کو فسخ بیع کو حق ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

تین دن یا اس سے کم کی شرط جائز ہے، تین دن سے زائد کی شرط لگانے میں اختلاف ہے۔ امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مفسد عقد ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین دن سے زائد کی شرط بھی جائز ہے بشرطیکہ مدت متعین ہو، اگر مدت متعین تک مشتری نے ثمن ادا نہ کیا تو بیع فسخ ہوجائے گی۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول میں اضطراب ہے۔

قال فی شرح التنویر : فان اشتری شخص شیئًا علی انہ ای المشتری ان لم ینقد ثمنہ الی ثلاثۃ ایام فلا بیع صح استحسانًا (الی قولہ) وان اشتری کذلک الی اربعۃ ایام لا یصح خلافا لمحمد رحمہ اللہ تعالیٰ فان نقد فی الثلاثۃ جاز اتفاقا۔

وفی الشامیۃ : (قولہ خلافا لمحمد) فانہ جوزہ الی ما سمیاہ (رد المحتار ص ۵۴ ج ۴)

وفی الھندیۃ : اذا باع علی انہ ان لم ینقد الثمن الی ثلاثۃ ایام فلا بیع بینھما فالبیع جائز وکذا الشرط ھکذا ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الاصل وھذہ المسألۃ علی وجوہ امّا ان لم یبین الوقت اصلًا بان قال علی انک ان لم تنقد الثمن فلا بیع بیننا او بین وقتا مجھولًا بان قال علی انک ان لم تنقد الثمن ایامًا وفی

هذین الوجهین العقد فاسد وان بین وقتا معلوما ان کان ذلك الوقت مقدرا بثلاثة ایام او دون ذلك فالعقد جائز عند علمائنا الثلاثة رحمهم الله تعالیٰ وان بین المدة اکثر من ثلاثة ایام قال ابوحنیفة رحمه الله تعالیٰ البیع فاسد وقال محمد رحمه الله تعالیٰ البیع جائز کذا فی المحیط (عالمگیریة ص۳۹ ج۳)

وقال ابن نجیم رحمه الله تعالیٰ : (قوله ولو باع علی انه ان لم ینقد الثمن الی ثلاثة ایام فلا بیع صح والی اربعة لا) ای لا یصح یعنی عندهما وقال محمد رحمه الله تعالیٰ یجوز الی ما سمیاه والاصل فیه ان هذا فی معنی اشتراط الخیار اذا لحاجة مست الی الانفساخ عند عدم النقد تحرزا عن المماطلة فی الفسخ فیکون ملحقا به (الی قوله) وما ذکره من ان ابا یوسف رحمه الله تعالیٰ مع الامام رحمه الله تعالیٰ قوله الاول وقد رجع عنه والذی رجع الیه انه مع محمد رحمهما الله تعالیٰ کذا فی غایة البیان وفی شرح المجمع الاصح انه مع ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ وکثیر من المشایخ حکموا علی قوله بالاضطراب وظاهر هذا الشرط ان لم ینقد الثمن فی المدة فان البیع ینفسخ لقوله فلا بیع بینهما ولذا قال فی المحیط وینفسخ البیع ان لم ینقد (البحر الرائق ص۶ ج۶)

آجکل فقدان دیانت کی وجہ سے قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق عمل کی گنجائش ہے بالخصوص جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک قول بھی اس کا مؤید ہے لہذا مشتری نے متعین مدت تک ثمن ادا نہ کیا تو بیع فسخ ہوجائے گی بلکہ بدون شرط بھی جب مشتری سے ثمن وصول کرنا متعذر ہوجائے تو بائع کو فسخ بیع کا حق ہے۔

قال العلامة المرغینانی رحمه الله تعالیٰ لما تعذر استیفاء الثمن من المشتری فات رضاء البائع فیستبد بفسخه (هدایة ص۱۴۷ ج۳) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۶ صفر سنہ ۱۴۰۰ھ

حکومت کی طرف سے الاٹ شدہ زمین کا حکم :

سوال : آجکل جو زمینیں زرعی اصلاحات کے تحت حکومت پاکستان زمینداروں اور کسانوں کو اقساط پر الاٹ کر رہی ہے، جس کی مقررہ قسطیں بیس سال میں ختم ہونگی، تمام قسطیں ادا کرنے کے بعد زمیندار زمین کا مالک بنے گا، اس سے پہلے اسکو صرف

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

آباد کرنے کا حق ہوگا، بیچنے یا ہبہ وغیرہ کرنے کا حق حاصل نہیں، لیکن اب ہو یہ رہا ہے کہ تمام قسطیں ادا کرنے سے پہلے ہی زبانی یا جعلی دستاویزات کے ذریعہ ایسی زمینوں کی بیع وشراء ہورہی ہے، کیا یہ جائز ہے؟ اور اس بیع کی وجہ سے مشتری بعد القبض زمین کا مالک بنے گا یا نہیں؟ اور بائع رقم وصول کرنے کے چند سال بعد اپنے نام پر الاٹ ہونے کی بناء پر مشتری سے زمین واپس لے سکتا ہے یا نہیں، اور ایسی زمین میں میراث جاری ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

یہ بیع بالشرط ہونے کی وجہ سے فاسد ہے اور قبض مشتری کی وجہ سے اس کی ملک ہے اور بیع ثانی صحیح ہے، مشتری ثانی کی رضا کے بغیر اس کی واپسی جائز نہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۸ رشعبان سنہ ۱۴۰۰ھ

شیعہ، قادیانی وغیرہ زنادقہ سے بیع وشراء ودیگر معاملات جائز نہیں:

سوال: شیعہ اور قادیانیوں کے ساتھ تجارت میں اشتراک اور خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

شیعہ اور قادیانی زندیق ہیں، اس لئے ان کے ساتھ تجارت میں اشتراک، بیع وشراء اور اجارہ واستیجارہ وغیرہ کسی قسم کا کوئی معاملہ کرنا جائز نہیں۔

ہر وہ شخص جو عقائد کفریہ کا برملا اعلان کرتا ہو اور انہی کو اسلام قرار دیتا ہو اس کو اصطلاح شرع میں "زندیق" کہا جاتا ہے، جیسے شیعہ، قادیانی، آغاخانی، ذکری، پرویزی اور انجمن دیندارانِ وغیرہ، ان سب کا یہی حکم ہے کہ ان سے کسی قسم کا بھی لین دین اور کوئی تعلق رکھنا جائز نہیں۔

واللہ ھو العاصم من الکفر فی الاسلام۔

۷ رذی الحجہ سنہ ۱۴۱۴ھ

ان زنادقہ کے احکام جلد اوّل کتاب الایمان والعقائد اور جلد ششم باب المرتد والبغاۃ میں بھی ہیں اور زیادہ تفصیل کتاب الحظر والاباحۃ میں۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

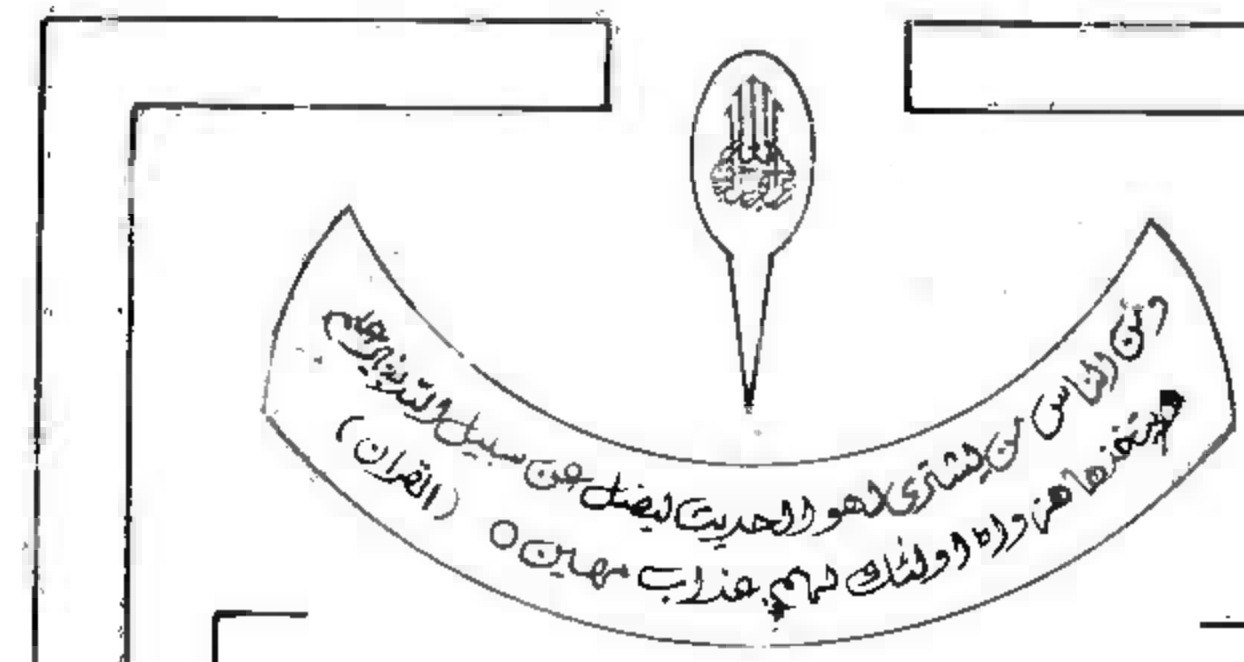

القول المبرهن
فی
کراهۃ بیع الراديو والتلوزن

ریڈیو اور ٹیلیویژن کی خرید و فروخت

اور

حرمت کے عدم جواز پر مفصّل و مدلّل تحریر

فاروق

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

القول المبرهن

- رڈیو اور ٹیلیویژن کی بیع اور مرمت
- بيع الجارية المغنية والكبش النطوح والديك المقاتل والحمامة الطيارة
- بيع الامرد من اللوطي
- بيع الحديد لاهل الحرب
- بيع السلاح لاهل الفتنة
- بيع العصير لمن يتخذه خمرا
- اجارة البيت للكنيسة
- تفسير ما لا تقوم المعصية بعينه

* * * * * *

کتبہ فاروق

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ریڈیو اور ٹیلیویژن کی بیع اور مرمّت

سوال : ریڈیو اور ٹیلیویژن کی تجارت اور ان کی مرمت کا پیشہ اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ ریڈیو کی مرمت کے بارے میں ایک فتوٰی ارسالِ خدمت ہے اس سے متعلق اپنی رائے تحریر فرمائیں، بیّنوا توجروا

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین بیچ اس مسئلہ کے کہ ریڈیو سازی یعنی ریڈیو کی مرمت کرکے اس کو سدھارنے کا پیشہ بطور ذریعہ معاش کرنا کیسا ہے ؟

الجواب ۶۰۸

فی الھدایۃ ومن کسر لمسلم بربطا او طبلا او مزمارا الی قولہ فھو ضامن وبیع ھذہ الاشیاء جائز وھذا عند ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف ومحمد لا یضمن ولا یجوز بیعھا الی قولہ ولابی حنیفۃ انھا اموال لصلاحیتھا لما یحل من وجوہ الانتفاع وان صلحت لما لا یحل فصار کالامۃ المغنیۃ وھذا لان الفساد بفعل فاعل مختار فلا یوجب سقوط التقوم وجواز البیع والتضمین مرتبان علی المالیۃ والتقوم ثم قال وتجب قیمتھا غیر صالحۃ للھو کما فی الجاریۃ المغنیۃ والکبش النطوح والحمامۃ الطیارۃ والدیک المقاتل الخ (آخر کتاب الغصب ص ۲۷۲ ج ۳) وفیھا من اجر بیتا لیتخذ فیہ بیت نار الی قولہ او یبیع فیہ الخمر بالسواد فلا بأس بہ وھذا عند ابی حنیفۃ وقالا لا ینبغی ان یکریہ بشیء من ذلک لانہ اعانۃ علی المعصیۃ ولہ ان الاجارۃ ترد علی منفعۃ البیت ولھذا تجب الاجرۃ بمجرد التسلیم ولا معصیۃ فیہ وانما المعصیۃ بفعل المستأجر وھو مختار فیہ فقطع نسبتہ عنہ اھ فصل فی البیع، روایاتِ مذکورہ کی بنا پر بوجہ اتحاد علت ریڈیو کی مرمّت بھی مختلف فیہ ہے، امام ابوحنیفہ کے قول پر یہ پیشہ جائز ہے اور صاحبین کے قول پر ممنوع اور ناجائز ہے لہٰذا اگر اس کے علاوہ کوئی اور صورت معاش کی ممکن ہو تو اس کو اختیار کیا جائے اور اگر ممکن نہیں تو امام ابوحنیفہ کے قول کی بنا پر یہ پیشہ بطور ذریعہ معاش کے اختیار کرنا درست ہے،

فقط حررہ احقر عبد العزیز عفی عنہ
دار الافتاء مظاہر علوم سہارنپور
۱۱ رج ۱ سنہ ۸۶ھ

جواب صحیح ہے
یحیٰی غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
۱۲/۵/۸۶ھ
مظفر حسین المظاہری ۱۷/۵/۸۶ھ

دار الافتاء مظاہر علوم سہارنپور ۶۰۸

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

الجواب باسم ملهم الصواب

چونکہ ریڈیو اور ٹیلیویژن کی تجارت اور مرمت میں ابتلاءِ عام ہے، نیز بعض علماء اسے جائز بھی بتارہے ہیں اس لئے بندہ ایک عرصہ سے اس تلاش میں ہے کہ کتبِ مذہب میں اس کی کہاں تک گنجائش نکل سکتی ہے، چنانچہ گزشتہ چند سالوں میں میں نے عامۃ المسلمین کی ہمدردی اور ان کے ابتلاءِ شدید کو سامنے رکھ کر اس مسئلہ پر متعدد بار غور کیا اور مختلف مقامات سے عباراتِ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا بغور مطالعہ کیا، اس لئے اس مسئلہ کو قدرے تفصیل سے لکھنے کی ضرورت ہے، ظاہر ہے کہ ان جدید مصنوعات کا صراحۃً ذکر تو عباراتِ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں نہیں مگر ان کی نظائر باب البغاۃ، کتاب البیوع، کتاب الغصب اور کتاب الحظر والاباحۃ میں ملتی ہیں ان میں سے بقدرِ ضرورت عبارات نقل کی جاتی ہیں۔

فی العلائیۃ ویکرہ تحریما بیع السلاح من اھل الفتنۃ ان علم لانہ اعانۃ علی المعصیۃ وبیع ما یتخذ منہ کالحدید ونحوہ یکرہ لاھل الحرب لا لاھل البغی لعدم تفرغھم لعمل سلاحنا لقربہ زوالھم بخلاف اھل الحرب زیلعی قلت وافاد کلامھم ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیھا، ھ۔ وفی الشامیۃ (قولہ لانہ اعانۃ علی المعصیۃ) لانہ یقاتل بعینہ بخلاف ما لا یقاتل بہ الا بصنعۃ تحدث فیہ ونظیرہ کراھۃ بیع العنب لمن یعصر الخمر لان المعصیۃ تقام بعینھا ولا یکرہ بیع الخشب المتخذۃ ھی منہ وعلی ھذا بیع الخمر لا یصح ویصح بیع العنب والفرق فی ذلک کلہ ما ذکرنا فتح ومثلہ فی البحر عن البدائع وکذا فی الزیلعی لکنہ قال بعدہ وکذا لا یکرہ بیع الجاریۃ المغنیۃ والکبش النطوح والدیک المقاتل والحمامۃ الطیارۃ لانہ لیس عینھا منکرا وانما المنکر فی استعمالھا المحظور اھ قلت لکن ھذہ الاشیاء تقام المعصیۃ بعینھا لکن لیست ھی المقصود الاصلی منھا فان عین الجاریۃ للخدمۃ مثلاً والغناء عارض فلم تکن عین المنکر بخلاف السلاح فان المقصود الاصلی منہ ھو المحاربۃ بہ فکان عینہ منکرا اذ بیع لاھل الفتنۃ فصار المراد بما تقام المعصیۃ بہ ما کان عینہ منکرا بلا عمل صنعۃ فیہ فخرج نحو الجاریۃ المغنیۃ لانھا لیست عین المنکر ونحو الحدید والعصیر لانہ وان کان یعمل منہ عین المنکر لکنہ بصنعۃ تحدث فلم یکن عینہ وبھذا ظھر ان بیع الامرد ممن یلوط بہ مثل الجاریۃ المغنیۃ فلیس مما تقوم المعصیۃ بعینہ خلافاً لما ذکرہ المصنف والشارح

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

فی باب الحظر والاباحة ویأتی تمامه قریبًا (قوله یکره لاهل الحرب) مقتضی ما نقلناه عن الفتح عدم الکراهة الا ان یقال المنفی کراهة التحریم والمثبت کراهة التنزیه لان الحدیث وان لم تقم المعصیة بعینه لکن اذا کان بیعه ممن یعمل سلاحا کان فیه نوع اعانة تأمل (قوله بخلاف) عبارته وعرف بهذا انه لایکره بیع ما لم تقم المعصیة به کبیع الجاریة المغنیة والکبش النطوح والحمامة الطیارة والعصیر والخشب الذی یتخذ منه المعازف وما فی بیوع الخانیة من انه یکره بیع الامرد من فاسق یعلم انه یعصی به مشکل والذی جزم به فی الحظر والاباحة انه لایکره بیع جاریة ممن یأتیها فی دبرها او بیع الغلام من لوطی وهو الموافق لما مر وعندی ان ما فی الخانیة محمول علی کراهة التنزیه والمنفی هو کراهة التحریم فعلی هذا فیکره فی الکل تنزیها وهو الذی الیه تطمئن النفس لانه تسبب فی الاعانة ولم ار من تعرض لهذا والله تعالی الموفق اه (رد المحتار باب البغاة ص۳۲۳ ج۳)

وقال الرافعی رحمه الله تعالی (قوله لانه تسبب فی الاعانة ولم ار من تعرض لهذا) قال الحموی وفیه تأمل وکأنه میل منه الی ان ما فی الخانیة محمول علی کراهة التحریم لان التسبب بهذه الافعال فظیع قریب من الحرام فلا یکون خلاف الاولی اه (التحریر المختار ص۶۴ ج۲) ثم ذکرها حرر ابن عابدین رحمه الله تعالی فی الحظر والاباحة من ردّ هذا التوفیق وسنذکره ان شاء الله تعالی۔

وفی بیوع العلائیة من عادته شراء المردان یجبر علی بیعه دفعا للفساد نهر وغیره، وفی الشامیة عبارة النهر عن المحیط الفاسق المسلم اذا اشتری عبدا امرد وکان من عادته اتباع المرد اجبر علی بیعه دفعا للفساد اه وعن هذا افتی المولی ابو السعود بانه یحسم دعواه علی امرد وبه افتی الخیر الرملی والمصنف ایضا (رد المحتار ص۲۴ ج۴)

وفی غصب التنویر وضمن بمکسر معرف صالحا لغیر اللهو وباراقة سکر ومنصف وصح بیعها کالامة المغنیة ونحوها، وقال الشارح تحت (قوله وصح بیعها) کلها وقالا لا یضمن ولا یصح بیعها وعلیه الفتوی ملتقی ودرر وزیلعی وغیرها واقره المصنف (رد المحتار ص۱۴۹ ج۵)

وفی حظر العلائیة وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم انه یتخذه خمرا لان المعصیة لا تقوم بعینه بل بعد تغیره وقیل یکره لاعانته علی المعصیة (الی قوله) بخلاف بیع امرد

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ممن یلوط به وبیع سلاح من اهل الفتنة لان المعصیة تقوم بعینه ثم الکراهة فی مسألة الامرد مصرح بها فی بیوع الخانیة وغیرها واعتمده المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وان اقره المصنف فی باب البغاة قلت وقد منا ثمة معزیا للنهر ان ما قامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریما والا فتنزیها فلیحفظ توفیقا ، وفی الشامیة (قوله لا تقوم بعینه) یؤخذ منه ان المراد بما لا تقوم المعصیة بعینه ما یحدث له بعد البیع وصف آخر یکون فیه قیام المعصیة وان ما تقوم المعصیة بعینه ما توجد فیه علی وصفه الموجود حالة البیع کالامرد والسلاح ویأتی تمام الکلام علیه (قوله علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی) و مثله فی النهایة والکفایة عن اجارات الامام السرخسی ، وقال تحت (قوله معزیا للنهر) وفی حاشیة الشلبی علی المحیط اشتری المسلم الفاسق عبدا امرد وکان ممن یعتاد اتیان الامرد یجبر علی بیعه (قوله فلیحفظ توفیقا) بان یحمل ما فی الخانیة من اثبات الکراهة علی التنزیه وما فی الزیلعی وغیره من نفیها علی التحریم فلا مخالفة واقول هذا التوفیق غیر ظاهر لانه قدم ان الامرد مما تقوم المعصیة بعینه وعلی مقتضی ما ذکره هنا یتعین ان تکون الکراهة فیه للتحریم فلا یصح حمل کلام الزیلعی وغیره علی التنزیه وانما مبنی کلام الزیلعی وغیره علی ان الامرد لیس مما تقوم المعصیة بعینه کما یظهر من عبارته قریبا عند قوله وجاز اجارة بیت ،

وفی التنویر وجاز اجارة بیت بسواد الکوفة لا بغیرها علی الاصح لیتخذ بیت نار او کنیسة او بیعة او یباع فیه الخمر ، وفی الشرح وقالا لا ینبغی ذلک لانه اعانة علی المعصیة وبه قالت الثلاثة زیلعی - وفی الحاشیة (قوله وجاز اجارة بیت الخ) هذا عندهٗ ایضا لان الاجارة علی منفعة البیت ولهذا یجب الاجر بمجرد التسلیم ولا معصیة فیه وانما المعصیة بفعل المستأجر وهو مختار فینقطع نسبته عنه فصار کبیع الجاریة ممن لا یستبرئها او یأتیها من دبر وبیع الغلام من لوطی والدلیل علیه انه لو آجره للسکنی جاز وهو لا بد له من عبادته فیه اه زیلعی وعینی ومثله فی النهایة والکفایة قال فی المنح وهو صریح فی جواز بیع الغلام من اللوطی والمنقول فی کثیر من الفتاوی انه یکره وهو الذی عولنا علیه فی المختصر اه اقول هو صریح ایضا فی انه لیس مما تقوم المعصیة بعینه ولذا کان ما فی الفتاوی مشکلا کما مر عن النهر اذ لا فرق بین الغلام وبین البیت

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

والعصیر فکان ینبغی للمصنف التعویل علی ما ذکرہ الشراح فانہ مقدم علی ما فی الفتاوی نعم علی ھذا التعلیل الذی ذکرہ الزیلعی یشکل الفرق بین ما تقوم المعصیۃ بعینہ وبین مالا تقوم بعینہ فان المعصیۃ فی السلاح والمکعب المفضض ونحوہ انما ھو بفعل الشاری فلیتأمل وجہ الفرق فانہ لم یظھر لی ولم ار من نبہ علیہ نعم یظھر الفرق علی ما قدمہ الشارح تبعًا لغیرہ من التعلیل لجواز بیع العصیر بانہ لا تقوم المعصیۃ بعینہ بل بعد تغیرہ فھو کبیع الحدید من اھل الفتنۃ لانہ وان کان یعمل منہ السلاح لکن بعد تغیرہ ایضا الی صفۃ اخری وعلیہ یظھر کون الامر مما تقوم المعصیۃ بعینہ کما قدمناہ فلیتأمل (رد المحتار ص۲۷۵ ج ۵)

ان عبارات سے مندرجۂ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں :

(۱) مزامیر وغیرہ آلاتِ لہو کی بیع کے بارے میں مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بالاتفاق صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق حرمت کا فتویٰ دیا ہے، سوال میں مظاہر علوم کا جو فتویٰ پیش کیا گیا ہے اس میں یہ نقص ہے کہ اس میں قول حرمت کا مفتی بہ ہونا بیان نہیں کیا،

(۲) باغیوں کے ہاتھ اسلحہ کی بیع میں بھی بالاتفاق قولِ حرمت کو مفتی بہ قرار دیا ہے،

(۳) لوطی کو بیع امرد پر مجبور کیا جائے گا، اس میں کسی کا اختلاف نقل نہیں کیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لوطی سے امرد کی بیع ناجائز ہے، جب اقرار واقرارِ ملک جائز نہیں تو احداث واثباتِ ملک بطریقِ اولیٰ ناجائز ہوگا۔

(۴) بیع الجاریۃ المغنیۃ وبیع الامرد من اللوطی کو اکثر فقہاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، البتہ زیلعی، عینی اور سرخسی رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام سے کراہت تنزیہیہ ثابت ہوتی ہے،

(۵) اجارۃ البیت للکنیسۃ میں قولِ جواز کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

(۶) بیع واجارہ کے جواز وعدم جواز کی بناء ما تقوم المعصیۃ بعینہ وما لا تقوم بعینہ قرار دی گئی ہے۔

(۷) ما لا تقوم المعصیۃ بعینہ کا مطلب یہ ہے کہ معصیت سے قبل اس چیز میں صنعت وغیرہ کے ذریعہ کوئی تغیر آگیا ہو، کبیع الحدید من اھل الفتنۃ وبیع العصیر۔ اور ما تقوم المعصیۃ بعینہ سے مراد یہ ہے کہ بدوں تغیر کے اسی حالت میں اس کو معصیت میں استعمال کیا جاتا ہو، کبیع السلاح من اھل البغی۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

امور بالا میں سے صرف جاریہ مغنیہ اور امرد کی بیع میں اختلاف ہے، مگر اکثریت اور دلیل کی قوت قائلینِ حرمت کے ساتھ ہے، اس بارے میں اُمور ذیل قابلِ غور ہیں:

(۱) لوطی کو بیع امرد پر مجبور کرنا دلیل ہے کہ اس کے ہاتھ بیچنا بطریق اولیٰ ناجائز ہونا چاہئے،

(۲) قول نہر "لانہ تسبّب فی الاعانۃ" پر حموی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "کأنہ میل منہ الی ان ما فی الخانیۃ محمول علی کراھۃ التحریم لان التسبب بھذہ الافعال قطیع قریب من الحرام فلا یکون خلاف الاولیٰ اھ ذکرہ الرافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کما قدمنا۔

(۳) جاریہ مغنیہ اور امرد کو "ما لا تقوم بہ المعصیۃ" میں داخل کرنا بہت بعید ہے، اوپر نمبر ۲ میں "ما تقوم بہ المعصیۃ" کی جو تشریح کی گئی ہے اس میں اس کا دخول بدیہی ہے، "ما تقوم بہ المعصیۃ" کی یہ تفسیر کہ شراء سے مقصود ہی صرف معصیت میں استعمال کرنا ہو کسی سے منقول نہیں، صرف علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے زیلعی پر وارد ہونے والے اشکال کے حل کی خاطر باب البغاۃ میں یہ تفسیر کی ہے مگر یہ تفسیر کسی طرح بھی قرینِ قیاس نہیں، اسی لئے خود علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اس پر مطمئن نہیں، چنانچہ کتاب الحظر والاباحۃ میں اپنی سب سے آخری تحقیق میں اس کے خلاف واضح فیصلہ فرما دیا ہے اور ان اشیاء کو "مِمَّا تقوم المعصیۃ بعینہ" قرار دیا ہے،

اب رہا علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ اشکال کہ جاریہ مغنیہ اور اجارۃ البیت میں وجہ الفرق ظاہر نہیں،

بندہ کے خیال میں ان دونوں میں وجہ الفرق یہ ہے کہ بیت آلۂ معصیت نہیں بلکہ صرف ظرفِ معصیت ہے، بیت گناہ میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ بیت میں گناہ ہوتا ہے، جس طرح فاسق کے پاس لباس بیچنا اس لئے جائز ہے کہ لباس گناہ میں استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ لباس میں گناہ کیا جاتا ہے، لباس تو زینت اور حفاظت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس میں گناہ کرنا امر مجاور ہے، اسی طرح بیت کا استعمال بھی زینت اور حفاظت کے لئے ہے، اس میں معصیت امر زائد ہے، اگر بیت کا "مما تقوم المعصیۃ بعینہ" میں دخول تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی اس میں ایک فرق موجود ہے وہ یہ کہ صورتِ مسئلہ اجارۃ البیت من الکافر کی ہے اور وہ احکامِ شرع کا مکلف نہیں،

غرضیکہ جاریہ مغنیہ میں راجح قول کراہتِ تحریمیہ کا ہے، معہٰذا اس کی بیع کی حرمت

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

بیع مزامیر واسلحہ کی بہ نسبت خفیف ہے، اس لئے کہ مزامیر مصنوعہ للھو ہیں اور بغاۃ کو اسلحہ فراہم کرنے میں ملک کی تباہی ہے، بخلاف جاریہ کے کہ وہ مصنوعہ للھو نہیں اور اس کی بیع میں ملک کا بھی اتنا عظیم نقصان نہیں۔

تفصیل مذکور کے بعد اب یہ دیکھنا ہے کہ ریڈیو اور ٹیلیویژن کی مشابہت اُمورِ مذکورہ میں سے کس کے ساتھ ہے، کیا یہ مزامیر واسلحہ کی نظیر ہے یا جاریہ مغنیہ وامرد کی یا بیت کی؟

سوغور کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان کی بیت سے تو کچھ بھی مشابہت نہیں، لما مرّ انہ ظرف۔ اسی طرح مزامیر سے بھی پوری مشابہت نہیں، لانھا مصنوعۃ للھو بخلاف الراڈیو والٹیلیویژن۔ اسلحہ سے اگرچہ مشابہت ہے مگر ان کی بیع میں بیع اسلحہ جیسا نقصانِ عظیم نہیں، پس ان کی پوری مشابہت جاریہ مغنیہ سے ہے بلکہ یہ ہیں ہی جواری مغنیہ، لہٰذا ریڈیو اور ٹیلیویژن کی بیع اور مرمت قول راجح کے مطابق مکروہ تحریمی ہے، اور اگر کراہتِ تنزیہیہ کا مرجوح قول بھی لے لیا جائے تو بھی یہ پیشہ اختیار کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس لئے کہ کراہتِ تنزیہیہ پر دوام مفضی الی الکراہۃ التحریمیۃ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں بوقت بیع ومرمت گانا سننے سے کوئی مفر نہیں، جس کی حرمت میں کوئی شبہ نہیں، یہ علیٰ سبیل التنزل لکھدیا ہے ورنہ حقیقت وہی ہے کہ جاریہ مغنیہ وامرد کی بیع کو مکروہ تنزیہی قرار دینا ہرگز قابلِ قبول نہیں،

معاشرہ کی نیرنگیاں:

اس دورِ تجدّد کے معاشرہ میں ہر بڑی سے بڑی بے حیائی ہنر اور کمال شمار ہونے لگی ہے، اس کے باوجود آج بھی اگر کہیں لوطی قوم بستی ہو اور ان کے لئے امارد کی درآمد کا کوئی مستقل کاروبار کرنے لگے تو کیا کوئی ذرہ برابر بھی سلامتِ طبع اور قلبِ حساس رکھنے والا اس کے اس شنیع فعل کو صرف مکروہِ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ قرار دے کر اس سے چشم پوشی کر سکتا ہے؟ گانے بجانے کی حرمت اور اس پر دنیوی واخروی قہر وعذاب کی وعیدیں کیا کچھ کم ہیں؟ مگر یہ معاشرہ کی نیرنگیاں ہیں کہ جب چاہیں حرام کو حلال، ذلت کو عزت، پستی کو بلندی، تنزل کو ترقی اور حیوانات کو شرما دینے والی بے حیائی و بے غیرتی کو انسان کی معراج قرار دے دیں، مگر آخر کب؟ اگر بطور استدراج دنیا کے عذاب سے بچ بھی گئے تو یوم حساب کچھ دور نہیں،

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

دردمندانہ گزارش :

آجکل عوام تو عوام بہت سے علماء بھی یہی چبتے سُنائی دیتے ہیں کہ احکامِ شرعیہ میں توسیع سے کام لینا چاہیئے، یہ نظریہ اس حد تک تو بلاشبہ صحیح ہے کہ حدودِ شرعیہ و اصولِ مذہب کے اندر رہتے ہوئے گنجائش تلاش کی جائے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حدودِ شریعت و قواعدِ مذہب کو بالائے طاق رکھ کر نفس پرستی کی کھلی چھٹی دیدی جائے، ہوائے نفسانی پر ضرورت و ابتلاء کا نام رکھ کر قوانینِ اسلام سے تلاعب کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی، بعض لوگ گھر بیٹھے ہی بزعمِ خود محقق بن گئے ہیں اور وہ محرمات شرعیہ کو عمومِ بلوی کے تحت لاکر حلال بنا رہے ہیں، ان خود رَو محققین کو یہ بھی معلوم نہیں کہ عمومِ بلوی کا قانون صرف طہارت و نجاست سے متعلق ہے، حلت و حرمت پر یہ مؤثر نہیں، آج بینک اور بیمہ جیسے ملعون اداروں میں ملازمت پر فخر، تصویر سازی اور تصویر رکھنے کی لعنت کا بے حجابانہ اور علانیہ ارتکاب اور اس قسم کے دوسرے منکرات و فواحش کے شیوع اور ان میں برق رفتاری سے ترقی میں علماءِ زمانہ کی خانہ زاد وسعتِ نظر کو بہت بڑا دخل ہے، اگر خدانخواستہ یہ جذبۂ وسعتِ نظر اسی طرح کارفرما رہا تو "تسافد الحمر" اور "نزوالعیر علی العیر" کا نظارہ کرنے کے لئے تیار رہیئے اور "فانتظر الساعۃ" کے قانونِ قدرت کے مطابق اس وسعتِ نظر کے حساب و کتاب کا انتظار کیجئے، وفقنا اللہ الجمیع لما یحب ویرضی وعصمنا من جمیع السیئات الظاھرۃ والباطنۃ آمین،

آپ کے فائدہ کی :

حتی الامکان ریڈیو اور ٹیلیویژن کی تجارت اور مرمت کا پیشہ اختیار کرنے سے احتراز کیجئے، اگر خدانخواستہ کسی مجبوری سے آپ اس میں مبتلا ہیں تو اپنے مالک کے سامنے اعترافِ جرم کرکے توبہ و استغفار کرتے رہیئے اور اس کی بجائے کسی جائز پیشہ کی دعاء اور کوشش جاری رکھیئے، فقط واللہ الموفق۔

الحاق :

تحریر بالا کی تکمیل کے بعد خیال آیا کہ اس مسئلہ سے متعلق استاذ محترم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ "تفصیل الکلام فی مسألۃ الاعانۃ علی الحرام" سے بھی استفادہ کرلیا جائے، چنانچہ اس سے مندرجۂ ذیل اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۱) فی الفن الاوّل عن الاشباہ والنظائر تحت مباحث النیۃ ان بیع العصیر ممن یتخذ خمرا ان قصد بہ التجارۃ فلا تحرم وان قصد لاجل التخمیر حرم اھ (جواہر الفقہ ص ۴۴۲ ج ۲)

(۲) فی اجارات المبسوط للسرخسی واذا استأجر الذمی من المسلم بیتا لیبیع فیہ الخمر لم یجز لانہ معصیۃ فلا ینعقد العقد علیہ ولا اجر لہ عندھما وعند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ یجوز والشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ یجوّز ھذا العقد لان العقد یرد علی منفعۃ البیت ولا یتعین علیہ بیع الخمر فلہ ان یبیع فیہ شیئا آخر، یجوز العقد لھذا، ولکنا نقول تصریحھما بالمقصود لا یجوّز اعتبار معنی آخر فیہ وما صرحا بہ معصیۃ "مبسوط ص ۳۸ ج ۱۶" (جواہر الفقہ ص ۴۴۷ ج ۲)

(۳) وان لم یکن السبب محرکا وداعیا بل موصلا محضا وھو مع ذلک سبب قریب بحیث لا یحتاج فی اقامۃ المعصیۃ بہ الی احداث صنعۃ من الفاعل کبیع السلاح ممن اھل الفتنۃ وبیع[ع] العصیر ممن یتخذہ خمرا وبیع الامرد ممن یعصی بہ واجارۃ البیت ممن یبیع فیہ الخمر او یتخذھا کنیسۃ او بیت نار وامثالھا فکلہ مکروہ تحریما بشرط ان یعلم بہ البائع والآجر الخ (جواہر الفقہ ص ۴۵۳ ج ۲)

(۴) فان من قال بکراھۃ بیع الجاریۃ المغنیۃ والامرد ممن یعصی بہ وامثالہ فقد اصاب (الی قولہ) ومن قال بجوازھا اراد جواز العقد بمعنی الصحۃ لا الجواز بمعنی رفع الاثم (الی قولہ) ومن صرح برفع الاثم ایضا کما فی عبارۃ المبسوط المذکورۃ اولا فھو مقید بما اذا لم یعلم ان شراءہ واستیجارہ لفعل المعصیۃ قصدا کاجارۃ البیت من الذمی والفاسق فان الاجارۃ وقعت علی نفس المسکن قصدا ولا اثم فیہ الخ (جواہر الفقہ ص ۴۵۴ ج ۲)

ان عبارات سے امور ذیل مستفاد ہوئے،

(۱) بیع العصیر بقصد التخمیر حرام ہے،

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے "ما تقام المعصیۃ بعینہ" کی خود ایک تفسیر فرمائی ہے اور اس میں اسے بھی داخل فرمایا ہے، مگر "ما تقام المعصیۃ بعینہ" کی عام مشہور اور عبارات مذہب میں مسطور تعریف میں صورتِ مذکورہ داخل نہیں، معہذا قصدِ معصیت کی وجہ سے حرام ہے۔

(۲) حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق بھی بیع الجاریۃ المغنیۃ مکروہ تحریمی ہے اور ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ ریڈیو اور ٹیلیوژن بھی جاریہ مغنیہ ہی ہے،

ع لعلہ عن سبق القلم لانہ یحتاج فی اقامۃ المعصیۃ بہ الی احداث صنعۃ ۱۲ (رشید احمد)

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

(۳) حضرت مفتی صاحب کی رائے میں اجارۃ البیت بھی مکروہ تحریمی ہے، مگر اسی رسالہ کے اُردو خلاصہ کے آخر میں بینکاری کے لئے کرایہ پر دیئے گئے مکان کے بارے میں فرماتے ہیں:
"اس میں مجھے ہنوز تردّد ہے کہ اس کو مکروہ تحریمی کہا جائے یا تنزیہی، دوسرے علماء سے بھی استصواب فرمالیں (جواہر الفقہ ص ۴۶۲ ج ۲)

بندہ کے خیال میں اجارہ من الکافر اور اجارہ من المسلم میں فرق ہے، عباراتِ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ اجارہ من الکافر سے متعلق ہیں اور اس میں درایۃً و روایۃً کراہتِ تنزیہیہ کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اور اجارہ من المسلم میں کراہتِ تحریمیہ راجح معلوم ہوتی ہے، واللہ اعلم۔

یہ امر ظاہر مسلم اور کتب مذہب میں مصرح ہے کہ اُمورِ بالا اس صورت میں ناجائز ہیں جبکہ بائع اور آجر کو استعمال فی المعصیۃ کا علم ہو، موجودہ معاشرہ میں عام خریدار کے بارے میں استعمال فی المعصیۃ کا ظن غالب ہوتا ہے، البتہ اگر کسی شخص کے تدین و تقویٰ کا علم ہو تو اس کے پاس ریڈیو کی بیع اور اس کے ریڈیو کی مرمت جائز ہے، ٹیلیویژن کے جائز استعمال کی تو کوئی صورت ہے ہی نہیں، وجوہِ حرمت کی تفصیل احسن الفتاوی کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد

۲۱ جمادی الاولیٰ سنہ ۹۷ ہجری

ٹ ی وی کی حرمت پر مفصّل رسالہ
"ٹی وی کا زہر ٹی بی سے مہلک تر"
احسن الفتاوی جلد ۸ کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے اور مستقل بھی چھپ چکا ہے

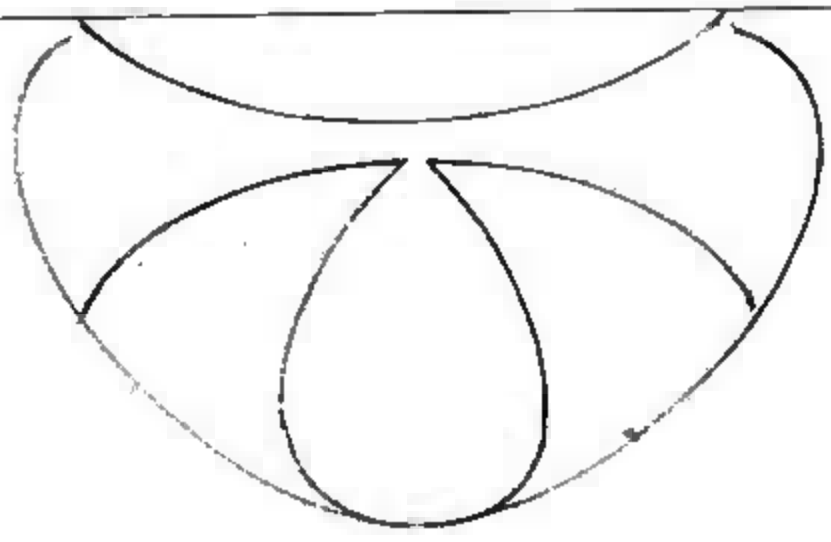

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

متفرقات البیوع

اولاد کو زمین دیکر اسمیں تصرف کرنا :

سوال : ایک شخص نے اپنی زندگی میں زرعی زمین حصّہ حصّہ کرکے اپنی بیٹیوں کے نام پر اسٹامپ لکھوا دیا کہ چار ہزار روپے کے عوض میں نے اپنی بالغ بچیوں کے ہاتھ اسے فروخت کر دیا، پھر ثمن اپنے قبضہ میں نہیں لیا بلکہ بچیوں کو ہی بخشدیا اور زمین مذکور کو بدستور اپنے قبضہ میں رکھا، حتّٰی کہ آخر میں اس زمین میں سے ایک حصّہ مسجد کے نام پر وقف کر دیا، بچیوں نے باوجود معلوم ہونے کے اپنے والد پر کوئی اعتراض نہیں کیا، اور نہ ہی اس نے اس کی رقم بچیوں کے حوالہ کی تو کیا شرعاً اس شخص کا اس طرح بالغ بچیوں کے ہاتھ فروخت کرکے اپنے ہی قبضہ اور تصرف میں رکھنا اور اس کے بعد دوسرے کے ہاتھ بیچنا اور وصیت کرکے وقف کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

اگر بچیوں کو اس بیع کا علم نہیں تھا اور باپ نے اپنے طور پر ہی یہ کام کیا یا انھیں علم تھا مگر انھوں نے اسے قبول نہیں کیا تھا یا قبول تو کر لیا تھا مگر شروع سے ہی باپ نے انھیں بتادیا تھا کہ یہ محض صورت بیع ہے حقیقت میں تم سے کوئی رقم وغیرہ نہیں لینا چاہتا اُن صورتوں میں بیع نہیں ہوئی، لہٰذا باپ کے تصرفات شرعاً صحیح تھے البتہ اگر اس وقت واقعۃً بیع ہی مقصود تھی اور بچیوں نے اسے قبول بھی کر لیا تھا مگر بعد میں باپ نے قیمت معاف کر دی تو یہ زمین بچیوں کی ملک ہے، اسمیں باپ، کا کوئی تصرف بدون انکی اجازت کے معتبر نہوگا، ہاں اگر باپ صاحب حاجت ہو تو وہ بقدر ضرورت اپنی اولاد کے مال سے لے سکتا ہے

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۴ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۸۸ھ

مبیع کو دیکھتے وقت مشتری کے ہاتھ سے ضائع ہوگئی :

سوال : زید عمرو کی دکان پر کنگھا خریدنے گیا، ایک کنگھے کی طرف اشارہ کرکے

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

قیمت پوچھی، عمرو نے کہا ڈیڑھ روپیہ، زید نے کہا دکھاؤ تو سہی، قیمت بعد میں طے کریں گے، عمرو نے اُٹھا کر دیدیا، اس نے ہلا کر دیکھا تو اتفاق سے اس کے کچھ دندانے ٹوٹ گئے، اب عمرو اس کی قیمت طلب کرتا ہے مگر زید کہتا ہے کہ ابھی تو بیع ہی نہیں ہوئی تھی، سوال یہ ہے کہ اسکی قیمت زید پر آتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

مشتری کے جملہ "دکھاؤ تو سہی" سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کنگھا خریدنے پر راضی نہیں ہوا تھا بلکہ دیکھنے کے بعد اس نے رضا یا عدم رضا کا فیصلہ کرنا تھا، لہٰذا زید پر ضمان نہیں آئے گا۔

قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: قلت وبیان ذلك ان المساوم انما یلزمہ الضمان اذا رضی باخذہ بالثمن المسمی علی وجہ الشراء فاذا سمی الثمن البائع وتسلم المساوم الثوب علی وجہ الشراء یکون راضیا بذلك کما انہ اذا سمی ھو الثمن وسلم البائع یکون راضیا بذلك فکأن التسمیۃ صدرت منہما معا بخلاف ما اذا اخذہ علی وجہ النظر لانہ لا یکون ذلك رضا بالشراء بالثمن المسمی قال فی القنیۃ سئل عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ قال لہ ھذا الثوب لك بعشرۃ دراھم فقال ھاتہ حتی انظر فیہ او قال حتی اریہ غیری فاخذہ علی ھذا وضاع لاشیء علیہ ولو قال ھاتہ فان رضیتہ اخذتہ فضاع فھو علی ذلك الثمن اھ۔ قلت ففی ھذا وجدت التسمیۃ من البائع فقط لکن لما قبضہ المساوم علی وجہ الشراء فی الصورۃ الاخیرۃ صار راضیا بتسمیۃ البائع فکأنہا وجدت منہما اما فی الصورۃ الاولیٰ والثانیۃ فلم یوجد القبض علی وجہ الشراء بل علی وجہ النظر منہ او من غیرہ فکان امانۃ عندہ فلم یضمنہ ثم قال فی القنیۃ ط اخذ منہ ثوبا وقال ان رضیتہ اشتریتہ فضاع فلا شیء علیہ وان قال ان رضیتہ اخذتہ بعشرۃ فعلیہ قیمتہ ولو قال صاحب الثوب ھو بعشرۃ فقال المساوم ھاتہ حتی انظر الیہ وقبضہ علی ذلك وضاع لا یلزمہ شیء اھ قلت ووجہہ انہ فی الاول لم یذکر الثمن من احد الطرفین فلم یصح کونہ مقبوضا علی وجہ الشراء وان صرح المساوم بالشراء وفی الثانی لما صرح بالثمن علی وجہ الشراء صار

مضمونا وفی الثالث وان صرح البائع بالثمن لکن المساومۃ قبضہ علی وجہ النظر لا علی وجہ الشراء فلم یکن مضمونا وبھذا اظھر الفرق بین المقبوض علی سوم الشراء والمقبوض علی سوم النظر فافھم واغنم تحقیق ھذا المحل (رد المحتار ص۵۵ ج۴)

مگر یہ حکم اس صورت میں ہے کہ زید نے احتیاط کے ساتھ کنگھے کو ہاتھ لگایا ہو یا محتاط طریقے سے استعمال کر کے دیکھا ہو پھر بھی وہ ٹوٹ گیا ہو۔ اگر زید نے کنگھا استعمال کرنے میں احتیاط نہیں برتی، اسکی بے احتیاطی سے ٹوٹ گیا تو اس پر ضمان آئے گا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۴ ذی قعدہ سنہ ۸۹ھ

ڈپو ہولڈر مقررہ قیمت کا پابند ہے :

سوال : ڈپو ہولڈر کو مقررہ قیمت کی پابندی کرنا ضروری ہے یا نہیں ؟

بینوا توجروا

الجواب باسمہ ملھم الصواب

ڈپو ہولڈر کا حکومت سے عہد ہوتا ہے کہ وہ مقررہ قیمت پر فروخت کریگا، اسلئے حکومت اسے رعایت دیتی ہے، لہٰذا اس عہد کی خلاف ورزی جائز نہیں۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۹ ذی قعدہ سنہ ۹۵ھ

ایک شریک نے ادا ثمن سے انکار کر دیا :

سوال : زید اور بکر نے معاہدہ کیا کہ وہ مل کر فلاں کمپنی سے زمین خریدیں، چنانچہ دونوں نے حسب معاہدہ کچھ رقم جمع کی اور قسطوں پر زمین خریدی، ابھی دو قسطیں ہی ادا کی تھیں کہ بکر نے مزید رقم دینے سے انکار کر دیا، کیا اس صورت میں زید اسکا پابند ہے کہ وہ بکر کی دی ہوئی رقم (جو زید ہی نے اپنی رقم کے ساتھ ملا کر کمپنی کو دی تھی) اپنی گرہ سے ادا کرے ؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسمہ ملھم الصواب

اس رقم کی واپسی زید کے ذمہ نہیں، البتہ اگر زید نے کل زمین خرید لی اور بکر کی ادا کی ہوئی رقم بھی اپنے حساب میں کمپنی کو ادا کر دی تو زید پر یہ رقم قرض ہو گی، لہٰذا وہ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

اس کا پابند ہوگا کہ یہ رقم بکر کو واپس کرے۔

زید کو یہ بھی اختیار ہے کہ بکر کے حصہ کی رقم بھی ادا کر کے پوری زمین اپنے قبضہ میں لے لے اور پھر بکر کو اس کا حصہ اس وقت تک نہ دے جب تک اس سے اسکی پوری قیمت وصول نہ کرلے۔

قال الامام النسفی رحمہ اللہ تعالیٰ : ولو غاب احد المشترین فللحاضر دفع کل الثمن وقبضہ وحبسہ حتی ینقد شریکہ (کنز الدقائق ص۲۴۱)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۰ رجب سنہ ۹۸ھ

بیع سے انحراف پر جرمانہ :

سوال : بیعانہ کی رقم ضبط کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ یہاں یہ دستور ہے کہ مثلاً کسی پلاٹ یا مکان کی خریداری کا معاہدہ ایک لاکھ روپے میں ہوا تو خریدار بائع کو دو چار ہزار روپے بطور بیعانہ پیشگی دے دیتا ہے، جس سے سودے کی بات پکی ہوجاتی ہے اس کے کچھ دن بعد رجسٹری ہوجاتی ہے، بعد ازاں اگر خریدار معاہدہ سے منحرف ہوجائے اور بقیہ رقم ادا نہ کرے تو بیعانہ کی رقم ضبط کرلی جاتی ہے اور اگر بائع منحرف ہوجائے تو وہ خریدار کو بیعانہ کی رقم دوگنی کر کے واپس کرتا ہے، کیا شرعاً یہ دستور جائز ہے ؟

بینوا توجروا

الجواب باسمہ ملہم الصواب

معاہدہ کی پابندی فریقین پر ضروری ہے، منحرف ہونے والے فریق کو ایفاء معاہدہ پر مجبور کیا جا سکتا ہے، مگر بیعانہ ضبط کرنا یا بائع سے دوگنا وصول کرنا جائز نہیں، اس مسئلہ کی تفصیل رسالہ "تحریر المقال فی التعزیر بالمال" مندرجہ "احسن الفتاویٰ" جلد پنجم میں ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۶ رمضان سنہ ۹۹ھ

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

دوست دشمن سب ترے مجذوب قائل ہیں مگر
کوئی قائل ہے زباں سے کوئی قائل دل میں ہے

مجذوب

انوار الرشید

حصہ پنجم

فقیہ العصر، شیخ الحدیث، مفتی اعظم

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم

کے

نصیحت آموز و بصیرت افروز حالات و ارشادات،

جنکے مطالعہ سے بیشمار لوگوں کی زندگیوں میں ایسا انقلابِ عظیم
آگیا کہ وہ دُنیا ہی میں جنّت کے مزے لے رہے ہیں۔

اضافات کیساتھ پانچ ضخیم جلدیں

ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor

ارشاد القاری الی صحیح البخاری

تالیف: مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی

یہ حضرت مؤلف دامت برکاتہم کے درسِ بخاری کی تقاریر کا مجموعہ ہے۔ مؤلف موصوف نے کئی سال مسلسل دار العلوم کراچی میں صحیح بخاری کا درس دیا ہے زیرِ نظر کتاب میں شروع کے پچاس صفحات علمِ حدیث پر ایک نہایت مفید مقدمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خاص طور سے حجیتِ حدیث پر جو بحث اسمیں آگئی ہے وہ اپنے اصولی تجزیہ، مستحکم دلائل اور ٹھوس معلومات کے لحاظ سے اپنے موضوع پر ایک منفرد چیز ہے۔ کتاب کا باقی حصہ فقہ، حدیث، تصوف اور کلام کے نہایت گراں قدر مباحث پر مشتمل ہے۔ فاضل مؤلف کے اسلوب میں وسعت سے زیادہ عمق پایا جاتا ہے، اس لئے کتاب میں بعض طویل الذیل مباحث کو نہایت دلنشین اختصار کے ساتھ سمو دیا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ ان تقاریر میں اکابر علماءِ دیوبند کی ایک جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ علماء اور طلباء دونوں کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ہے اور بعض ایسے نکات اور مباحث پر مشتمل ہے جو صحیح بخاری کی عام شروح و امالی میں نہیں ملتے۔ (اقتباس از ماہنامہ البلاغ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ صفحہ ۶۱) قیمت

سعید ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، کراچی

PDF compression, OCR, web optimization using a watermarked evaluation copy of CVISION PDFCompressor